یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

شمیم جالندھر

تذکرہ

اولیائے جالندھر

[illegible] جالندھری

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

شمیم جالندھر

المعروف بہ تذکرہ اولیائے جالندھر

تصنیف

ابو مظہر علی اصغر چشتی صابری جالندھری

سلسلۃ العلم جامعۃ مجددیہ
نور آباد . فتح گڑھ سیالکوٹ

Marfat.com

۷۸۶/۹۲

حق حق حق

نام کتاب	شمیم جالندھر
تالیف	علی اصغر چشتی صابری جالندھری
	مولد۔ کوٹ بستی مٹھو صاحب جالندھر حال ساکن۔
	کوچہ سدھو مصر۔ عقب ریڈ کراس بلڈنگ
	(نزد فوارہ) اندرون شاہ عالمی۔ لاہور
سال اشاعت	رجب ۱۴۲۰ھ / اکتوبر 1999ء
	شہید ملت ۵۳ پ
پروف ریڈنگ	سہیل افضال ایم۔ اے
	محمد اکبر بی۔ اے
معاون	محمد اظہر محمود چشتی
تعداد	۵۰۰
معاونین و ناشرین	اراکین بزم چشتیہ غوثیہ
کمپوزنگ	اے۔ ایچ نگینہ کمپیوٹرز' لاہور فون: 7243322
قیمت	-----------

ملنے کا پتہ

مدرسہ تنویر الاسلام کوچہ سدھو مصر۔ اندرون شاہ عالمی۔ لاہور ۵۴۰۰۰

Marfat.com

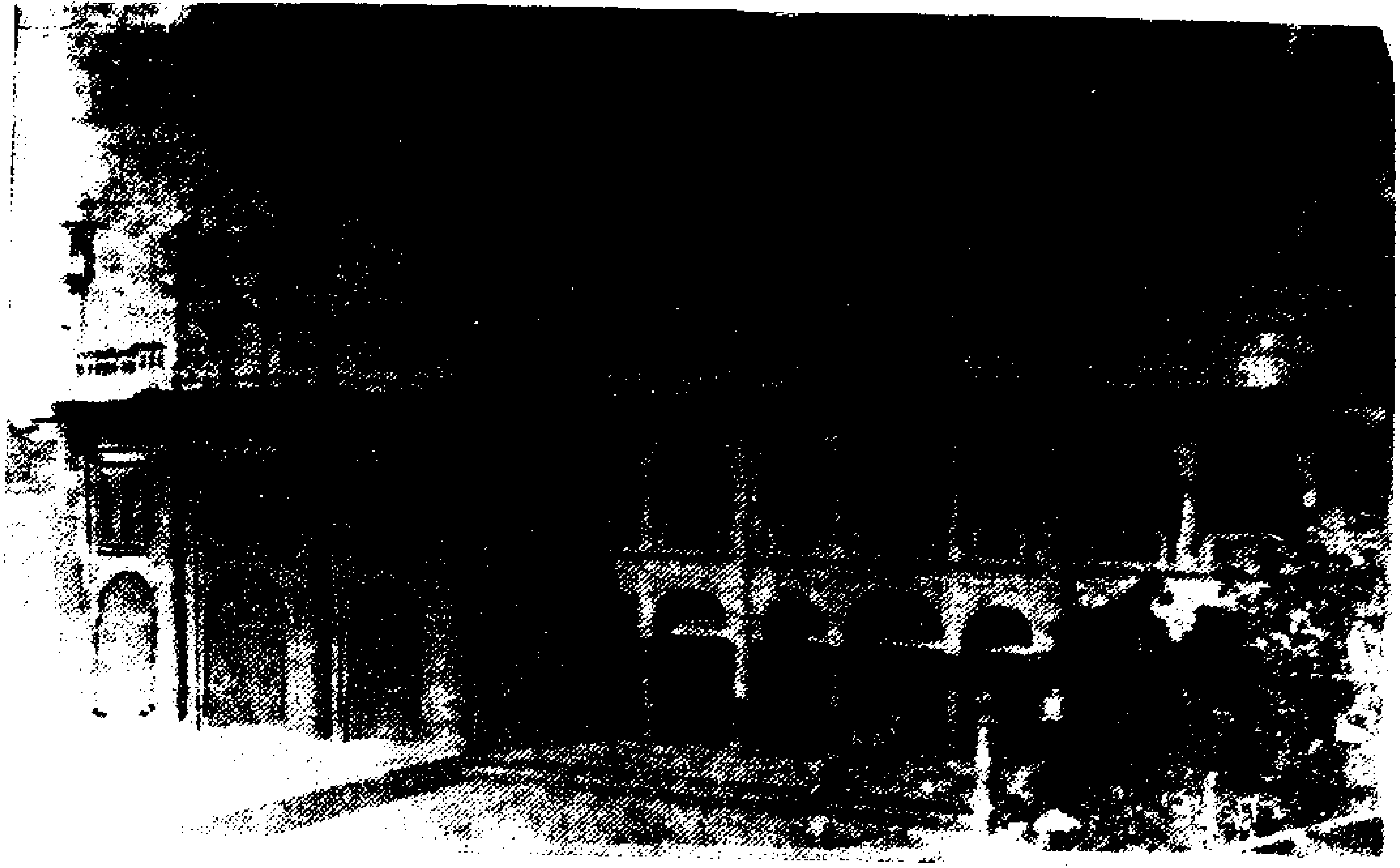

روضہ اقدس حضرت خواجہ امام ناصر الدین چشتی جالندھر شہر

Marfat.com

ملنے کا پتہ :

مسلم کتابوی

دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ' لاہو

مکتبہ نبویہ

گنج بخش روڈ لاہور

Marfat.com

هو الشافی

حکیم محمد موسیٰ امرتسری

۵۵- ریلوے روڈ ——— لاہور

نام ——— تاریخ ———

۴۸۶/۹۲

حضرت چشتی صاحب زید مجدہم

سلام مسنونہ

کتاب شمیم جالندھر المعروف بہ تذکرہ اولیائے جالندھر (رحمہم اللہ تعالیٰ) ماجرہ نواز سیدی خواجگان کرام کی خصوصی توجہ اور قلم کرم کا نتیجہ ہے

والسلام مع الاحترام والتبریک

خاکسار دردمند

محمد موسیٰ عفی عنہ

3/11/1991

Marfat.com

اظہار مسرت

از محقق دوراں حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم صاحب شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

محترم و مکرم حضرت مولانا علی اصغر چشتی صاحب مدظلہ

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

"تذکرہ اولیائے جالندھر" موصول ہوا کرم فرمائی کا شکریہ!

مولائے کریم آپ کو اس کار خیر پر اجر عظیم عطا فرمائے' آپ نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے' میں کئی دفعہ سوچتا تھا کہ شمس الہند حضرت مولانا ولی محمد جالندھری" اہل سنت و جماعت احناف کے وہ عظیم فاضل اور مناظر تھے جنہوں نے ریاست فرید کوٹ میں غیر مقلدین سے مناظرہ کیا اور فتح مبین حاصل کی اور لطف کی بات یہ کہ فیصلہ کرنے والا سکھ مہاراجہ تھا۔ اتنے بڑے فاضل کا تذکرہ کہیں دیکھنے میں میں نہیں آیا' اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے کہ جہاں تک معلومات فراہم ہو سکے جمع کر دیئے' صرف یہی نہیں بلکہ تقریباً تین سو شخصیات کا تذکرہ لکھ کر آپ نے جالندھر کی نسبت کا حق ادا کر دیا ہے' مولائے کریم جل جلالہ آپ کو مزید ہمت و توفیق عطا فرمائے اور آپ بزرگان دین سے امت مسلمہ کو متعارف کراتے رہیں اور اسلام کا نور پھیلاتے رہیں۔

فقیر اس کاوش پر آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

والسلام محمد عبدالکریم شرف قادری

15-11-99

Marfat.com

تبصرہ

از حضرت علامہ پیر طریقت جناب حکیم امراض جسمانی و روحانی
قبلہ حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم وعلى اله وصحبه وازواجه واهل بيته واولياء امته اجمعين

حمد و سلام

حمد کے لائق ہے وہ ذات نہاں خالق مالک ہے جو ہر دو جہاں
تھا وہ اک مخفی خزانہ نور کا چاہا جب کرنا ظہور اس نور کا
کردیا پیدا حبیب پاک ﷺ کو
نور سے اپنے شہ لولاک ﷺ کو
السلام اے نور حق شمس الضحیٰ ﷺ کن منور قلب من بدرالدجیٰ ﷺ
السلام اے مالک کون و مکاں من رأنی قدرء الحق جن کی شاں
اے شہ والا حشم عالی مقام آپ پر لاکھوں کروڑوں ہوں سلام
دل شکستہ حال خستہ کا سلام
کیجئے منظور یا خیرالانام ﷺ
اولیاء ہر زماں پر ہوں مدام
ازغریب بے نوا لاکھوں سلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلى ونسلم على رسوله الكريم اما بعد فقال الله تعالٰى فى القران المجيد اعوذ بالله من الشيطان الرجيم○ بسم الله الرحمن الرحيم○ ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم اياتك ويعلمهم الكتب والحكمته ويزكيهم○ (سورة البقره پ١:١٢٩)

Marfat.com

ترجمہ: اے رب ہمارے تو ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو انکو تیری آیتیں پڑھ کرسنائیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ نفس کریں بیشک تو غالب و حکمت والا ہے۔

میری تصانیف و تالیفات کا موضوع شروع سے تصوف ہی رہا ہے اور اسی سلسلہ میں (۱) عرفان حق۔ (۲) تذکرہ حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ (۳) تذکرہ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ (۴) تذکرہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ (۵) تذکرہ منصور حلاج علیہ الرحمتہ (۶) تذکرہ صوفیہ نقشبند رحمہم اللہ لکھے چونکہ تصوف کی بنیاد تزکیہ نفس اور جلائے قلب پر ہے اور اگر کلام پاک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ باآسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انبیا علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی نفوس انسانی کا تزکیہ ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی بعثت کے لئے جو دعا فرمائی اس کا مقصد یہی بیان فرمایا "اے رب ہمارے تو ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کرسنائیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں اور انکا تزکیہ نفس کریں بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوئی اور حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام آخری نبی کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف لائے تو اس کی غرض و غایت بھی اللہ تعالیٰ نے یہی دیگر غایات کے ساتھ کہ وہ تمہارا تزکیہ نفس کرتے ہیں بیان فرمائی۔ اسی طرح سورۃ جمعہ میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی بعثت کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ان الفاظ میں احسان کا اظہار فرمایا ہے "وہ خدا ہے جس نے بنی اسرائیل میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا اصل مدعا اسی چیز کو قرار دیا گیا ہے کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے اور اس سے کہو کہ ہے تیرے اندر کچھ رغبت کہ تو تزکیہ حاصل کرے۔ نیز قرآن اس بات پر شاہد ہے کہ آخرت میں انسان کی نجات و فلاح کا دارومدار اور انحصار تزکیہ نفس پر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اس نے ہی فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو معصیت میں چھپایا۔ ایک دوسرے مقام پر ہے اس نے ہی فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ اسی تزکیہ نفس کے متعلق حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "خبردار انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر اس کی اصلاح ہوگئی تو تمام جسم کی اصلاح ہوگئی۔ اگر وہ

Marfat.com

خراب ہو گیا تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور خبردار وہ لوتھڑا قلب (دل) ہے۔ یہ حدیث پاک بتاتی ہے کہ انسان کی اصلاح دل کی پاکیزگی سے ہوتی ہے اور دل کی پاکیزگی اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں پر اسوہ حسنہ کی روشنی میں عمل سے ہوتی ہے اور دل کی پاکیزگی یہ ہے کہ مومن کی ہر حرکت و سکون اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔

عبادت کا یہی جامع مفہوم ہے کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بسر کی جائے اور اصل میں عبادت کا مقصد تزکیہ نفس ہے اور تطہیر قلب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گذرے ہیں تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ مندرجہ بالا آیات مقدسہ سے اور احادیث پاک سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف کہیں یا تزکیہ نفس اس کا سرچشمہ اور منبع و مصدر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس کی تعلیم سے تزکیہ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر اسی کے حقائق و دقائق اور اسرار و رموز ہیں جو نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے ذریعہ اور وسیلہ سے واضح ہو کر تزکیہ کی تکمیل کرتے ہیں۔

ایک شخص نے خواجہ خواجگان حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سیر و سلوک یعنی تصوف سے کیا مطلب ہے آپ نے ارشاد فرمایا "اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور جو امر عقلی یا نقلی دلیل سے سمجھا جائے وہ کشفی طور سے مشاہدہ میں آجائے۔" سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارا سارا طریقہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا پابند ہے۔

بس مختصر یہ ہے کہ اوامر و نواہی کا پابند ہونا شریعت ہے اور اوامر و نواہی کی روشنی میں ضمیر کی صفائی۔ اخلاق کی تطہیر اور نفس کے تزکیہ کا نام طریقت ہے اور ماسوی اللہ سے منقطع ہو کر روح میں جلا پیدا کرنا حقیقت ہے اس طرح شریعت سے طریقت اور طریقت سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔

از طاعت الٰہی دیدم جمال احمد ﷺ
و از حب مصطفائی دریافتم خدا را

اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرے مشفق، مخدوم و محترم پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ صوفی ابو مظہر علی اصغر چشتی صابری جالندھری مدظلہ

Marfat.com

العالے نے "شمیم جالندھر المعروف بہ تذکرہ اولیائے جالندھر" کے سوانح حیات' حالات' کرامات' رشد و ہدایت' تبلیغ اسلام کی سعی و کوشش کے واقعات' مقامات و جائے وقوع مقامات و مزارات مقدسہ کی نشاندہی نہایت معتبر اور معتمد کتب اور روایات کے حوالوں سے صحیح تحقیق کی روشنی میں تحریر فرمائے ہیں۔ اس کام میں کتنی محنت شاقہ کرنی پڑی اور کتنی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا اس کا اندازہ کوئی مصنف ہی کر سکتا ہے۔ بہرحال ہر کارے و ہر مردے

این سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں نے اولیاء جالندھر کے اس مجموعہ کو جو تین حصوں میں منقسم ہے اور 397 صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں نہ صرف اولیاء عظام رحمھم اللہ کے حالات و واقعات تحریر فرمائے ہیں بلکہ جالندھر اور اس کے قرب و نواح کے صوفیہ باصفاء' مجاذیب اور جالندھر شہر کی بستیاں اور کوٹ اور ان بستیوں کی مشہور و نامور شخصیات اور علماء کرام اور ان کے کارنامے اور تبلیغ دین کی مساعی کی یہ نادر تصنیف ہے۔ میں نے اس مقدس کتاب کو جستہ جستہ اور سرسری طور پر نہیں پڑھا ہے بلکہ ایک ایک سطر پڑھی ہے بات یہ ہے اور حقیقت بھی ہے کہ اولیاء اللہ رحمھم اللہ کے حالات و واقعات اور ساتھ ہی ساتھ ان کی کرامات کے حیرت انگیز اور عجیب و غریب واقعات سے طبیعت اکتاتی نہیں بلکہ قلبی اور روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اولیاء اللہ کے یہ واقعات ایک تبحر عالم' عاشق رسول ﷺ' محب الاولیاء اور ولی کامل کے تحریر کردہ ہیں اس بات نے سوز و ساز و سرور میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ میں نے آگے جا کر بعض اولیاء کرام کی کرامات جن کا مجھ پر بیحد اثر ہوا ہے ان کی نشاندہی کی ہے اور بعض خاص باتیں جن کا آپ نے جابجا اظہار فرمایا ہے یا بعض حضرات کے خصوصی اظہار خیال ضمنی طور پر آگئے ہیں انکی بھی نشاندہی کی ہے۔

ایک سب سے بڑی خوبی اس کتاب کی یہ ہے کہ اس میں نہ صرف اولیاء چشت کا تذکرہ لکھا ہے بلکہ تمام سلاسل کے اولیاء کرام کے تذکار تحریر فرمائے ہیں یہ مصنف موصوف کی عالی ظرفی اور تمام سلاسل سے تعلق اور ان کے احترام و اکرام کی دلیل ہے۔ ایک مفکر نے جس انداز سے تمام سلاسل طریقت کو نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے وہ الفاظ قابل تحسین ہیں فرماتے ہیں "گلستان تصوف میں سلاسل طریقت کی حیثیت ان گلہائے

Marfat.com

رنگارنگ کی سی ہے جو اپنی اپنی امتیازی خوشبو اور جداگانہ عطر بیزی کے باوجود باغبان حرم کے ورق وحدت کے آئینہ دار ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ ہو یا نقشبندیہ۔ سلسلہ چشتیہ ہو یا سہروردیہ۔ یہ تمام سلاسل طریقت گلستان مصطفوی ﷺ کے وہ سدا بہار پھول ہیں جن کی مہک سے گلشن امت مہک رہا ہے۔ بلاشبہ کارزار حیات میں ان سلاسل جلیلہ کی حیثیت آسمان ہدایت کے ان ستاروں کی سی ہے جن کی تابندگی و ضوفشانی سے اقلیم عمل کے بحروبر روشن ہیں۔" اس تصنیف میں بعض اولیاء کرام کی کرامات کا تذکرہ کرنا اس لئے ضروری سمجھا کہ بعض قارئین حضرات جن کے پاس اتنا وقت نکالنے کی فرصت نہ ہو کہ وہ پوری کتاب کو پڑھیں مگر مندرجہ ذیل بزرگان کے حالات ضرور پڑھ کر اپنے ایمان و اعتقاد کی پختگی اور روح کو تازگی بخشیں چونکہ

"ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے"

۱۔ تاریخ قصبہ چشت کے ذیل میں صفحہ ۳۸ پر امام العارفین 'قدوۃ السالکین' زبدۃ الکاملین' سرحلقہ خاندان چشت' صاحب تبع تابعین حضرت خواجہ امام ناصرالدین چشتی قدس سرہ العزیز کا تذکرہ اور آپ کی کرامت پڑھنے کے قابل ہے۔ (صفحہ ۳۹) چونکہ یہ ایک طویل مربوط عبارت ہے اگر میں اس کو یہاں نقل کروں تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ اسی طرح اس تذکرہ میں صفحہ ۴۲ پر

آپ کی وفات اور قصہ کفن چور کے عنوان سے آپ کی کرامت کا واقعہ بھی طویل ہے ناظرین کرام ان صفحات پر ان عنوانات کو ضرور پڑھیں۔

۳۔ حضرت شاہ قاسم سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرہ میں صفحہ ۲۷ پر آپ کی عجیب و غریب کرامت تحریر ہے۔

۴۔ پنجاب کا شاعر عظیم عالم اجل مقبول لم یزل قطب ربانی عارف یزدانی حضرت مولانا مولوی غلام رسول عالم پوری کوٹلہ رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرہ میں صفحہ ۱۰۵ پر آپکی دو کرامات مندرجہ ذیل تحریر کر رہا ہوں۔ چونکہ یہ مختصر ہیں۔

۵۔ (صفحہ ۱۰۵) ایک روایت ہے کہ مولانا جب احسن القصص لکھ رہے تھے تو حضرت زلیخا علیہا السلام آپ کے پاس مثالی جسم کے ساتھ تشریف لایا کرتی تھیں۔ ایک بار لوگوں نے آپ سے وضاحت چاہی اور کہنے لگے کہ ہم نے خود ایک عورت کو اندر داخل

Marfat.com

ہوتے دیکھا ہے۔ آپ نے ان کے اصرار پر فرمایا "میں مائی صاحبہ کے حالات لکھ رہا ہوں جہاں شائبہ ہوتا ہے مائی صاحبہ اپنے حالات خود آکر بتا جاتی ہیں۔ آپ نے ان سے وعدہ لیا کہ یہ بات ظاہر نہ کی جائے۔

۶۔ (صفحہ ۱۰۵) قبلہ مرشدی مولانا عبدالغنی چشتی صابری قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص آپ کی قبر کی زیارت کے لئے آیا وہ قبرستان میں گھوم رہا تھا۔ قبر نہ ملتی تھی۔ اسی اثنا میں ایک اجنبی آیا اور پوچھا کہ قبرستان میں کیوں گھوم رہے ہو۔ اس نے کہا کہ مولانا غلام رسول کی قبر کی زیارت کے لئے آیا ہوں لیکن یہاں کوئی تختی نہیں ہے جس سے قبر پہچان سکوں۔ اجنبی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ایک قبر پر لیجا کر کھڑا کر دیا اور خود اجنبی غائب ہو گیا وہ شخص حیران اور ششدر رہ گیا۔ جب اس نے مراقبہ کیا تو وہی اجنبی قبر میں موجود تھے۔ وہی مولانا غلام رسول تھے۔ فرمایا میں نے تمہیں پریشان دیکھا تو تمہیں منزل کی طرف راہ دکھا دی۔ مرشدی رحمتہ اللہ علیہ مولانا کو اپنے دور کا قطب کہا کرتے تھے۔

۷۔ صفحہ (۲۲۵) حضرت بابا عیسیٰ شاہ مست قدس سرہ آپ کامل مست بلکہ شہنشاہ مجاذیب تھے۔ اکثر جنگلوں اور میدانوں میں بسیرا کرتے تھے۔ کئی کئی دن تک سوئے رہتے تھے۔ جفت سازی کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ کام کرتے تو سو سو جوتا بنا لیتے بیوپاری موجود ہوتے تھے فوراً مال لے لیتے۔ آپ حاصل شدہ رقم کا بیشتر حصہ لوگوں میں تقسیم فرما دیتے تھے اور کبھی کبھی روئی کاتنے لگتے' منہ سے چرخہ کی آواز نکالتے اور ہاتھوں سے دھاگا بناتے جاتے۔ آناً فاناً دھاگہ کے ڈھیر لگا دیتے۔ عجیب خوارق عادات آپ سے ظاہر ہوتی تھیں کبھی اپنے گھر (بستی منٹو صاحب) بھی تشریف لے جاتے لیکن اکثر و بیشتر بستی کے گرد ٹیوں اور باغات میں بسیرا کرتے تھے۔ والدہ محترمہ فرماتی تھیں کہ ایک مرتبہ گرمیوں کے ایام میں ریت کے ٹیبے پر تین دن تک سوتے رہے چونکہ تمام لوگ آپ کو جانتے تھے اس لئے ان کے قریب کوئی نہ جاتا تھا۔ اس مرتبہ کسی نااہل شرارتی لڑکے نے آپ کے ساتھ بے ادبی کی جس سے آپ بیدار ہو گئے۔ آپ نے بیدار ہوتے ہی اس لڑکے کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور جلال میں آکر فرمایا ہم ایک جہاز کو منجدھار سے نکال رہے تھے وہ کنارے پر لگنے والا تھا تم نے ہمیں اس کام

Marfat.com

کی تکمیل سے باز رکھا۔ آپ جسے گالی دیتے تھے اس کا بھلا ہوتا تھا اور جسے پیار کرتے اس کا نقصان ہوتا۔ چند دن کے بعد ہی بہت سے لوگ نذرانے لیکر بستی مٹھو صاحب جالندھر حاضر ہوئے اور بتایا کہ ہمارا جہاز منجدھار میں پھنس گیا تھا باباجی اسے تین دن تک کھینچتے رہے آخر منجدھار سے جہاز کو باہر نکال دیا۔ یہ لوگ آپ کی زندگی میں ہر سال اور بعد از وفات آپ کی خانقاہ میں بڑی عقیدت سے حاضر ہوتے تھے اور نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔

۸۔ صفحہ (۲۲۷) حضرت بابا فتح محمد المعروف بابا فتے شاہ رحمتہ اللہ علیہ۔ باباجی فتے شاہ (جواہر والا) جالندھر شہر بازار بانسہ والا میں ایک دوکان میں رہتے تھے۔ آپ ہمہ وقت سکر کی حالت میں رہتے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں سے لوگوں کو فیضیاب فرماتا تھا۔ آپ روزانہ روضہ اقدس امام صاحب آتے تھے مسجد میں لوگوں کے لئے لوٹے پانی سے بھرتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور ترجمہ بھی بیان کرتے تھے۔ دوران ترجمہ ٹانڈوں کا واڑنا اور چھلیوں کا توڑنا جیسے الفاظ استعمال کیا کرتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ نماز باجماعت میں شرکت نہ کرتے اور تنہا نماز پڑھتے تھے۔ اکثر لوگوں نے دیکھا کہ نیت باندھ کر الحمد شریف پڑھنے کے بعد ایسے ہی الفاظ کہتے۔ ٹانڈوں کا واڑنا اور چھلیوں کا توڑنا پھر کہتے یا اللہ تونے کافروں کو سونے چاندی کے پہاڑ دیئے ہیں اور ہمیں کچھ نہیں دیا۔ اتنا کہہ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے غرضیکہ سکر و مستی میں عجیب عجیب باتیں کرتے تھے۔ مقدمات میں پھنسے ہوئے لوگ آپ کے پاس آتے اور اپنی روئداد بیان کرتے۔ آپ خاموشی سے سنتے پھر کاغذ اور قلم اٹھاتے اور مقدمہ کا فیصلہ لکھ دیتے جو فیصلہ لکھتے اللہ کی رضا سے وہی فیصلہ ہوتا تھا۔ چنانچہ تاریخ پر عدالت وہی فیصلہ دیتی۔

۹۔ ص (۲۴۷) سرسید اور مولانا محمد سلیم کے درمیان ایک عجیب واقعہ (بعض معنوی نکتے۔ اظہار خیالات محترم مصنف موصوف اور چند قابل قدر معلومات)

Marfat.com

(ایک وحدت واحدیت کا معنی خیز نکتہ اور عجیب و غریب توجیہ)

(صفحہ ۱۰۷) میاں ابراہیم عرف میاں جی پنو شاہ رحمتہ اللہ علیہ قادری فاضلی ایک دن بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک دوکان پر مینا جانور دیکھا تو حضرت شاہ الٰہی بخش صاحب نے فرمایا دیکھو لوگ مینا سے کس قدر پیار کرتے ہیں دراصل بات یہ ہے کہ یہ اپنی خودی کی نفی کرتی ہے اور یہی طریقت کا پہلا سبق ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

بکری جو میں میں کرے گلے چھری پھروائے
مینا جو میں نہ کہے سب کے من کو بھائے

(صفحہ ۱۷۷) مصنف موصوف کا سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ کے متعلق اظہار رائے

فرمایا ہندو پاک کے تصوف کے سلسلوں میں سب سے زیادہ شہرت سلسلہ چشتیہ کو ہے۔ اس سلسلہ میں کئی خصوصیتیں ایسی ہیں جن کے لئے پاک و ہند کے حالات خاص طور پر ساز گار تھے مثلاً سماع' ادبیت' شعروشاعری سے انس' غیر مسلموں کے ساتھ غیر معمولی رواداری۔ ان چیزوں نے ان کی مقبولیت اور اشاعت میں بڑی مدد دی۔ مسلمانوں کی روحانی تربیت میں بھی اس سلسلہ کے بزرگان عظام نے بڑا حصہ لیا۔

سلسلہ سہروردیہ سلسلہ چشتیہ کی طرح قدیم ہے اور تبلیغی کاموں میں اسکا حصہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کشمیر میں اسلام سلسلہ کبرویہ کے بزرگوں مثلاً (امیر کبیر سید علی ہمدانی اور ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانی) نے پھیلایا۔ یہ بزرگ بھی سلسلہ سہروردیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بنگال میں مبلغ اعظم شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے اسلام پھیلایا۔ یہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ ہندوستان میں سلسلہ سہروردیہ کے موسس اعلیٰ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانی رحمتہ اللہ علیہ جو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ صفحہ (۲۰۳) سلسلہ نقشبندیہ بھی حضرت امیرالمومنین سیدنا مولائے کائنات جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔

اس کی تائید کے لئے مصنف محترم موصوف نے تین شجرے لکھے ہیں۔ (۱) سلسلہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ' حضرت سید امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا ۱۴ واسطوں سے سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ۱۵ حضرت خواجہ

Marfat.com

سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ (۱۶) حضرت خواجہ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ (۱۷) حضرت امام موسیٰ رضا ﷺ (۱۸) حضرت امام موسیٰ کاظم ﷺ (۱۹) حضرت امام جعفر صادق ﷺ (۲۰) حضرت سیدنا امام زین العابدین ﷺ (۲۱) حضرت سید امام حسین ﷺ کے ذریعہ امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ امام المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ ---۔ (۲) سلسلہ نقشبندیہ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے یوں بھی منتہی ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ مرید حضرت شیخ ابوالحسن گرگانی رحمتہ اللہ علیہ مرید شیخ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ مرید حضرت امام جعفر صادق ﷺ مرید امام باقر ﷺ تا آخر امیرالمومنین علی المرتضیٰ ﷺ ۔ خواجہ بایزید بسطامی مرید حضرت امام قاسم ﷺ بن حضرت محمد بن حضرت ابوبکر صدیق ﷺ مرید حضرت سلمان فارسی رحمتہ اللہ علیہ مرید امیرالمومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ﷺ مرید حضرت سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ

(نوٹ) پہلے سلسلہ سے اتصال کرنے میں بہت زیادہ فیضان ہے اور (۳) سلسلہ یہ بھی ہے حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ مرید امام جعفر صادق ﷺ مرید حضرت امام باقر ﷺ مرید حضرت امام زین العابدین ﷺ مرید حضرت امام حسین ﷺ مرید حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ ﷺ مرید حضرت امام المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا مصنف محترم نے کہ اول و آخر سلسلہ کا اتصال کرنے میں زیادہ فیضان ہے لیکن حضرات نقشبندیہ امیرالمومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ﷺ سے متصل کرتے ہیں۔ راقم الحروف جاہل واجہل ہیچ مدان (حکیم) سید امین الدین احمد عفی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ بھی امیرالمومنین مولا سے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

صفحہ (۲۴۶) مولانا محمد سلیم رحمتہ اللہ علیہ کی سربراہی میں علماء کے وفد اور سرسید کے درمیان ملاقات اور سرسید کے کلام اللہ شریف کو مختصر کرنے کے مذموم ارادہ سے روکنے کا طریقہ اور ان کو اس حرکت و خیال گستاخی سے باز رہنے کا وعدہ اور سرسید نے لاجواب ہو کر اپنا تحریر کردہ خلاصہ قرآن ضائع کر دیا اور معافی مانگی اور عزت و احترام کے ساتھ علماء کرام کو رخصت کیا۔ یہ واقعہ بھی بالتفصیل پڑھنے کے لائق ہے۔

مخدومی و محترمی پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ صوفی علی اصغر چشتی جالندھری

Marfat.com

زاد اللہ مراتبہ ایک سچے عاشق رسول ہیں اسی بنا پر انہوں نے شرح اسماء الحسنیٰ بعنوان "مظہر نامہ" شرح اسماء النبی ﷺ بعنوان "شیم رسالت" دینی مسائل پر مشتمل تالیف بعنوان "شیم شریعت" قرآن مجید کو صحیح اور آسانی سے پڑھنے کے لئے علامات اوقاف و حرکات کے بارے قاعدہ معین القرآن تصنیف کئے ہیں۔ آپ کو چونکہ اولیاء اللہ سے بیحد محبت ہے اور بالخصوص چونکہ آپ کا سلسلہ طریقت اولیاء چشت اہل بہشت سے ہے اس لئے تذکرہ بزرگان چشت بعنوان "شیم ولایت" لکھی اور اب تذکرہ اولیاء جالندھر بعنوان "شیم جالندھر" المعروف اولیاء جالندھر کے نام سے لکھ کر تذکار روحانیت میں ایک قیمتی اضافہ فرمایا ہے آپ کی تحریر میں سلاست' روانی' سادگی الفاظ اور روحانی کشش ہوتی ہے اور یوں آپ اردو ادب کے ایک مایہ ناز ادیب بھی ہیں۔

میں اپنی انتہائی مصروفیت میں ہوتا ہوں گذشتہ سال تذکرہ آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ولی اللہ عطاء رسول لکھا اور اب "جواز غناء وسماع صوفیہ" پر تقریباً ایک ہزار اوراق کا مجموعہ مرتب کیا ہے۔ اس کی نوک پلک درست کر رہا تھا کہ موصوف کا حکمنامہ موصول ہوا مگر جب کتاب کھول کر دیکھی تو دل باغ باغ ہو گیا اور اس کے پڑھنے میں مشغول ہو گیا اور یہی دل چاہا کہ سب کام چھوڑ کر اس کو پڑھا جائے چنانچہ جو کچھ مطالعہ کیا اس سے متاثر ہو کر یہ چند صفحات تحریر کئے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

یہ اولیاء کرام جن کا تذکرہ مولف محترم نے کیا ہے اور جو جنت کے باغوں میں محو استراحت ہیں انہوں نے نہ صرف خطہ جالندھر بلکہ جہاں جہاں بھی گئے نور اسلام کے جھنڈے نصب کئے۔ اسلام کی جڑیں مضبوط کیں۔ یہ تمام اولیاء اللہ جن کے سوانح اور حالات مخدومی جناب پیکر شامت دین حضرت صوفی علی اصغر چشتی صاحب نے تحریر کئے ہیں تسلیم و رضا۔ توکل و قناعت۔ امید و بیم۔ محبت و اخوت۔ خلوص و خدمت خلق۔ فقر وفاقہ۔ ایثار و استقامت کا پیکر تھے۔ وہ عشق الٰہی کے اسیر تھے۔ دین کے نصیر تھے۔ روشن ضمیر تھے۔ بیکسوں کے دستگیر تھے۔ پیر کامل تھے وہ دریے بہاؤ بے نظیر تھے۔ امیر شریعت تھے۔ جویائے حقیقت تھے۔ صاحب نسبت تھے۔ صاحب ہدایت تھے۔ شمع شبستان معرفت لالہ گلزار حقیقت تھے۔ چراغ دردمان ولایت تھے۔ علوم ظاہر و باطن میں کامل تھے۔ مخلوق سے بے نیاز تھے۔ قومی اور نسلی امتیازات سے پاک و صاف تھے اور مذہبی تعصبات سے مبرا

Marfat.com

تھے۔

وہ اہل صفا تھے۔ ولی خدا تھے۔ عالم باعمل تھے۔ صاحب جود و کرم تھے۔ وہ شمس و قمر میں۔ جان و جگر میں۔ لعل و گہر میں۔ شام و سحر میں۔ برگ و ثمر میں۔ آتش نمرود میں۔ گلزار ابراہیم علیہ السلام میں خدا کا جلوہ کار فرما دیکھتے تھے۔

ان کی زندگی نکات طریقت کا دفینہ تھی۔ حقیقت و معرفت کا آئینہ تھی۔ وصول الی اللہ کا زینہ تھی۔ اتباع سنت رسول اللہ ﷺ کا منبع تھی۔ جمال رخ پیغمبر ﷺ کا عکس تھی۔

مختصر یہ ہے کہ قوم کو درپیش دہشت گردی، قتل و غارت اور بے حیائی جیسے شرمناک مسائل کا حل تعلیمات صوفیہ ہی ہے۔ اولیاء اللہ کے اذکار سعید سے راہنمائی اور سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب لبیب، محسن انسانیت، رحمتہ العلمین ﷺ کے صدقہ میں فاضل مولف کو اس روحانی تالیف پر وقت صرف کرنے کا اجر عطا فرمائے ان کی اس تبلیغی کوشش کو مقبول و منظور اور کامیاب فرمائے۔ نیز قارئین کرام کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ ناشرین کو جزاء خیر عطا فرمائے اور مجھ عاصی پر معاصی کے گناہ معاف ہوں اور اہل حق کے غلاموں کے ساتھ حشر ہو۔ آمین ثم آمین بحق طٰہٰ و یٰسین ﷺ

خاک پائے محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی شہباز لامکانی
قندیل نورانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
(احقر و حکیم) سید امین الدین احمد قادری خوشحالی
۲۳۹ شاد باغ لاہور۔

Marfat.com

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ و تقریظ از محترم جناب ملک حبیب الرحمن چشتی نظامی فخری مہروی (گولڑوی)

ایم اے۔ ایل ایل بی۔ (اٹک)

قال اللہ تبارک و تعالٰی فی کلام المجید۔ فاذکرونی اذکرکم وشکرولی ولا تکفرون○

(البقرہ ۱۵۲)

تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو

(کنزالایمان)

ابن کثیر نے ایک حدیث اسی آیت کے تحت نقل کی ہے "کہ جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔"

تفسیر خازن میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالٰی انسانوں کے وہم و گمان سے بھی قریب تر ہے اگر بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں اگر وہ دل میں یاد کرے گا تو میں اس کی یاد کو آسمانوں اور زمینوں میں عام کروں گا اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرے گا تو میں اس کا ذکر فرشتوں کی مجالس میں جاری کروں گا۔ اگر کوئی بندہ میری طرف ایک انچ بڑھے گا تو میں اس کی طرف ایک گز بڑھوں گا۔ (تفسیر نبوی)

جب اللہ تعالٰی خود اس ذاکر کا ذکر اور یاد کو آسمانوں اور زمینوں میں عام کرے گا تو بندے بھی جو زمینوں کے اندر رہتے ہیں ضرور اس کا ذکر کریں گے۔ اللہ تعالٰی نے ایسے ذاکر بندوں (اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم) کے خلفاء اور متوسلین کو یہ ہمت عنایت فرمائی کہ وہ ان ذاکر بندوں یعنی اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم کے حالات زندگی اور ان کے ملفوظات قلم بند کر کے دوسرے لوگوں تک پہنچائیں تاکہ وہ بھی ان ذاکر بندوں کا ذکر پڑھ کر یا سن کر اپنی زندگی کو اللہ کے ذکر میں لگائیں۔ جن لوگوں نے اللہ کا ذکر بے حد و شمار کیا وہی دنیا و آخرت میں کامیاب ہوئے اور دوسرے عام لوگ انکے حضور حاضری دیکر اللہ کو یاد کرنے لگ گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقی طور پر علوم انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور

Marfat.com

یہی وہ لوگ ہیں جن سے دوسرے لوگوں نے فیض حاصل کرنا ہے "فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون○"

یہ لوگ اہل لغت ہیں اور دوسرے لوگ الفاظ اور الفاظ لغت کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے عام لوگ اہل اللہ کے محتاج ہیں یہ صرف دنیا ہی نہیں سنوارتے بلکہ آخرت کو بھی سنوارتے ہیں۔ ان کی قبور مرکز تجلیات الیہ ہوتی ہیں۔

اولیائے کرام کے حالات حقیقی طور پر اور صحیح طور پر وہی لکھ سکتا ہے جو اس کا اہل ہو کیونکہ "ولی را ولی می شناسد" جب تعلق قوی ہو گا تو پھر بات بنے گی۔ اس میں شریعت کے لحاظ سے سب خوبیاں موجود ہوں متقی' اطاعت گزار' شب بیدار' عارف' لوگوں سے محبت رکھنے والا یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی کسی سنت کو بھی ترک نہ کرے

خلاف پیمبر کسے را گزید
ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

(سعدی)

اپنے پیرومرشد کا شیدائی ہو اور اپنے آپ کو فنا فی الشیخ کر دیا ہو۔

قال را بگزار مرد حال شو
پیش مرد کامل پامال شو

(مولانا روم)

مرشد کی خصوصی توجہ سے ہی انسان کامل بن سکتا ہے اور وہی اولیائے کرام کے حالات پر قلم اٹھا سکتا ہے بندہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ حضرت حکیم عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ جناب مصنف کے پیرومرشد کا خاص فیض ہے کہ اس قدر معلومات سے پر کتاب صرف خطہ جالندھر کے اولیائے کرام پر پہلی دفعہ لکھی گئی اور یہ جالندھر کی تاریخ پر بھی مشتمل ہے۔

مصنف کتاب "تذکرہ اولیائے جالندھر" جناب علی اصغر صاحب چشتی صابری غنوی مدظلہ العالی میرے دیرینہ کرم فرماؤں سے ہیں اور اس دنیا دار غرق عصیاں بندے سے اللہ کے واسطے محبت کرتے ہیں۔ کتاب ہذا رقم کر کے جالندھر کے اولیائے کرام کے ذکر کو نئے سرے سے زندہ و تابندہ کر دیا ہے حالانکہ تقسیم ملک کے بعد حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ سرحد پار جانا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ قدیم کتب ناپید' بیشتر لوگ ان بستیوں کے بکھر گئے اور

Marfat.com

کچھ فوت ہو گئے' پھر بھی جو کتب دستیاب ہو سکیں اور کچھ باتیں جو مستند تھیں اکٹھی کر کے ایک ضخیم کتاب مرتب ہوئی یہ اسقدر کٹھن کام تھا کہ کوئی دوسرا ہوتا تو حوصلہ ہار چکا ہوتا۔ مصنف نے بڑی جانفشانی' تحقیق اور کاوش سے کتاب کو مرتب فرمایا اس سے قبل بھی مصنف کی پانچ کتب خراج تحسین وصول کر چکی ہیں جو اس فقیر کو عنایت فرمائی گئی ہیں۔

موجودہ دور میں سابقہ ادوار کی تاریخوں اور سنین کو اس وقت درست کرنا ناممکنات سے ہے کئی صدیوں پیشتر کے لوگوں کی تاریخ پیدائش' مقام پیدائش جبکہ انہوں نے ایک مقام پر زیادہ دیر قیام بھی نہ کیا ہو کیونکر صحیح مقرر ہو سکتے ہیں۔ قدیم کتب میں بھی اختلاف موجود ہے لہٰذا اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔

دوسری بات بھی ضروری ہے کہ یہ کتاب پہلا ایڈیشن ہے اگر کچھ کمپیوٹر کی اغلاط ہیں تو ان کو بھی نظرانداز کرنا چاہئے اس پر تقصیر کی نظر سے کئی کتب ایسی گزری ہیں کہ بارہا مختلف مکتبہ ہا نے چھاپیں مگر اغلاط وہیں کی وہیں رہیں۔ بعض اوقات تو مصنف پر بھی الزام تھونپا گیا حالانکہ چھپائی کی غلطی کا مصنف ذمہ دار نہیں ہوتا اس سلسلہ میں فاضل بریلوی" کے ملفوظات اور ترجمہ کنزالایمان جو کئی دفعہ مختلف چھاپہ خانوں میں چھپے گواہ ہیں ابھی تک چھوٹے ہوئے الفاظ جوں کے توں ہیں۔

کتاب میں علماء و مشائخ کے سلسلہ جات کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے جس سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔ کتاب میں جب مشائخ و علماء کا ذکر ہے ماسوائے چند کے سب میں تواضع اور فروتنی ہے کسی نے بھی غرور و تکبر' حرص و جاہ کا مظاہرہ نہیں کیا نہ بڑے بڑے خطابات و القابات کسی کے ساتھ چسپاں کئے اور یہی چیز اہل اللہ کا خاصہ ہے۔ کتاب ہذا موجودہ دور کے علماء' مشائخ' صوفیا اور عام مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

بندہ چند اقتباسات و اشارات پر اکتفا کرتا ہے۔ مختصر تبصرہ بھی شامل ہے۔

حضرت خواجہ امام ناصر الدین چشتی:۔ "بادشاہان وقت کی طرف سے آپ کی خانقاہ کے نام بے شمار جاگیریں اور زمینیں نذر ہوئیں جو خواجہ نے بلا تخصیص خاص و عام مسلم و غیر مسلم کو بخش دیں اور ایسا ہی آپ کے جانشینوں نے بھی کیا"

موجودہ دور میں لنگر کی زمینوں کو اپنی جاگیریں بنانے والے پیران عظام اس پر غور کریں کہ عام لوگوں کو مقبوضہ زمینوں پر کیسے حقوق حاصل ہیں اور کس قدر مفاد عامہ کیلئے

Marfat.com

خرچ ہوتا ہے؟ ان پیران عظام کو زمینوں کی دیکھ بھال سے فرصت نہیں اللہ کے ذکر کیلئے کہاں سے وقت نکالیں اور روحانیت سے حصہ پائیں۔ (اللہ ہدایت دے آمین)

حضرت الٰہی بخش قدس سرہ:۔ علم دوست تھے تصرف غالب تھا علم لدنی حاصل تھا اسلئے "آپ سائل کو ایسا جواب دیتے کہ بڑے بڑے عالم دم بخود رہ جاتے تھے"۔ ان کے جوابات فی البدیہہ ہونے کے علاوہ نصیحت آموز بھی ہیں۔ ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

"ایک دفعہ میاں علی داد خان اور شیر داد خان قوالان بستی شیخ درویش نے ایام عاشورہ میں امامین علیہم السلام کا ختم دلایا۔ آپ کی بھی ضیافت تھی اتفاقا اسی دن بارش شروع ہو گئی آپ بارش ہی کے دوران لاٹھی تھامے رات کے وقت جالندھر شہر سے بستی شیخ درویش دو میل پیدل سفر کر کے ان کے گھر پہنچ گئے کپڑے اچھی طرح بھیگ گئے تھے۔ آپ کی عالم پیری میں یہ اولوالعزمی دیکھ کر سب حیران و ششدر رہ گئے۔ شیر داد نے عرض کی "حضرت آپ کو بہت تکلیف ہوئی" آپ نے جواب میں فرمایا "امامین سے بھی زیادہ؟ جنہوں نے اتنے مصائب اٹھائے حق اور ناحق کی آزمائش میں اپنی جان دے دی کیا ہم ان کے ختم پر بھی حاضر نہ ہوں" اس بات سے سبھی متاثر ہوئے۔

آجکل کے لوگوں کے لئے یہ واقعہ باعث عبرت ہے کہ لوگ ختم قرآن کے لئے جانا تکلیف دہ سمجھتے ہیں اور بعض تو بدعت تک کہتے ہیں۔

مولانا غلام رسول" سید کی تعظیم کا جو واقعہ لکھا گیا ہے وہ ان کی اعلیٰ ظرفی' فروتنی و تواضع اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا قابل توجہ واقعہ ہے۔ عشق و رضا کے بارے میں جو کلام کتاب میں نقل کیا گیا ہے وہ صاحب ذوق حضرات کے لئے ایک راہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ پنجابی زبان میں اسقدر شیریں زبان اور عارفانہ کلام والا شاعر شاید اور کوئی نہ ہو زبان سادہ ہے اور آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

میاں عبدالغفور قادری نوشاہی" فقرات ذیل قابل توجہ ہیں "یاد رکھو اگر فقیر سے ایک صغیرہ گناہ ہو جائے اور دنیا دار سے ساری عمر گناہ ہوتے رہیں تو برابر ہے بلکہ فقیر کا صغیرہ گناہ اس کے کبیرہ گناہوں سے بڑھ کر ہے فقیر وہ ہیں جن سے مستحب بھی ترک نہ ہوں" اللہ اللہ! کیا شان ہے اولیائے کرام" کی شریعت کا کیسا پاس ہے اور لوگ بلاوجہ اعتراض کرتے ہیں۔

Marfat.com

حاجی حافظ محمود نقشبندی" "حاجی صاحب جالندھر میں لوگوں کو اللہ اللہ سکھانے لگے مولوی حضرات' بستیوں کے پٹھان اور پیر زادے آپ کے خلاف ہو گئے ایک دن سب مجتمع ہو کر حملہ آور ہوئے جالندھر کے صوبیدار کو یہ خبر پہنچی تو بھاگے آئے اور لوگوں کو سمجھایا کہ ایک فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ گویا آپ کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائیں لیکن آپ کا فیض جالندھر کے نواح اور دوسرے شہروں میں پہنچا"

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

صبر اور شکر کا سبق اس واقعہ میں پنہاں ہے موجودہ دور میں مولانا سردار احمد" کو بھی (لائل پور) فیصل آباد میں ایسی ہی صورت کا سامنا کرنا پڑا۔

مولانا عبد العزیز" "آپ کے بے شمار مرید تھے لیکن طمع کے لئے کسی کو مرید نہ کرتے تھے جو مرید شریعت کا پابند ہوتا اس سے بہت محبت کرتے تھے"

مولانا عبد العزیز" نے حق بات سے منحرف علماء کا محاسبہ کیا اس سلسلہ میں طوائف کی کمائی حرام ہے اور مسلمان بے نمازی کا جنازہ جائز ہے کے دو فتاوی قابل ذکر ہیں۔

شمس الہند مولانا ولی محمد" "ایک مرتبہ شمس الہند مولانا ولی محمد نے پیر شاہ الٰہی بخش فاضل سے سوال کیا "شاہ صاحب کیا باعث ہے کہ ہم مولویوں اور علماء کے شاگرد جب زیادہ علم پڑھ جاتے ہیں تو استاد سے اکثر مسائل میں اختلاف کرنے لگتے ہیں بلکہ بعض اوقات مقابلہ کے لئے سامنے آتے ہیں۔ آپ کے مرید آپ کے پاس زیادہ ٹھہرتے ہیں تو زیادہ مودب بن جاتے ہیں اور پابوسی کرتے ہیں" شاہ صاحب نے فرمایا "مولانا آپ شاگردوں میں تکبر کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے سامنے کہتے ہیں کہ تو بڑا عالم اور لائق ہو گیا ہے آخر یہ تعلیم آہستہ آہستہ رنگ لاتی ہے اور شاگردوں میں انانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے پاس تو پہلے دن سے ہی لا کی تعلیم دی جاتی ہے جوں جوں مرید ترقی کرتا ہے فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ مولانا نے فرمایا "حق ہے"

حاجی امداد اللہ مکی" کے جو مرید زیادہ عالم فاضل تھے وہ علم کے غرور کی وجہ سے منحرف ہو گئے اور کہنے لگے ہم طریقت میں تو ان کو مانتے ہیں مگر شریعت میں نہیں اور اللہ

Marfat.com

تعالی نے علم کے غرور کی وجہ سے ان کے ذہن سے اس چیز کو محو کر دیا کہ شریعت و طریقت جدا نہیں ہیں اور اس وجہ سے وہ علماء تحریروں میں سخت تضاد کا شکار ہو گئے۔

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ

رند ازراہ نیاز بدار السلام رفت

خداوند عزوجل محفوظ رکھے۔

حضرت سید علیم اللہ "حضرت پیر دستگیر فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی صحبت میں درست اعتقاد اور نیت صالحہ اور حصول برکت کے لئے ارادہ خالص لے کر آنا چاہئے مباحثہ و مجادلہ کی غرض سے نہ جانا چاہئے کیونکہ ایسا ارادہ اور فعل نعمت کے زوال کا باعث بن جاتا ہے"

حضرت سید عطاء اللہ شاہ حسنی ہمارے مسلمان راہنما روحانیت کے نام سے بیزاری کا اظہار کر کے مسلمانوں کے دلوں میں دوسری قوموں کے خوف او ابن الوقت بن کر ان کو طرح طرح کی تدبیریں اور مادہ پرستی کا سبق دے رہے ہیں" "ہندوستان کے رہنے والے مسلمانوں کو معلوم ہو کہ ان کے بزرگوں کا ہندوستان میں آکر آباد ہونے کا منشا غیریت (دین اسلام سے) علیحدگی نہ تھا اور نہ ہی ان کا معیار نفس پرستی اور دولت و حشمت تھا بلکہ روحانیت کو پھیلانا اور اس کے ذریعہ سے غیروں کو اپنا بنانا مقصود تھا"

اس ضمن میں یہ پر تقصیر عرض کرتا ہے کہ اسی بات کا اظہار پیر نصیرالدین نصیر گولڑوی نے رنگ نظام میں (انتساب سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیٰ) کیا کہ موجودہ سجادہ نشین اس معیار کے نہیں تو پورے گیلانی' قریشی اور مخدوم یہاں تک کہ بعض ان کے اپنے بھی خلاف ہو گئے۔ میں نے خود اخبار نوائے وقت میں ان گیلانی' قریشی اور مخدوم پیرزادوں کا بیان پڑھا یہ لوگ روحانیت کی بجائے سیاست پر یقین رکھتے ہیں۔ جاگیرداری نظام کی وجہ سے ان کو اللہ اللہ کرنے کی فرصت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے

میں اس قابل نہیں کہ کچھ لکھ سکوں تاہم کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ جناب محبی و مکرمی جناب چشتی صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر کر دیئے ہیں گزارش ہے کہ جو

Marfat.com

اغلاط ہوئی ہوں درست فرمالیں بندہ شکر گزار ہو گا۔

کتاب ہذا پڑھنے والوں کے قلوب کو خداوند قدوس اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت سے سرشار فرمائے مصنف کو اسکا اجر عظیم عطا فرمائے ان کو بزرگان دین کے صدقے دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران فرمائے تادیر ان کا فیض جاری رکھے۔ نیز ہم گناہ گاروں کو بھی روز محشر جناب چشتی صاحب مدظلہ العالی اور دوسرے بزرگان دین کے ہمراہ سرخ رو کرے اور پردہ پوشی کرے۔

عبدہ المذنب

حبیب الرحمن ملک چشتی نظامی مہروی

اٹک

Marfat.com

گلدستہ از حضرت علامہ پیر طریقت سرمایہ اہلسنّت مولانا جناب محمد دین صاحب مسکین قادری نوشاہی مدظلہ خطیب جامع مسجد فاروقیہ و مہتمم دارالعلوم قادریہ نوشاہیہ رضویہ ناظم آباد۔ نوشاہی چوک۔ فیصل آباد

ایہہ شمیم جالندھر کتاب جیہڑی ودھ کے پھلاں توں مہک کتاب وچ اے
ایہدے مہکدے ٹہکدے لفظاں، ورگی مہک ڈٹھی نہ کسے گلاب وچ اے
اولیائے جالندھر دا ذکر سارا اس کتاب دے ہر اک باب وچ اے
علی اصغر دا علمی کمال سارا نظر آوندا رنگ خطاب وچ اے
ہر مضمون نوں دے کے الفاظ سادے تھوڑے پڑھیاں دے رکھیا حساب وچ اے
رنگ سخن تے طرز تکلم اندر سطر سطر ایہدی آب و تاب وچ اے
دلفریب مضمون نگاری ایہدی شوخ چست تے پورے شباب وچ اے
نور حق دی روشنی انج چمکے جیویں روشن روشن مہتاب وچ اے
پڑھ کے سارے مضمون جو کیف ملدا ایسا کیف نہ کسے شراب وچ اے
اس کتاب نوں پڑھ کے سکون پاسی جیہڑا دنیا دے پھسیا عذاب وچ اے
ذکر اوہدا وی ملے کتاب اندر جو فنکار وی ہویا پنجاب وچ اے
ہر شخصیت دی کھل کے گل کیتی کوئی بات نہ رکھی حجاب وچ اے
ہر مضمون دے نال انصاف کیتا لایا کتے نہ ٹاٹ کمخواب وچ اے
اس کتاب نوں پڑھے مسکین کہندا جیہدا ذھن رہندا اضطراب وچ اے۔

سگ نوشاہ گنج بخش
محمد دین مسکین قادری نوشاہی
خطیب جامع مسجد فاروقیہ فیصل آباد

Marfat.com

اظہار عقیدت

از حضرت علامہ عبدالقوی صاحب قادری نوشاہی اویسی
ایم۔اے گولڈ میڈلسٹ (ناظم آباد، فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر نظر کتاب "شمیم جالندھر المعروف بہ تذکرہ اولیائے جالندھر" حضرت علامہ مولانا صوفی باصفا مظہر فیوضات چشتیہ ابو المظفر علی اصغر چشتی صابری جالندھری دامت برکاتہم القدسیہ کی محبت و محنت اور اخلاص بھری کاوش ہے اور ان کی یہ کاوش انکی اولیائے عظام علیہم الرحمتہ کے ساتھ قلبی لگاؤ کی اتم درجہ عکاس ہے۔ اسی لئے صلحاء و صالحین کے حالات و واقعات کو تلفظ و رقم کرنا انکا وطیرہ حیات ہے۔

کتاب مستطاب "شمیم جالندھر" میں مندرجہ معلومات آپ کے وفور مطالعہ کی شاہد ہیں قبل ازاں آپ نے دیگر موضوعات پر اپنے نوک قلم کو خوب مستحسن انداز میں سرکایا ہے۔ اور زیر مطالعہ کتاب میں قارئین کے مطالعہ میں دلچسپی پیدا کرنے کا اولین عنصر یہ کہ عبارت نہایت آسان، اسلوب کمال درجہ دل نشین اور الفاظ و کلمات کا باہمی ربط حد درجہ رنگین و متین ہے اور کلمات و الفاظ کا انگ انگ حب اولیاء علیہم الرحمتہ کی ضوفشانی کرتا محسوس ہوتا ہے۔

بالاختصار یہ کہ زیر دست و زیر قراءۃ کتاب "تذکرہ اولیائے جالندھر" کی اوراق گردانی اولیاء عظام علیہم الرحمتہ سے محبت و مؤدت کے جنم کا سبب ہے۔ اور یہی محبت و مؤدت انسانی زندگی سے عوارض و علالت کے خاتمہ کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔

اگرچہ کتاب کی عبارت بعض مواقع پر بااعتبار کتابت نظر سہو ہوئی ہے بسبب کاتب کے عدم اعتناء کے یا ناظر ثانی کے اہمال کے یا کسی سبب دیگر کے پیش نظر، لیکن پھر بھی عبارت اپنی حلاوت کا احساس ضرور اجاگر کرتی ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا بطفیل محمد مصطفیٰ ﷺ ہے کہ مؤلف ہذا الکتاب جناب پیر طریقت ابو المظفر علی اصغر چشتی صابری صاحب کی اس سوز و گداز بھری دل نواز کاوش کو درجہ قبولیت کا لبادہ عطا فرمائے اور قارئین کو حب اولیاء علیہم الرحمتہ میں ہمہ وقت مستغرق و منہمک رہنے کی توفیق سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین بجاہ النبی علیہ الصلوۃ والتسلیم

خاکپائے اولیاء

محمد عبدالقوی نوشاہی اویسی ایم اے گولڈ میڈلسٹ

Marfat.com

تبصرہ

از محترم جناب طارق علی احمد صاحب چشتی صابری

ایم-اے)اردو پرنسپل فیڈرل گورنمنٹ عباس پبلک سکول

حضرت قبلہ گاہی و مرشدی مولانا علی اصغر ابو مظہر چشتی مدظلہ نے مختلف مضامین تصوف پر متنوع کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ یہ کتابیں علماء و صوفیا میں یکساں مقبول ہیں اور کیوں نہ ہو کہ حضرت عالم باعمل اور صوفی باصفا ہیں۔

زیر نظر کتاب مستطاب "شمیم جالندھر" حضرت کی کئی سال کی محنت' تحقیق' تدقیق اور عرق ریزی کا ثمر ہے۔ فقیر نے جالندھر دیکھا تو نہیں لیکن بڑے بزرگوں سے اس کے چرچے بہت سنے ہیں۔ خصوصاً بزرگان دین کے چرچے جس نے سرزمین جالندھر کو بہت حسین اور دل آویز بنا دیا تھا۔ یہ کتاب انہیں بزرگوں کے حسن اور دل آویزی کی داستان ہے۔ اولیاء اللہ کے تذکار ہی سے صراط مستقیم کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ قرآن حکیم نے ایمان اور عمل صالح کی حقیقت انبیاء اور اولیاء کے حالات زندگی ہی سے اجاگر کی۔

فقیر نہ تو عالم ہے اور نہ ہی صوفی لیکن اتنی بات جانتا ہے کہ قرآن مجید میں صرف انبیاء معصومین ہی کا ذکر نہیں ہے۔ اولیاء اللہ کی سیرت طیبہ سے بھی اشتہار کیا گیا ہے۔ پس بزرگوں کے حالات زندگی محفوظ کرنا اور انہیں بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرنا عین منشائے الٰہی ہے اور فرقان حمید کی اقتداء ہے۔

اولیائے جالندھر کے حالات زندگی قلمبند کرنا ایک بہت بڑی سعادت ہے جو حضرت مولانا علی اصغر ابو مظہر چشتی مدظلہ کے حصے میں آئی ہے۔ خدا ہم سب کا حشر اولیاء اللہ کے ساتھ کرے۔ (آمین)

بجاہ سید المرسلین
طارق علی احمد
3 نومبر 1999ء
ڈیرہ نواب چھاؤنی ضلع بہاولپور

Marfat.com

نتیجۂ فکر

از حضرت علامہ محمد حسن صاحب میرانی قادری نوشاہی
۹۰۲۔ میرانی منزل۔ محلہ بگل پورہ شہر بہاول پور
مورخہ: ۲۳ دسمبر ۱۹۹۹ء

محترم المقام حضرت قبلہ ابو مظہر علی اصغر چشتی صابری جالندھری مدظلہ العالی
مدرسہ تنویر الاسلام کوچہ سدھو مصر۔ اندرون شاہ عالمی۔ لاہور

۱۔ محترمی! السلام علیکم۔ مزاج گرامی

۲۔ مبارک صد مبارک کہ جناب والا کی تصنیف لطیف شمیم جالندھر زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ گئی۔ اس کتاب کی زیارت مجھے عالی جناب میاں طارق علی احمد صاحب چشتی صابری صاحب نے کرائی اور پڑھنے کے لئے مجھے دے گئے۔ جو بعد مطالعہ واپس کردوں گا۔ کتاب زیر مطالعہ ہے واقعی لاجواب کتاب ہے۔ آپ کی محنت و لیاقت قابل ستائش ہے۔

۳۔ ایک علمی لطیفہ گوش گزار کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ غلام فرید چشتی" سجادہ نشین کوٹ مٹھن شریف ضلع راجن پور کے سرائیکی دیوان فرید کا ترجمہ مولانا محمد عزیز الرحمٰن صاحب عزیز بہاولپوری" (متوفی:۔ ۱۹۴۴ء) نے شروع کیا۔ ایک کافی کے اردو ترجمہ کرنے کی باری آئی تو اس کافی کے ایک بند پر آکر مولانا" رک گئے اور سوچ میں پڑ گئے۔ بند یہ ہے۔

کتھ کیچ، مکھمور دا شان بنوں
کتھاں داسی شہر جلندھر ہوں

(کافی نمبر ۸۸۔ بند نمبر ۵) یہ کافی خواجہ صاحب" نے سوہنی پر لکھی تھی جو گجرات شہر کی واسی (باسی یعنی رہنے والی تھی۔) مولانا عزیز صاحب نے خواجہ صاحب" کے مصاحبین سے پوچھا کہ سوہنی تو گجرات کی تھی۔ خواجہ صاحب" نے اسے جلندھر (زبان پر جالندھر کی بجائے عموماً جلندھر آتا ہے) کی رہنے والی بتایا ہے اور مطبوعہ دیوان میں بھی جلندھر لکھا ہوا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ خواجہ صاحب" کے مصاحبین جو اس وقت بہاولپور میں مدعو تھے خاموش رہے پھر اکثر مصاحبین نے کہا کہ قوال عموماً جلندھر پڑھ کر

Marfat.com

گاتے ہیں۔ یہ گتھی مولانا اشرف الدین صاحب ہزاروی" ثم رحیم یار خاں (متوفی ۱۹۴۸ء بعمر ۱۱۰ سال) نے سلجھائی فرمایا کہ خواجہ صاحب نے تو جلندر فرمایا تھا جو جل اور اندر کا مخفف ہے یعنی سوہنی پانی کے اندر رہنے والی تھی اور دریائے چناب میں غرق ہو گئی۔ اب تصحیح شدہ مطبوعہ دیوان میں یہ لفظ جلندر لکھا ہوا ہے لیکن قوال حضرات عموماً جلندھر ہی کہتے ہیں اور گاتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا پیارا نام ہے کہ اب تک کتھاں واسی شہر جلندھر ہوں گایا جاتا ہے۔

۴۔ اگر ہو سکے تو اس کا ایک نسخہ راقم ناچیز کو بھیج کر شکر گزار کریں۔

والسلام مع الاحترام:۔

نیاز مند

محمد حسن خاں میرانی نوشاہی عفی عنہ

۵۔ سال اشاعت یہ ہے۔

"شمیم جالندھر گلزار عشرت فزا"

۱۹۹۹ء

(محمد حسن خاں میرانی نوشاہی)

۱۹۹۹۔۱۲۔۲۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ایسا زمانہ آئے گا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "ایک ایسا زمانہ آئے گا میری سنت کو لوگ پرانا (دقیانوسی) عمل کہیں گے۔ بدعت عام ہو جائے گی۔ جو شخص میری سنت پر عمل کرے گا غریب ہو گا۔ اس کا کوئی ساتھی نہ ہو گا۔ وہ اکیلا رہے گا۔ جو شخص بدعتوں کو اپنی زندگی بنائے گا اس کے پچاس مصاحب' ساتھی دوست ہوں گے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بعد بھی کوئی ہم سے افضل ہو گا۔"

ارشاد فرمایا "ہاں" عرض کیا گیا "کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے فرمایا "نہیں" عرض کیا گیا "وہ اس بدعت کے زمانہ میں اپنی زندگی کس طرح بسر کریں گے" فرمایا "جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے' اسی طرح وہ پانی میں زندگی بسر کریں گے۔ ان کے دل پگھل جائیں گے۔" (لوگوں کو بدعات میں محو دیکھ کر ان کے دل پانی ہو جائیں گے) عرض کیا گیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اس زمانہ میں کس طرح زندہ رہیں گے" فرمایا "جس طرح سرکہ میں کیڑا زندہ رہتا ہے" (لوگ ان کو کوئی اہمیت نہ دیں گے) عرض کیا گیا "(جب بدعت ہی بدعت ہو گی تو) وہ لوگ اپنے دین کی حفاظت کس طرح کریں گے" فرمایا "جس طرح ہاتھ میں انگارہ زمین پر رکھیں تو گل ہو جائے' ہاتھ میں دبائیں تو ہاتھ جلے"

یعنی بدعتیوں کا ساتھ دیں' ان سے میل جول رکھیں تو دین کا چراغ گل ہو جائے اور اگر دین کے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کریں تو تن بدن جلتا رہے۔ کوئی انہیں محفل میں بلانے کے لئے تیار نہ ہو۔

حاشیہ دلائل الخیرات
بحوالہ روح البیان

Marfat.com

۸۶/۹۲ے

حق حق حق

انتساب

والدین (چوہدری علی بخش مرحوم۔ محترمہ غلام فاطمہ مرحومہ)
کے نام جن کی دعاؤں اور برادران محترم فقیر محمد و
محترم نذر محمد صاحبان کے نام جن کی مساعئی جمیلہ سے
فقیر اس قابل ہوا۔

Marfat.com

ترتیب

نمبر شمار	اسماء بزرگان	صفحہ
1	پیش گفتار	17
2	حرف آغاز	24
3	جالندھر کی تاریخ	34
4	تاریخ قصبہ چشت	37
5	حضرت امام ناصرالدین چشتیؒ	38
6	حضرت خواجہ روشن الدین ولی چشتیؒ	45
7	حضرت سید باقیؒ	47
8	حضرت خواجہ محمد اشرف چشتی دہلویؒ	48
9	حضرت بابا رحمت علی شاہؒ	50
10	حضرت خواجہ ہاشم شہیدؒ	51
11	حضرت پیر غائبؒ	51
12	حضرت شاہ سکندرؒ	52
13	حضرت مودود چشتیؒ	53
14	جالندھر میں سلسلہ چشتیہ صابریہ عیکیہ کا فیضان	53
15	حضرت شیخ عبدالرشیدؒ	54
16	حضرت شیخ سید کبیر چشتیؒ	54
17	مزارات پنج پیر (در حاشیہ)	55
18	حضرت سید عتیق اللہ چشتی صابری	55
19	حضرت شاہ بہلول برکی چشتی صابریؒ	56
20	حضرت میاں عالم شاہ چشتی صابریؒ	56
21	حضرت شاہ لطف اللہ چشتیؒ	57
22	حضرت سید علیم اللہ چشتی صابریؒ	58
23	حضرت سید علی شاہؒ	59
24	حضرت مولانا غلام رسول ٹانڈویؒ	59
25	حضرت شیخ محمد سعیدؒ	60

Marfat.com

26	حضرت سید جان محمد چشتیؒ	60
27	حضرت بابا شیر محمدؒ	60
28	حضرت بابا عمر بخش ناصریؒ	60
29	حضرت ماسٹر رحیم بخش ناصریؒ	61
30	حضرت خلیفہ محمد صدیق سراجیؒ	62
31	حضرت شیخ محمد جمالؒ	62
32	حضرت عبدالرحمٰن، شیخ چراغ دینؒ	63
33	حضرت سید چراغ دین شاہؒ	63
34	حضرت سید حافظ باقرؒ	63
35	حضرت شاہ نظام الدین فاروقی فریدیؒ	64
36	حضرت بابا فیضے شاہؒ	66
37	حضرت مولوی عبدالعزیزؒ	66
38	حضرت میاں غلام بھیکؒ	67
39	حضرت میاں غوث محمد خاں چشتی نظامیؒ	67
40	حضرت صوفی علی بخش سراجیؒ	69
41	سلسلہ قادریہ 'رزاقیہ	70
42	حضرت شیخ پیر برہان الدین خاں قادریؒ اور بستی مٹھو صاحب کے مورث اعلیٰ کے حالات	70
43	حضرت خلیل محمد خانؒ	70
44	حضرت شیخ محمد عمرؒ	70
45	حضرت شیخ مٹےؒ	70
46	حضرت شاہ قاسم سلیمانیؒ	71
47	حضرت شیخ برہان الدینؒ کی جالندھر میں آمد	74
48	حضرت پیر غلام محی الدینؒ فرزند حضرت محمد صالح	75
49	حضرت قطب الاقطاب پیر قطب الدینؒ	76
50	حضرت پیر خادم حسینؒ	76
51	حضرت پیر امیر حمزہ خاں (مرحوم)	77
52	حضرت خان فضل محمد خاں	78

Marfat.com

53	حضرت محمد شاہ خان	79
54	سلسلہ بزرگان قادریہ' رزاقیہ' فاضلیہ	82
55	حضرت پیر غلام محی الدین خان قادری' فاضلی"	82
56	حضرت میاں غلام احمد خان قادری' فاضلی"	83
57	حضرت حافظ غلام قادر شاہ"	83
58	حضرت شاہ الٰہی بخش ہوشیار پوری"	84
59	حضرت مولانا غلام رسول عالم پوری"	89
60	حضرت سائیں قطب شاہ" ' سائیں غوثے شاہ"	106
61	حضرت حافظ جھنڈو قادری فاضلی"	106
62	حضرت میاں ابراہیم عرف میانجی پنوں"	107
63	حضرت مولوی جان محمد"	109
64	حضرت مہر اسماعیل عرف چپ شاہ"	110
65	حضرت باغ علی عرف بھاگے خان"	112
66	حضرت صوفی اکبر علی" "مصنف سلیم التوارخ"	113
67	حضرت فضل حسین عرف سائیں فضل شاہ"	115
68	حضرت سید علی معظم قادری"	116
69	سلسلہ قادریہ' وہابیہ' نوشاہیہ	117
70	حضرت عبد الوہاب"	117
71	حضرت سید شاہ شریف"	118
72	حضرت حافظ حاجی شاہ بخش"	118
73	حضرت شیخ محمد حیات انصاری"	119
74	سلسلہ نوشاہیہ' غفوریہ	119
75	حضرت میاں عبد الغفور" بستی دانشمند بانی سلسلہ غفوریہ	119
76	میاں عبد الغفور" کے خلفاء	125
77	سجادہ نشین خانقاہ غفوریہ	127
78	حضرت میاں محمد مرزا علی خان"	127
79	میاں محمد یحییٰ خان ابن میاں اصغر علی خان	130
80	سید محمد جعفر شاہ پٹیالوی"	135

Marfat.com

81	سید کرم الٰہی شاہؒ	136
82	خلیفہ میاں محمد عبداللہؒ	137
83	خلیفہ میاں خیردین ٹھٹھویؒ	139
84	بابا ہادی شاہؒ ۔ بابا فقیرے شاہؒ	143
85	بابا جیون شاہ بھٹیؒ	143
86	بابا منصور شاہ ۔ بابا دارے شاہؒ	143
87	سید قاضی محمد علی سبزواریؒ	144
88	حضرت مولانا محمد عظیم انصاریؒ	145
89	حضرت بابا ساون شاہؒ ساکن راہوں	149
90	قصبہ راہوں کی تاریخ	150
91	میاں غلام حسنؒ	150
92	حضرت سائیں سوندھے شاہؒ بستی بابا خیل	152
93	حضرت سلطان سخی سرورؒ	152
94	مولانا غلام قادر جالندھری	157
95	شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ	157
96	مولانا حکیم پیر غلام قادر اثر انصاریؒ	158
97	مولانا شمس الدینؒ	158
98	ابوالاثر حفیظ جالندھریؒ	158
99	حضرت سید وارث علی بھاکریؒ	159
100	حضرت پیر سید محمد حسن علی شاہؒ	159
101	حضرت مولوی یوسف علی ارائیںؒ	160
102	حضرت بابا روشن شاہؒ (در حاشیہ)	160
103	حضرت بابا سوندھے شاہؒ	161
104	حضرت حکیم سید محمد خلیل شاہؒ	161
105	حضرت سائیں پیلو شاہ مجذوبؒ	161
106	حضرت بابا بوٹے خاںؒ	162
107	مولانا پیر حکیم غلام قادر اثر انصاریؒ	162
108	حضرت قادر شاہ لاہوریؒ (در حاشیہ)	163

Marfat.com

109	حضرت مولوی محمد بخشؒ	168
110	حضرت بابا منگو شاہؒ	168
111	حضرت غلام نبی پھاگلویؒ	169
112	حضرت مولانا صوفی محمد رمضان لدھیانویؒ (درحاشیہ)	170
113	سلسلہ بزرگان سہروردیہ	177
114	تاریخ قصبہ سہرورد	179
115	سلسلہ سہروردیہ	180
116	حضرت شیخ الاکرام شیخ احمد غوثؒ	182
117	شیخ الاعظم شیخ پیرولیؒ	184
118	حضرت شیخ غلام علیؒ	184
119	حضرت شیخ حسن منصورؒ	184
120	حضرت میاں علی محمدؒ	184
121	حضرت شیخ حسن دادؒ	184
122	حضرت بابا حاجی واصلؒ	185
123	حضرت میاں علی شیرؒ	185
124	حضرت شیخ سلطانؒ و شیخ عبدالرحمٰنؒ	186
125	حضرت شیخ جلال ابن شیخ سلطانؒ	186
126	حضرت شیخ یحییٰؒ	186
127	شیخ الشیوخ حضرت شیخ درویش سہرورویؒ	187
128	اولاد شیخ درویش حضرت شیخ ولی دادؒ (1)	195
129	حضرت شیخ پیردادؒ (2)	195
130	حضرت شیخ میردادؒ (3)	196
131	حضرت میاں کریم دادؒ (4)	196
132	حضرت میاں رحیم دادؒ (5)	196
133	حضرت شیخ نظامؒ	197
134	حضرت شیخ ابراہیمؒ	197
135	حضرت سید محمد بخشؒ	198
136	حضرت بابا مقیم شاہؒ	200

Marfat.com

137	حضرت مولوی شمس الدین خان"	201
138	سلسلہ بزرگان نقشبندیہ	202
139	ہندوپاک میں سلسلہ نقشبندیہ کا فیضان	204
140	جالندھر میں فیضان سلسلہ نقشبندیہ	206
141	حضرت حاجی حافظ محمود"	206
142	حضرت غلام جیلانی"	210
143	حضرت مولوی عبداللہ"	210
144	حضرت خواجہ قادر بخش" (در حاشیہ)	210
145	حضرت مولوی پیر محمد"	211
146	حضرت ابو شاہ"	211
147	حضرت نبی بخش" و پسر حسین بخش	211
148	حضرت خواجہ محمد عثمان"	212
149	حضرت مولانا عبدالعزیز"	212
150	حضرت مہر محمد بخش"	217
151	حضرت مولانا امام الدین"	218
152	حضرت حافظ قاری عبدالرحمٰن"	218
153	حضرت مولانا عبداللہ وانگوئی"	218
154	حضرت میاں غلام جیلانی"	219
155	آقائے عبدالحق عباس بانی مدرسۃ البنات	220
156	حضرت شیخ علی گجراتی"	223
157	حضرت عبداللہ شاہ منڈھالی"	223
158	حضرت بابا عیسیٰ شاہ"	225
159	حضرت بابا فتح محمد"	227
160	حضرت بابا فقیراللہ شاہ"	228
161	حضرت بابا سائیں منو شاہ"	229
162	حضرت بابا سوندھے شاہ"	230
163	علمائے جالندھر	231
164	ملا عبداللہ سلطان پوری"	231

Marfat.com

165	قاضی صدر الدین جالندھری ثم لاہوری	233
166	حضرت علامہ عبداللطیف سلطانپوری	234
167	حضرت مولانا سید محمد علی دو کوہی	234
168	حضرت مولانا محمد مسلم	235
169	حضرت مولانا محمد ابراہیم	237
170	حضرت مولانا غلام محی الدین	237
171	حضرت مولانا غلام محمد شہید	237
172	حضرت مولانا محمد چراغ	238
173	حضرت مولانا الہ بخش	238
174	حضرت محمد عظیم	238
175	حضرت مولانا غلام محمد ابن مولانا محمد عظیم	239
176	حضرت علیم اللہ چشتی	239
177	حضرت مولانا خیر محمد	240
178	حضرت مولانا عبداللہ خیر اللہ پور	240
179	حضرت مولانا شاہ دین	240
180	حضرت مولانا عبدالحمید	240
181	حضرت شہاب الدین کنیاں حسینہ	240
182	حضرت مولانا عبدالکریم	240
183	حضرت عبدالعزیز گڑھا دیہنداں	240
184	حضرت عبدالقادر	241
185	حضرت نور محمد ٹھیکری والا	241
186	حضرت حاجی عبدالعزیز فتو ڈھینگہ	241
187	شمس الہند شمس العلماء حضرت مولانا ولی محمد	242
188	مولانا محمد سلیم	246
189	حضرت مولانا دل محمد	248
190	بزرگان آسودگان سرزمین پاکستان وبقید حیات	250
191	حضرت ابر شاہ وارثی	250
192	حضرت سید چراغ دین شاہ	253

Marfat.com

193	حضرت حیرت شاہؒ	253
194	حضرت میاں خدا بخشؒ قادری رزاقی	253
195	حضرت میاں خدا بخشؒ نقشبندی ثم شیخوپوری	254
196	حضرت میاں محمد طفیل ناصریؒ	256
197	حضرت حافظ میاں عبداللہ نظام پوری	258
198	حضرت صوفی غلام محی الدین صاحب لودھی چشتی 'صابری' (بقید حیات)	258
199	حضرت علامہ مولانا صوفی محمد دین مسکین صاحب قادری نوشاہی (بقید حیات)	259
200	حضرت میاں محمد سلیمان قلندر چشتی صابریؒ	265
201	حضرت اسد علی احمدؒ	268
202	حضرت جناب طارق علی احمدؒ	268
203	حضرت جناب مولانا محمد امان اللہ خانؒ	271
204	حضرت مولانا مرتضی احمد میکشؒ	271
205	حضرت صوفی محمد مشتاق احمد چشتی صابریؒ	272
206	حضرت نذر صابری صاحب (بقید حیات)	273
207	حکیم وزیر الدین آصف صابریؒ	299
208	جالندھر کا صوفی خاندان	303
209	صوفی اللہ دادؒ	304
210	صوفی شیخ احمدؒ	305
211	مہرنشان میر عزیز خانؒ	306
212	امیر غلام مصطفی ثانی خان	307
213	جالندھر شہر کے بستیاں اور کوٹ	309
214	کوٹ بھورے خان (1)	311
215	کوٹ پہاڑ خان (2)	311
216	کوٹ خان جہاں خان (3)	311
217	کوٹ فضل کریم (4)	311
218	کوٹ قاسم خاں (5)	312
219	کوٹ محمد امین خاں (6)	312

Marfat.com

220 کوٹ پشکہ (7) 312
221 کوٹ بہادر خاں (8) 313
222 کوٹ بواء اچھی 313

شخصیات

223 مولوی فتح محمد مترجم قرآن مجید 314
224 بابو غلام محی الدین خان ایڈوکیٹ 315
225 افاغنہ کوٹ بلند خان (10) 315
226 افاغنہ کوٹ سعادت خان (11) 315
227 کوٹ افضل خان (12) 316
228 بستیات جالندھر و شخصیات
229 بستی رستہ خوند و شخصیات1 317
230 بستی محلہ کرار خاں و شخصیات 2 319
محمد جہانگیر خان۔ آصف خان۔ خان کرار خان۔ فضل کریم خان۔
پیر غلام محی الدین قادری۔ میاں باگے خان۔
231 بستی دانشمنداں و شخصیات 320
میاں عبدالغفور قادری۔ خلیفہ محمد ابراہیم خان۔ میاں غلام جیلانی۔
میاں غوث محمد خان۔ اسرار محمد خان۔ نیاز محمد خان بی اے علیگ
232 بستی شیخ درویش و شخصیات 4 322
233 میاں شرف الدین 324
234 خان سلام الدین خان 324
235 مسعود صلاح الدین 324
236 خان فضل محمد خان 324
237 خان اے رحمٰن خان 325
238 گل محمد خان 325
239 عطا محمد خان 325
240 محمد یوسف خاں 325
241 خواجہ محمد اکرم خان 325

Marfat.com

242 لیفٹیننٹ جنرل خواجہ محمد اظہر خاں 325
243 پائیلٹ آفیسر شمیم الظفر شہید 326
244 بستی غذاں و شخصیات (5) 326
245 محمد کبیر خاں رسا جالندھری 327
246 نمبردار خان اسرار محمد خاں 327
247 خان کریم داد خان 327
248 بستی باباخیل و شخصیات (6) 328
249 میاں داد خان 329
250 خان جہان خان 330
251 صوفی اکبر علی خاں 330
252 خان بہادر صوفی عبدالمجید خاں 330
253 بستی ابراہیم خان و شخصیات (7) 331
254 ابراہیم خان و براہم خان 331
255 بستی پیرداد خان و شخصیات (8) 332
256 بستی شاہ قلی خان و شخصیات (9) 332
257 بستی قرخنہ یا کھڑکنیاں (10) 333
258 بستی مٹھو صاحب و شخصیات (11) 334
(پیر خادم حسین خان' پیر امیر حمزہ خان' پیر شاہ ولی خان)
(مولوی دین محمد صوبیدار' شیخ محمد بشیر وغیرہ وغیرہ)
259 بستی نوریا بستی نو و شخصیات (12) 337

حصہ دوئم

1 خواجہ امام ناصرالدین چشتی 341
2 شیخ محمد یوسف بن شیخ ابی بکر برکی 344
3 شیخ محمد سکتوئی 345
4 شیخ بدالدین سلطانپوری 345
5 حضرت میاں حیرت شاہ وارثی 345
6 حضرت ابر شاہ وارثی 346

Marfat.com

7	میاں انور علی امرتسری	346
8	حضرت عبدالقادر المعروف میاں صاحب توپڑے والے	347
9	حضرت شاہ محمد غوثؒ	348
10	حضرت سید محمد فضل شاہ قادریؒ	349
11	حضرت سید میراں شاہؒ	350
12	بابا گجی شاہ نوشاہی	350
13	میاں مجنوں شاہ	351
14	حضرت بابا پیر کناہ شاہ	352
15	میاں ملک شاہ ملک پوری	352
16	حضرت محمد غوث چشتی نظامی	353
17	حافظ محمد عبداللہ نظامی	353
18	حضرت سائیں فتح علی شاہ	354
19	حضرت صوفی احمدؒ	355
20	حضرت عاقل شاہ سیرانی	356
21	حضرت پیر محمد شاہ چشتی	356
22	حضرت خواجہ غلام علی شاہؒ	357
23	حضرت شیخ حسین منصور نقشبندی	357
24	شیخ شرف الدین سلطانپوری	358
25	حضرت ملا مشتاق برکیؒ	358
26	حضرت شیخ خالد سلطانپوری	359
27	شیخ محمد سلطانپوری	360
28	میاں کرم الٰہیؒ	360
29	حضرت پیر بخشؒ	361
30	میاں محمد بخش تلونڈی بوٹے خان	361
31	حضرت عبداللہ پھلوریؒ	362
32	حضرت شاہ شرفؒ	362
33	حضرت پیر نوگزہؒ	362

Marfat.com

حصہ سوئم

1	حضرت سید علیم اللہ چشتی صابری	364
2۔	مرید ہونے کا ایمان افروز اور روح پرور واقعہ	367
۔	مرشد نے آپ کے علم کی قدردانی فرمائی	374
۔	مولوی محمد نعیم پانی پتی کا سوال	375
2	حضرت میاں شیخ جیون"	378
3	حضرت سید محمد فاخر جالندھری	379
4	حضرت سید عطا اللہ شاہ حسنی (مترجم نزہتہ السالکین)	380
5	حضرت مولانا سید محمود علی	382
6	مولانا مفتی عبدالقیوم وکیل جالندھر	382
7	سید عبدالقادر صاحب	382
8	مولانا خیر محمد صاحب	383
9	حضرت منشی محمد فضل حسین محمود	385
	انوار الوارثین المعروف بہ مشائخ جالندھر	387
10	حضرت خلیفہ محمد الیاس صابری	388
11	حضرت صوفی منظور احمد چشتی	390
12	حضرت میاں قدرت اللہ چشتی	393
13	حضرت غلام قادر چشتی	394
14	حضرت پیر گوہر علی چشتی	395
15	حضرت سید علی احمد چشتی	396
16	کتابیات	399

Marfat.com

پیش گفتار

پروفیسر چوہدری غلام محمد المعروف بہ نذر صابری

(جالندھری)

ایم - اے پرشین

جالندھر دو آب اپنی جغرافیائی حدود کے اعتبار سے ایک قدرتی مثلث کی شکل میں ہے جو قریب قریب متساوی الاضلاع ہے۔ اس کے جنوب میں شرقاً غرباً دریائے ستلج بہتا ہے۔ شمال مغرب میں دریائے بیاس ہے جو ہری کے مقام پر ستلج میں جاگرتا ہے۔ مشرق میں شمالاً جنوباً کوہ شوالک کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ زمانہ قبل از تاریخ کی پرماپوران اور جالندھر پور ان کی دیو مالائی دھند سے ہم باہر نکل کر دیکھتے ہیں تو ہمیں جالندھر کے عین شمال (دوسوہہ اور اس کے مضافات) میں مہابھارت کے اہم کرداروں پانڈو برادران کو بارہ سال کا بن باس کمال رازداری سے گذارتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پھر کورو کشیتر کی جنگ کے دو طاقتور حریف راجہ وراٹھ اور راجہ سروساچندر بھی اس جگہ ملتے ہیں۔

جالندھر دو آب اپنے ابتدائی ادوار میں چندر بنسی راجپوتوں کی ایک شاخ کے قبضہ میں تھا۔ یہ جان کر ہماری دلچسپی کو مہمیز لگتی ہے کہ آج بھی کانگڑہ اور اس کے قرب و جوار کی چھوٹی چھوٹی پہاڑی ریاستوں کے راجکمار اپنے شجرے سوسرا چندر سے ملاتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد ملتان پر قابض تھے اور انہوں نے مہابھارت کے محاربہ عظیم میں حصہ لیا تھا (چونکہ وہ دریودھن کے طرفدار تھے) جنگ کے خاتمہ پر اپنے علاقہ سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اپنے سردار سوسرا چندر کی سرکردگی میں کانگڑہ جالندھر دو آبہ میں آکر فروکش ہوگئے۔ یہاں انہوں نے ایک ریاست کی بنیاد ڈالی جس نے مسلمانوں کی آمد سے کئی صدیاں قبل تک دو آبہ میں اپنی خودمختاری کو برقرار رکھا اور یہ بات ان کے اپنے تاریخی سرمایہ راج ترنگنی اور کتبوں سے فراہم شدہ معلومات اور سب سے بڑھ کر ہیون سانگ کے سفرنامہ سے بخوبی ثابت ہے۔

(جالندھر گزٹ ایئر 1884ء لاہور)

Marfat.com

"جالندھر کا اولین ذکر بدھ کونسل اساطیر میں موجود ہے۔ جو کنشک کے زیر اہتمام جالندھر کے نزدیک کوانہ (Kuvana) نامی مقام پر منعقد ہوئی تھی یہ تقویم عیسوی کے شروع کی بات ہے۔ ہیون سانگ جب ساتویں صدی میں ہندوستان آیا تو یہ شہر Trigartta کی راجپوت ریاست کا صدر مقام تھا جس میں آج کے ہوشیار پور ا کانگڑہ' چنبہ' منڈی اور سکیت کی ریاستیں بھی شامل تھیں۔ راجہ ترنگی کے مطابق نویں صدی کے اواخر میں کشمیر کے شنکر چندر نے تریگرٹ کے راجہ پرتھوی چندر کو شکست دی (اور یہ علاقہ کشمیر کے لواحقات میں آگیا "نذر صابری") 1088ء کے لگ بھگ اس شہر (جالندھر) پر ابراہیم شاہ غوری (غزنوی) کا قبضہ ہوگیا (اور یوں پہلی بار اسلام کا پرچم اس سرزمین پر لہرایا)۔ اس وقت سے یہ علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں رہا اور دوآبہ جالندھر بالعموم صوبہ لاہور کے مضافات میں شمار ہوتا رہا۔ عہد سادات میں دہلی کی سلطنت کے کمزور پڑ جانے پر دوآبہ متعدد شورشوں کی آماجگاہ بن گیا جن میں جسرت کھوکھر کی طویل محاذ آرائی خاص طور پر شامل ہے۔ ہمایوں کی ایران سے واپسی پر 1555ء میں جالندھر کے نزدیک مغلیہ افواج جمع ہوئیں اور 1560ء میں شاہی فوجوں نے (باغی سردار) بیرم خان کو شکست سے دوچار کیا تو اس کی منظرگاہ بھی جالندھر کا قرب و جوار ہی تھا۔ جالندھر کے گورنروں میں آخری اور مشہور ترین گورنر آدینہ بیگ نے پنجاب میں اسلامی سلطنت کے زوال کے دنوں میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ سلطنت دہلی سکھوں اور احمد شاہ ابدالی کے مابین ایک توازن اقتدار قائم رکھا۔ احمد شاہ نے نور محل اور کرتارپور کو تخت و تاراج کیا تو سکھوں نے 1757ء میں جالندھر کو انتقام کے شعلوں کی نذر کر دیا۔

(امپیریل گزٹیر۔ جلد xiv 1906ء آکسفورڈ)

بحالی امن' ہوس اقتدار' جوش انتقام اور حفظ ناموس کی کوششوں نے پورے پنجاب خاص کر جالندھر سرکار کو سکھوں اور مسلمانوں کی ہولناک اور خونریز آویزش گاہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ 1846ء میں انگریزوں نے پورے پورے پنجاب پر قبضہ جمالیا اور کوئی ایک ڈیڑھ صدی کے بعد یہ علاقہ امن آشنا ہوا۔ مگر 1947ء میں پورے سو سال بعد جب انگریز اپنا بوریا بستر باندھ رہا تھا تو یہ چنگاری پھر بھڑک اٹھی اور اس نے ایک قیامت کی صورت اختیار کر لی۔ اس الجھاؤ میں مسلمان چونکہ اپنی زمین کھو چکا تھا لہٰذا اسکی جنگ

Marfat.com

مدافعانہ ہی رہی۔ ان میں کوئی ابدالی' عبدالصمد' میر منور' شمس الدین اور آدینہ بیگ نہیں تھا جبکہ دوسری جانب یوں نظر آرہا تھا کہ پورا جالندھر ڈویژن بندہ بیراگیوں سے بھرا پڑا ہے ازماست کہ برماست سکھوں کے نیزے بھالے اور خنجر جو ہمارے خلاف لہرائے' دراصل عالمگیر کی بھٹیوں میں ہی تیار ہوئے تھے۔ ان حالات میں ہمیں بست جالندھر/ بہشت جالندھر سے یعنی اپنے ہی کوچہ سے بہت بے آبرو ہو کر نکلنا پڑا۔

ادھر آیا تو مجھے بیگانہ وش دیکھ کر لوگ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ میرا جواب پا کر کہتے بڑا مردم خیز علاقہ تھا۔ یہ بات وہ مروتا کہتے ہوں گے مگر میں بات کو سرسری انداز میں دیکھنے کی بجائے اس کی تہہ تک اترنے کا عادی تھا۔ سوچتا تھا کہ جالندھر اس لئے مردم خیز ہے کہ اس نے ڈاکٹر محمد جہانگیر خان سا کرکٹر پیدا کیا ہے کیا وہ اس لئے مردم خیز ہے کہ اس نے فارسی میں گرامی و عظامی' اردو میں حفیظ' مخمور' عرشی' جوش' فضل' رسا اور ضیا اور پنجابی میں مولوی غلام رسول عالمپوری ایسے شعراء کو جنم دیا ہے۔ کیا وہ اس لئے مردم خیز ہے کہ اس کو بیجو باورا' پیر روشن' مبارک علی' فتح علی' سلامت علی' نزاکت علی کا وطن ہونے کا شرف حاصل ہے' کیا اس کی مردم خیزی اس بات میں ہے کہ وہ سہگل' صادق اور بیگم پارہ سے فلمی ستاروں کی مطلع گاہ رہا ہے۔ کیا اس کی مردم خیزی اس امر میں ہے کہ اس نے ناٹک کی دنیا میں بگڑ سیانی اور اس کا ساتھی سردریا باگڑیاں والا کی جلوہ گری کی ہے۔ شاید اس کے مردم خیز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ اس خطہ نے بدرا' پوستی' سردار' گرداور' ہربنس' عزیز مینہ' فضلا' دولا' سیف' تلا اور برکتی کی شہرت کے شہ زور پہلوانوں کی ایک کھیپ تیار کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ان ارباب کمال نے جالندھر کے نام کو افق عالم پر اجالنے میں بڑا رول ادا کیا تاہم فطرت کی رحمت واسعہ اس قسم کے ارباب فکر و فن بلا تمیز مذہب و ملت تاریخ کے ہر دور میں پیدا کرتی رہتی ہے اور اس کا یہ لطف فراواں کسی ایک خطہ زمین تک محدود اور مختص نہیں ہوتا۔ اس میں بھلا جالندھر کی کیا وجہ اختصاص ہو سکتی ہے جبکہ قاضی ازل کا یہ فتویٰ ہے کہ

یہ سب نقوش ہیں باطل یہ سب فنون ہیں خام
اگر جبیں کو محمد ﷺ کا نقش پا نہ ملا

Marfat.com

جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش پا پالیتے ہیں وہی دراصل کسی سرزمین کے لئے سرمایہ فخر اور وجہ اختصاص ہوتے ہیں۔ وہی کتاب اللہ کے الفاظ میں اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ انہی سے متعلق عہد غزنوی کے ایک عارف کامل رقمطراز ہیں۔ "حق تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے براہین کو آج تک باقی رکھا ہوا ہے اور اولیاء کو ان کے اظہار کا ذریعہ کر دیا ہے۔ تاکہ حق تعالیٰ کی نشانیاں اور رسول اکرم ﷺ کی صداقت کے دلائل ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسے حضرات کو جہان کا والی بنا دیا ہے یہاں تک کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی بات کے لئے وقف ہیں اور نفس کو ان کا تابع بنا دیا گیا ہے تاکہ ان ہی کے قدموں کی برکت سے آسمان سے بارش نازل ہو' ان کے قدموں کی برکت اور صفائی احوال کے باعث ہی زمین سے فصلیں پیدا ہوں اور ان ہی کی دعاؤں سے مسلمانوں کو کافروں پر فتح و نصرت حاصل ہو۔"

(کشف المحجوب ترجمہ عبدالروف فاروقی لاہور صفحہ ۳۲۱)

انہی کے بارے میں دور حاضر کے ایک فاضل جلیل کا قول ہے۔ "اولیاء کرام نہ صرف شریعت اسلامیہ کے اعتقادی اور عملی احکام کا علم رکھتے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ سے متصف اور بلند مرتبہ روحانی اور قلبی احوال کے حامل بھی ہیں۔ اولیائے کرام کا خصوصی وصف بے لوث اور ہمہ گیر محبت ہے۔ ان کی محبت کی اثر خیزی کا یہ عالم ہے کہ جو شخص ان کے دام محبت کا اسیر ہو گیا ہے وہ کافر تھا تو مسلمان ہو گیا اور فسق و فجور میں مبتلا تھا تو تقویٰ و طہارت کا پیکر جمیل بن گیا۔ ان کے انفاس مبارکہ کی یہ کرامت ہے کہ پتھر دل لوگ اشک سحرگاہی سے وضو کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ دریائے معصیت میں غوطہ زن افراد متقیوں کے امام بن جاتے ہیں۔"

(شمیم ولایت۔ دیباچہ از علامہ شرف قادری)

یہی وہ لوگ ہیں کہ اگر کہیں سے ان کا گزر ہو تو وہ جگہ اپنی قسمت پر ناز کرتی ہے اور اپنے گرد و پیش پر فخر کا دامن اڑاتی ہے اور اگر کہیں ٹھکانا کرلیں تو وہ مقام سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود کا مصداق ہو جاتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں مردان حق کہلانے کے مستحق ہیں اور انہی کی بدولت کوئی سرزمین بجا طور پر مردم خیز کہلا سکتی ہے۔ مولانا علی اصغر چشتی نے تذکرہ اولیاء جالندھر لکھ کر بحمد اللہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ خطہ

Marfat.com

واقعی بہت مردم خیز رہا ہے۔ جالندھر کی تحصیل کو چھوڑ کر پورا ضلع ان گنجہای گرانمایہ سے بھرا پڑا ہے۔ ہماری تحصیل ان جواہر سے کیوں تہی دامن رہی ہے اس پر حیرت بھی ہے اور شرمندگی بھی۔ مولانا کی کم توجہی سے ایسا ہوا ہے یا فی الواقعہ اس خطہ میں نامور اولیاء اللہ کا فقدان رہا ہے۔ یہ امر تحقیق طلب ضرور ہے مگر ہماری آج کی تحریر کا موضوع نہیں۔

فاضل مصنف نے آج سے چند سال پیشتر "شمیم ولائت" کے نام سے سلسلہ چشتیہ کا ایک عمومی تذکرہ شائع کیا تھا جو چار سو بزرگان دین کے احوال و آثار پر مشتمل تھا وہ خود چونکہ سلسلہ صابریہ سراجیہ سے تعلق رکھتے ہیں لہذا انہوں نے اس شاخ کے اکابر کے حالات بڑی شرح و بسط سے رقم کئے ہیں۔ ان کی وسعت مطالعہ اور گہرائی کو دیکھ کر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلا مبسوط تذکرہ ہے۔ بلاشبہ مصنف کی یہ کاوش اور مورد صد ہزار تحسین ہے۔ اس تذکرہ میں تقریباً ۲۳ بزرگان سلسلہ صابریہ کا ذکر شامل ہے جو سرزمین جالندھر سے علاقہ رکھتے ہیں۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے اور بات سے بات نکلتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی بات ان کی بعد کی تالیف تذکرہ اولیاء جالندھر کی تسوید کا باعث ہوئی ہے۔ مولانا نے اپنی اس تازہ تصنیف کے رشتہ تحریر میں جالندھر کے درر و جواہر کی بڑی تعداد کو پرو دیا ہے۔ سہروردیہ' قادریہ' نوشاہیہ' نقشبندیہ اور وارثیہ کے بھی ابواب قائم کئے ہیں اور مذکورہ بالا افراد صابریہ کو اس کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔ ان کی یہ محنت اور کاوش اور تلاش و تفحص' ان کی وطن مالوف سے گہری محبت اور وسیع علمی ذوق کا نتیجہ ہے۔ ان کا انداز تحریر سادہ' متین اور محققانہ ہے جیسا کہ تاریخ و تذکرہ کا تقاضا ہوتا ہے۔ عبارت آرائی اور مبالغہ آمیزی سے تحریر کو پاک رکھا ہے جو بات کی ہے حوالہ اور سند کے ساتھ کی ہے۔ چونکہ وہ خود تقوی و طہارت، کے پیکر جمیل ہیں لہذا انہوں نے ثقاہت قلم کو کہیں آلودہ نہیں ہونے دیا۔ اگر کہیں حوالہ موجود نہیں ہے تو اس کا حوالہ وہ خود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنے حوالہ سے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت اعتبار کا درجہ رکھتا ہے اور بڑی قدر و قیمت کا حامل ہے۔ انہوں نے کتاب کے جامع البیان ہونے کا کہیں دعوی نہیں کیا اور نہ یہ ممکن ہی ہے بلکہ ان کو بعض معاصر اہل خبر و نظر کی بے حسی اور عدم توجہی کا گلہ رہا ہے۔ ضرورت تو اس امر کی تھی کہ مشرقی پنجاب کے تمام اضلاع اپنی اپنی جگہ پر اپنے مشاہیر

Marfat.com

کا تذکرہ رقم کرتے اور اس کو آنے والی نسلوں کے لئے یادگار چھوڑتے۔

جالندھر کا پاکستان میں نام لینا' جالندھر سے اپنی نسبت کا اظہار کرنا ملک سے غداری اور بے وفائی تو نہیں اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم بھارت اور اس کی غیر اسلامی اقدار و افکار کی برتری کا اعتراف کر رہے ہیں۔ مصر میں رہ کر کنعان اور مدینہ میں رہ کر مکہ کو یاد کیا جاسکتا ہے اس میں کوئی بات کافری کی نہیں بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ ہجرت کا عمل اس وقت تک مکمل ہی نہیں ہوتا اگر دل میں وطن مجور کو فاتحانہ اور آبرومندانہ واپسی کے ارمان مچلتے نہ ہوں۔ مجاری احوال ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے۔ زمانہ رنگ بدلتا اور کروٹیں لیتا رہتا ہے۔ کوئی بڑی بات نہیں کہ سلطان الھند" پھر کسی غوری کو پانی پت کا چوتھا معرکہ گرم کرنے کا اشارہ کردیں اور پرتھوی کا سر پر غرور خاک میں مل جائے۔ آخر

چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

تقسیم ہند کے وقت جو پود جوان تھی وہ آج بوڑھی ہو چکی ہے۔ اس کے قویٰ مضمحل اور عناصر میں اعتدال نہیں رہا اور جو عمر میں ذرا آگے تھی وہ باشنائی چند اگلے جہاں جا چکی ہے۔ اور جو بچپن میں تھی اس کے ذہن پر وطن کے نقوش مرتسم نہیں ہوئے اگر کچھ ہوئے بھی تو زمانہ کے تغیرات نے ان کو مسخ کرڈالا۔ اکثر کو ہوس زر نے ذہنی افلاس میں مبتلا کر دیا۔ کچھ کو اقتصادی دباؤ نے ڈبو دیا۔ بہت کم ایسے ہیں جن کے ذہنی اور روحانی اوطان میں کوئی نمایاں خلل واقع نہیں ہوا۔ ہمارا مصنف بفضل خدا انہی میں سے ایک ہے اور اس کی یہ کتاب جس کو کتاب دل کہنا چاہئے دراصل اسی گروہ کے لئے لکھی گئی ہے اولیاء اللہ کا تذکرہ دلوں کی زندگی کا باعث ہوا کرتا ہے۔ ان کی نزدیکی خدا کی نزدیکی کا پتہ دیتی ہے مولانا موصوف کے پاس بیٹھئے آپ جالندھر کی فضاؤں میں سانس لینے لگیں گے ان کی کتاب پڑھئے آپ خود کو وہاں کے اولیاء اللہ کے آستانوں پر فیضانی لمحات کے جھولوں میں پائیں گے۔ وہ بڑے خدایاد اور جالندھر آباد ہیں۔ جالندھر اولیاء آباد ہے اس کی یاد اگر آپ کے دل میں جاگزیں ہے تو آپ بھی خدایاد اور جالندھر آباد / اولیاء آباد ہو جائیں گے۔

اہل طلب کے لئے یہ کتاب بہت نافع' ایمان افروز' روح پرور اور دلآویز تحفہ ہوگی۔ اس کا قاری اگر کسی عارف کامل کا ذکر نظرانداز ہوا پائے یا کسی فروگذاشت کی نشان دہی کرسکے تو اس کا دوسرا ایڈیشن جمیل تر ہو جائے گا۔ جو کام آج ہو سکتا ہے وہ پھر بھی ممکن

Marfat.com

نہ ہو گا۔ بہت وقت گزر چکا ہے۔ بڑے وسائل دستبرد زمانہ کی نذر ہو چکے ہیں۔ اپنی قیمتی معلومات اہل قلم تک پہنچا دیں صدقہ جاریہ ہو گا۔

مجھے قوی امید ہے کہ اس کتاب کے ساتھ جالندھر کی صدیوں کی خوشبو' صدیوں تک سفر کرتی رہے گی اور وطن مجبور کی یادیں اپنے پورے تہذیبی فوائد کے ساتھ دامن دل کو علم و حکمت اور عشق و رقت سے بھرتی رہیں گی۔

مرکی دو ورق اس سے قبل ارسال کر چکا ہوں اور دو یہ روانہ کر رہا ہوں۔ مضمون مکمل ہو چکا ہے اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ اگر یہ بھی آپ تک نہ پہنچے تو اس کو اشارہ غیبی جانوں گا اور خاموش رہوں گا۔ مزید اس پر کوئی بات نہ ہو گی۔ کب تک تمناؤں کو زندہ کروں اور پھر مرتا ہوا دیکھوں۔ دفن کیوں نہ کر دوں اور یکسر بھول جاؤں۔ اگر پورے مضمون (آٹھ صفحوں) کی رسید سے اطلاع پاؤں تو شکر گزار ہوں اور سلسلہ کلام جاری رہے گا۔ کیا کروں

والسلام

نذر صابری 98-8-25

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

اللہ رب العزت کے لئے ہیں تمام مالی عبادتیں' بدنی عبادتیں اور تمام زبانی عبادتیں۔ وہی کائنات کا خالق ہے۔ تمام مخلوقات کا مالک ہے اور رزاق' وہی سلامتی کا مالک ہے اور ہر سلامتی اسی کی طرف سے ہے۔ وہ مومن ہے کہ ہر ذی روح اسی کی وجہ سے امن میں اپنی زندگی بسر کرتی ہے ورنہ ہر مخلوق ایک دوسرے کی دشمن ہے۔ (اِهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو) کوئی خود امن میں نہیں رہ سکتا وہی سب کو اپنی حفاظت میں رکھے ہوئے ہے کہ وہ مُهَيْمِنُ ہے۔ زمین و آسمان میں اسی کا غلبہ ہے ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی طوعاً اَوْ كرهاً اسی کی بڑائی تسلیم کرتی ہے۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں اس نے خود ارشاد فرمایا: "اے محبوب! آپ ساری کائنات میں اعلان فرما دیں کہ ہر مخلوق میرے حضور یوں عرض کیا کرے میری نماز' میری قربانی' (بدنی اور مالی عبادت) میری زندگی' میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔"

مالی تمام عبادتیں اللہ رب العزت کے لئے ہیں۔ حلال روزی کمانا فرض عین ہے پھر اس کو اپنے اقربا' مساکین و غربا' مسافران' لاچار' یتامیٰ پر زکوٰۃ و صدقات کی شکل میں خرچ کرنا عبادت میں شامل ہے۔ بدن سے متعلق نماز' حج' روزے' والدین کی خدمت' استادوں کی خدمت' بیواؤں' مسافروں' لاچاروں کے کام آنا' ان کے لئے مشقت برداشت کرنا یہ سب بدنی عبادات میں شامل ہیں۔ ہر ذی عقول صاحب طاقت باہوش بالغ مسلمان پر فرض ہیں۔

ان عبادات کا کرنا فقط اللہ کی رضا کے لئے ہونا چاہئے۔ ان افعال کو بجالا کر فخر کرنا' اترانا' احسان جتانا ایسا ہے گویا اللہ تعالیٰ کی ذات اور قیامت برپا ہونے کا انکار کرنا' زبان سے ذکر کرنا' قرآن مجید کی تلاوت کرنا' درود شریف پڑھنا' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کرنا' اچھی بات کہنا' سچ بولنا' لوگوں سے' بیوی سے' بچوں سے' والدین سے' اساتذہ کرام سے باحیاء اور نیک گفتگو کرنا' زبان سے کوئی ایسا لفظ

Marfat.com

نہ نکالنا جس سے کوئی گستاخی کا پہلو نکلے' کسی کا دل دکھے' کسی کی تکلیف کا باعث ہو' گویا زبان کو ہر برے قول سے بچانا نیک اور اچھی گفتگو کرنا' زبانی عبادات کہلاتی ہیں۔ ان تمام باتوں کا خیال رکھنا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔ اپنی اچھی گفتگو پر ناز کرنا' تلاوت قرآن مجید' ذکر خدا پر فخر کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔

ان تمام افعال و اقوال کا انبیاء علیہم السلام نے ہمیں عملی طور پر حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً اور تمام انبیاء و مرسلین کی حیات طیبہ ہمارے لئے روشن اسباق ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اللہ کے حضور حاضر ہو کر ان تمام عبادتوں کا زبان سے اقرار کیا۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّیِّبَاتُ اور اپنی پاک زندگی میں اپنی امت کے لئے عملی طور پر ایک بہترین اچھا نمونہ پیش کیا۔

اللہ کے مجتبیٰ' مصطفیٰ و مرتضیٰ رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ زندگی سے اللہ رب العزت کی مخلوق کو جب ایسے نیک اور بہترین اسباق سے رب العزت کی عبادت کی طرف رجوع کرنے کا طریقہ بتایا اور سمجھایا اور خود اپنی پاکیزہ زندگی سے عملی نمونہ پیش کر کے دکھایا تو رب کائنات نے جو معبود حقیقی اور خالق ارض و سما ہے۔ اپنے محبوب کی شان ارفع و اعلیٰ بیان فرماتے ہوئے ان کے خاص احترام کا حکم صادر فرمایا-----

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ○ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت رکھتے ہوئے ان سے وابستہ ہو گئے ہو ان پر درود بھیجو اور کثرت سے سلام عرض کرو۔"

نکتہ | صلوٰۃ کیا ہے؟ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ صلوٰۃ کا اصل مقصد کیا ہے اور کس طرح اور کس شان سے اس کے نبی پر درود بھیجتا ہے۔ ہماری ناقص عقول میں جب یہ بات سما نہ سکی کہ درود کیا ہے تو جس پر درود بھیجنے کا حکم تھا انہی کی طرف رجوع کیا تو چونکہ صلوٰۃ (درود) اللہ اور اس کے محبوب کے درمیان ایک راز ہے اس لئے ارشاد ہوا کہ: "بس تم اللہ ہی سے عرض کیا کرو کہ وہ تمہارے نبی پر' نبی کی شان کے مطابق اور اپنی شان علیٰ کے مطابق درود بھیجے۔ تم اس کے نبی کے مقام کو سمجھ نہیں سکتے اور درود

Marfat.com

کے معنوں سے اس عالم ناسوت میں رہتے ہوئے سمجھنے سے قاصر ہو۔ بس ہمارے متقدمین نے اللہ تعالیٰ سے ہی عرض کرنا مناسب سمجھا اور یوں عرض کرنے لگے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ

حضرت آدم علیہ السلام کو جب سیدہ حوا علیہما السلام کا مہر ادا کرنے کا حکم ہوا تو سیدنا آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ مہر کیا ہے تو فقط درود پڑھنے کا حکم ہوا تو سیدنا آدم علیہ السلام نے دس مرتبہ اس طرح درود پڑھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

"اے اللہ تو ہی ہمارے سردار پر درود بھیج ----"

اس طرح فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ گویا کہ درود شریف ایک ایسا راز ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کے درمیان ہے۔ اسے انبیاء اور ملائکہ سے بھی مخفی رکھا گیا ہے محب اور محبوب کی محبت کا راز ایسا مستور ہوتا ہے جو دوسروں کو بتایا نہیں جاتا۔

محبوب کی کوئی بات بتائی نہیں جاتی
جو دل پر گزرتی ہے سنائی نہیں جاتی

معراج سے واپسی پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اللہ اور آپ کے درمیان کیا گفتگو ہوئی تو اللہ رب العزت نے فوراً وحی نازل فرما کر سائلین کو متنبہ کر دیا۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی "بس اس (اللہ) نے اپنے بندے (محمد رسول اللہ) کی طرف جو وحی کی وہ (اسی کے شان کے لائق تھی۔) تمہیں اس سے کیا تعلق ہے۔ تمہارے لئے جو حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے توسل سے جاری کیا ہے تمہارا تعلق اسی سے ہے۔ بس اسی پر عمل کرو تو فلاح کی راہ پاؤ گے۔ بس جن کے حصے میں وہ عمل تھا۔ انہوں نے اپنی زندگیاں اس پر گزار دیں اور اس دنیا میں لوگوں کے لئے روشن چراغ بن گئے۔ لوگ ان چراغوں کی روشنیوں سے راہ پانے لگے۔

نکتہ (۲) یہ تو درود کی بات تھی کہ صَلِّ عَلٰی کے ترانے اہل ایمان کی زبانوں پر جاری ہو گئے اور اہل ایمان زبانی عبادت کے لطف سے مُلَطَّف ہونے لگے اور اس عبادت میں ایسے مگن ہوئے کہ اللہ اور رسول کی محبت میں مست الست ہو گئے اور بعض ذرا آگے بڑھے اور سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پر غور و فکر کر کے درود شریف کے بعد سَلِّمْ کا صیغہ

Marfat.com

زائد کر کے مطمئن ہو گئے گویا اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔۔۔۔۔۔
"اے اللہ تو ہی ہمارے سردار محمد پر درود اور سلام بھیج"
ایک طبقہ وہ تھا جس نے مزید غور و فکر کر کے اپنی زندگی کو حیات طیبہ بنا لیا۔ لَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً کی سند حاصل کر لی یہ انعام یافتہ منجانب کردگار طبقہ تھا۔ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ ○ وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقاً ○ (۴:۶۹)
"انعام کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین سے اور یہ کیسے ہی اچھے دوست ہیں۔"
اس طبقے نے خداداد فہم و ادراک سے وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً ○ پر غور کیا۔ اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ "وہ لوگ جو ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم ضرور انہیں اپنے راستوں کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (القرآن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ احسان کیا ہے؟ فرمایا "احسان یہ ہے کہ نماز میں تصور یوں باندھے کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اگر یہ تصور نہیں کر سکتا تو یہ ضرور تصور کر کہ تجھے خدا دیکھ رہا ہے۔" (مشکوۃ شریف) معلوم ہوا جو لوگ عبادت کی حالت میں اپنے خیالات کو بھی فنافی الذاتِ المعبود کرتے ہیں وہی اس خاص طبقہ سے متعلق ہیں۔ بس انہی کو اللہ تعالیٰ نے فکر عمل بخشی ہے۔ انہوں نے جملہ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً پر غور کیا تو معنی یوں سمجھے کہ کثرت کے ساتھ نبی پر سلام بھیجو لہٰذا:

یَا نَبِیُّ سَلَامٌ عَلَیْکَ	یَا رَسُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْبُ سَلَامٌ عَلَیْکَ	صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْکَ

کسی نے مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام۔ شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام کا ترانہ لکھ کر اکثر مومنوں کی زبان پر جاری کر دیا اور جو قلبی معنی سمجھے۔ اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالا اور سلّموا تسلیماً پر پورا پورا عمل کیا۔ کچھ اعلیٰ فطرت کے لوگوں نے ان کی عملی زندگیوں سے اس جملہ کے قلبی معنی سمجھ لئے اور قدرے عمل شروع کر کے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں شمار ہوئے۔ اکثر نے ان ترانوں کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ بقیہ

Marfat.com

اسے زبان پر لا کر دنیوی دولت سمیٹ کر سرکار ابد قرار کا انعام کہنے لگے اور بربادیوں میں کھو گئے۔

ضروری ہوا کہ جو اس جملہ کے معنی انعام یافتہ من جانب پروردگار طبقہ نے سمجھ کر اس عالم ناسوت میں آسمانی چراغوں کی طرح چراغ روشن کئے اور لوگوں کو روشنی کی راہیں دکھائیں اور ان کی قبریں بھی روشنی کا مینار بن کر ستاروں کی طرح چمکیں وہ معنی کھول کر بیان کر دیئے جائیں تاکہ کم فہم و کم علم بھی ان معنوں کو سمجھ کر اور ان پر عمل پیرا ہو کر انعام یافتہ طبقے میں شامل ہو جائیں۔ سلام کے معنی

کسی عیب یا آفت سے نجات پانا' چھٹکارا پانا' مال کا کسی کے لئے خاص ہونا' کسی کو آفت سے بچانا' راضی ہونا' فرمانبردار ہونا' کسی کا کسی کو سپرد کرنا اور اس کا اس کو قبول کر لینا' مصالحت کرنا' مطیع و فرمانبردار ہونا' معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنا' آپس میں اتفاق و اتحاد کرنا' بغیر لڑائی بھڑائی کے ساتھ ساتھ چلنا' ہاتھ سے چھونا یا منہ سے چومنا' اصلاح کرنا' سلامتی' امن' کسی کا وسیلہ اور سبب بنانا' دعا' فرمانبرداری کے لئے جھکنا وغیرہ وغیرہ۔

ان معانی پر غور فرمائیں اور صحابہ' تابعین' اولیاء کرام کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ وہ نفوس قدسیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں وابستہ تھے جیسا کہ معانی سے معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنین سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ: "تم میرے محبوب سے اس طرح وابستہ ہو جاؤ کہ ان کے فرمانبردار بن جاؤ۔ ان کے سامنے زبان نہ کھولو' ان کے سامنے شرم سے آنکھیں نیچی رکھو' تنقیص شان نہ کرو' ان کے علم میں گفتگو نہ کرو' انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ہر لحاظ سے میرے محبوب تمہاری زبانوں سے تمہارے ہاتھوں سے' تمہاری آنکھوں سے' تمہارے دلوں سے محفوظ ہونے چاہئیں۔ کسی لحاظ سے انہیں تمہاری طرف سے تکلیف اور ایذا نہیں پہنچنی چاہئے۔ ان کے خاندان کا احترام' ان کے شہر کا احترام' ان کی جائے قیام کا احترام' ان کے اصحاب کا احترام' ان کی اولاد' ازواج کا احترام' ان کی والدہ کا احترام تم پر لازمی و ضروری ہے۔ **تسلیمًا** سے مراد یہ بھی ہے کہ قیامت تک جو حضور کی اولاد ہے ان کا احترام کرو انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اچھے مال سے ان کی خدمت میں نذرانے پیش کرو' ان کو خادم نہ بناؤ' وہ آقا کی اولاد ہیں' آقا کی اولاد بھی آقا ہی ہوتی ہے۔ ان کے بارے میں تمہاری زبانیں نہیں

Marfat.com

کھلی چاہئیں۔ تمہارے دلوں میں ان کے لئے بغض اور کینہ نہیں ہونا چاہئے۔ تمہارے ہاتھوں سے ان کو تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے۔ عین اسی طرح جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے صحیح وارث ہیں۔ ان کا احترام حضور کا ہی احترام ہے۔ اولیاء کرام اور علمائے حق کی شان میں گستاخی کرنا حضور کی شان میں گستاخی ہوگی۔ اس سے بچتے رہنا' ان کو تکلیف پہنچاؤ گے تو میرے محبوب کو تکلیف ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ میرے محبوب اور ان سے نسبت رکھنے والوں کا احترام کرو۔ وہ تمہاری ہر ایذا سے سلامت ہونے چاہئیں۔

جن لوگوں نے سَلِّمُوا تسلیما کو سمجھ کر اس پر عمل کیا۔ وہ اللہ کے ولی بن گئے۔ انہیں ہی لَاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحزَنُونَ کا مژدہ ملا۔ ان کا ذکر اللہ کا ذکر ہے ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونا ہے۔ ان کا ذکر کرنے والا ان کی صحبت میں بیٹھنے والا کبھی نامراد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مُفْلِحِيْنَ کی جماعت میں شمار ہو گا۔

فقیر اپنے الفاظ کو ختم کرنے سے قبل ضروری سمجھتا ہے کہ صاحب سفینۃ الاولیاء نے جو الفاظ اپنے مقدمہ کتاب میں مندرج کئے ہیں۔ انہیں اپنے احباب کے سامنے پیش کرے دھوہذا

اولیائے کرام منصب و مقام کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کے بعد بلند ترین مقام رکھتے ہیں کیونکہ یہی وہ خوش قسمت ہیں جن کی شان میں يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ آیا ہے' خدا سے انہیں عشق ہے اور ان سے خدا کو۔ گروہ اولیاء کا وجود کسی خاص زمانے میں مخصوص نہیں ہے۔ یہ جماعت ہر دور میں رہتی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کا وجود ہر دور میں برقرار رہے گا کیونکہ دنیا کی بقا کا دارومدار انہی کے وجود پر ہے۔ مخدوم شیخ علی ہجویری (داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ) نے اپنی تصنیف کشف المحجوب میں فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی روئے زمین کو اتمام حجت سے بے نیاز نہیں کرتا۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس امت میں کسی ولی کا ظہور نہ ہو۔" اس کی شہادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ملتی ہے:

> "میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت نیکی پر قائم رہے گی اور میری امت کے چالیس افراد ہمیشہ سنت ابراہیمی پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہیں گے۔"

Marfat.com

لہٰذا خدا کے پیغمبروں کے بعد اگر کسی گروہ کو خدا کا قرب حاصل ہے تو وہ یہی گروہ ہے۔ اس گروہ سے زیادہ معزز و محترم اور کوئی گروہ نہیں ہے۔ اس گروہ کی عالی ظرفی کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بے نیازی اور کمالات میں بھی کوئی ان کا ثانی نہیں۔ حلم و شجاعت اور جود و سخا نیز مکارم اخلاق میں بھی ان کا جواب نہیں۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ ساطی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ اولیاء اللہ کی شناخت کیسے ہو سکتی ہے ارشاد فرمایا: "میٹھی زبان' خوش خلقی' خندہ پیشانی مسکراتا ہوا چہرہ' خواہ مخواہ کسی سے نہ الجھنا' عفو و درگزر کا شیوہ' لوگوں سے ہمدردی' یہ اعلیٰ اوصاف جن میں پائے جائیں۔ وہ اولیاء اللہ ہیں۔ ان سے محبت گویا خدا سے محبت ہے۔ قرب خداوندی کا ذریعہ و وسیلہ انہیں کی صحبت ہے۔ ان کی جستجو کریں تو خدا ملتا ہے۔ ان سے تعلق کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے خدا سے رشتہ جوڑ لیا۔"

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "خدایا یہ عجیب بات ہے جس نے اولیاء اللہ کی تلاش میں کامیابی حاصل کی۔ اس نے گویا تجھے تلاش کر لیا اور جب تک تیری پہچان نہ ہو گی اولیاء اللہ کی بھی تو شناخت سہل نہیں۔"

شیخ ابوالخیر چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ: "ایک باحوصلہ انسان کو چاہئے کہ وہ کسی حوصلہ مند کی تلاش کرے اور جس نے حوصلہ مند کی تلاش کی گویا وہ واصل مولا ہو گیا۔"

یہ فقیر حقیر بھی توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اولیاء اللہ کی برکت اور ان کے فیضان سے اسے دنیا و آخرت میں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں انہی کے صدقے سے اس کی بخشش کا سبب بن جائے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اسے بھی اپنے دوستوں کے خدام کی فہرست میں شامل کرے اور انہی کے ساتھ اس کا حشر ہو اور ان کی عنایات سے اس کا دامن دولت ایمان سے پر رہے۔

از عمل خویش ندارم امید
بر کرم تست مرا اعتماد

(اپنے عمل سے مجھے فلاح کی امید نہیں ہے' تیرے کرم پر میرا بھروسہ ہے۔)

(شہزادہ دارا شکوہ)

Marfat.com

فقیر حقیر درماندہ نفس شریر کی دیرینہ خواہش تھی کہ جالندھر کے بزرگان دین پر ایک تذکرہ لکھوں تاکہ آنے والی نسلیں بزرگوں کے نام سے واقف ہوں کیونکہ ۱۹۴۷ء میں جو ہندو پاک کی تقسیم ہوئی تو ظالم ہندو اور سکھوں نے اکثر مزارات کو شہید کر دیا۔ فقیر کی عمر تقسیم ہند کے وقت بہت کم تھی۔ جالندھر میں جو بزرگوں کے مزارات تھے ان میں سے اکثر و بیشتر کی زیارت سے بھی مشرف نہ ہوا تھا۔ بہرکیف کچھ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی چونکہ مذہبی گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ اس لئے بزرگوں کے حالات سے قدرے واقفیت بھی تھی۔ کئی سال سے قلم اٹھانے کی کوشش کرتا رہا لیکن بہت سے بزرگوں کے حالات سے تذکرے خاموش تھے۔ جن بزرگوں کے حالات لکھے گئے۔ وہ قلمی نسخوں میں محفوظ تھے۔ جو تقسیم ملک کے وقت ضائع ہو گئے۔ جو محفوظ رہے باوجود کوشش بسیار مل نہ سکے۔

محسن عظیم جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب چشتی نظامی امرتسری مدظلہ العالی سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا۔ چند احباب کے پتے بھی دیئے کہ ان سے کچھ مواد مل سکتا ہے لیکن ناکامی رہی۔ بہرحال حکیم صاحب قبلہ کا اظہار مسرت ہی میرے لئے کافی تھا۔ وہ میرے محسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر دو جہان میں شادمانی عطا فرمائے کہ انہوں نے میری ہمت بندھائی۔

برادرم بدر اخلاق صاحب کا تہ دل سے شکرگزار ہوں کہ انہوں نے سلیم التواریخ کے کچھ اوراق جن میں بزرگوں کے حالات تھے نقل کروا کر مرحمت فرمائے۔ اگرچہ میرے پاس مواد بہت کم ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ جن حضرات کے حالات بھی مل سکے ہیں وہ سپرد قلم و قرطاس کر دوں ورنہ آنے والی نسلیں ان بزرگوں کو بھی بھول جائیں گی۔ میرے محترم جناب غلام محمد نذر صابری (ایم۔اے پرشین) جالندھری مقیم اٹک کا بھی اصرار ہے کہ جلد از جلد تذکرہ اولیائے جالندھر منظر عام پر آنا چاہیئے۔ ان کا ارشاد ٹالا نہیں جا سکتا۔ انہوں نے میری اس سعی میں بہت حد درجہ مدد فرمائی اور بہت سی کتب کی نشاندہی فرمائی اور کئی بزرگوں کے حالات لکھ کر بھیجے۔ کتاب ہذا تذکرہ اولیائے جالندھر میں سرفہرست سرکار عالم پناہ حضرت خواجہ امام ناصرالدین چشتی قدس سرہ العزیز اور حضرت روشن دین ولی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مندرج کئے گئے ہوں۔ انہی حضرات کے فیضان سے کفرستان ہند کے اس خطہ پنجاب میں کلمہ اعلائے حق کی آواز گونجی اور لوگ اسلام و ایمان کے فیضان سے

Marfat.com

مستفیض ہوئے۔ یہ حضرات تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اس خطہ میں تشریف لائے۔ اگرچہ تاریخ ان کے بارے میں خاموش ہے۔ ان کے معاصرین نے اگر کام کیا ہو گا تو اسے زمانہ محفوظ نہ رکھ سکا۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ الحمدللہ ان کا فیضان ابھی تک پنجاب اور دوسرے علاقوں میں جاری ہے۔ مثل مشہور ہے۔ "زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔"

لوگوں کی زبانوں پر ان حضرات کی کرامات و تبلیغ کے چرچے اب بھی کثرت سے سنے جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جس بزرگ کے حالات معاصرین نے بیان کئے ہوں اور موجودہ تذکروں میں موجود ہوں' وہی تاریخی شخصیت ہوتی ہے۔ تذکرے زمانے کی نظر بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی بزرگ کے حالات لکھے ہی نہ گئے ہوں۔ فقیر کے خیال میں بزرگوں کے حالات جو لوگوں کی زبانوں پر ہوتے ہیں وہ بھی تاریخ سے کم نہیں۔ اس کتاب میں بہت بزرگوں کے مزارات اور ان کے مختصر حالات کا ذکر ہو گا۔ جو تذکروں میں موجود نہیں۔ ان کی کرامات کے عام چرچے ان علاقوں کے لوگوں کی زبان سے سنے گئے بعض حضرات قدسیہ کے حالات فقیر نے اپنے گھر کے بزرگوں سے سنے اور ان کے مزارات کی زیارت کی۔ علاوہ ازیں ان حضرات اولیاء کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ جن کے حالات تذکروں میں ملتے ہیں۔

اس کتاب میں ان تمام بزرگوں کے نام جو تذکروں میں موجود پائے یا جن کے مزارات مرجع عام تھے۔ وہ بزرگان دین جن کے اسماء گرامی سماعت ہوئے یا جن بزرگان کے مزارات کو فقیر نے دیکھا درج کر دیئے ہیں۔ کوئی محقق تحقیق کے بعد ان حضرات کے حالات پر قلم اٹھا سکتا ہے۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم　　　　زآنکہ من بندہ گنہگارم

ابو مظہر علی اصغر چشتی' صابری' جالندھری

۲۸ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ　　۷۔ حسنات ۴۹ پ

۲۰۔ جنوری ۱۹۹۶ء

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحزَنُونO اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَکَانُوا یَتقُوْنَO

"سن لو! بلاشبہ اللہ کے ولیوں کو کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ (قیامت میں) غمزدہ ہوں گے یہ وہ (نفوس قدسیہ) ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار تھے۔
(القرآن)

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا
اولیاء را ہستِ قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ
ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء
چشم روشن کن ز خاک اولیاء
تا ببنی ز ابتدا تا انتہا
گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آغاز کتاب ہذا ۲۴- شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ
۳- حسنات ۴۹ پ
۱۶- جنوری ۱۹۹۶ء بروز منگل

Marfat.com

جالندھر کی تاریخ

امین چند اپنے سفرنامہ ۱۸۵۰ء / ۱۲۶۶ھ میں لکھتا ہے:

"حال اس شہر کا۔ آبادی اس شہر کی بہت قدیمی ہے۔ پرانے مقبرے اور مسجدیں اور عمارات یہاں اب تک موجود ہیں۔ اور ماسوائے ان کے شہر کے نواح میں اور چند قصبے اور بستیاں قلعہ کے طور پر بنام کوٹ اور کوٹلی کے مشہور ہیں اور ان میں پٹھانوں کی ملکیت ہے اور نواح یہاں کا باغوں کے باعث سے بہت دلچسپ اور خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ مرکز شہر میں ایک خانقاہ امام ناصرالدین صاحب کی بڑی نامور جگہ ہے۔ وہاں ہر سال ایک بڑا میلہ (عرس) ہوا کرتا ہے اور ہر جمعرات کے دن بھی ایک چھوٹا میلہ ہوتا ہے اور اس خانقاہ کے قریب تر شہر پناہ سے باہر مسٹر دین سٹارٹ صاحب بہادر نے ایک نیا بازار ابتدائے عملداری سرکار میں بنوایا ہے۔ وہ بازار بہت خوبصورت بنا ہے لیکن اب تک اچھی طرح سے آباد نہیں ہوا۔ (یہ بات ۱۸۵۰ء کی لکھی ہے ۱۹۴۷ء میں خوب آباد تھا' چشتی) اور ضلع کچہری شہر سے الگ (۱۹۴۷ء میں شہر کے اندر ہی آ گئی تھی' چشتی) چھاؤنی کے رستہ میں واقعہ ہے اور مالکیت شہر کھتریاں عرف قانو گو کے ہے کہ ان میں اکثر ہندو اور بعضے مسلمان ہیں۔ (۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کی کافی آبادی شہر میں ہو گئی تھی' چشتی) یہ لوگ منقسم چار قوموں میں ہیں اور وہ قومیں وہاں کے باشندے اس طرح موسوم کرتے ہیں جیسا کہ اس مسل سے واضح ہو گا۔

مسل چار قوم بڑے کو پتے (یعنی جھگڑالو) سوہندے' سہگل' تھاپر' متی اور ایک دیوی تیرتھ متصل کوٹ کس چند کے واقع ہے کہ وہاں بھی میلہ ہوا کرتا ہے۔"

Marfat.com

(شریف التواریخ جلد سوم حصہ سوم صفحہ ۱۲۴/۱۲۳ سید شریف احمد شرافت نوشاہی' بحوالہ سفرنامہ امین چند صفحہ ۱۵)

حضرت مفتی غلام سرور صاحب چشتی نظامی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ جالندھر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

شہر جالندھر ستلج دریا سے جب اتر کر پنجاب کی حد میں داخل ہوں تو پہلا بڑا شہر جالندھر ہے۔ یہ شہر بہت پرانا ہے۔ اس کا ابتدائی حال بخوبی دریافت نہیں ہوتا کہ آیا اس کو پہلے پہل کس نے آباد کیا مگر اس قدر دریافت ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ میں نام اس کا جگندھر تھا۔ پھر ویران ہو گیا۔ سمہ ۱۴ بکرماجیتی (آج سے ۲۰۵۳ سال قبل (۶/۲/۱۹۹۶) جالندھر نام جوگی نے اس کو پھر آباد کیا مگر سکندر کے حملے کے وقت پھر ویران ہو گیا اور صدہا سال اجڑا رہا۔

سال ۷۹۱ ہجری مطابق ۱۳۸۹ء عیسوی میں بعد ابو بکر شاہ بن ظفر خان بن فیروز شاہ باربک بن ناصر الدین ایک امیر امرائے شاہی سے باغی ہو کر اول چندے کانگڑہ کے قلعہ میں رہا۔ پھر پہاڑوں سے نکل کر اس جگہ اس نے سکونت اختیار کی اور پرانے قلعہ کو مرمت کرایا۔ لوگوں کو بلا بلا کر اس میں بسایا۔ اس وقت کی آبادی کے بعد شاہی فوجدار یہاں رہنے لگا۔ ۸۲۱ھ ہجری مطابق ۱۴۱۸ء عیسوی میں یہ دوابہ ملک طغا کو جاگیر میں ملا۔ ملک طغا نے بھی اس کی آبادی میں کوشش کی۔ جب بہلول لودھی سلطنت کے حصول سے اول ناظم پنجاب کا بنا تو اس کی توجہ بھی اس کی آبادی کی طرف بہت رہی اور اپنی قوم کی بستیاں اس نے آباد کرا کر ان کو اس کا مالک بنا دیا۔ بڑی بڑی پختہ عمارتیں بنوائیں۔ ہمایوں بادشاہ کے عہد میں قصبہ بجواڑہ کا حاکم جانشین بنا اور اس شہر کی طرف توجہ نہ ہوئی لیکن شیر شاہ اور اسلام شاہ کے وقت پھر آبادی اس کی بڑھ گئی اور جالندھر کے پٹھان امیر الامراء' صاحب جاگیر و علم و نقارہ ہوئے۔ جابجا نئے کوٹ اور قلعے تعمیر ہوئے اور تمام پنجاب میں ریشم کی تجارت گاہ بھی یہی شہر قرار پایا۔ تب سے اب تک بدستور آباد چلا آ رہا ہے۔ چغتائی سلطنت کے ضعف کے وقت جب سکھوں کی غارت شروع ہوئی تو انہوں نے دو مرتبہ اس کو لوٹا تیسری مرتبہ جب رنجیت سنگھ نے اس کا محاصرہ کیا اور بدھ سنگھ آگلے قابض سے اس کا قبضہ چھوڑایا تو سکھ فوج نے خود سر ہو کر بلا حکم رنجیت سنگھ کے شہر کو لوٹ لیا مگر جلد تر امن ہو گیا۔ چار طرف شہر کے پختہ شہر پناہ ہے مگر اب بہت مقامات سے گر کر کچی دیوار بنی ہے۔ (۱۹۴۷ء میں کچی

Marfat.com

دیواریں نہ تھیں۔ ہر طرف سے کھلا تھا اور خوبصورت بن گیا تھا' چشتی) اور اصلی شہر کے گرداگرد پٹھانوں کی بستیاں' کوٹ اور قصبے ہیں۔ گردنواح شہر کے سرسبز و خوشنما باغات بکثرت ہیں۔ جن میں طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں اور آم کے درخت کی پیدائش اس قدر ہے کہ ہزاروں درخت آبنوں کے بہار کے موسم میں پربار ہوئے نظر آتے ہیں۔ انگور یہاں کا تمام پنجاب کے ملک سے اچھا ہوتا ہے۔ پرانی عمارتیں' مسجدوں اور مقبروں کی شہر کے باہر بے شمار ہیں۔ شہر کے اندر ایک مقبرہ امام ناصرالدین (چشتی رحمتہ اللہ علیہ) کا بڑا نامور مقام ہے اور سید علیم اللہ چشتی کا مزار بھی مشہور و معروف ہے۔ شہرپناہ سے باہر وین سٹارٹ صاحب حاکم ضلع نے ایک نیا بازار پختہ باقطع بنوایا تھا کہ اب تک آباد ہے۔ کوئی ندی اس شہر کے قریب نہیں چلتی۔ چار کوس شہر سے ایک چھوٹی سی ندی جاری ہے جس کو سرستی بولتے ہیں۔ ملکیت (اس شہر میں) کھتریوں اور قانونگوؤں کی ہے۔ ان میں سے بعض ہندو بعض مسلمان ہیں۔ باشندے یہاں کے کھتری' ہندو' اروڑے' مسلمان' پٹھان وغیرہ ہیں۔ بیاس یہاں سے ۲۰ کوس (۳۰/۳۵ میل) اور ستلج ۲۵ کوس (۲۵/۳۵ میل) پر بہتا ہے اور کل شہر کی قریب چالیس ہزار مردم شماری ہے۔ (یہ تقریباً ۱۵۰ سال پہلے کی بات ہے) دوابہ بست کے عین وسط میں یہ شہر ہے۔ اس میں کمشنر اور ڈپٹی کمشنر دونوں اجلاس کرتے ہیں۔ کمشنری کے ماتحت تین ضلع ہیں۔ جالندھر' ہوشیارپور' کانگڑہ اور ضلع (جالندھر) کے متعلق چار تحصیلیں ہیں۔ (۱) جالندھر' (۲) فلور' (۳) نکودر' (۴) نواں شہر ہیں۔ کل ضلعے کی مردم شماری جو سابق ہوئی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ اس کے کل ضلع میں سات لاکھ (۷۰۱۳۸۶) ایک ہزار تین سو چھیاسی آدمی رہتے ہیں۔ جنوری ۱۸۶۸ء میں جو مردم شماری ہوئی تو آبادی اس کی کل پنجاب کے ضلعوں سے بحساب فی میل زیادہ نکلی اور ۵۹۸ پانچ سو اٹھانوے آدمی فی میل شمار میں آئے۔

ل مفتی صاحب سے سہو ہو گیا۔ سکندر کا حملہ ۲۰۰ ق م میں ہوا یا اس کے لگ بھگ۔ اس وقت بکرماجیتی اور عیسوی سن رائج نہ تھے' چشتی

(شریف التواریخ بحوالہ مخزن پنجاب از مفتی غلام سرور لاہوری)

Marfat.com

تاریخ قصبہ چشت | چشت خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے۔ وہاں بزرگان دین نے روحانی اصلاح اور تربیت کا ایک بڑا مرکز قائم کیا اس مرکز کو بڑی شہرت حاصل ہوئی مرکز کا نظام اس قصبہ و شہر کی نسبت سے سلسلہ چشتیہ مشہور ہوا۔ (شجرۃ الانوار) جو مولانا رحیم بخش خلیفہ حضرت فخرالدین فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہما کی تصنیف ہے اور ۱۲۸۱ھ میں لکھی گئی اس میں لکھا ہے۔ "چشت نام کے دو مقام ہیں ایک شہر خراسان میں ہرات کے قریب واقع ہے دوسرا چشت ۱؎ (چشتیاں) ہندوستان میں اوچ اور ملتان کے درمیان ایک قصبہ ہے۔ خواجگان چشت خراسان والے چشت سے تعلق رکھتے ہیں۔

(تذکرہ مشائخ چشت از خلیق احمد)

یاد رہے کہ جن بزرگوں نے سلسلہ چشتیہ کی بنیاد رکھی وہ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی ہیں جن کی وفات ۳۲۹ھ ہے۔ حضرت امام ناصرالدین" ان سے پہلے بزرگ ہیں ان کے چشت میں آنے سے قبل حضرت امام صاحب جالندھر تشریف لا چکے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحب قصبہ چشت سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا فیضان ان کے آباؤاجداد سادات سے ہے۔ دین کی خدمت اور جہاد کے لئے سلسلہ چشتیہ کا مرکز قائم ہونے سے قبل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے اور جالندھر اور گردونواح کے علاقوں میں اشاعت اسلام فرمائی۔

۱؎ دوسرا چشت چشتیاں کے نام سے معروف ہے۔ اس کو شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے حضرت تاج العارفین [redacted] بن شیخ بدر الدین بن شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر نے مرکز اشاعت بنا کر جہاد کیا ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ (چشتی)

Marfat.com

امام العارفین قدوۃ السالکین، زبدۃ الکاملین سرِ حلقہ خواجگان چشت

حضرت خواجہ امام ناصر الدین چشتی قدس سرہ العزیز رضی اللہ عنہ

سرنبی و علی حضرت ناصر امام
رمز خفی و جلی حضرت ناصر امام
روضہ بجالندھرش چرخ بگرد سرش
سید چشتی ولی حضرت ناصر امام
(مولانا غلام قادر گرامی جالندھری)

امام مظہر حق پادشاہ ناصر دین
حبیب خاص خدا نائب رسول امین

تاریخ پیدائش: ۱۷ رمضان المبارک / ۲۵۲ھ
تاریخ وصال: ۱۵ رجب المرجب / ۳۳۴
عمر شریف: ۸۲ سال
آپ کا نام اسم گرامی ناصر الدین ہے اور کنیت ابو یوسف
۱۷ رمضان المبارک ۲۵۲ھ چشت میں پیدا ہوئے۔

جالندھر میں ورود مسعود

حضرت خواجہ امام ناصر الدین قدس سرہ العزیز تیسری صدی ہجری کے اواخر میں برصغیر میں تشریف لائے۔ محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کی فتح سندھ کے بعد مسلمان سندھ اور پنجاب تک آ چکے تھے اور کچھ مسلمان شہروں میں بکھر کر آباد بھی ہو گئے تھے۔ مسلمان سلاطین نے بھی ہندوستان پر کئی حملے کیے۔ ان اسلامی لشکروں میں مشائخ اور علماء بھی شامل ہوتے تھے۔ جو تبلیغ اسلام کا مقدس فریضہ انجام دیتے تھے۔ سلطان سبکتگین کے دور میں حضرت خواجہ امام صاحب کسی لشکر کے ساتھ تشریف لا کر جالندھر (صوبہ مشرقی پنجاب، بھارت) میں وارد ہوئے۔ جالندھر کے مشہور شاعر جناب سلامت جالندھری نے بھی کسی تاریخی ماخذ سے اپنی معروف تصنیف "تصویر انقلاب" میں تحریر فرمایا ہے:

"سلطان محمد سبکتگین کی افواج ظفر امواج کے ہمراہ اولیاء اللہ اور علماء دین متین

Marfat.com

بھی ہوتے تھے۔ جن کو لشکر دعا کہا جاتا تھا۔ ان کا کام تبلیغ دین متین اور اعلائے کلمتہ اللہ ہوتا تھا۔ حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ انہی نفوس قدسیہ میں سے ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان میں آکر تبلیغ دین فرمائی اور تمام علاقہ کو اپنے چشمہ فیض سے سیراب اور انوار ربانیہ سے منور فرمایا۔ روضہ مبارک (درگاہ حضرت امام ناصرالدین) جالندھر شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔"

آپ مجاہدین کے لشکر میں شامل تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بھانجے حضرت ہاشم رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے۔ جو کفار کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ لشکر مجاہدین آگے بڑھ گیا لیکن آپ جالندھر ہی کو جائے سکونت بنا کر دین کی تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی تبلیغ سے ہزارہا کفار متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

دوسری روایت ایک بزرگ شاعر مہر علی ساکن جالندھر شہر نے اپنی تصنیف "مجموعہ عشق محمدی" (مطبوعہ مکتبہ فقیراللہ محمد دین تاجران کتب بازار شیخاں جالندھر شہر) میں نسل در نسل آمدہ روایات پر مبنی آپ کی آمد اور دیگر حالات قلم بند کئے ہیں۔ یہ سارے حالات منظوم ہیں۔ حالات سے قبل شاعر مذکور نے آپ کی شان میں منقبت لکھی ہے۔

سخی دربار سلطانی مہربان شاہ ناصر الدین　　کرو مجھ پر مہربانی مہرباں شاہ ناصر دین
قمر اور مہر ہیں روشن تمہارے روئے انوار سے　　تیرا ہے نور رحمانی مہربان شاہ ناصر دین
اگر ذرہ کو بھی چاہو تو کر دو مہر سا روشن
مہر پر بھی مہربانی مہرباں ناصر دین

اس کے بعد روایت بیان کی ہے کہ جالندھر میں ایک جوگی جلودھر نامی تھا۔ (بعض نے جوگی جمکندر کہا ہے' چشتی) جو جادو و سحر میں کمال رکھتا تھا۔ اسے اس علاقہ کے راجہ (اس علاقہ کا راجہ بھیم پال تھا جو اس وقت کانگڑہ' سیالکوٹ' جالندھر اور ملتان پر حکومت کرتا تھا۔) نے شہر میں ایک قلعہ بنانے کے لئے حکم دیا۔ جوگی نے یہ قلعہ جالندھر شہر کے نواح میں بنوانا شروع کیا مگر قدرت خداوندی سے جتنی دیوار بن کر تیار ہوتی تھی رات کو گر جاتی تھی۔ راجہ نے جوگی سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا "اگر کسی سید زادے کو دیوار میں چنوا دیا جائے تو دیوار نہیں گرے گی چنانچہ گردونواح میں تلاش کرنے پر ایک سید گھرانہ مل گیا۔ ایک سید زادی کا اکلوتا لڑکا راجہ کے حکم سے زندہ چنوا دیا گیا۔ سید زادی روضہ

Marfat.com

اطہر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فریاد لے کر حاضر ہوئی' آواز آئی "ہم ناصر الدین کو تیری مدد کے لئے بھیج رہے ہیں وہ تمہیں واپسی پر راہ میں ملیں گے۔" حضرت خواجہ کی صورت بھی دکھائی گئی۔ مائی صاحبہ جب واپس جالندھر لوٹیں تو راستے میں امام صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے مائی صاحبہ سے فرمایا: "تمہاری مدد کے لئے مجھے دربار نبوی سے بھیجا گیا ہے۔" مائی صاحبہ کے دل میں خیال آیا کہ آپ تو اکیلے ہیں اتنے کفار کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ آپ نے مائی صاحبہ کا یہ خطرہ اپنے کشف سے بھانپ لیا اور مائی صاحبہ کو آنکھیں بند کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: "مائی صاحبہ نے دیکھا کہ ایک لشکر جرار آپ کے ہمراہ ہے۔ مائی صاحبہ مطمئن ہو گئیں اور آپ سے بچی عقیدت پیدا ہو گئی۔"

حضرت خواجہ سید زادی کے ہمراہ جالندھر تشریف لائے جہاں آج کل محلہ متولیاں درگاہ امام صاحب و مسجد ہے۔ اس جگہ قیام فرمایا۔ اور اپنا جھنڈا نصب فرمایا۔ ایک دن ایک گوجری (گوالن) دودھ سے بھری بلٹوئی لئے جا رہی تھی۔ آپ نے اسے فرمایا: "تمہارے پاس کیا ہے؟" عرض کی دودھ ہے۔ "اس نگری میں ایک جوگی جلودھر نامی رہتا ہے اسے دودھ دینے جا رہی ہوں اگر ہم اسے دودھ نہ دیں تو بھینسوں کے تھنوں میں خون پیدا ہو جاتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "چلو دودھ نہ دو' دکھا تو دو۔" اور سونے کے دو سکے گوالن کو دیئے۔ وہ خوش ہوئی اور دودھ کا برتن آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے کلمہ شہادت پڑھ کر اپنی سبابہ (شہادت کی انگلی) دودھ میں ڈبو دی اور فرمایا: "اب اسے جوگی کے پاس لے جاؤ۔" گوالن دودھ اٹھا کر جوگی کے پاس گئی جونہی جوگی نے برتن سے ڈھکن اٹھایا تو سارا دودھ خون میں تبدیل ہو گیا۔ جوگی بڑا غضبناک ہوا اور گوجری سے معاملہ پوچھا۔ گوجری نے خواجہ صاحب سے ملاقات کا واقعہ سنایا۔ جوگی نے غصے میں اپنے ایک چیلے کو حکم دیا کہ خواجہ کو پکڑ کر لائے۔ چیلہ آپ کے حضور حاضر ہوا اور اپنے جوگی کا حکم سنایا۔ آپ نے چیلے کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ چیلہ بیٹھ گیا لیکن اٹھنے کی سکت نہ رہی۔ جوگی نے چیلے کا انتظار کر کے دوسرا چیلہ بھیجا اور کہا کہ خواجہ کو گھسیٹ کر لے آؤ' لیکن وہ بھی زمین سے چمٹا رہ گیا۔ جوگی نے تین سو ترسیٹھ (۳۶۳) چیلے بھیجے لیکن سب کا یہی حشر ہوا بالآخر جوگی غصہ کھا کر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا "تم نے میرے چیلے کیوں بٹھا رکھے ہیں" آپ نے فرمایا: "تم میں ہمت ہے تو اپنے چیلوں کو اٹھا کر لے جاؤ۔" جوگی نے انہیں اٹھنے کا حکم دیا لیکن وہ اپنی جگہ

Marfat.com

سے ہل بھی نہ سکے پھر اس نے اپنے منتر سے انہیں اٹھانا چاہا لیکن ناکام رہا۔ آپ اطمینان سے بیٹھے اسے منتر پڑھتے دیکھتے رہے۔ جب جوگی عاجز آگیا تو آسمان کی طرف اڑنے لگا۔ آپ نے اپنی کھڑاؤں (لکڑی کے جوتے) کو اشارہ کیا۔ کھڑاؤں جوگی کے پیچھے اڑیں اور اس کے سر پر پڑنے لگیں آخر ہوشیار پور کے قریب کوہ شوالک کی پہاڑیوں سے ٹکرا کر جوگی غائب ہوگیا۔ اس مقام پر جوگی کی ٹکر اور کھڑاؤں کے نشانات اب بھی موجود ہیں۔ جوگی کے سب چیلے یہ منظر دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اس شہر کا نام جوگی جلودھر (بھگندر) کی نسبت سے جالندھر مشہور ہے۔

(تجلیات ناصریہ بحوالہ مجموعہ عشق محمدی)

حضرت خواجہ امام ناصرالدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے تصرف سے قلعہ غرق ہوگیا۔ آپ نے سید زادے کی لاش کو دیوار سے نکلوا کر آپ کا مزار بنوایا جو پیر غائب کے نام سے مشہور ہوا۔ قلعہ کی زمین پر بعد میں مکانات تعمیر ہوئے۔ جو محلہ قلعہ کے نام سے معروف ہے۔ حضرت پیر غائب کا مزار پاکستان کے وجود میں آنے تک مرجع خلائق رہا۔ مزار پر مریض نمک چڑھاتے تھے اور بیماریوں سے شفا پاتے تھے۔

کتاب "مجموعہ عشق محمدی" کے مصنف مہر علی صاحب نے کتاب مذکور میں ایک خواب بیان کیا ہے وہ یہ کہ "حضرت خواجہ امام صاحب مسجد میں سبز پوشاک زیب تن فرمائے تشریف فرما ہیں۔ میں آپ کے قدموں پر گر پڑا تو خواجہ نے فرمایا: "میری دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے جالندھر کو بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ رکھا ہے اور آئے دنوں کے زلزلوں سے جو شہر غرق ہو جاتا تھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں نے اسے سہارا دے رکھا ہے۔"

حضرت امام صاحب بیاسی (۸۲) سال کی عمر تک اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر درس تدریس اور تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ آپ کے خلق عظیم اور واعظ حسنہ سے متاثر ہو کر ہزارہا کفار حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی ذات مرجع خلائق رہی اور بے شمار بندگان خدا فیضیاب ہو کر تبلیغ اسلام کے لئے دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ اس سے رشد وہدایت کے راستے کھل گئے اور چار دانگ عالم آپ کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔

امام کی تعریف | فاتح مرزائیت حضرت علامہ مولانا نواب الدین چشتی صابری رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ نے اپنی تصنیف لطیف "پیغام حق" کے مقدمہ میں صفحہ ۵۵۷ پر ھادی اور امام کی یوں تشریح کی ہے:

"ایسے پاک لوگ جن میں انجذاب عالم اور قلوب بنی آدم کی کشش کا زیادہ مادہ ہو ان کو ھادی کہتے ہیں اور جن کو ملت و مذہب کی اصلاح کے علوم اور ان کو زندہ کرنے کے سلیقے سکھائے جاتے ہیں ان کو امام کہتے ہیں۔"

مولانا کی اس تعریف سے حضرت امام پاک کے درجات کی بلندی کا پتہ چلتا ہے۔ امام صاحب تبع تابعین میں سے تھے۔ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ ھادی اور امام تھے۔

وفات اور قصہ کفن چور آپ کی وفات ۱۵ رجب المرجب ۳۳۴ھ بیاسی سال کی عمر پاک میں ہوئی۔ اپنی خانقاہ میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ روضہ اقدس کی عمارت اور گنبد سلاطین سلف کے طرز تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ گنبد کی اونچائی سو فٹ ہے۔ گنبد کا اندرونی حصہ آیات قرآنی اور بزرگان سلف کے فارسی اشعار بطرز نسخ و نستعلیق اور بیل بوٹوں سے مزین ہے۔ تقسیم ہند سے چند سال پیشتر روضہ اقدس سے ملحقہ مسجد اور برآمدے جدید طرز میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ ڈیوڑھی پر دو مینار اور گھنٹہ گھر تعمیر کیا گیا۔ گھنٹہ کی آواز شہر اور گردونواح کی بستیوں میں سنائی دیتی تھی۔ (گھڑی میں وقت فقیر اپنی بستی مٹھو صاحب سے جو شہر سے ایک میل پر تھی۔ مکان کی چھت پر چڑھ کر بخوبی دیکھ لیا کرتا تھا' چشتی) کفن چور کی روایت آپ کی وفات کے بعد سے ہی معروف چلی آتی ہے۔ مجموعہ عشق محمدی میں یوں روائت بیان کی گئی ہے۔

"خواجہ صاحب کا ایک نو مسلم مرید باوجود توبہ کے کفن کی چوری کے فعل کا بھی مرتکب تھا۔ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد وہ حسب عادت آپ کی قبر پر رات کو گیا۔ حرص اور خوف دونوں ہی اس پر چھائے ہوئے تھے۔ حرص و لالچ غالب آیا۔ اس نے جونہی مرقد مبارک کو کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ اپنی قبر پاک میں بیٹھے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔ وہ خوف کی وجہ سے کانپ گیا اور عرض کیا: "حضور مجھے میری بیوی نے اس فعل ذمیمہ پر اکسایا ہے۔ آپ مجھے معاف فرمادیں۔" آپ نے فرمایا: "اب تو ہمارے ہی پاس ٹھہر جا۔ تیری بیوی تیرے لائق نہیں۔" یہ واقعہ ۱۷ رجب ۳۳۴ھ کا ہے۔ لوگوں

Marfat.com

نے صبح مرقد کو کھلا پایا اور ساتھ ہی اس مرید کی لاش کو پایا تو تعجب ہوا۔ بالآخر اس مرید کو جو خواجہ کی نظر کرامت سے مقام قطب پر پہنچ کر فوت ہو گیا تھا۔ آپ کے قریب ہی دفن کر دیا گیا۔ زائرین پہلے آپ کی قبر پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ پھر امام صاحب کی تربت پر حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت ابر شاہ وارثی جالندھری فرماتے ہیں۔

چور جو آیا کفن چوراون اس تائیں سنگ پیار
ابرکرم تھیں قطب بنایا پلک وچہ سرکار

عرس ۱۵ رجب تا ۱۷ رجب آپ کی وفات کے ایام میں عرس منعقد ہوتا تھا۔ یہ عرس ہر سال سجادہ نشین درگاہ عالیہ خلیفہ محمد صدیق ناصری رحمتہ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر ہوتا تھا۔ ۱۵ رجب کو مزار شریف کو غسل دیا جاتا تھا۔ اس دوران کلمہ شریف کا ورد ہوتا تھا۔ اس کے بعد درگاہ شریف کے احاطہ میں محفل سماع منعقد ہوتی تھی۔ ۱۶ رجب کو بھی محفل سماع ہوتی تھی۔ ۱۷ رجب کو سجادہ نشین کی طرف سے ان کی حویلی میں عرس ہوتا تھا۔ اس محفل میں عمائدین شہر زائرین مہمانوں اور قوالوں کے گھرانوں کے علاوہ متولیان کو بھی مدعو کیا جاتا تھا۔ اسی دن سہ پہر کو محلہ امام صاحب میں سجادہ نشین کی بیٹھک کے سامنے محفل سماع کا انعقاد ہوتا تھا۔ اہل ذوق حضرات' صوفیاء کرام اور معززین شہر شرکت کرتے تھے۔ عصر کے بعد جلوس چادر بازاروں سے گزرتا ہوا بڑی شان و شوکت سے مزار شریف پر اختتام پذیر ہوتا تھا اور مزار شریف پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ ذکر اذکار کے بعد اختتامی دعا ہوتی تھی۔

عرس ہاڑ عرس دو مرتبہ ہوتا تھا ایک تو ۱۵ رجب سے ۱۷ رجب تک اور دوسرا ماہ ہاڑ (دیسی مہینہ) کے دوسرے عشرہ میں جمعرات سے جمعرات تک منایا جاتا تھا۔ اس عرس کو میلہ ہاڑ' عرس ہاڑ' میلہ علم اور عام لوگ "جھنڈیاں دا میلہ" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس عرس کے دوران ایک دن مقامی سرکاری چھٹی ہوتی تھی۔ اس عرس کی تاریخ مقرر کرنے کے لئے باقاعدہ ایک رسم ہوتی تھی جسے "گٹھ" کہا جاتا تھا۔ اس میں تمام متولیان جمع ہوتے تھے۔ مقررہ تاریخ پر جمعرات کو عصر کے وقت رسم عَلَمْ ادا کی جاتی تھی۔ درگاہ شریف کی ڈیوڑھی کے آگے ایک میدان تھا۔ جس میں دو علم (جھنڈے) بڑے بلند و بالا نصب کئے جاتے تھے۔ جن کی اونچائی ۱۵۰ فٹ کے قریب ہوتی تھی۔ جھنڈے بڑے وزنی ہوتے تھے۔

Marfat.com

بڑے بڑے گڑھوں میں اتارتے وقت چاروں اطراف سے رسوں سے باندھ کر جوانان تھامے رہتے تھے۔ یہ نظارہ بڑا ہی روح پرور ہوتا تھا۔ جب تک جھنڈے مزار اقدس کی طرف جھک کر سلامی نہ دے لیتے سیدھے کھڑے نہ ہوتے تھے۔

اس میلہ میں بڑا ہجوم ہوتا تھا۔ شہر کے لوگوں کے علاوہ دوسرے اضلاع سے بے شمار مخلوق اس میلہ میں حاضر ہوتی تھی۔ آٹھ دن تک یہ میلہ برابر پر رونق رہتا تھا۔ مسلمانوں کے علاوہ ہنود اور دوسرے غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں عقیدت کے ساتھ حاضری دیتے تھے۔

اس میلہ میں دور تک بیلوں کی جوڑیاں کھڑی نظر آتی تھیں۔ زمیندار اپنے بیل عرس پر لاتے اور باری آنے پر آسانی کنوئیں کی ہلٹی سے باندھ کر ایک چکر لگواتے اور واپس لے جاتے۔ وہ بیل جو اڑیل ہوتے تھے اور کام نہیں کرتے تھے۔ حاضری کے بعد سر جھکائے کام میں مگن رہتے تھے۔ زمیندار اپنا مشاہدہ بیان کرتے تھے کہ مزار پر بیلوں کی حاضری سے ان کے مال مویشی اور فصلوں میں برکت ہوتی ہے۔

سجادہ نشین اور خدمت گار درگاہ ناصریہ

بادشاہان وقت کی طرف سے آپ کی خانقاہ کے نام بے شمار جاگیریں اور زمینیں نذر ہوئیں۔ جو خواجہ نے بلا تخصیص خاص و عام مسلم و غیر مسلم کو بخش دیں۔ خواجہ کی وفات کے بعد بھی مختلف ادوار میں جاگیریں اور اراضی وقف کیں۔ جو آپ کے جانشینان نے لوگوں کو بخش دیں۔ مزار شریف کے قرب و جوار میں نوھریئے ذات کے ہندو آباد تھے جو سجادگان درگاہ سے زمینیں مانگنے آتے تو سجادگان انہیں اراضی دے دیتے تھے۔ ان نوھریوں کی اولادیں اب تک موجود ہیں۔ محلہ اور بازار نوھریاں درگاہ شریف کے اردگرد واقع ہے۔ یہ نوھریے درگاہ شریف سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ پاکستان کے قیام کے دوران جب ہندو اور سکھ فسادیوں نے آپ کے مزار شریف کو نقصان پہنچانا چاہا تو انہی نوھریوں نے شدید مزاحمت کی اور مزار کو نقصان نہ پہنچانے دیا۔ اب بھی یہی نوھریے درگاہ شریف پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور نذرانے پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ درگاہ شریف کی حفاظت کے لئے حکومت ہند کی طرف سے بھی خادم مقرر ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد خلیفہ محمد صدیق

Marfat.com

صاحب زائرین کی جماعت کو ساتھ لے کر ہر سال ۱۵-۱۶-۱۷ رجب کو عرس کا انعقاد کرنے کے لئے جاتے رہے۔ اب پنجاب میں جانے پر پابندی ہے۔ (۲۳ جنوری ۱۹۹۶ء)

سلسلہ چشتیہ | حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی رحمتہ اللہ علیہ جب اپنے مرشد خواجہ ممشاد دینوری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۰ء / ۲۹۸ء) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا:

"آج سے لوگ تجھے ابو اسحاق چشتی کہہ کر پکاریں گے۔ چشت اور اس کے نواح کے لوگ تجھ سے ہدایت پائیں گے اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلہ ارادت میں داخل ہو گا اس کو قیامت تک لوگ چشتی کہیں گے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

چنانچہ شیخ ابو اسحاق شامی چشت تشریف لائے تو خواجہ ابو احمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ ان سے بیعت ہوئے اور سلسلہ چشتیہ جاری ہوا۔ ان کے خلیفہ اور پسر ابو محمد چشتی اور ان کے خلیفہ خواجہ ناصرالدین چشتی اور ان کے خلیفہ خواجہ مودود چشتی ہوئے۔ جو پنجتن چشت فی البشت کہلاتے ہیں۔ خواجہ مودود چشتی سے حضرت خواجہ شریف زندنی نے خرقہ حاصل کیا اور ان سے خواجہ عثمان ہارونی نے اور ان سے خواجہ خواجگان معین الدین حسن سجزی چشتی اجمیری نے خرقہ حاصل کیا اور پاک ہند تشریف لا کر اجمیر میں اشاعت اسلام کا مرکز قائم کیا۔

سراج العارفین زبدۃ الواصلین
حضرت خواجہ کمال الدین المعروف بہ خواجہ روشن الدین ولی چشتی اصفہانی قدس سرہ

آپ کا اصل نام کمال الدین ہے اور لقب روشن الدین ولی۔ لقب سے ہی معروف ہوئے۔ آپ کے حالات آپ کے خلیفہ محمد اشرف دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بشکل سوانح حیات اور مکتوبات قلمبند کئے تھے جو امتداد زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ میاں محمد طفیل ناصری جالندھری نے جو حالات لوگوں اور سجادگان درگاہ سے سماعت کئے۔ انہیں اپنی کتاب ذکر پاکاں (تجلیات ناصریہ) میں درج کر دیئے ہیں۔ فقیر اسی کتاب سے نقل کر رہا ہے۔

Marfat.com

روحانی سلسلہ

خواجہ محمد اشرف دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ شیخ کمال الدین علامہ المعروف بہ خواجہ روشن الدین ولی چشتی اصفہانی جالندھری رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ ابو سعید چشتی مرید حضرت خواجہ ابو محمد رحمتہ اللہ علیہ برضدی مرید حضرت خواجہ شیخ اویس رحمتہ اللہ علیہ بغدادی مرید خواجہ خواجگاں حضرت سخ ابو محمد چشتی قدس سرہ مرید و پسر شیخ ابو احمد چشتی قدس سرہ مرید سرگروہ چشتیاں شیخ ابو اسحاق شامی رحمتہ اللہ علیہ مرید شیخ علو ممشاد دینوری رحمتہ اللہ علیہ مرید بو ہبیرہ بصری" مرید شیخ حذیفہ مرعشی" مرید سلطان العارفین سلطان ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہما مرید حضرت شیخ فضیل ابن عیاض رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ شیخ عبدالواحد رحمتہ اللہ علیہ مرید حضرت امام حسن بصری قد سرۃ العزیز خلیفہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی خلیفہ سید المرسلین خاتم المرسلین و الانبیاء احمد مُجتبیٰ مُحمد مُصطفیٰ عَلَیہ التحیتُہ و الثناء صَلی اللہ عَلَیہِ وَ آلہٖ وسَلّم

جالندھر میں ورود مسعود | آپ کی پیدائش چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں ایران کے معروف شہر اصفہان میں ہوئی اور جالندھر میں آپ کا ورود مسعود ۳۵۰ھ بیان کیا جاتا ہے۔ آپ لشکر دعا کے ساتھ تشریف لائے اور جالندھر میں قیام فرمایا۔ یہ دور امیر سبکتگین کا تھا۔ امیر نے (۳۴۵ھ تا ۳۶۵ھ) غزنی پر حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا محمود غزنوی حکمران ہوا۔ جس نے ہندوپاک پر سترہ حملے کئے اور واپس چلا گیا۔

حضرت خواجہ روشن ولی جب عساکر اسلامیہ کے ایک رسالہ جس میں آپ رسالدار کے عہدہ پر فائز تھے۔ دریائے ستلج کے کنارے ایک شہر مولہ کے مواضعات میں پہنچے تو آپ کی آمد پر ایک بزرگ صاحب ولایت کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور اپنے لشکر کے مجاہدین سے فرمایا: "فقیر کی منزل مل گئی ہے۔" اس کے بعد آپ نے گھوڑے اور دیگر سازو سامان سپاہیوں میں تقسیم فرما دیا اور انہیں جانے کی اجازت دی۔ آپ اسی جگہ دریا کے کنارے اپنے چند خادمان اور عقیدت مندوں کے ساتھ اقامت پذیر ہوئے۔

حضرت خواجہ کا معمول تھا کہ دریا کے کنارے وضو کرنے جاتے تو لوٹے میں پانی بھر کر لے آتے اور کیلے (لکڑی کا ڈنڈا جو زمین میں گاڑ کر گھوڑے وغیرہ باندھتے ہیں) پر پانی

Marfat.com

چھڑک دیئے۔ اللہ کی قدرت سے وہ کیلا سبز ہوا اور ایک تناور درخت بن گیا اور اردگرد بھی درخت اگ کھڑے ہوئے اور وسیع علاقہ میں پھیل گئے۔ یہی درختوں کا جھنڈ "جھڑی خواجہ روشن ولی" کے نام سے معروف ہوا۔ اسی کرامت کی نسبت سے آپ روشن ولی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

شہر مولہ کا غرق ہونا

اس زمانہ میں دریائے ستلج کے کنارے ایک شہر مولہ آباد تھا۔ یہ شہر ضلع جالندھر کی تحصیل پھلور سے پانچ یا چھ میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ بعد میں یہ غرق ہو کر تمہ ہو گیا۔ اس مقام پر ایک گاؤں آباد ہوا جس کا نام مولہ شہر کی نسبت سے "مو" رکھا گیا۔ (خواجہ روشن ولی کا روضہ مبارک اسی موضع مو سے ایک میل کے فاصلہ پر اب بھی مرجع خلائق ہے۔

اس شہر دگردونواح کے راجپوت بڑے متعصب تھے۔ آپ کو طرح طرح کی ایذائیں دیتے۔ جب کیلے (درخت) بڑھ جاتے تو انہیں کاٹ کر لے جاتے۔ آپ ان پر دوبارہ پانی چھڑکتے تو پودے پھر ہرے بھرے ہو جاتے۔ آپ نے لوگوں کو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی ترکات مذمومہ سے باز نہ آئے اور کہا۔ ہم صرف ایک بزرگ سید باقی کو مانتے ہیں۔ انہی کا احترام کرتے ہیں۔ آپ کو بزرگ نہیں مانتے۔

حضرت سید باقی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید باقی رحمتہ اللہ علیہ دریائے ستلج کے دوسرے کنارے رہتے تھے۔ آپ ایک بلند مرتبہ بزرگ تھے۔ ایک دن سید باقی رحمتہ اللہ علیہ منشاء ایزدی سے دریا کے پار ظاہر ہوئے تو حضرت روشن ولی رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں اپنے پاس آنے کے لئے کہا۔ حضرت باقی نے کہا "دریا کیسے پار کروں؟" حضرت روشن ولی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا "بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پانی میں قدم رکھیں۔ دریا راستہ دے دے گا۔" حضرت باقی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسا ہی کیا۔ اب دونوں بزرگ اکٹھے ہی رہنے لگے لیکن راجپوت ایذا رسانی سے باز نہ آئے جھڑی سے لکڑیاں کاٹ کر لے جاتے۔ آپ نے انہیں منع کیا لیکن وہ اپنی حرکات پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر غضب نازل ہوا۔ اب جو لکڑیاں کاٹتا اسے سانپ ڈس لیتا اور وہ ہلاک ہو جاتا۔ ایک دفعہ اہل شہر نے جھڑی سے لکڑیاں کاٹنے کے لئے جوگ

Marfat.com

بھیجی جب لکڑیاں کاٹنے لگے تو جوگ لیجانے والوں اور بیلوں کو سانپ نے ڈس لیا اور وہ لوگ اسی وقت ہلاک ہو گئے۔ اس کے باوجود یہ لوگ تکلیف دینے سے باز نہ آئے تو آپ نے ان کے لئے بددعا کی۔ پہلے زلزلہ آیا اور ساتھ ہی شہر میں دریا کا پانی داخل ہو گیا۔ شہر غرق ہو کر تھہ بن گیا۔ جو آپ کی خانقاہ میں موجود تھے۔ وہ اس سانحہ سے محفوظ رہے۔ اس سانحہ کے بعد دریائے ستلج نے اپنی گزرگاہ بدل لی اور اس مقام سے دو میل دور ہٹ گیا۔ شہر مولہ اب کھنڈرات اور ٹیلوں میں تبدیل ہو کر عبرت کا منظر پیش کرتا ہے۔ ہر سال جب سیلاب آتا ہے تو ٹیلوں تک مار کرتا ہے۔

تبلیغ اور لوگوں کا دین اسلام قبول کرنا

اس سانحہ کے بعد شہر مولہ کی جگہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی گاؤں آباد ہو گئے۔ درمیان میں آپ کے عقیدت مندوں نے ایک گاؤں آباد کر لیا۔ جس کا نام شہر مولہ سے ملتا جلتا موؤ رکھا۔ اسی گاؤں میں درگاہ شریف کے سجادگان تقسیم ہندوپاک سے قبل تک آباد تھے۔

اس سانحہ کے بعد جو لوگ بچ گئے اور گردونواح کے لوگ آپ کی عظمت اور روحانیت سے متاثر ہو کر تائب ہوئے اور آپ کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کی شہرت اور کرامات کا دور دور تک چرچا ہوا۔ لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے آتے اور فیضان اسلام سے مستفیض ہوتے۔

وفات | خواجہ روشن ولی کی عمر طویل ہوئی۔ آپ ایک صدی تک خلق خدا کو اسلام کے فیوض و برکات سے نوازتے رہے۔ دور دراز تک کے علاقوں میں آپ نے نور اسلام کی شمع روشن فرمائی۔ آخر ایک سو پچاس سال ۲ ماہ ۱۲ دن کی عمر میں واصل باللہ ہوئے۔ آپ کا سن وفات ۴۵۰ھ کے لگ بھگ ہے۔

خواجہ محمد اشرف چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت پیر روشن ولی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ دہلی کے باشندہ تھے۔ انہوں نے اپنے مرشد کی سوانح حیات لکھی تھی۔ جو امتداد زمانہ کی نذر ہو گئی۔ خواجہ محمد اشرف اپنے مرشد کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور کافی عرصہ تک خلق خدا کو ہدایت

Marfat.com

فرماتے رہے۔ وفات کے بعد مرشد کی درگاہ کی چار دیواری میں دفن ہوئے۔

درگاہ شریف حضرت خواجہ روشن ولی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ سلاطین سلف کی تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔ مزار شریف کا گنبد بہت بلند ہے۔ درگاہ شریف کا اندرونی حصہ اور صحن کافی وسیع ہے۔ دروازہ پچھلی جانب مغرب کی طرف کھلتا ہے۔ اسی جانب جھڑی خواجہ صاحب ہے۔ سامنے کا دروازہ بلند و بلا منقش محراب کی مانند ہے۔ محراب کے درمیان گھڑیال معلق ہے۔ زائرین اندر جاتے ہوئے گھڑیال بجاکر اندر داخل ہوتے ہیں۔ لنگر خانہ کی عمارت بڑی وسیع ہے۔ دائیں جانب مغلیہ دور کی ایک باؤلی (کنواں) ہے۔ پانی حاصل کرنے کے لئے نیچے تک سیڑھیاں جاتی ہیں۔ اس باؤلی کا پانی بڑا ٹھنڈا اور لذت بخش ہے۔ بیمار پانی پیتے ہیں اور شفایاب ہوتے ہیں۔ بیرونی میدان کے آگے ایک بلند ڈیوڑھی ہے جو اندر اور باہر سے نقش و نگار سے مزین ہے۔ ڈیوڑی کے باہر حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کی مانند علم (جھنڈے) نصب ہیں۔ عرس کی تقریبات آٹھ روز تک رہتی ہیں۔ محفل ذکر اور محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے (یہ حالات محمد طفیل ناصری جالندھری رحمتہ اللہ علیہ نے خود مشاہدہ فرما کر اپنی کتاب ذکر پاکاں میں تحریر فرمائے ہیں۔ (فقیر ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ / ۲۰ مئی ۱۹۹۵ء) ناصری صاحب کی رہائش گاہ لہری پارک' چاہ شیخاں اچھرہ لاہور پر ان کی زیارت کے لئے محمد اظہر محمود سہیل کی معیت میں گیا تو ان کے صاحبزادگان سے معلوم ہوا کہ ناصری صاحب ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۱۵ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۹۵ء بروز اتوار انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ O ان کے صاحبزادگان سے اظہار افسوس کیا۔ فاتحہ خوانی کی اور کف افسوس ملتے ہوئے واپس آئے۔ ان کے صاحبزادگان خوش اخلاق ملنسار ہیں۔ انہوں نے بڑی تلاش کے بعد "ذکر پاکاں" کا ایک نسخہ مرحمت فرمایا۔ انہوں نے بتایا چند ماہ پیشتر مولانا غلام ربانی قدس سرۃ العزیز کے بھتیجے حکیم غلام مصطفیٰ صاحب آئے تھے اور تمام نادر کتابیں لے گئے۔

Marfat.com

انگریز حکومت کی طرف سے جھڑی
خواجہ روشن ولی کی بابت احکام

خواجہ صاحب کی ہدایات تھیں کہ ماسوائے خادمان درگاہ جھڑی مذکورہ سے لکڑیاں نہ کاٹیں اور نہ استعمال کریں لیکن بدطینت لوگ چوری چھپے لکڑیاں کاٹ کر لے جاتے اور نقصان اٹھاتے۔ انگریز حکومت نے ۱۴ دسمبر ۱۸۸۴ء کو قانوناً جھڑی خواجہ سے لکڑیاں کاٹنا بذریعہ حکم ذیل منع کر دیا۔

"بحکم مہتمم بندوبست بہادر جھڑی درختاں متعلقہ خانقاہ خواجہ روشن ولی اس واسطے مستثنیٰ رہے گی کہ یہ رفاہ عام ہے اور درختان کو زمینداراں بخوف خانقاہ نہیں کاٹتے۔ مجاوران جب درخت خشک ہوتا ہے تو لکڑی ڈالی سے کاٹ کر جلاتے ہیں۔ باشندگان دیہہ سوائے مجاوران خشک یا سبز لکڑی کام میں نہیں لا سکتے۔ گھاس بھی اس جھڑی میں ہوتا ہے اور مویشی کل باشندگان دیہہ کے چرتے ہیں چرائی سے کسی کو ممانعت نہیں۔ اس حکم کو شرط واجب الارض میں لکھا گیا ہے۔"

قیام پاکستان کے بعد کے حالات
حضرت بابا رحمت علی شاہ

جب پاکستان عالم وجود میں آیا اس وقت بابا رحمت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ درگاہ کے سجادہ نشین اور متولی تھے۔ جو قیام پاکستان کے بعد بھونڈ پورہ مزنگ لاہور میں آکر اقامت پذیر ہوئے۔ وہ تاحیات خواجہ روشن ولی رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک اسی شان سے مناتے رہے۔ وہ ہجرت کے وقت آپ کے مزار کا غلاف لے آئے تھے۔ عرس کے موقعہ پر شاملین عرس کو اس کی زیارت کرائی جاتی تو زائرین پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ بابا رحمت علی شاہ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے نذیر احمد صاحب عرس مناتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد ماسٹر نذیر احمد صاحب حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر خلیفہ محمد صدیق کی جماعت کے ساتھ ۶۴/ ۱۹۶۳ء میں جالندھر گئے تو موضوع مو درگاہ حضرت

Marfat.com

روشن ولی رحمتہ اللہ علیہ پر بھی حاضر ہوئے۔ وہاں کے لوگوں نے ماسٹر صاحب کا خوب استقبال کیا اور بتایا کہ لوگوں نے جھڑی سے لکڑیاں کاٹیں تو بیماری پھیل گئی آخر درگاہ شریف پر جا کر معافی مانگی تو بیماری سے نجات ملی۔ اس کے بعد لوگوں نے درگاہ شریف کی بے ادبی نہ کی اور عقید تا حاضری دیتے ہیں اور صفائی کا خیال رکھتے ہیں۔ (یہ تحریر ناصری صاحب نے اپریل ۱۹۷۹ء میں تحریر فرمائی تھی۔ فقیر نے ۳۔ رمضان ۱۴۱۶/ ۲۴ جنوری ۱۹۹۶ء /۱۱ حستات ۴۹ پ بروز بدھ ذکرپاکاں سے نقل کی۔)

خواجہ ہاشم شہید رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ امام ناصرالدین قدس سرۃ العزیز کے بھانجے ہیں۔ امام صاحب کے ہمراہ تشریف لائے۔ کفار سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ کا مزار شریف حضرت امام صاحب کی درگاہ کے قریب جنوب کی طرف بانسانوالہ بازار میں تھا۔ لوگ عقیدت سے حاضری دیتے تھے اور مرادیں مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ شہید کے صدقے ان کی مرادیں پوری فرماتا تھا۔ ۱۹۵۴ء میں حاجی محمد حسن صاحب مرحوم (فقیر کے بہنوئی) ابن محمد عظیم جالندھر گئے تو انہوں نے بتایا کہ کارپوریشن جالندھر نے آپ کا مزار مسمار کر دیا ہے اور مزار کے اوپر سے سڑک نکال دی گئی ہے اگرچہ ناصری صاحب نے ۱۹۷۹ء میں اپنی کتاب ذکرپاکاں لکھی۔ اس میں مسمار کرنے کا ذکر نہیں کیا گیا۔ امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کے قرب میں "حضرت شاہ نتھا دیوان رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ عنایت ولی رحمتہ اللہ علیہ" کے مزارات تھے۔ نہایت پرفیض درگاہیں تھیں۔ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ (ناصری)

حضرت پیر غائب رضی اللہ عنہ

ان کا ذکر امام صاحب کے حالات میں ہو چکا ہے۔ آپ سادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اغلب خیال ہے آپ تابعین یا تبع تابعین سے ہیں۔ جالندھر کے راجہ کے حکم سے جوگی جگندر نے آپ کو قلعہ کی دیوار میں چنوا دیا تھا۔ ان کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر فریاد کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مائی صاحبہ دی کہ ہم تمہارے بیٹے کا قصاص لینے کے لئے ناصر الدین رحمتہ اللہ علیہ کو بشارت کو بھیج رہے ہیں۔ لہٰذا امام صاحب جالندھر میں تشریف لائے۔ جہاد کیا جس میں آپ کے بھانجے حضرت ہاشم رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

شہید ہوئے۔ شہر پر آپ کا قبضہ ہوا۔ آپ نے اپنی کرامت سے قلعہ کو زمین میں غرق کیا اور سید صاحب کی لاش کو نکلوا کر وہاں مزار تعمیر کیا۔ عام لوگ اس کو پیر غائب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ قلعہ کے کھنڈرات پر محلہ قلعہ آباد ہوا۔ جالندھر شہر میں مشہور جگہ ہے۔ یہ واقعہ تیسری صدی ہجری کے اواخر کا ہے۔

حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے بارے میں تذکرے اور عوام کی زبانیں خاموش ہیں البتہ مزار شریف مرجع خاص و عام تھا۔ بہت سے مشائخ جو جالندھر کے قریب و جوار سے تعلق رکھتے تھے۔ نماز جمعہ مزار شریف کی ملحقہ مسجد میں ادا کرتے تھے۔ زائرین کی تعداد کافی ہوتی تھی۔ حضرت سید نذیر اللہ شاہ چشتی ارحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کو لے کر یہاں اکثر حاضری دیتے تھے۔

سند الواصلین حضرت محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نئی بستی ضلع ہوشیار کے ایک مرید صادق مولوی پیر محمد عرف پیراندتہ مرحوم جو ۱۹۴۷ء میں ہوشیار پور سے ہجرت کر کے گوجرانوالہ میں مقیم ہوئے۔ نہایت عابد زاہد متقی پرہیزگار تھے۔ فقیر (مصنف) کے ہم زلف غلام سرور صاحب کے نانا محترم تھے' نے بیان فرمایا کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ شاہ سکندر رحمتہ اللہ علیہ ان مبلغین میں سے تھے جنہیں جناب سید موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ کے لئے تیار کر کے اطراف عالم میں بھیجا تھا۔ (واللہ عالم بالصواب)

آپ کا مزار شریف جالندھر کے شمال مشرق میں دوابہ کالج کے بالمقابل تھا۔ جو مرجع خاص و عام تھا۔ فقیر بچپن میں ایک مرتبہ اسلامیہ ہائی سکول جالندھر کے طالب علموں کے ہمراہ دوابہ کالج گیا تو دور سے اس مزار کی زیارت سے مشرف ہوا تھا۔

جو حضرت سید علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ بستی شیخ میں ان کے کافی مرید تھے۔

Marfat.com

حضرت سید مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت امام ناصرالدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے بزرگ ہیں۔ اغلب خیال ہے کہ آپ بھی امام صاحب کے ساتھ تشریف لائے۔ لوگ انہیں پیر موجودی کے نام سے پکارتے تھے۔ ان کا مزار شریف جالندھر شہر کے شمال مشرق میں ہے۔

جالندھر میں سلسلہ چشتیہ' صابریہ' قدوسیہ' بھیکیہ کا فیضان

جالندھر اور گردونواح میں سلسلہ چشتیہ کا فیضان تو حضرت امام صاحب' ہاشم شہید' حضرت روشن الدین اور مودود چشتی کی وجہ سے پہلے ہی موجود تھا۔ سلسلہ چشتیہ' معینیہ' فریدیہ' صابریہ' قدوسیہ کا فیضان حضرت شاہ ابو المعالی چشتی انیٹوی اور ان کے خلیفہ حضرت میراں بھیک محمد سعید چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء نے عام کیا۔ ان بزرگان کا سلسلہ یوں ہے:

۱-	حضرت میراں بھیک (بانی سلسلہ بھیکیہ)	ٹھسکہ
۲-	حضرت شاہ ابو المعالی	انیٹ
۳-	شیخ داؤد گنگوہی	گنگوہ
۴-	شیخ صادق	گنگوہ
۵-	شیخ ابو سعید	گنگوہ
۶-	شیخ نظام الدین تھانیسری	بلخ
۷-	شیخ جلال الدین تھانیسری	تھانیسر
۸-	شیخ عبدالقدوس (بانی سلسلہ قدوسیہ)	گنگوہ
۹-	شیخ محمد	ردولی
۱۰-	شیخ عارف	ردولی
۱۱-	شیخ احمد مخدوم عبدالحق	ردولی
۱۲-	شیخ جلال الدین کبیرالاولیاء	پانی پت
۱۳-	حافظ شمس الدین ترک پانی پتی	پانی پت
۱۴-	مخدوم عالم و عالمیان شیخ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر	کلیر شریف

Marfat.com

۱۵- شیخ الاسلام شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر — پاک پتن شریف

۱۶- خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی — دہلی

۱۷- خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی چشتی اجمیریؒ — اجمیر شریف

حضرت شیخ عبدالرشید چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ آپ جالندھر کے سادات میں سے تھے۔ علوم ظاہری سے فراغت پا کر خوب سیاحت کی۔ بالآخر حضرت سید شاہ ابوالمعالی چشتی انبٹھوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ جب شاہ صاحب کا آخری وقت آیا تو شیخ عبدالرشید کو اپنے خلیفہ حضرت محمد سعید المعروف بہ میراں بھیک رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کیا کہ ان کی تربیت کرو لہٰذا تکمیل فرما کر آپ نے میراں بھیک رحمتہ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور جالندھر میں سلسلہ چشتیہ' صابریہ کی تبلیغ میں معروف ہوئے۔ یکم ربیع الاول ۱۱۲۱ھ میں وفات پائی۔ مزار شریف شہر جالندھر میں مرجع خاص و عام تھا۔ آپ کے فرزند ارجمند بھی آپ سے تربیت پا کر خوب مقبول ہوئے۔ ان کا نام شیخ غلام محی الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ ان کی بیعت حضرت میراں بھیک رحمتہ اللہ علیہ سے تھی۔ ان کا مدفن والد گرامی کے ساتھ ہی ہے۔

حضرت سید کبیر چشتی' صابری رحمتہ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت شاہ ابوالمعالی انبیٹھوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ بڑے جید عالم' حافظ اور قاری تھے۔ حضرت شاہ بہلول برکی رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے حصول علم کیا۔

(راقم کے بہنوئی) حاجی محمد حسن صاحب (متوفی ۱۹۸۱ء / ۱۴۰۱ھ) نے بیان فرمایا کہ حضرت علامہ شمس الہند مولانا ولی محمد صاحب جالندھری رحمتہ اللہ علیہ حضرت سید کبیر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے قریب سے گزرے تو اپنے مرید گھسیٹے سے فرمانے لگے: "تم ذرا باہر ٹھہرو! ہم قاری صاحب سے قرآن مجید سن لیں۔" مولانا مزار شریف کے اندر تشریف لے

Marfat.com

گئے۔ آپ نے مراقبہ کیا تو کچھ دیر بعد مزار شریف سے قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھنے کی آواز آنے لگی۔ بہت دیر تک بابا گھسیٹا باہر بیٹھا قرآن مجید سنتا رہا۔ آخر اس نے قاری صاحب کی زیارت کرنی چاہی اور وہ مزار شریف کے اندر چلا گیا تو آواز بند ہو گئی۔ اس نے سوائے مولانا کے مزار کے اندر اور کسی کو نہ پایا۔ مولانا مراقبہ میں تھے جب آواز بند ہو گئی تو انہوں نے گردن اوپر اٹھائی تو مزار کے اندر بابا کو پایا۔ مولانا نے فرمایا: "بابا تم نے اندر آ کر ہمارا لطف بھی گنوا دیا۔"

حضرت سید کبیر رحمتہ اللہ علیہ کا مزار بستی شیخ درویش سے مشرق میں ہے۔ بستی سے تقریباً آدھ میل فاصلہ ہو گا۔ ان کے نام پر بستی شیخ کبیر ہے۔

مزار پنج پیر [1]

---

[1] ۱۷۶۲ء/۱۱۷۵ھ میں سکھوں اور بستی محلہ رستہ کے مسلمانوں کے مابین جو لڑائی ہوئی۔ اس میں تین سو مسلمان شہید ہوئے۔ ان سب شہداء کو پانچ گڑھے کھود کر دفن کیا گیا۔ اس لئے اس جگہ کو پنج پیر کہتے ہیں۔ ہر سال یہاں عرس ہوتا تھا۔ نیز اس جنگ میں سادات گھرانے کے بہت سے افراد شہید ہوئے۔ جن میں چار بھائی داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کے نام یہ ہیں:
۱۔ سید یار محمد شاہ ۲۔ سید عیسیٰ شاہ ۳۔ سید محمد موسیٰ شاہ ۴۔ سید حاجی احمد شاہ' پسران سید حیات محمد شاہ۔ ان شہداء کے مزارات جالندھر شہر سے بستی شیخ درویش کو جاتے ہوئے کچے راستے میں روضہ سید کبیر رحمتہ اللہ علیہ کی شمالی دیوار سے باہر ایک جگہ واقع ہیں۔ ان چاروں شہداء کے سرہانے صرف ایک تعویذ تھا جس پر ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل تاریخ شہادت کندہ تھی۔ پچا یار محمد شہید شد / ۱۷۶۲ء / ۱۱۷۵ھ (تذکرہ افاغنہ جالندھر)

حضرت سید عتیق اللہ' چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ

آپ صحیح النسب سید ہیں۔ آپ کی تمام عمر عبادت و ریاضت میں گزری۔ زہد و تقویٰ میں کمال حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیوی جاہ حشمت بھی عطا کی تھی۔ آپ حضرت شیخ ابوالمعالی چشتی' صابری انبیٹوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ بہت خلق آپ سے مستفیض ہوئی۔ آپ کا وصال ۱۱۳۱ھ میں ہوا۔

حضرت خواجہ باقر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کے ملحق آپ کا مزار اقدس ہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ بہلول خان برکی' چشتی' صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت میراں بھیک رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کے والد کا نام علامہ مولانا میرزا خان برکی تھا۔ پٹھان قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ظاہری و باطنی علوم سے مزین تھے۔ علم معقول و منقول حضرت سید عبدالرشید' حضرت سید کبیر اور سید عتیق اللہ سے حاصل کیا۔ آپ کی وضع قلندرانہ تھی۔ آپ تصانیف کے بادشاہ ہیں۔ مولوی رحمان علی نے اپنی مشہور کتاب "تذکرہ علماء ہند" میں آپ کی تصانیف نوے لکھی ہیں۔ مولوی جان محمد ترک سے آپ کا ہمیشہ علمی مناظرہ رہتا تھا۔ آپ کے شاگردوں میں سید علیم اللہ جالندھری' سبھاچند متخلص نادر اور عظمت خان برکی مشہور تھے۔ آپ کے شاگرد بھی صاحب تصنیف تھے۔

آپ کا انتقال ۱۱۷۰ھ ہجری میں ہوا۔ عید گاہ جالندھر شہر کے قریب مزار شریف ہے۔ حضرت مولانا یحییٰ خاں شہید' شاہ بہلول رحمتہ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ آپ متبحر عالم دین تھے۔ والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ ۱۷۵۷ء میں جب سکھوں نے محلہ رستہ پر حملہ کیا۔ آپ نے سکھوں کا ڈٹ کا مقابلہ کیا۔ بالآخر شہید ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک حویلی امیر خاں بستی محلہ کرار خاں میں واقع تھا۔

میاں عالم شاہ چشتی' صابری رحمۃ اللہ علیہ

میاں عالم شاہ کے والد کا نام مراد تھا۔ میاں مراد سیانی وال (نور محل) میں رہتے تھے۔ یہیں میاں عالم شاہ پیدا ہوئے۔ بعد میں موضع بالو کے جا کر آباد ہو گئے۔ جہاں کے باشندے تمام ایک بزرگ (یک جدی) کی اولاد تھے۔ ان کی پوچھڑیال گوت تھی۔ بعد میں ملوکڑے کہلانے لگے۔ ان کی برادری کے کچھ لوگ موضع سلیم پور دریائے ستلج کے پار بھی رہتے تھے۔ حضرت میاں عالم شاہ کو بچپن ہی سے درویشی کا شوق رہا۔ عجیب و غریب باتیں کیا کرتے اور بعض باتیں خارق عادت ہوتیں۔

ایک دن گھاس کھود کر لا رہے تھے کہ بھینسا بھوکا دیکھا۔ گھاس اس کے آگے ڈال دیا۔ ایک مرتبہ غلہ کی گٹھڑی سر پر رکھے آ رہے تھے۔ رستے میں بہت سے پرندے دیکھے۔ غلہ ان کے آگے چوگا چگنے کے لئے بکھیر دیا۔ ایام گرما میں مشک لے کر مسافروں کو پانی پلاتے

Marfat.com

رہتے تھے۔

آپ کا سلسلہ طریقت یوں ہے۔ میاں عالم شاہ مرید حضرت حافظ باقر چشتی کے وہ مرید حضرت محمد فاضل چشتی کے وہ مرید حضرت محمد حیات چشتی کے وہ حضرت امان اللہ چشتی کے وہ حضرت سید محمد سعید میراں بھیک رحمتہ اللہ علیہ و علیہم چشتی' صابری' قدوسی کے

تاریخ وفات صحیح معلوم نہیں۔ سلیم التواریخ کے اندازے کے مطابق ۱۲۳۳ھ میں حضرت میاں عالم شاہ کا انتقال ہوا۔ آپ کی عمر بوقت وفات پچاس اور ساٹھ سال کے درمیان تھی۔

آپ کا مزار نور محل میں نکودر جانے والی سڑک کے کنارے پر ہے۔ آپ کے مزار کے ساتھ تین گھماؤں اراضی معاف تھی۔ آپ کا مزار زیارت گاہ عام ہے۔ نور محل کے مشہور عالم مولانا کمل نے وصیت کی تھی کہ مجھے میاں عالم شاہ کے احاطے میں دفن کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم بھی آپ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ آپ ساری عمر مجرد رہے۔ آپ کے بھائی کی اولاد سے اسمٰعیل عرف سیلا آپ کا سجادہ نشین مقرر ہوا تھا۔ جو رائے پور میں رہتا تھا۔ میاں عالم شاہ کی طبیعت پر سکر غالب تھا۔ اکثر مستانہ حالت میں رہتے تھے۔ آپ کی بہت سی کراماتیں لوگوں میں مشہور تھیں۔ ایک دفعہ مستی کی حالت میں ایک کوڑی کو اچھا کر دیا۔ تمام ملوکڑے جو آپ کے جدی ہیں۔ آپ کے مزار پر نذرانہ بھیجا کرتے تھے۔

حضرت شاہ لطف اللہ چشتی' صابری قدس سرہ

آپ کی والدہ محترمہ حضرت میراں جی رحمتہ اللہ علیہ کی مریدہ تھیں۔ ایک مرتبہ میاں جی نے ان سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جو آپ کو فرزند عطا کرے گا اس کا نام لطف اللہ رکھنا۔" لہٰذا ایسا ہی ہوا۔

آپ انبالہ میں پیدا ہوئے۔ انبالہ ہی میں پرورش پائی۔ حضور میراں جی کی صحبت اختیار کی۔ چودہ سال کی عمر میں ظاہری علوم پر دسترس حاصل کر لی۔ حضرت شاہ عنایت جیو رحمتہ اللہ علیہ بہلول پوری (خلیفہ میراں جی) کا شہرہ سنا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی ریاضت سے متاثر ہو کر ریاضت کا شوق دامنگیر ہوا۔

Marfat.com

ابتدائی سلوک میں میاں محمد شاہ کرنالوی رحمتہ اللہ علیہ سے راہنمائی حاصل کی پھر حضرت میراں بھیک رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور جالندھر تشریف لاکر لوگوں کو تبلیغ کی ۔ آپ صاحب تصنیف تھے۔ آپ نے اپنے مرشد حضرت میراں بھیک رحمتہ اللہ علیہ کے حالات پر "ثمرات الفواد" کتاب تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب آری پریس دہلی سے ایک بار چھپی۔ اب نایاب ہے۔

آپ کی وفات ۲۰- ذی قعد ۱۱۸۰ھ میں ہوئی۔ جالندھر شہر سے باہر آپ کا مزار ہے۔

قطب عالم حضرت سید علیم اللہ چشتی، صابری، قدس سرہ

آپ کے والد گرامی کا نام سید عتیق اللہ رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ جو حضرت شاہ ابوالمعالی انیٹھوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ان کا مزار بیچ پیر کہلاتا تھا۔ حضرت خواجہ علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت حضرت شاہ ابوالمعالی رحمتہ اللہ علیہ سے تھی لیکن تکمیل حضرت میراں جی سے کی اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آدینہ بیگ خاں فوجدار دوآبہ جالندھر نے صدیق بیگ کو قصبہ نور محل (جالندھر) کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اس نے ایک سید کی ملک ضبط کرلی اور تیس روپیہ طلب کئے۔ سید صاحب آپ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ نے ایک سفارشی چٹھی صدیق بیگ کو لکھ کر بھیجی۔ اس نے چٹھی نامنظور کی اور کچھ نازیبا کلمات آپ کی شان میں کہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دوسرے ہی روز آدینہ بیگ نے صدیق بیگ کو جالندھر بلایا اور قید کر دیا اور تیس ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔

قطب عالم حضرت علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ ظاہری و باطنی علوم میں ماہر تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱- نزہتہ السالکین در سلوک و عثمان میراں بھیک (رحمتہ اللہ علیہ)

۲- انھار الاسرار شرح بوستان سعدی (رحمتہ اللہ علیہ)

۳- نثر الجواہر (مولانا میرزا خاں برکی محدث جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کی عربی کتاب الدر المرجان کا فارسی ترجمہ)

۴- شرح اخلاق ناصری

Marfat.com

۵- زبدۃ الروایات وغیرہ۔

تاریخ ولادت: ۲۳- جمادی الآخر ۱۱۰۹ھ

تاریخ وفات: ۱۶- صفر ۱۲۰۲ھ

لیکن آپ کا عرس ۵- محرم الحرام شریف کو ہوتا تھا۔ خلق کا اژدحام ہوتا تھا۔ سلسلہ چشتیہ، صابریہ و دیگر سلاسل کے بزرگان حاضر ہو کر فیضان حاصل کرتے تھے۔

آپ کا مزار بہشتی دروازہ کے نام سے مشہور ہے۔ جو ۶/۵ محرم کی شب کو کھلتا تھا۔ زائرین اس سے گزرتے تھے۔ مولانا نواب الدین چشتی، صابری، سنگوہی اور فقیر (مصنف) کے مرشد مولانا عبدالغنی چشتی دوسوہوی اکثر حاضری دیتے تھے۔ حضرت علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین مولانا نواب الدین سنگوہی سے بیعت تھے۔ مزار شریف کے دروازے پر آفتاب چشتیہ (۱۲۰۲ھ) مادہ تاریخ کندہ ہے۔ حضرت مفتی غلام سرور لاہوری ؒ نے قطعہ تاریخ یوں لکھا ہے:

حضرت علیم اللہ شاہ دوجہاں
ذات پاکش بود بر اوج شرف بدر منیر
قطب جنت مقتدا (۱۱۰۹ھ) تاریخ تولیدش بود
وصل سلطان متقی سید علیم اللہ پیر (۱۲۰۲ھ)

ایک جہاں نے آپ سے فیضان حاصل کیا۔ خلفاء آپ کے بے شمار ہیں۔ آپ کا مزار شریف شہر جالندھر کے مشرقی کنارے چھاؤنی کی سڑک کے قریب ہے۔ آپ کی اولاد سے کچھ حضرات ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ جو سالانہ عرس کرواتے ہیں۔ [1]

حضرت سید علی شاہ چشتی صابری قدس سرہ

آپ قطب عالم حضرت سید علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ہزارہا لوگوں کو پرفیض کیا۔ آپ کے مریدین میں سے ایک عالم باعمل

مولانا غلام رسول ساکن ٹانڈہ (جالندھر) تھے

مولانا نے آپ کی وفات کا مادہ تاریخ۔ ۱۲۰۱ھ رضی اللہ عنہ تخریج فرمایا۔ مزار شریف شہر کے اندر ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ محمد سعید چشتی' صابری قدس سرہ

آپ بھی قطب عالم حضرت علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے دریا تھے۔ تمام عمر طلبہ کی تربیت میں گزاری۔ ہزارہا انسانوں نے آپ سے فیضان ظاہری و باطنی حاصل کیا۔

آپ نے ۹- ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ جالندھر کے مضافات قصبہ راہوں میں مزار شریف مرجع ہر خاص و عام ہے۔

حضرت سید جان محمد چشتی' صابری قدس سرہ العزیز

آپ قطب عالم حضرت سید علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ و مرید تھے۔ موضع مدہ گھیراں (جالندھر) میں رہائش پذیر تھے۔ موضوع مدہ گھیراں اور اردگرد کے مواضعات اور جالندھر شہر کے لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔ آپ کا مزار پرانوار موضع مدہ گھیراں میں ہے۔ سن وفات معلوم نہیں۔

حضرت باباشیر محمد چشتی' صابری آپ حضرت سید جان محمد چشتی' صابری خلیفہ حضرت سید علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید صادق تھے۔ حضرت جان محمد صاحب مدہ گھیراں سے حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر اکثر حاضری دیا

سید نذیر اللہ شاہ اور سید ارشاد اللہ شاہ آپ کے خاندان کی یادگار ہیں۔

کرتے تھے اور اپنے مرشد کامل سید علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ یہیں باباشیر محمد صاحب کی ملاقات ہوئی۔ آپ کے زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی ولایت کے شہرہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ درگاہ حضرت امام صاحب کے سجادہ نشین بابا عمر بخش ناصری رحمتہ اللہ علیہ نے باباشیر محمد رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔

بابا عمر بخش ناصری رحمتہ اللہ علیہ

بابا عمر بخش ناصری رحمتہ اللہ علیہ نے باباشیر محمد رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ بابا عمر بخش' حضرت بابا سندھی سجادہ نشین درگاہ امام صاحب کی اولاد سے ہیں۔ ان دونوں کا مزار

Marfat.com

امام صاحب کے احاطہ صحن میں ہے۔ بابا شیر محمد صاحب کا مزار شہر جالندھر میں ہے۔

ماسٹر رحیم بخش چشتی، ناصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بابا عمر بخش کے صاحبزادے ہیں۔ والد کی وفات کے بعد درگاہ ناصریہ امام صاحب کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ کا شمار اہل دل اور اہل ذوق حضرات میں ہوتا تھا۔ اہل علم حضرات، صوفیا، علماء اور ادبا کی مجالس میں آپ کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ نے اپنے والد گرامی بابا عمر بخش سے فیضان حاصل کیا۔ جالندھر شہر کی معروف شخصیت تھے۔ مزار احاطہ امام صاحب میں ہے۔ ماسٹر رحیم بخش سلسلہ قادریہ میں بابا سائیں میراں شاہ صاحب کے مرید تھے۔ جو ہردوسوہہ ضلع ہوشیار میں رہتے تھے۔ وہ حضرات میراں شاہ شیخ پیر حسین شاہ کے خلفاء سے تھے۔ دوسوہہ میں آپ کے ہم عصر سائیں دیوان شاہ صاحب تھے۔ بابا میراں شاہ چودھویں صدی کے پہلے عشرہ ا میں جالندھر تشریف لائے تو ماسٹر رحیم بخش صاحب۔ ان سے متاثر ہو کر مرید ہو گئے۔ میراں شاہ جب بھی تشریف لاتے تو ماسٹر رحیم بخش صاحب کے ہاں ٹھہرتے تھے۔ ماسٹر رحیم بخش صاحب نے ۱۹۴۱ء میں انتقال فرمایا۔ بابا میراں شاہ کے باقی حالات سلسلہ قادریہ کے بزرگان میں۔ سائیں فضل شاہ کے ساتھ بیان ہوں گے۔

خلیفہ محمد صدیق ناصری، چشتی، صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ماسٹر رحیم بخش کے صاحبزادے ہیں۔ والد کی وفات کے بعد درگاہ ناصریہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ماسٹر رحیم بخش کے دور ہی میں حضرت مولانا نواب الدین سنکوہی خلیفہ سراج السالکین شاہ محمد سراج الحق قدس سرہ کا ورود جالندھر شہر میں ہو گیا تھا۔ مولانا کے علم و فضل و خطابت کا یہ حال تھا کہ شمس العلماء مولانا ولی محمد جالندھری نے فرمایا:

"میں سمجھتا تھا کہ میرے بعد جالندھر میں علم و فضل ختم ہو گیا۔ الحمد للہ مولانا کی آمد سے یہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ (ذکر پاکاں)" ماسٹر صاحب اور خلیفہ صدیق صاحب مولانا کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر مولانا سے بیعت ہو گئے اور روحانی فیضان حاصل کیا۔"

Marfat.com

خلیفہ محمد صدیق ناصری کی پیدائش ۱۸۹۴ء میں ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے گلی نمبر ۵ ۱۴ لہری شاہ پارک' محلہ شیخاں' پیر غازی روڈ اچھرہ لاہور میں مقیم ہوئے۔ غالباً ۱۴۰۰ھ (۱۹۷۹ء) میں وفات پائی۔ قبرستان اچھرہ لاہور میں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ بابا محمد جمال چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بستی شیخ درویش کے باشندے تھے۔ آپ نے حضرت سید علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت فرما کر عرفان میں کمال حاصل کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ آپ اپنے مرشد کی بارگاہ میں اکثر جالندھر شہر میں جا کر حاضری دیا کرتے تھے چونکہ غریب تھے اس لئے کھیتوں سے مٹی کے ڈھیلے اٹھا کر بارگاہ مرشد میں استنجا کرنے کو لے جاتے تھے۔ سید صاحب آپ سے کمال محبت رکھتے تھے۔ آپ مرشد کی خدمت میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔

بابا محمد جمال ایک دن مرشد کی کمر سے میل اتار رہے تھے کہ ایک زمیندار اپنے کھیتوں سے خربوزے لایا۔ حضرت نے خربوزے کاٹ کر تمام حاضرین میں تقسیم کئے لیکن بابا محمد جمال کو کوئی پھانک نہ دی۔ بابا محمد جمال کو اس واقعہ سے قلبی صدمہ ہوا اور خطرہ پیدا ہوا کہ شاید غریب جان کر حضرت نے مجھے فراموش کر دیا۔ یہ خطرہ پیدا ہوتے ہی آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ جونہی حضرت کی کمر پر اشک کے قطر گرے آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ بابا جمال کو روتے دیکھ کر فرمایا: "جمال میاں تم رو رہے ہو۔" عرض کیا: "حضور نے مجھے بھلا دیا۔" آپ نے فرط محبت سے میاں محمد جمال کو اپنے سینہ بے کینہ سے لگایا اور روحانیت کی دولت سے مالا مال کر دیا اور فرمایا: "جمال بابا! وہ تمہارا حصہ نہ تھا۔ تمہارا حصہ یہ ہے۔" آپ نے تربیت پا کر ہزارہا انسانوں کو نور اسلام کے فیضان سے مستفیض فرمایا۔

آپ کا مزار شریف بستی شیخ درویش سے مشرق کی طرف قبرستان میں واقعہ ہے۔ مزار شریف پر شاندار گنبد ہے اور پر کشش ہے۔ شیخ محمد جمال رحمتہ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔

Marfat.com

شیخ عبدالرحمٰن شیخ چراغ دین رحمتہ اللہ علیہ

ان کی قبور بھی والد کے ساتھ گنبد میں ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب کے صاحبزادرے میاں محمد حنیف صاحب تھے اور ان کے دو لڑکے میاں علی اور خادم علی تھے۔ میاں علی صاحب تقسیم ہند سے قبل سندھ میں اپنے مریدین سے ملنے آئے تو یہیں فوت ہو گئے۔ خادم علی ۱۷ محرم ۱۴۰۳ھ / ۴ نومبر ۱۹۸۲ء تک حیات تھے۔

شیخ چراغ دین مرحوم کے لڑکے میاں اللہ دتہ صاحب تھے۔ جو فیصل آباد جا کر فوت ہوئے۔ شیخ چراغ دین مرحوم کے ایک خلیفہ میاں منی تھے۔ جن کے سینکڑوں مریدین تھے۔ ۱۹۴۷ء میں بستی شیخ درویش جالندھر سے ہجرت کر کے ملتان میں قیام کیا۔ غالباً ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۰ء میں انتقال کیا۔

سید چراغ دین شاہ چشتی' صابری قدس سرہ

آپ سراج السالکین شاہ محمد سراج الحق چشتی صابری کرنالوئی ثم گورداسپوری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ موضع خانقاہ کھو کھین ریاست کپور تھلہ (ضلع جالندھر) میں لوگوں کو نور اسلام سے منور کرتے رہے وہیں آپ کا انتقال ہوا۔ مزار موضع کھو کھین میں ہے۔ ان کے خلیفہ موج دریا اور جھنڈے شاہ تھے۔ یہ حضرات بھی کاملین میں سے تھے۔

(مولانا غلام ربانی")

حضرت سید حافظ باقر قدس سرہ العزیز رحمتہ اللہ علیہ

آپ سادات گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ اپنے وقت کے ارباب کمال میں بیان کیے جاتے ہیں۔ آپ اکثر و بیشتر حضرت امام ناصرالدین" کے مزار شریف پر حاضر ہو کر اکتساب فیوض و برکات فرماتے رہے ہیں آپ کے حصول فیضان کا ایک واقعہ خاص طور پر مشہور ہے۔ روایت یوں بیان کی جاتی ہے:۔

"شروع زمانہ طالب علمی میں آپ کو حفظ قرآن کا بڑا شوق تھا لیکن جو حفظ کرتے تھے بھول جایا کرتے تھے۔ اس دوران آپ ازحد پریشان رہا کرتے تھے۔ آپ اکثر امام صاحب کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر دعا بھی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ الحاح و زاری

Marfat.com

سے دعا مانگ رہے تھے کہ آپ پر غنودگی طاری ہو گئی اس حالت استغراق میں خواجہ امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ مزار شریف سے باہر تشریف لائے اور آپ کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ جب آپ حالت استغراق سے باہر آئے تو آپ حافظ قرآن تھے۔" سبحان اللہ۔

یہ واقعہ حافظ صاحب کی اولاد میں مشہور ہے۔ اس واقعہ کو جالندھر کے مشہور عالم و مفتی عبدالقیوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا۔ (ذکر پاکاں)

آپ حضرت علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ آپ کا مزار شریف پنج پیر کے ساتھ ہی ہے۔

حضرت مولانا شاہ نظام الدین فاروقی چشتی' صابری رحمتہ اللہ علیہ

آپ شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ بابا جی کے سجادہ نشینوں سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

خواجہ محمد نظام الدین بن--- خواجہ محمد حسین--- بن خواجہ قطب زماں اللہ جوایا بن خواجہ شرف الدین--- بن خواجہ محمد یار--- بن خواجہ غلام رسول بن خواجہ عبدالسبحان شہید--- بن خواجہ محمد یوسف--- بن خواجہ شیخ محمد سعید بن خواجہ محمد اشرف--- بن خواجہ محمد ابراہیم--- بن خواجہ فیض اللہ--- بن شیخ تاج الدین--- بن خواجہ شیخ فرید ثانی--- بن شیخ ابراہیم بن شیخ شہاب الدین--- بن شیخ عطاء اللہ--- بن شاہ احمد--- بن شیخ محمد یونس--- بن شیخ بہاء الدین--- بن شیخ نور الدین بن شیخ منور میسی دم--- بن شیخ محمد فضیل--- بن شیخ معز الدین--- بن قطب عالم علاؤ الدین رحمتہ اللہ علیہ و علیہم اجمعین --- بن امام العارفین حضرت بدرالدین سلیمان قدس سرۃ العزیز--- بن شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود گنج شکر فاروقی چشتی قدس سرۃ العزیز۔

پیر محمد شاہ صابری رحمتہ اللہ علیہ جو شیخ مولانا نظام الدین کے مرید و خلیفہ ہیں نے اپنی تصنیف "نظام التوحید" میں لکھا ہے کہ بابا گنج شکر نے اپنے فرزند اکبر شیخ بدرالدین سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کو بادشاہ دوجہاں سید مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرۃ العزیز سے خلافت دلوائی تھی۔

Marfat.com

چلا بابا سے سوئے فرید الدین
وہی نور خدائے عرش بریں
ملا لقب سلیمان کا وہیں
یا بدر الدین سلیمانی
خواجہ گنج شکر نے اے بھائی
صابر سے خلافت دلوائی
محبوب سے پگڑی بندھوائی
اے بدر الدین سلیمانی

(شجرہ شریف منظوم سجادہ نشیناں بدریہ فریدیہ عالیہ بنام شاہ و شیخ محمد بدر الدین سلیمان ولایت فرزند اکبر جناب بابا فرید الدین گنج شکر مسعود العالمین رحمتہ اللہ علیہ)
(نظام التوحید' تصنیف پیر محمد شاہ)

حضرت شیخ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شاہ محمد حسن رام پوری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت فرمائی اور موضع دھولیہ شریف ضلع جالندھر میں لوگوں کو نور اسلام سے منور کرنے کے لئے سکونت اختیار کی۔ سلسلہ بیعت یوں ہے: شیخ نظام الدین مرید شیخ شاہ محمد حسن حنفی قدوسی رام پوری متوفی ۲ شعبان ۱۳۱۳ھ مرید خلیفہ میاں امیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۲۳ صفر ۱۲۹۰ھ مرید و خلیفہ صاحبزادہ غلام شاہ چشتی' صابری قدوسی حنفی متوفی ۷ جمادی الثانی ۱۲۴۳ھ مرید و صاحبزادہ و خلیفہ قطب الدین ملا فقیراخون شاہ عبدالکریم حنفی چشتی صابری قدوسی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۳ شعبان ۱۲۰۶ھ مرید و خلیفہ غوث الدارین حضرت شاہ عنایت جیو رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۵ رمضان ۱۱۹۵ھ مرید و خلیفہ حضرت سید محمد سعید الخاطب میراں بھیک چشتی' صابری رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۵ رمضان ۱۱۳۱ھ مولانا شاہ نظام الدین کی وفات چودھویں صدی کے درمیان میں ہوئی۔ مزار اقدس دھولیہ ضلع جالندھر میں ہے

آپ خلیفہ سید محمد پیر شاہ ساکن دھولیہ معروف انسان تھے۔ آپ نے اپنے مرشد کے ارشادات کو کتاب "نظام التوحید" میں ۲۷ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ کو بحکم مرشد قلمبند کیا ہے۔ اللہ والے کی قومی دوکان نے اس کتاب کو شائع کیا ہے۔ تصوف و معرفت پر بہترین کتاب ہے۔

Marfat.com

بابا فیضے شاہ چشتی صابری

سائیں فیضے شاہ مست سالک تھے جو کچھ زبان سے فرماتے تھے۔ خدا تعالیٰ وہ فرما دیتا تھا۔ باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ سلسلہ چشتیہ ' صابریہ میں حضرت شاہ اللہ رحمتہ اللہ علیہ جالندھری سے بیعت تھے۔ حضرت شاہ اللہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت سید علیم اللہ چشتی ' صابری رحمتہ اللہ علیہ سے منسلک تھے۔ آپ کی خانقاہ پختہ نور محل جالندھر میں ہے۔

مولوی حاجی عبد العزیز چشتی ' صابری رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے والد مولوی اسماعیل صاحب بڑے عالم فاضل تھے۔ ارائین قبیلہ خاندان کی گوت راح تھی۔ مولوی اسماعیل صاحب موضع سوجو کالیہ سے ہجرت کر کے موضع فتو ڈھینگہ میں آکر رہائش اختیار کی۔ اسی موضع میں مولوی عبد العزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ ۶ ذ-حعقد ۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے تعلیم پائی۔ علم منطق مولوی ابراہیم ساکن بوٹ جالندھر سے حاصل کیا۔ مولوی رحمت علی مہاجر مکی ' مولوی ابو سعید شاہ اور شاہ عبد الغنی مہاجر مدنی سے دہلی میں جاکر سند حدیث حاصل کی۔ اول مولوی غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ ساکن قلعہ میاں سنگھ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ جن کا سلسلہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے اور پھر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت فرما کر سلسلہ چشتیہ ' صابریہ اور قادریہ میں صاحب مجاز ہوئے۔ حنفی المذہب میں جید عالم ' پاکیزہ اخلاق بزرگ تھے۔ لوگوں کو روحانی تربیت دیتے تھے۔ لوگ آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ تین مرتبہ حج کیا اور مدرسہ جاری کیا۔

موضع فتوڈھینگہ ریاست کپورتھلہ میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفن ہیں۔ ان کے صاحبزادے مولوی عزیز الرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ تھے اور یہ حاجی عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۶ صفر ۱۲۸۱ھ میں فتوڈھینگہ میں ہوئی۔ اپنے والد سے تعلیم پائی انہی سے بیعت کی اپنے علاقہ میں حنفی عالم مشہور تھے۔ علاقہ کے لوگ فتویٰ کے لئے آپ سے رجوع کرتے تھے۔ ان کی مسجد وسیع اور عالی شان تھی۔ لوگ بارہ بارہ کوس سے (۱۵ میل) ان کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے آتے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے مولوی عزیز الرحمٰن اہل مولوی عبد العزیز ابن مولوی اسماعیل ابن حضرت محمد وارث (یہ کامل ولی تھے)

Marfat.com

اہل حضرت محمد ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ (سلیم التوارنج)۔

حضرت میاں غلام بھیکھ چشتی

آپ شمس الہند مولانا ولی محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی ہیں۔ سلسلہ چشتیہ میں صاحب مجاز تھے۔ موضع پتارہ جالندھر میں قیام تھا۔ آپ کے مریدین میں حکیم صدرالدین اور حکیم بدرالدین پسران حکیم قطب الدین مرحوم کے صاحبزادے جو اپنے علاقہ میں ممتاز اور مشہور طبیب تھے یہ حضرات شاہ الٰہی بخش قادری فاضل رحمتہ اللہ علیہ کے قریبی احباب میں سے تھے۔ (سلیم التوارنج)

میں سے تھے۔ (سلیم التوارنخ)

حضرت میاں غوث محمد خاں چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

آپ بستی دانشمند کی انتہائی برگزیدہ اور واجب الاحترام ہستیوں کی صف اول میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام غلام محمد خاں تھا جو محمد سعید خاں بن محمد پتارہ خاں کے بیٹے تھے۔ آپ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے معروف بزرگ حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ قدس سرۂ العزیز گولڑہ والی سرکار سے بیعت تھے۔ آپ کی اسلامی تعلیم و تربیت بچپن ہی سے والدین کے زیر سایہ پختہ ہو چکی تھی۔ اس لئے اوائل عمری ہی سے آپ کی طبیعت کا رجحان زندگی کے دیگر لوازمات کے علاوہ زیادہ تر مذہبی معاملات کی طرف راغب ہوتا تھا۔

عشق رسول | آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ اس قسم کا گہرا اور گہرا لگاؤ تھا کہ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے یا حضور کا کہیں ذکر آ جاتا تو خلوص و محبت کے چشمے اچھل کر آپ کے رخساروں کو نمناک کر دیتے تھے۔ آپ کی پاکیزگی اور طہارت کا یہ عالم تھا کہ آپ جلوت و خلوت میں عموماً باوضو رہتے تھے۔ حتیٰ کہ بستر خواب پر بھی باوضو سوتے تھے۔ اکثر درود و سلام کا ورد کرتے رہتے تھے۔

خدمت خلق | آپ ہر ایک کی مشکلات اور مصائب میں کام آتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اکل حلال ہی سے دل میں نور کی شمع روشن ہوتی ہے۔ حرام کھانے والوں کے چہرے اگرچہ روشن اور رنگدار ہوتے ہیں لیکن ان کے دل انسانی شرف سے محروم اور تاریک ہوتے ہیں۔ آپ مزارعین سے فرمایا کرتے تھے: "تم لوگ زمین کی پیداوار کے

Marfat.com

اصل مالک ہو جو اپنا خون جگر دے کر فصلیں پیدا کر کے انسانیت کی خدمت کرتے ہو۔ اس لئے تیار شدہ فصل سے پہلے اپنی ضروریات کا حصہ نکال لیا کرو اور جو باقی بچے میرے نان و نفقہ کے لئے گھر چھوڑ جایا کرو۔"

اس طرح زمیندارہ کی جو آمدن آپ کے حصہ میں آتی تھی اس میں سے بھی بہت کم اپنی ضرورت پر خرچ کرتے تھے زیادہ تر حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ آپ صاحب کشف و کمال ہستی تھے۔

کرامات آپ سراپا کرامت تھے۔ ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ حج بیت اللہ کی زیارت کے لئے تیار ہوئے۔ احباب و اقرباء نے عرض کیا کہ اچانک آپ نے اتنے بڑے مقصد اور طویل سفر کے لئے تیاری کر لی ہے لیکن زاد سفر کا فوری انتظام کیسے ہو گا۔ فرمایا ارادہ سفر مقدس میرا کام تھا اور زاد راہ کا سبب اللہ تعالیٰ نے بنانا ہے وہ میرا کام نہیں چنانچہ گھر سے نکلے بمبئی پہنچے اور بحری جہاز میں بیٹھ کر جدہ شریف جا پہنچے۔ حج ادا کیا' روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوئے اور واپس گھر آئے ۔

پلے خرچ نہیں بندھ دے پنچھی تے درویش
جنہاں تقویٰ رب دا انہاں رزق ہمیش

طریقہ زندگی آپ جب کسی سے باتیں کرتے تو عالمانہ' فقر دوستی' پیار و شفقت کی باتیں کرتے۔ آپ شب بیدار تھے غرضیکہ ہر پہلو سے اولیائے سلف کی زندگی کا نمونہ تھے۔ لوگ آپ کو یقینی مستجاب الدعوات سمجھتے تھے۔ لوگ صبح ہی صبح آپ کی زیارت کے لئے آتے اور اسے باعث برکت سمجھتے۔ حضرت میاں غلام جیلانی نقشبندیؒ کی وفات کے بعد فوت ہوئے۔ (سن اور تاریخ کا علم نہیں ہو سکا) اور انہی کے مزار کے جنوب میں کوٹ صدیق کے متصل دفن ہوئے۔ (بستی دانشمند)

آپ کی اولاد میں اسرار محمد خاں (ریٹائرڈ سپرنٹینڈنٹ کراچی) اور نیاز محمد خاں بی۔ اے علیگ (ریٹائرڈ سپرنٹینڈنٹ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد) ہیں۔ ان کے حالات افاغنہ جالندھر صفحہ ۲۰۹/۲۱۰ء پر درج ہیں۔

Marfat.com

صوفی علی بخش چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

صوفی علی بخش جالندھر کے نواحی گاؤں سنگھ پور میں پیدا ہوئے۔ سنگھ پور جالندھر شہر سے چودہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ ذرا ہوش سنبھالا تو ملتان میں آکر محنت مزدوری کرنے لگے لیکن ساتھ ہی ساتھ دینی تعلیم بھی مدرسہ حسین گاہی میں حاصل کی۔ علم طب بھی ملتان میں پڑھا۔ ملتان ہی میں مولانا خواجہ نواب الدین چشتی صابری کے دست اقدس پر بیعت کی۔ آپ عربی' فارسی میں خاصی دسترس رکھتے تھے۔ ان کے مرشد مولانا نواب الدین رحمتہ اللہ علیہ انہیں سعدی جالندھر کہتے تھے۔ آپ اکثر اپنے مرشد کے ہمراہ سفر میں رہتے تھے۔ آپ کو اپنے مرشد کے ساتھ خاص عقیدت تھی اور مرشد کو ان کے ساتھ والہانہ پیار تھا۔ مولانا عبدالغنی چشتی صابری سے دوستانہ مراسم تھے اور صوفی صاحب سے ملنے آپ ان کے گاؤں سنگھ پور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مرشد کی وفات کے آخری ایام میں آپ موجود تھے۔ آپ کو فخر حاصل ہے کہ اولین مریدین میں بھی آپ ہیں۔ اور آخری ایام میں بھی اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر تھے۔ ستمبر ۱۹۴۶ء میں آپ ہیضہ کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور اپنے مولا سے جا ملے۔

ان کی اولاد میں جناب چوہدری غلام محمد نذر صابری اٹک میں مقیم ہیں۔ ان کے مختصر حالات آئندہ صفحات پر ہوں گے۔ انشاء اللہ! صوفی علی بخش صاحب اپنے مرشد کے پروانے تھے۔ مولانا عبدالغنی صابری کے احباب میں سے تھے۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کو خوب سمجھے ہوئے تھے۔ درد کاکوروی کی تحریروں کے عاشق تھے۔ اپنے مرشد کی معیت میں کوہستان شوالک کے بعض اسفار میں شریک سفر رہے۔ عربی' فارسی پر اچھا عبور حاصل تھا۔ سعدی او، رومی کے کلام کا بطور خاص مطالعہ کرتے تھے۔ مرشد نے انہیں سعدی کا خطاب دیا تھا۔ طب میں تپ دق اور دیوانگی تک کے کامیاب معالج تھے۔ حکیم غلام قادر قادری نوشاہی جالندھری کے دوستوں میں سے تھے۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ مرشد سے ملاقات کرنے والے آخری مرید تھے۔ اس واقعہ کے چند روز بعد مرشد یعنی مولانا نواب الدین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ آپ ستمبر ۱۹۴۶ء میں بعارضہ ہیضہ فوت ہوئے۔ (چوہدری نذر صابری ابن صوفی علی بخش" تحریر ۱۹۹۶ء-۲-۱۳ بنام فقیر مصنف)

Marfat.com

سلسلہ قادریہ

حضرت پیر شیخ برہان الدین خان قادری قدس سرہ العزیز

(جنہوں نے بستی مٹھو صاحب آباد کی۔)

سلسلہ نسب۔ پیر برہان الدین بن حضرت شاہ قاسم سلیمانی بن شیخ مٹے بن شیخ عمر بن حضرت خلیل محمد خان مورث اعلیٰ افاغنہ بستی مٹھو صاحب رحمہم اللہ۔ حضرت برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ کے آباء و اجداد پشاور کے نواحی علاقہ جات یعنی دریائے باڑہ کے بائیں کنارے اور خیبر کے قرب و جوار میں رہتے تھے۔ ان کی رشتہ داریاں قندھار میں بھی پائی جاتی تھیں۔ یہ حضرت چار مختلف قبیلوں میں رہتے تھے۔ خلیل مٹے زئی' بارو زئی' طلاء زئی اور اسحاق زئی میں تقسیم تھے۔ ان افغانوں کے مورث اعلیٰ کا نام حضرت خلیل محمد خاں قدس سرہ العزیز تھا۔

مختصر حالات بزرگان شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خلیل محمد خاں رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ قادریہ کے بلند مرتبت بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے بہت تبلیغ فرمائی۔ اشاعت اسلام میں بہت حصہ لیا۔ ان کے صاحبزادے اور سجادہ نشین حضرت شیخ محمد عمر خاں رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ ان کے نو صاحبزادے تھے۔ آٹھ یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے۔ اور صرف حضرت شیخ مٹے رحمتہ اللہ علیہ المعروف بہ قدام زندہ رہے۔ یہی اپنے والد شیخ محمد عمر کے بعد واحد جانشین مقرر ہوئے۔ شیخ مٹے اپنے زہد و تقویٰ' تواضع و تورع کی بناء پر بہت ہر دلعزیز سمجھے جاتے تھے۔ افغان قبائل اور ان کے سردار ایک بڑی تعداد میں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ آپ کی بزرگی و عظمت کا لوہا دور دور تک مانا جاتا تھا۔

حضرت شیخ مٹے رحمتہ اللہ علیہ کی شادی افغانوں کے ایک ممتاز قبیلہ "میاں یا میار" کی ایک نیک سیرت خاتون سے قرار پائی۔ جن کا سلسلہ اجداد حضرت سید محمد حسین گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا تھا۔ اس طرح یہ خاندان نجیب الطرفین ہونے کی بناء پر

Marfat.com

افغانستان کے جملہ افغان قبائل سے امتیازی حیثیت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔
شیخ متے علیہ الرحمت کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا۔ آپ نے اس کا نام شاہ قاسم رحمتہ اللہ علیہ رکھا جو آگے چل کر حضرت شاہ قاسم سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ لہٰذا بستی مٹھو صاحب جالندھر کے افغان خاندان کو اسی بابرکت اور بزرگ ہستی کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت شاہ قاسم سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ آپ ۹۵۶ھ مطابق ۱۵۴۹ء پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل اس عہد کے بزرگ اور باکمال ہستیوں نے آپ کے والد شیخ متے یعنی حضرت قدام رحمتہ اللہ علیہ کو بشارت دی تھی۔ "آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو پیدائشی ولی ہو گا۔ اس کی خیرو برکت سے دنیا فیضیاب ہو گی چنانچہ لاکھوں افغان شاہ قاسم سلیمانی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔"

لیکن علماء اور متعدد صوفی لوگوں نے حسد کی بناء پر آپ کے خلاف شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دربار میں شکایات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اکبر کو بھی آپ کی ذات اور آپ کی دن بدن بڑھتی ہوئی شہرت و مقبولیت سے ایک قسم کا خطرہ پیدا ہوا۔ چنانچہ بادشاہ نے آپ کو لاہور طلب کر کے اپنے ایک جرنیل باقی خان کی زیر نگرانی قلعہ چنار گڑھ روانہ کیا اور آپ کو لاہور سے براستہ لدھیانہ دہلی لایا گیا۔ جمعہ کے دن آپ دہلی پہنچے۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر اپنے تمام مریدوں کو فرمایا کہ وہ اب اپنی اصل آرامگاہ کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ اس طرح دہلی سے روانہ ہو کر آپ کو چھ دن کے لئے آگرہ میں رکھا گیا اور وہاں سے براستہ فتح پور بذریعہ کشتی چنار پہنچایا گیا۔ ۲۵ رجب ۱۰۱۵ھ مطابق م ۱۶۰۶ء حضرت شاہ قاسم سلیمانی قدس سرہ قلعہ چنار میں پہنچائے گئے اور قلعہ کے اندر خان اعظم (اکبر) کے محل میں انہیں ٹھہرایا گیا۔

اکبر نے آپ کو دربار میں بلا کر تبادلہ خیالات کرتے وقت اپنے نئے مذہب "دین الٰہی" کو اپنانے کی دعوت دی۔ مگر آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اکبر نے آپ کو ابوالفضل کے پاس بھیج دیا۔ ابوالفضل نے آپ کو کئی دن تک مہمان رکھا اور آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر شہنشاہ اکبر سے التجا کی آپ کو اپنے وطن جانے کی اجازت دے دی جائے چنانچہ اکبر نے حضرت شاہ قاسم سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ کو لاہور سے

Marfat.com

رخصت ہو جانے کی اجازت دے دی۔ آپ نے لاہور سے رخصت ہو کر بغداد کی طرف رخت سفر باندھا۔

جب آپ ایران اور ترکستان سے ہوتے ہوئے مشہد پہنچے تو یہاں کے شیعہ علماء نے آپ کو تکلیف پہنچانا چاہی لیکن آپ اپنے تدبر سے اپنے آپ کو بچا کر صاف نکل گئے اور بغداد جا پہنچے۔ بغداد کے قیام کے دوران خلفاء و فقراء قادریہ نے آپ کو ہندوستان اور افغانستان کی تبلیغ کے لئے دستار خلافت سے شرف یاب کیا لہٰذا آپ سلسلہ قادریہ کی خلافت لے کر واپس وطن پہنچے۔

جب لوگوں نے آپ کی وطن تشریف آوری کی خبر سنی تو لاکھوں عقیدت مند آپ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہونے شروع ہوئے۔ ان دنوں جہانگیر ہندوستان پر حکمران تھا۔ مذہب کے نام پر ایک طرف روشنائیوں کی مغلوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ شروع تھا تو دوسری جانب شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کی حکومت کے ساتھ آویزش زوروں پر تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی کو قلعہ گوالیار میں نظربند کیا ہوا تھا۔

جہانگیر نے شیخ شاہ قاسم سلیمانی کی مقبولیت کے پیش نظر آپ کو گرفتار کئے جانے کے احکام جاری کئے۔ آپ کی اچانک گرفتاری کی خبر سن کر اسی ہزار عقیدت مندوں نے حکومت کے خلاف جنگ کرنے کا منصوبہ بنایا مگر آپ نے انہیں اس ارادے سے باز رکھا۔ لدھیانہ کے مقام پر چند جانثاروں نے اپنی جان پر کھیل کر آزاد کرانے کی کوشش کی تو آپ نے انہیں رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کی تلقین فرمائی نیز تشدد آمیز اقدامات سے منع کیا چنانچہ آپ کو چنار گڑھ میں قید کر دیا۔

ایک روایت ہے چونکہ آپ بہت بڑے بزرگ تھے۔ انہیں جب گرفتار کر کے دہلی کے قلعہ میں لایا گیا تو ہر روز مغرب کے وقت آپ کی زنجیریں خود بخود ٹوٹ جاتی تھیں۔ آپ کی اس کرامت کا علم جب بادشاہ کو ہوا تو انہوں نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ میری وفات کے بعد بھی بادشاہ میرے مدفن پر حاضر ہونے کی جسارت نہ کرے۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ ایک تیر کو آگ لگا کر قلعہ کے باہر پھینکیں اور جس جگہ یہ تیر جا کر گرے وہیں ان کا مدفن بنایا جائے۔ جب تیر

Marfat.com

پھینکا گیا تو تیر قلعہ کی دیوار کے قریب گرنے لگا تو آپ نے فرمایا: "ٹک اور ٹک اور" یعنی ذرا آگے ذرا آگے لہٰذا تیر جس جگہ گرا اسی جگہ مدفن بنایا گیا اور اس جگہ کا نام "ٹک اور یا ٹکور" آج تک مشہور ہے۔ آپ کا انتقال ۱۹ جمادی الثانی ۱۰۱۶ھ میں ہوا۔ شہنشاہ جہانگیر نے آپ کے مزار کے لئے مطابق فرمان محررہ ۱۰۳۰ھ موضوع ٹکور میں تیس بھیگہ اراضی تفویض کی جس پر لگان یا مالیہ وغیرہ معاف تھا اور شاہ جہاں بادشاہ نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے مطابق فرمان ۱۰۵۴ھ پچاس بھیگہ اراضی موضع درگاہ میں عطا کی اور مابعد بادشاہ فرخ سیر نے متعدد دیہات اور ایک بڑی جاگیر دے کر اس میں مزید اضافہ کیا جو مزار کے نام پر وقف ہے۔

عرس آپ کا سالانہ عرس بڑی دھوم دھام سے ۱۷ تا ۲۱ جمادی الاول منعقد ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر ایصال ثواب کے لئے فاتحہ اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ مساکین و فقراء کے لئے کھانا تقسیم کیا جاتا ہے اس کے علاوہ ہر سال ماہ چیت میں ہر جمعرات کے دن مہینہ میں چار میلے لگتے ہیں۔ پہلا میلہ جھاڑو بہارو یعنی خاکروبوں کا ہوتا ہے۔ دوسرا میلہ دھوبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں اطراف و جوانب سے دھوبی شرکت کرتے تھے۔ تیسرا میلہ انصاروں کا ہوتا تھا یہ لوگ اور ان کے اسلاف آپ کی دعوت پر مسلمان ہوئے تھے۔ چوتھا بڑا میلہ کہلاتا ہے اس میں ہزاروں کی تعداد میں بلاامتیاز ہندو اور مسلمان شرکت کرتے تھے۔

آپ کے روضہ پر سماع کی اجازت نہ تھی۔ مزار شریف پر پھولوں کے علاوہ منوں کے حساب سے روزانہ الائچیاں بطور نذرانہ پیش کی جاتی تھیں۔ مزید برآں تانبے کے سکے بغرض چراغاں ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتے تھے۔

شادیاں اور اولاد آپ نے تین شادیاں کیں اور تینوں سے آپ کی اولاد ہوئی۔ آپ کے دوسرے قبیلے سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شاہ کبیر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ آپ کا مزار بہادر شاہ کے حکم سے قنوج میں تعمیر ہوا۔ تیسرے قبیلے سے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام شیخ محمد واصل رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ جو چنار میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہیں۔ انہوں نے اپنے والد کی یاد میں ایک خوبصورت منقش دروازہ ایک ساون بھادوں نام کا فوارہ اور ایک رنگین شیش محل تعمیر کرائے۔ حضرت شیخ واصل کے دو صاجزادے شیخ محمد افضل رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ اور شیخ محمد حکیم رحمتہ اللہ علیہ تھے جو ایک ہی سال اپنے والد کی زندگی میں وفات پا گئے نیز اسی سال حضرت شیخ محمد واصل رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ تینوں ایک ہی جگہ دفن ہوئے۔

پہلے قبیلہ سے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ تھا چنانچہ یہی وہ بزرگ اور بابرکت ہستی ہیں جن کے توسط سے حضرت شاہ قاسم سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ کی نسل جاری ہوئی۔ بستی مٹھو صاحب کے افاغنہ کو آپ کی نسل ہونے کا شرف حاصل ہے۔

جالندھر میں آمد حضرت برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ جالندھر میں حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے ایک لڑکے کی شادی میں شمولیت کے لئے تشریف لائے۔ اس خطہ کی آب و ہوا' افغانوں کی کثرت اور ان کی طرز معاشرت سے متاثر ہو کر آپ نے اسی جگہ مستقل رہائش اختیار کر لینے کا فیصلہ کر لیا اور مقامی مالکان سے اپنی رہائش کے لئے اراضی خرید کر اس جگہ اپنی بستی آباد کی۔ اس بستی کا ابتدائی نام بستی برہان الدین تھا۔ بعد میں یہ بستی آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت میاں مٹھو صاحب کے نام پر بستی مٹھو صاحب مشہور ہوئی جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ تھے۔ آپ نے وہاں ایک قلعہ بنوایا اور قلعہ کے جنوب مغرب میں ایک شاندار مسجد بنوائی جس کے نقش نگار ۱۹۴۷ء تک اپنی خوبصورتی کا پتہ دیتے تھے۔ مسجد پر ایک ہی گنبد تھا۔ دائیں بائیں دو برآمدے تھے۔ وسیع و عریض صحن تھا۔ دو حجرے تھے۔ یہاں بیٹھ کر آپ تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ ایک مقبرہ بھی بنوایا تھا جس میں اس خاندان کی قبور ہیں شیخ برہان الدین اپنے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے پانچ بیٹے تھے۔

۱۔ **حضرت کمال الدین رحمتہ اللہ علیہ** ان کے دو لڑکے تھے۔ (الف) محمد معصوم" لاولد تھے۔ (ب) عبدالرسول" ان کے ہاں صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

۲۔ **حضرت محمد صالح رحمتہ اللہ علیہ** ان کی نسل اب تک جاری ہے ان کے حالات اگلے صفحات پر ہوں گے۔

۳۔ **حضرت محمد مسلم** ان کا شجرہ نسب آئندہ صفحات پر بیان ہو گا۔

۴۔ **حضرت میاں مٹھو صاحب** ان کا شجرہ بھی آئندہ صفحات پر بیان ہو گا۔

۵۔ **حضرت شمس الدین** حضرت شمس الدین" لاولد تھے۔

Marfat.com

حضرت شیخ پیر غلام محی الدین

حضرت محمد صالح ابن حضرت شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے۔

۱۔ حضرت پیر غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ ۲۔ غلام قادر ۳۔ غلام کبیر ۴۔ غلام فرید۔ حضرت پیر غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے دادا کے بعد اپنے اجداد کی جانشینی کا اولین شرف حاصل ہوا۔ آپ نے تا زیست اپنے اس سلسلہ قادریہ کی تبلیغ و اشاعت کا کام مستعدی سے جاری رکھا اور آپ کی تبلیغ سے ہزاروں ہندو خاندان حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ صاحب تصرف اور صاحب نظر تھے۔ جس پر نظر پڑ جاتی وہ اسلام کی طرف کھنچا آتا۔ غالباً آپ کا زمانہ وفات شہنشاہ اورنگ زیب کا تھا۔ انتقال کے بعد اپنے خاندانی مقبرہ روضہ مٹھو صاحب میں دفن ہوئے۔

شجرہ شیخ محمد صالحؒ ابن شیخ برہان الدینؒ

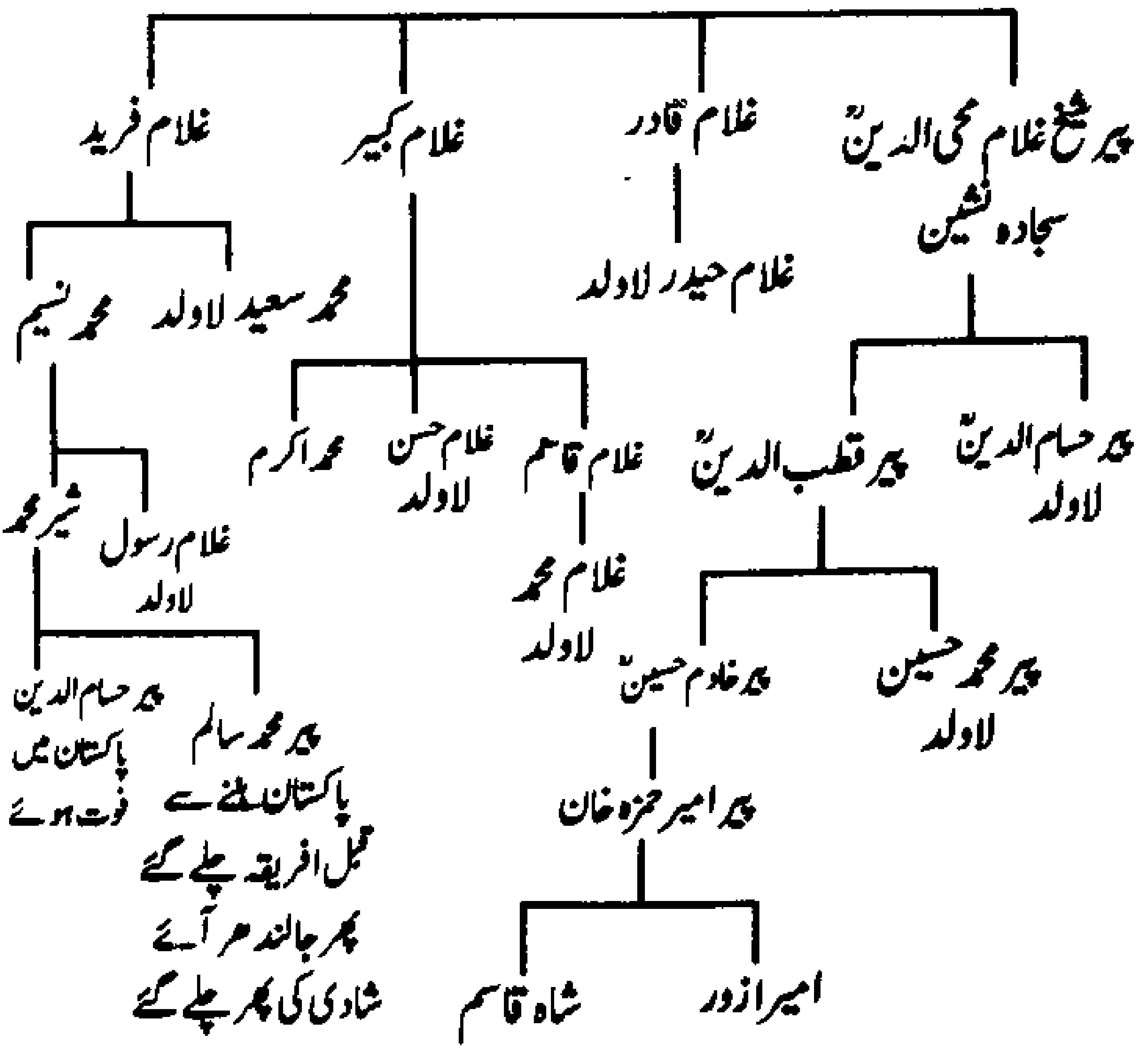

Marfat.com

حضرت شیخ پیر قطب الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت پیر غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ سلسلہ قادریہ کے گدی نشین ہوئے۔ آپ حد درجہ غریب پرور' متواضع نہایت شیریں کلام اور جادو بیان تھے۔ آپ کی خصوصیت ہی کا یہ اعجاز تھا کہ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم آپ کے دست پاک پر بیعت ہوتے تھے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے لئے حاضر رہتے۔ لوگ دور دور سے آتے اور مسلمان ہوتے۔

رکاوٹیں | آپ کی ان اسلامی سرگرمیوں کو روکنے اور محدود کرنے کے لئے بنارس کے متعصب ہندو اکابرین نے ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر آپ کے روحانی تصرف کو روکنے کے لئے کوششیں جاری کیں۔ لیکن انہیں ہر دفعہ منہ کی کھانی پڑی۔ اور ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑا۔

ان دنوں انگریز ہندوستان پر مسلط تھا اور ان حکمرانوں کو مسلمانوں سے چڑ تھی۔ ہندو نوازی کا خبط ان کے اذہان پر سوار تھا لہٰذا ہندوؤں اور انگریز حکمرانوں کی ملی بھگت سے آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کو روکنے کی مذموم کوششیں شروع ہوئیں۔

مقدمہ | آپ کی ذات گرامی کو امن عامہ کے لئے خطرہ کا باعث ٹھہرایا گیا اور ایک ضمیر فروش مسلمان کو حکومت نے اپنی زیر نگرانی مزار عالیہ قادریہ روضہ شیخ برہان الدین اور شیخ محی الدین اور خانقاہ کی جاگیر کا دیوان مقرر کر دیا۔ آپ نے حکومت کے اس جابرانہ اقدامات کے خلاف الہ آباد ہائیکورٹ میں استقرار حق کا دعویٰ دائر کیا۔

وفات | لیکن اثنائے مقدمہ آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انہیں روضہ مٹھو صاحب میں دفن کیا گیا چونکہ آپ کے صاحبزادے ابھی عہد طفولیت میں تھے۔ مقدمے کی پیروی نہ ہو سکی۔ دعوی داخل دفتر ہوا۔ اس طرح تبلیغ کا سلسلہ منقطع ہو کر رہ گیا۔ بعد میں سلسلہ کو آگے بڑھانے والا کوئی فرد پیدا نہ ہوا۔

پیر خادم حسین خاں رحمۃ اللہ علیہ

۔ آپ پیر قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ ابھی عالم طفولیت ہی میں تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اگرچہ آپ اس خاندان عالیہ قادریہ کی

Marfat.com

معروف اور ممتاز شخصیات کی صف اول میں ہیں اور اجداد کرام کی سجادہ نشینی کا بھی فخر حاصل تھا۔ اخلاق حمیدہ کے بھی مالک تھے لیکن روحانیت کا وہ حصہ جو ملنا چاہئے تھا اس سے محروم رہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ والد کا سایہ نہ رہا۔ روحانی تربیت نہ ہو سکی۔ دوسرے انگریز حکومت نے انتہائی مکاری سے مزار عالیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ بہرحال آپ ایک نیک انسان تھے۔ جالندھر کے ممتاز رؤسا میں شمار ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں ریاست بہاولپور میں بھی آپ کی سو مربع اراضی تھی۔ قوم کی خدمت کا جذبہ موجود تھا چنانچہ آپ نے اسلامیہ ہائی سکول جالندھر (جو بستی مٹھو صاحب کے بالکل قریب تھا۔) کے لئے اپنی اراضی کا بہت بڑا حصہ وقف کیا تھا۔ آپ کی قبر بھی روضہ حضرت برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ (مٹھو صاحب) میں ہے۔

الحاج پیر امیر حمزہ خان (مرحوم)

آپ پیر خادم حسین ابن پیر قطب الاقطاب شیخ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ آپ میں حب الوطنی اور غریب پروری اور قوم پرستی کا جذبہ اتم موجود تھا۔ ہر شخص کی بے لوث خدمت کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ انہیں گوناگوں خصوصیات کی بناء پر اپنے والد بزرگوار کے نقش ثانی خیال کئے جاتے تھے۔ آپ نے سنت اجداد کی پیروی کرتے ہوئے اسلامیہ ڈگری کالج جالندھر (کپور تھلہ روڈ نزد بستی مٹھو صاحب) کی تعمیر کے لئے دس ہزار روپیہ نقد اور چار ایکڑ اراضی بطور عطیہ پیش کی۔ ۱۹۴۷ء میں جالندھر سے ہجرت کر کے ملتان میں رہائش اختیار کی۔ ملتان میں کچھ کارخانے اور ملیں قائم کیں جن میں ایک گھی بنانے کا کارخانہ ملتان اور پنجند ٹیکسٹائل مل ملتان بھی شامل ہیں۔ ملتان میں بھی مدرسہ خیر المدارس مردانہ' زنانہ کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی اراضی تفویض کی اور لاکھوں روپیہ آپ نے مختلف سوشل اداروں کو بطور عطیہ ادا کیا۔ آپ نے انسانی خدمت کے جذبہ کے تحت خواجہ فرید سوشل سیکورٹی ہسپتال وہاڑی روڈ ملتان کو کچھ زمین اور خطیر رقوم عطیہ میں دیں۔ آپ نے حج بھی کیا۔ بستی کے بیشتر لوگوں کو کاروبار کرائے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ان کی ملوں میں کام کرتے تھے۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی بستی غداں میں ہوئی۔ دوسری شادی

Marfat.com

ریاست کپور تھلہ کی کسی محترمہ منو سے کی۔ پہلی بیوی سے ایک لڑکی مصباح اور دو لڑکے امیرازور' اور شاہ قاسم پیدا ہوئے۔ جو اپنے اپنے کام میں مگن ہیں۔ (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو افاغنہ جالندھر ۴۳۴) آپ ۹ محرم ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۸۰ء کو فوت ہوئے اور بھکی شیخوپورہ اپنے باغ میں دفن ہوئے۔

خان فضل محمد خان | بی۔اے' ایل۔ایل۔بی' ایم۔اے سنسکرت' عربی اور فارسی کے یگانہ روزگار علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کو سنسکرت پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے پنڈت فضل محمد خاں بھی کہا جاتا تھا۔ آپ نے قرآن پاک کی آیات کی ایک ڈائریکٹری تیار کی تھی۔ جو قرآن ریسرچ کے سلسلہ کی ایک منفرد ایجاد تھی اور بھی کئی قانونی کتابیں لکھیں جو تقسیم ملک کے وقت ضائع ہو گئیں۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عمر خاں بی۔اے بستی مٹھو صاحب کے سب سے اولین مستند تعلیم یافتگان میں شمار ہوتے تھے۔ شیخ عمر جالندھر سے ہجرت کر کے لاہور سنت نگر میں پرائمری سکول کی پشت پر آباد ہوئے۔ (اہل علم ہونے کی بناء پر ان کا تذکرہ ہوا۔) خان فضل محمد خان شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ کے تیسرے بیٹے شیخ محمد مسلم رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔

محمد شاہ خان | آپ خاندان شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ سے شیخ میاں مٹھو صاحب کی اولاد سے ایک انتہائی سادہ اور درویش صفت بزرگ ہوئے ہیں۔ اپنے پرائے آپ سے بے تکلفی اور دل لگی سے باتیں کر لیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا ادنیٰ ہو یا اعلیٰ گویا ہر محفل میں آپ کو تکریم کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ دولت دنیا سے آپ کو ہمیشہ نفرت رہی۔ بستی سے چلتے اور شہر میں داخل ہوتے قدم قدم پر آپ کا استقبال ہوتا۔ آپ ہر ایک کے محبوب و مربی سمجھے جاتے تھے۔ آپ سیف زبان محمد شاہ خاں کے لقب سے مشہور تھے۔ حساس لوگ آپ کی دعا اور بددعا کے اثرات پر یقین رکھتے تھے اور آپ کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ پاکستان میں آکر فوت ہوئے۔ آپ کے دو بیٹے زین

Marfat.com

العابدین اور شاہ زمان تھے۔ دونوں سادہ طبیعت تھے۔ شاہ زمان خان فقیر (مصنف) کے بھائی نذر محمد کے دوست تھے۔

نوٹ :

شجرہ نسب میاں مٹھو صاحب ابن شیخ برہان الدین" اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

شجرہ شیخ محمد مسلمؒ بن شیخ برہان الدین قادریؒ

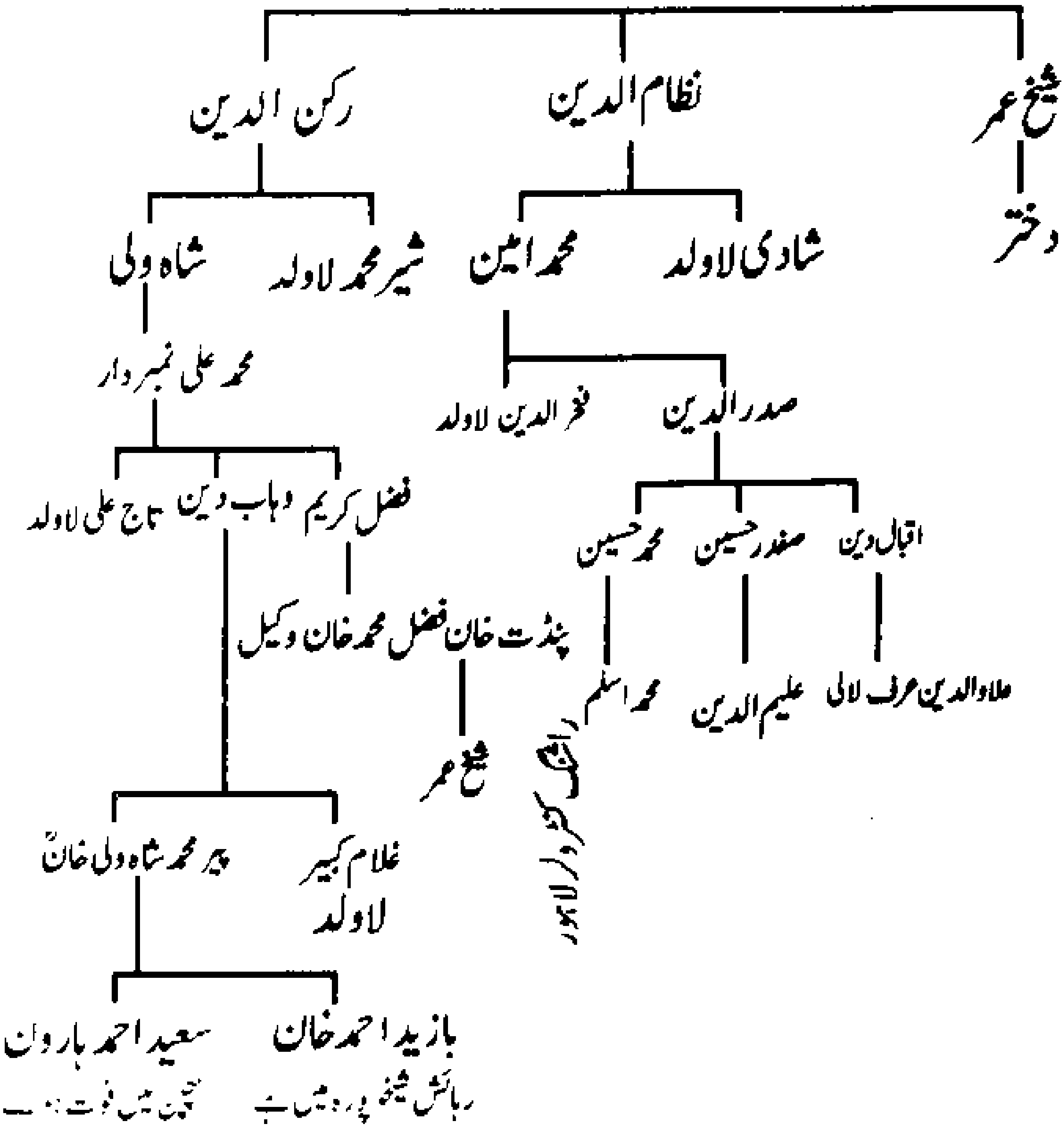

Marfat.com

شجرہ نسب میاں مٹھو صاحب ابن شیخ برہان الدینؒ

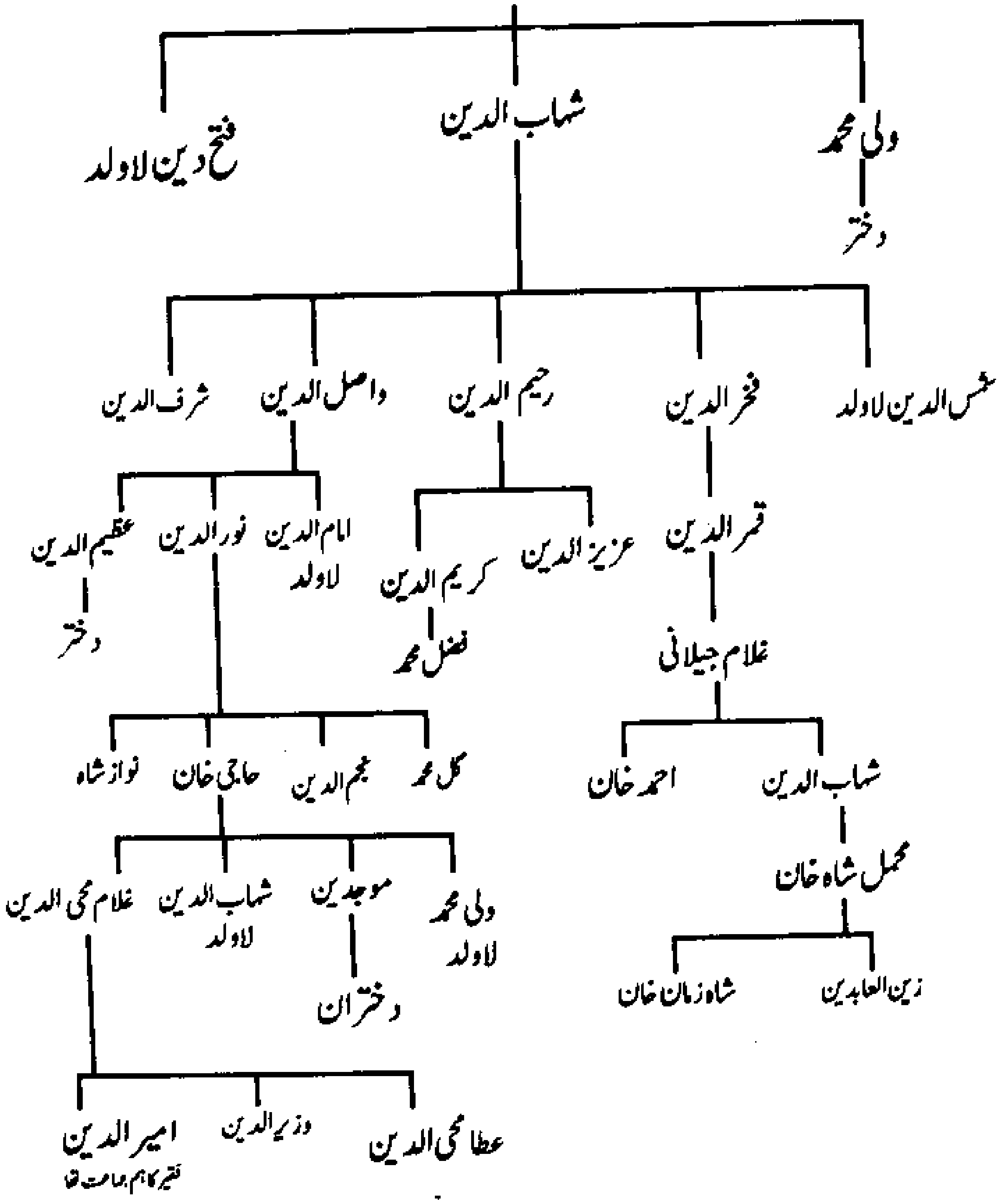

تذکرہ افاغنہ جالندھر از محمد ایوب خان

پیر شاہ ولی خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ محمد مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ شجرہ نسب گزشتہ اوراق میں بیان ہوا۔ باپ کا نام خان وہاب الدین خان تھا۔ بستی مٹھو صاحب کے زمیندار تھے۔ الحاج پیر امیر حمزہ خان کے بہنوئی تھے۔ آپ نہایت

Marfat.com

سخت گیر تھے۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر مزارعین کو بڑی بڑی سزائیں دیا کرتے تھے۔

واقعہ توبہ | آپ کی توبہ کا واقعہ طویل ہے مختصراً یہ کہ ایک مزارع نے آپ کی اجازت کے بغیر کچھ سبزی منڈی میں لے جا کر فروخت کر دی۔ آپ نے اس کو اس قدر مارا کہ مزارع بے ہوش ہو گیا۔ جب گھر آئے تو دیکھا کہ ان کی اہلیہ محترمہ پر اناج سے بھری ہوئی کوٹھی (غلہ دانی) گر چکی ہے۔ جسم کی تمام ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ بوجہ پردہ افغاناں و شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس خاندان کی مستورات کو کوئی دیکھ نہ سکتا تھا۔ گھریلو علاج ہوا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکیں۔ اس واقعہ نے آپ کی زندگی میں تغیر و تبدل پیدا کر دیا۔ سختی کی جگہ حلیمی اور تکبر کی جگہ عجز و انکساری نے لے لی۔ آپ کی ظاہراً تعلیم میٹرک تھی۔ مابعد جالندھر شہر میں درس نظامی کی مکمل تعلیم حاصل کی اور اپنے اجداد کی مسند پر بیٹھ کر بستی مٹھو صاحب کی بڑی مسجد میں رضاکارانہ امامت و خطابت کا سلسلہ شروع کیا جو ایک مدت سے انگریز حکومت نے بند کرا دیا ہوا تھا۔ آپ کی اچانک تبدیلی پر بہت سے لوگ تائب ہو کر نمازی بن گئے اور وہ مسجد جو سکھوں کے دور سے ویران تھی آباد ہو گئی۔ سکھوں نے مسجد کو بارود خانہ کے طور پر استعمال کر رکھا تھا۔ مسجد کے گیارہ دروازے تھے اور بارھواں محراب تھا۔ آپ نے مسجد کی از سر نو مرمت کرائی' دروازے لگوائے' برآمدوں پر چھت ڈلوائی۔ جب مسجد خوب آباد ہو گئی تو رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں بخار ہوا۔ شوال المکرم ۱۳۶۶ھ کو اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف کوچ کیا۔ آپ کے جنازہ میں بڑی خلقت شہر سے اور بستیوں سے آکر شامل ہوئی۔

روضہ شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مشرق میں دفن ہوئے۔ فقیر اس وقت وہاں موجود تھا۔ آپ کے تین لڑکے تھے۔ دو فوت ہو گئے تھے۔ ایک بازید احمد خاں تھے اور ایک لڑکی مسمات بسم اللہ جو پیر صاحب نے اپنی زندگی میں جالندھر شہر بیاہی تھی۔ بازید احمد خاں صاحب فقیر سے چار پانچ سال بڑے تھے۔ جب نماز پڑھتے تو ذرا اونچی آواز سے پڑھتے اگرچہ یہ طریقہ درست تو نہ تھا وہ نوجوان تھے اور ہم بچے لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جب وہ ہمارے پاس کھڑے ہوتے تو ہم ان سے سن کر نماز یاد کرتے رہتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے پاس کھڑے ہو کر ہی اونچی آواز سے پڑھتے ہوں اور ان کا نظریہ یہی ہو کہ انہیں یاد ہو جائے۔ تقسیم ملک کے بعد ایک مرتبہ ملاقات ہوئی۔ اسلامیہ ہائی سکول موہنی روڈ' لاہور

Marfat.com

میں آئے تھے۔ اس وقت فقیر ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ شیخوپورہ میں رہائش ہے۔ اپنے ماموں پیر امیر حمزہ خاں کی صاحبزادی مسماۃ مصباح سے شادی ہوئی۔

نوٹ | سارا خاندان پیروں کا کہلاتا ہے۔ فقیر نے اس خاندان کے مندرجہ ذیل بزرگوں کو دیکھا ہے:

پیر امیر حمزہ خاں' امیر ازور خاں' شاہ قاسم' پیر شاہ ولی خاں' بازید احمد خاں' پیر حسام الدین' پیر محمد سالم' فضل محمد وکیل' شیخ عمر خاں' اقبال دین خاں' علاؤ الدین عرف لال' صفدر حسین خاں' محمد حسین خاں' محمد اسلم خاں راشننگ کنٹرولر لاہور' محمد شاہ خاں' زین العابدین خاں' شاہ زماں خاں' عطاء محی الدین خاں' وزیر الدین خاں' امیر الدین خاں' (فقیر کا ہم جماعت)

سلسلہ بزرگان قادریہ رزاقیہ

پیر قادری (یعنی) حضرت پیر غلام محی الدین خاں قادری فاضلی

قطب دوران' جنید عصر حضرت میاں غلام محی الدین صاحب قادری رزاقی فاضلی رئیس اعظم بستی غذاں ۱؎ اپنے زمانہ کے شیخ کامل تھے۔ اتقاء اور پرہیزگاری میں معروف تھے۔ پیر قادری کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کی جدی جائیداد کافی تھی نیز ننھیال اور سسرال کی طرف سے کافی ورثہ ملا تھا۔ آپ کے اتقاء و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ آپ کے رشتہ دار بھی آپ کے مرید تھے۔ آپ کے جدی بھائی رئیس اعظم جالندھر شہر فضل کریم خانصاحب بھی آپ کے مرید تھے۔ بہت خلق نے آپ سے فیضان حاصل کیا۔

آپ عورتوں کی بیعت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اپنے خلیفہ حافظ غلام قادر شاہ کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب ہی عورتوں کو بیعت میں لیتے تھے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں آپ کا انتقال ہوا۔ مزار پرانوار حویلی میاں امیر خاں بستی غذاں میں ہے۔ آپ سلسلہ قادریہ رزاقیہ میں حضرت سائیں نور احمد قادری فاضلی سے بیعت تھے۔

سلسلہ قادریہ' رزاقیہ' فاضلیہ | حضرت پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ پیران یہ ہے۔ حضرت پیر قادری جالندھری رحمتہ اللہ علیہ مرید حضرت سائیں نور احمد عرف سائیں منکہ بٹالہ شریف مرید حضرت عبدالرسول صاحب قلندر مرید غلام غوث صاحب (کلانور

Marfat.com

گورداسپور) مرید شاہ غلام قادر صاحب (بٹالہ) مرید ابوالفرح فاضل الدین صاحب بٹالہ شریف مرید محمد افضل صاحب (کلانور) مرید شیخ ابو محمد مرید طاہر مرید حضرت شاہ سکندر کیتھلی مرید شاہ کمال الدین کیتھلی مرید حضرت شاہ فضیل احمد قادری مرید شیخ شاہ رحمن گدا قادری مرید شاہ شمس الدین قادری مرید شاہ عقیل قادری مرید شاہ بہاؤ الدین قادری مرید شیخ عبدالوہاب قادری مرید شیخ شرف الدین قادری مرید حضرت شیخ تاج الدین عبدالرزاق بغدادی رحمتہ اللہ علیہ مرید و صاحبزادہ غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی ؓ۔ پیر قادری اپنی خانقاہ میں ہی رہتے تھے۔ شاید ایک دو مرتبہ کہیں تشریف لے گئے ہوں۔ پیر قادری صاحب اپنے پیشوا حضرت میاں نور احمد صاحب عرف سائیں منکہ رحمتہ اللہ علیہ کا جیٹھ (مئی) کے مہینے میں حویلی میاں امیر خاں میں جہاں ان کا مزار اقدس ہے۔ ہمیشہ عرس کروایا کرتے تھے۔ اس عرس کا سارا اہتمام خانصاحب فضل کریم خاں اور پیر قادری کا ہی ہوا کرتا تھا۔ عرس میں بہت خلق شامل ہوتی تھی۔ آپ نے اپنی وفات سے قبل حافظ غلام قادر شاہ سے پانی پینے کی خواہش ظاہر کی حالانکہ آپ کے صاحبزادرے میاں غلام احمد خان بھی موجود تھے۔ (سلیم التواریخ، مشائخ قادریہ)

لے بستی ننداں جالندھر شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھی۔ بستی ایک زبردست قلعہ تھی۔ اس کے دروازے قیام پاکستان کے قبل تک موجود تھے۔ شمالاً جنوباً دروازے تھے دونوں دروازوں کے درمیان پر رونق بازار تھا۔ بازار کے شرقاً غرباً بلند و بالا عمارات تھیں۔ ان عمارتوں میں زیادہ تر پٹھان آباد تھے اگرچہ ہندو بھی رہتے تھے۔ بازار کے درمیان ایک وسیع و عریض مسجد تھی۔ شمالی دروازے کے ساتھ ایک بڑا مندر تھا اور چند سو گز کے فاصلہ پر بستی مٹھو صاحب تھی۔ جنوبی دروازے کے ساتھ ہی تانگوں کا اڈہ تھا۔ اس اڈے سے مغرب میں بستی دانشمند تھی۔ جو تقریباً آدھ میل کے فاصلہ پر ہوگی اور مشرق میں جالندھر ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ جنوب میں ایک بستی باغ کے نام سے آباد تھی۔ جس میں زیادہ تر آبادی شیخ برادری کی تھی۔ شیخ برادری نے ایک بہت بڑی مسجد تیار کی تھی جو ابھی نامکمل تھی کہ پاکستان وجود میں آیا۔ باغ کے جنوب مغرب میں ایک جوہڑ تھا۔ جس کو ٹھنڈار کہتے تھے۔ یہ بہت بڑا جوہڑ تھا اس میں بستی باغ بستی شیخ درویش اور بستی دانشمند کا برساتی اور گندا پانی جمع ہوتا تھا۔ ٹھنڈار کے ساتھ ہی جنوب میں بستی شیخ درویش تھی۔ (مولف)

Marfat.com

حضرت میاں غلام احمد خان قادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ پیر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے۔ آپ ہی بعد میں سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ کا بھی فیضان کافی تھا۔ پیر قادری صاحب کے دیگر خلفاء و مریدین آپ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ آپ کا انتقال ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں ہوا۔ اپنے والد گرامی کے ساتھ ہی حویلی امیر خاں بستی غزاں میں دفن ہوئے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ غزلیات اور سی حرفی لکھی ہیں۔ ان کے صاحبزادے میاں نثار احمد خاں قادری تھے۔ (فقیر مولف کے والد گرامی چوہدری علی بخش مرحوم انہی سے سلسلہ قادریہ رزاقیہ فاضلیہ میں بیعت تھے۔ فقیر بچپن میں والد صاحب کے ساتھ ایک دفعہ حویلی امیر خاں میں گیا۔) جو تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے چک نمبر ۱۷۷ گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور (فیصل آباد) میں آباد ہوئے۔ اسی دیہہ سے آپ نے اپنے والد گرامی کی غزلیات اور سی حرفی شائع کی۔ (مشائخ قادریہ از میاں محمد دین کلیم)

حضرت حافظ غلام قادر شاہ قادری فاضلی قدس سرہ

آپ کی ولادت باسعادت محلہ خرادیاں جالندھر ۱۸۴۲ء میں ہوئی۔ آپ نے حافظ غلام رسول صاحب جالندھری سے سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ سن بلوغت کو پہنچے تو سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ فاضلیہ میں حضرت پیر قادری غلام محی الدین بستی غزاں کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ ملٹری ہیڈ کوارٹرز شملہ میں ملازم تھے۔ وہاں سے پنشن لے کر مرشد کی بارگاہ میں حاضر رہنے لگے۔ مولانا غلام قادر گرامی آپ کی صحبت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

آپ نہایت حلیم الطبع، دینوی معاملات میں بڑے محتاط تھے۔ ہر ایک شخص سے خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آتے تھے۔ آپ اپنے وقت کے غوث اور قطب مدار تھے۔ آپ کی سوانح حیات۔ (سوانح حیات حافظ غام قادر شاہ) میں لکھا ہے کہ ابدال، رجال الغیب جو دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں اور مختلف کاموں پر مامور ہیں۔ حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ راجہ ہرنام سنگھ مہاراجہ کپورتھلہ کا چھوٹا بھائی جب گورنمنٹ برطانیہ آف پنجاب کے زیر عتاب آیا تو آپ کی دعا برکت ہی سے عتاب سے محفوظ رہا۔

Marfat.com

آپ کے خلفاء بہت تھے جن میں حضرت بابا محمد حسین قادری متوفی ۱۹۱۲ء بہت مشہور ہیں۔ بابا جی کا مزار شملہ ہی میں ہے۔

حضرت حافظ صاحب کا وصال ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۲۶ء بروز پیر بعمر ۸۴ سال ہوا۔ جالندھر شہر حویلی امیر خاں میں دفن ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے میاں شمس الدین سجادہ نشین ہوئے یہ سال ۱۸۸۲ء میں شملہ میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد جالندھر سے ہجرت کر کے گوجرانوالہ پاکستان میں آ کر قیام کیا۔ گوجرانوالہ میں ۱۹۴۸ء میں انتقال فرمایا۔ (مشائخ قادریہ از میاں محمد دین کلیم)

ان کے خلفاء میں حافظ ظہور الاسلام رحمتہ اللہ علیہ پہلی بعیت اور باقر صدیقی رحمتہ اللہ علیہ المعروف بہ باقر شاہ رحمتہ اللہ علیہ واہ سیمنٹ فیکٹری (راولپنڈی) بھی تھے۔ (ایک خط جناب نذر صابری صاحب' بنام فقیر مصنف مورخہ ۹۶-۴-۱۱)

حضرت شاہ الٰہی بخش قدس سرہ العزیز قادری فاضلی

آپ ۱۸۲۶ء مطابق ۱۸۸۳ء بکرمی کو موضع مولی ضلع ہوشیار (بھارت) میں میاں الہ دین ابن میاں کمال دین کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے چچا شمس الدین بڑے لائق درویش دوست' دانا اور مدبر تھے۔ اپنے علاقہ اور گردونواح میں باعزت زمیندار تھے۔ جب آپ کی عمر نو سال ہوئی تو والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ اسی دن سے میاں شمس الدین نے انہیں اپنی تحویل میں لے کر کمال محبت و شفقت سے پرورش کی۔ بچپن میں تیراکی' کشتی چلانے کا بہت شوق تھا۔ کھیل کود میں اپنے تمام ہم جولیوں سے آگے ہوتے تھے۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر اہل اللہ کی جماعت کثیر کا قافلہ سالار ہو گا۔

آپ کا خاندان علماء اور درویشوں کا معتقد تھا۔ اس کا اثر ان پر بھی ہوا لہذا انہیں مرشد کی تلاش ہوئی تو سائیں مکھن شاہ نقشبندی' رحمتہ اللہ علیہ جو اس علاقہ میں مشہور درویش تھے' سے بیعت کر لی لیکن طبیعت سیر نہ ہوئی۔ سولہ سال کا سن تھا۔ سائیں مکھن شاہ صاحب کے میاں احمد شاہ مست رحمتہ اللہ علیہ دوست تھے جو مکھن شاہ سے ملنے آیا کرتے تھے۔ میاں احمد شاہ مست' حضرت عبدالرسول بٹالوی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ جب حضرت احمد شاہ مست نے شاہ الٰہی بخش کی طبیعت میں عرفانی میلان دیکھا تو انہیں مشورہ دیا

Marfat.com

کہ جالندھر جائیں وہاں کامل راہنمائی حاصل ہوگی۔ شاہ الٰہی بخش حضرت احمد شاہ مست کے فرمانے پر جالندھر شہر تشریف لائے اور میاں بگے شاہ قادری خلیفہ پیر قادری بستی غزاں سے بیعت کرلی۔ میاں بگے شاہ جالندھر شہر کے پٹھان روساء میں سے تھے لیکن پٹھان کہلانے کی بجائے فقیر کہلاتے تھے۔ ان دنوں شہر جالندھر میں ان کی فقیری کا بہت شہرہ تھا۔

شاہ صاحب نے مسجد بھونیاں میں اقامت اختیار کی۔ یہی مسجد بعد میں مولانا ولی محمد کے نام سے مشہور ہوئی۔ میاں بگے شاہ کی صحبت میں رہ کر ذکر اشغال میں معروف ہوئے۔

اسی دوران آپ کی ملاقات سائیں مسافر شاہ متوطن پانی پت سے ہوئی۔ یہ صاحب پیر قادری کا شہرہ سن کر جالندھر آئے تھے اور پیر قادری سے بیعت کی تھی۔ سائیں مسافر شاہ نے الٰہی بخش کو پیر قادری کی صحبت اختیار کرنے کا مشورہ دیا جو آپ کے دادا مرشد تھے۔

آپ نے مرشد کی اجازت سے پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کرنے کے لئے بستی غزاں میں حاضری دی۔ یہاں آپ نے مکمل تربیت پائی۔ قادری صاحب نے آپ کو سائیں کا خطاب عطا فرمایا اور فرمایا کرتے تھے کہ

"اکو سائیں ہمنیں تھائیں"

اور کبھی پیار سے فرماتے "الٰہی شاہ کیسا پیارا نام ہے کہ جو کوئی بولتا ہے۔ خدا کو یاد کرتا ہے۔ الٰہی الٰہی کرتا ہے۔

آپ کا قیام جالندھر شہر میں تھا۔ پیر قادری صاحب جب اپنے کسی مرید کو رخصت کرتے تو فرماتے الٰہی شاہ سے مل کر جانا۔ آپ سادہ لباس پہنتے تھے کبھی گیرو رنگ بھی کرلیتے تھے۔ سفید لباس کو زیادہ ترجیح دیتے تھے۔ گھوڑے کی سواری کرتے تھے۔ ریش مبارک کو وسمہ لگاتے تھے۔ آپ پچھلی رات اٹھتے اور باوضو ہو کر ذکر خدا میں مشغول ہو جاتے۔ وضو وغیرہ کے پانی کا اہتمام بابا مراد شاہ کے سپرد تھا۔ فجر کی نماز ہر حالت میں مسجد میں ادا کرتے تھے۔

آپ علم دوست تھے۔ آپ کی محافل میں اکثر یہ کتابیں پڑھی اور سنی جاتی تھیں۔ رمز العشق' بابِ دانست' سی حرفی ماجھاں (تصانیف حضرت پیر غلام قادر بٹالوی رحمتہ اللہ علیہ) گلشن راز' تحفہ مرسلہ' تفسیر حسینی' مثنوی عارف رومی' لوائح جامی' فصوص الحکم' از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی' کلمتہ الحق (مختصر کلمہ طیبہ) از مولانا شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی' انوار

Marfat.com

الرحمٰن' مولفہ مولوی نور اللہ' دیوان حافظ' دیوان مغربی' دیوان عراقی' دیوان احمد جام' دیوان نیاز احمد بریلوی' دیوان قادری' کلام امیر خسرو' کلام خواجہ شمس تبریزی' قانون عشق' گویا عرفاء کاملین اور سوختہ جانان عشق کا کلام آپ کی خانقاہ میں پڑھا سنا جاتا تھا۔

آپ کا تصرف غالب تھا جو شخص آپ سے ملتا آپ ہی کا ہو جاتا۔ آپ کے کنبہ کے تمام آدمی مرد' عورت' بہن' بھائی' پھوپھیاں' ماسیاں آپ کے مرید ہو گئے۔ اس پر پیر قادری نے فرمایا: "بھئی اب تو مکہ فتح ہوگیا۔ ہر قوم کے لوگ آپ کے مرید تھے۔ آپ کی شہرت کو دیکھ کر شہر میں بہت سے حاسد پیدا ہو گئے آپ کو اور آپ کے مریدین کو تکلیفیں پہنچانے لگے۔ آپ کے مریدین میں سے ایک مہر اسماعیل ولد حافظ قطب الدین (ان کے حالات آگے بیان ہوں گے) حکیم محمد بخش اور حافظ جھنڈو (بستی شیخ درویش) نے ان حاسدوں سے بہت تکالیف اٹھائیں۔ ان کی تکالیف کو دیکھ کر رسول خدا کا زمانہ یاد آتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ وہ تعظیم و تکریم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ شاذ ہی یہ مقام ملتا ہے۔ آپ سائلین کو ایسا جواب دیتے تھے کہ بڑے بڑے عالم دم بخود رہ جاتے تھے۔ صوفی اکبر علی قادری جالندھری نے اپنی تاریخ "سلیم التواریخ" میں (صفحہ ۴۳۳ سے صفحہ ۴۵۹) تک آپ کے حالات تحریر کئے ہیں جو پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہیں۔ ایک واقعہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ میاں علی داد خاں اور شیرواد خاں قوالان بستی شیخ درویش نے ایام عاشورہ میں امامین علیہما السلام کا ختم دلایا۔ آپ کی بھی ضیافت تھی۔ اتفاقاً اسی دن بارش شروع ہو گئی۔ آپ بارش ہی کے دوران لاٹھی تھامے رات کے وقت جالندھر شہر سے بستی شیخ درویش دو میل پیدل سفر کرکے ان کے گھر پہنچ گئے۔ کپڑے اچھی طرح بھیگ گئے تھے۔ آپ کی عالم پیری میں یہ اولوالعزمی دیکھ کر سب حیران و ششدر رہ گئے۔ شیرداد نے عرض کیا: "حضرت آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔" آپ نے جواب میں فرمایا: "امامین سے بھی زیادہ؟ جنہوں نے اتنے مصائب اٹھائے۔ حق اور ناحق کی آزمائش میں اپنی جان دے دی۔ کیا ہم ان کے ختم پر بھی نہ حاضر ہوں۔" اس بات سے سبھی متاثر ہوئے۔

اسی ختم میں صبح کے وقت منشی نور محمد صاحب خرادی اور مولانا میاں غلام قادر صاحب اثر قادری نوشاہی غفوری نے عرض کیا: "حضرت صاحب! میاں شیرداد کا خیال شیعہ

Marfat.com

کی طرف بہت ہے اور اکثر بزرگوں کی مذمت کرتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "میاں شیرداد! اس کے کیا معنی ہیں جو تم محفلوں میں گاتے رہتے ہو۔

تا صورت پیوند جہاں بود علی بود
تا نقش جہاں بود زمین بود علی بود

جب تمام علی ہی علی ہے تو تم برا کس کو کہتے ہو۔" نور محمد خرادی نے عرض کیا: "حضرت کیا حسین بھی علی اور یزید بھی علی؟" آپ نے فرمایا: "اس میں کیا شک ہے حسین سر ہے اور یزید پیر۔ کیا سر اور پاؤں وجود ہونے میں ایک نہیں۔"

آپ اس شان کے درویش تھے کہ شمس العلماء مولانا ولی محمد جالندھری بھی آپ کی محفل میں حاضر ہوتے تھے۔ مولانا غلام رسول عالم پوری مصنف احسن القصص بھی آپ کی محفل میں تشریف لائے۔

وفات ۷۱ سال کی عمر میں ایک دن آپ کو ہیضہ ہو گیا۔ تین دن اسی عارضہ میں گزارے۔ آخر ۷۔ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۸۹۷ء / ۲۲۔ بھادوں ۱۹۵۴ء بکرمی بروز اتوار بوقت شام رحلت فرمائی۔ دوسرے دن ڈیرہ شریف سے جنازہ اٹھایا گیا۔ حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس کے سامنے صحن میں سید موید علی شاہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (یہ دہلی والے پیروں میں برگزیدہ بزرگ تھے۔) پھر جنازہ اٹھا کر مکان شریف کی طرف لے گئے جو مقصود پور کی حدود میں واقع ہے۔ وہاں بھی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ لحد تیار ہوتے ہوتے خلقت جمع ہو گئی تو تیسری بار نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آخر ظہر کے قریب دفن کر دیا گیا۔

مکان شریف یہ جگہ جالندھر شریف سے چار میل کے فاصلے پر لاہور آنے والی ریلوے لائن پر مشرق کی جانب ہے۔ مزار خوبصورت بنایا گیا تھا۔ آپ کا سالانہ عرس مکان شریف پر ہر سال ۲ بھادوں کو ہوتا تھا۔ اسی دن جالندھر شہر میں آپ کے ڈیرہ پر ہوتا تھا۔

آپ کی تاریخ وفات حکیم غلام قادر اثر جالندھری نے اخراج کی۔ زیب بزم قادریہ فاضلیہ ۱۳۱۵ گفت شیخ الشیوخ آداں بود ۱۸۹۷ء

لطیفہ نمک رسم قل کے ختم پر جب حسب دستور نمک سب کے سامنے پھرایا گیا تو سید علی شیر صاحب نے فرمایا: "یہ نمک چکھانے کا دستور کیوں نکلا ہے۔ رئیس اعظم خان صاحب

Marfat.com

فضل کریم خاں رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ اس لئے دستور ہوا تاکہ نمک چکھ کر کوئی مردے کو برا نہ کہے ورنہ نمک حرام کہلائے گا۔ اس پر محفل میں سناٹا چھا گیا۔"

پنجاب کا شاعر عظیم عالم اجل مقبول لم یزل قطب ربانی عارف یزدانی

حضرت مولانا مولوی غلام رسول عالم پوری کوٹلہ رحمتہ اللہ علیہ

قصبہ عالم پور ضلع جالندھر اور ضلع ہوشیار پور کی سرحد پر واقع ہے۔ واجب الاحترام چوہدری غلام محمد المعروف بہ نذر صابری جو خطہ جالندھر کے ایک عظیم سپوت ہیں اور آج کل شہر اٹک میں مقیم ہیں' کی خواہش تھی کہ مولانا کو اولیائے جالندھر میں لایا جائے۔ گو مجھے مولانا سے قلبی لگاؤ ہے لیکن مولانا کا قصبہ عالم پور ضلع ہوشیار پور میں شامل ہے۔ اس لئے اپنی کتاب میں ان کا ذکر لانا نہ چاہتا تھا۔ آخر چوہدری صاحب نے مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۹۶ء کو فقیر کے نام ایک خط لکھا۔ یہ بات کہ مولانا غلام رسول عالم پوری کو ضلع ہوشیار پور سے ضلع جالندھر میں کیونکر لایا جائے۔ اس بارے میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ اصل چیز تہذیبی وحدت کی ہوتی ہے جو صدیوں کی پیداوار ہوتی ہے۔ باقی رہے انتظامی ڈھانچے سو وہ بدلتے رہتے ہیں ایک دو سو سال پہلے جائیں تو آپ کو ہوشیار پور اور کپور تھلہ کے نام نہیں ملیں گے لیکن دوآبہ بست جالندھر جو دریائے ستلج اور بیاس کے مابین ایک قدرتی خطہ اور تہذیبی وحدت صدیوں پرانی ہے۔ اس وحدت کے زیر اثر ہم عالم پور کو "اولیائے جالندھر" میں شمار کرتے ہیں۔ یوں بھی جیسا قبلہ تحریر ہوا گڑھ شنکر' شام چوراسی' ٹانڈہ اڑمڑ اور عالم پور دونوں ضلعوں کی سرحد پر واقع ہیں ہم ان کو ہاتھ بڑھا کر آسانی سے اپنے حلقہ اثر میں لاسکتے ہیں۔ (نذر صابری)

حالات مولانا کے والد کا نام چوہدری مراد بخش تھا۔ قوم گوجر ساکن عالم پور تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور دوآبہ جالندھر۔ ولادت کا سال معلوم نہیں ہو سکا۔ انیسویں صدی کے اوائل میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد کٹر جاہل اور غریب لوگ تھے۔ چوہدری مراد بخش گاؤں کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ خود مولانا غلام رسول بھی اپنے باپ کے ساتھ اس پیغمبری پیشے میں شرکت کیا کرتے تھے۔ بچپن میں آپ نتھو کے نام سے مشہور تھے۔ اس دور سے نکل

Marfat.com

کر بھی آپ کی زندگی کے حالات تفصیلا معلوم نہیں ہو سکے۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کسی مدرسہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی البتہ عالم پور کے قریب ایک گاؤں موضع غلزیاں میں ایک ذی علم مولانا محمد عثمان سے تھوڑا عرصہ اردو' فارسی اور عربی کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ بعض روایتوں میں جالندھر جا کر مزید تعلیم حاصل کرنے کا بھی پتہ چلتا ہے لیکن بعض دوسرے راوی اس بارے میں خاموش ہیں۔ آپ کی محدود تعلیم اور بلند پایہ تصانیف میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے عام ذہنوں کو فوق الفطرت روایات کا سہارا لینا پڑا ہے۔ ان میں سے ایک روایت کا سلسلہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملایا جاتا ہے۔ (جو کچھ بعید بھی نہیں) حضرت خضر علیہ السلام کی ایک ہی ملاقات سے نتھو چرواہا مولانا غلام رسول بن گیا۔ جس نے اپنی تصانیف احسن القصص یعنی داستان یوسف و زلیخا علیہما السلام' جنگ نامہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ وغیرہ میں دینی و دنیوی علوم' سلوک و تصوف اور لغت و شعر کے دریا بہا دیئے۔

پیشہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ عالم پور سے قریباً آٹھ دس میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میرپور کے پرائمری سکول میں مدرس مقرر ہوئے اور چند سال تک تعلیم و تدریس کے شغل میں مشغول رہے۔ ایک روایت یہ بھی ملی ہے کہ میرپور سے پہلے عالم پور میں بھی شغل تعلیم فرماتے رہے۔ اور اس زمانہ میں حقہ بھی پیا کرتے تھے۔ مدرسے میں ایک شہتوت کا درخت تھا' حقہ پی کر چلم اور نیچہ وغیرہ الگ کر کے اس درخت پر لٹکا دیا کرتے تھے۔ اپنا حقہ کسی کو نہ دیتے اور کسی کا حقہ کبھی نہیں پیتے تھے۔ عالم پور میں نماز جمعہ بھی پڑھاتے تھے۔ خطبے میں وعظ نہیں کہتے تھے' صرف (مولانا محمد حسن بریلوی رحمتہ اللہ علیہ علی کا خطبہ پڑھ کر منبر سے اتر آتے تھے۔ اس زمانے میں عام رواج یہی تھا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مولانا عبداللہ تلونڈی والے جو ظاہر و باطن کے عالم و عارف تھے' نے عربی خطبے سے قبل وعظ کا رواج شروع کیا۔ یہ بزرگ مولانا غلام رسول کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ جب مولانا غلام رسول عالم پور سے میرپور میں مقیم ہوئے تو اس کے متعلق ایک شعر اپنی کتاب داستان امیر حمزہ رحمتہ اللہ علیہ میں لکھا۔

عالم پور چھڈ ملیا میرپور ٹھکانا
اج وچہ عالم پور دے ملے نہ لاے دانا

Marfat.com

یہ لالے وال بھی گوجروں کا گاؤں ہے۔ جو عالم پور کے قریب ہی ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ یہ شعر ترک ملازمت کے زمانے کا ہے۔ جب آپ پر تصوف و طریقت اور شریعت و روحانیت کا غلبہ تھا اور ایک ہی جگہ اپنے حال میں محو رہتے تھے اور قریب ترین گاؤں میں بھی آنا جانا بند کر دیا تھا۔

آپ کی تصانیف اور بیرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طب کی نظری و عملی مہارت رکھتے تھے۔

نج طب دا علم میں یاد کردا
رنگ دیکھنے پئے قارویاں دے

یہ مصرع اس وقت کہا گیا جب ایک شخص جھنڈو ساکن موضع پسوال کا قارورہ معائنہ فرما رہے تھے۔

شادیاں ایک روایت میں دو اور دوسری روایت میں آپ نے تین شادیاں یکے بعد دیگرے کیں۔ پہلی شادی موضع بھرم پور تحصیل و ضلع ہوشیار میں اور دوسری کا علم نہیں ہو سکا۔ تیسری اپنے علاقہ بیٹ کے موضع کمنیہ کے ایک گوجر کی لڑکی سے ہوئی۔ اس سے ایک لڑکی تھی جو مولانا کی رحلت کے بعد ایک احمدی سے بیاہی گئی اور اس کے برتاؤ سے ہمیشہ شاکی رہتی تھی۔ اس احمدی نے مولانا کا کتب خانہ بھی ضائع کر دیا۔ (نوادرات عرشی) ایک روایت کے مطابق اس کی اولاد سمندری ضلع فیصل آباد کے کسی قصبہ میں آباد ہے۔ واللہ اعلم۔

بیعت ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مولانا غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ ساکن قلعہ میہان سنگھ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ سلیم التواریخ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شاہ الٰہی بخش قادری فاضلی جالندھری رحمتہ اللہ علیہ سے بھی فیضان حاصل کیا اور اکثر آپ حضرت فاضلی کے پاس جالندھر آیا کرتے تھے۔ سلیم التواریخ صفحہ ۴۴۶ پر رقم ہے: "مولوی غلام رسول ساکن کوٹلہ جنہوں نے کتاب "احسن القصص" (یعنی قصہ یوسف و زلیخا علیہما السلام) نہایت عمدہ شیریں مقبول خاص وعام پنجابی نظم میں تصنیف کی ہی۔ حضرت فاضلی کی ملاقات کو تشریف لائے۔ اثنائے گفتگو میں آپ (حضرت فاضلی) نے فرمایا کہ مولوی صاحب ظہور غرض سے ہے یا بے غرض۔ مولوی صاحب نے کہا۔ اس وقت بیان نہیں کر

Marfat.com

سکتا۔ پھر پوچھا۔ "نبی تو معصوم ہوتا ہے رسول خدا استغفار کیوں پڑھتے رہے۔" مولوی صاحب نے کہا۔ "یہ بھی پھر عرض کروں گا۔" پھر سوال کیا۔ "جب اسماء الٰہی کو تعطیل لازم نہیں تو ظہور سے پہلے ان کا اثر کہاں ہوتا ہے۔" مولوی صاحب نے اس وقت کچھ جواب تو نہ دیا البتہ یہ فرمایا کہ جو کچھ میں نے آپ کی نسبت سنا تھا وہ بالکل غلط تھا آپ درحقیقت صاحب عرفان ہیں۔ (فقیر چشتی کہتا ہے کہ آپ کی خاموشی مصلحتاً اور ادباً تھی۔)

علامہ عرشی کہتے ہیں کہ ۱۹۵۳ء سے پندرہ سولہ سال پہلے کا ذکر ہے کہ میں بٹالہ ضلع گورداسپور کی منڈی والی مسجد کے بانی مہر نیم (عبدالمنعم) کے مرشد سے میری ملاقات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر سو سال سے کچھ کم تھی۔ جامع شریعت و طریقت سمجھے جاتے تھے یعنی مسجد میں وعظ بھی کہتے تھے اور پیری مریدی بھی کرتے تھے۔ میری علمی پیاس اور صوفیانہ ذوق کو دیکھ کر ایک ہی نشست میں مجھ سے گھل مل گئے۔ اپنے بچپن اور جوانی کے حالات سناتے سناتے درمیان میں انہوں نے مولوی غلام رسول کا نام لیا۔ میں نے ان کی کہانی کو اِدھر اُدھر سے سمیٹ کر صرف مولوی غلام رسول میں مرکوز کر دیا اور مختلف سوالات کے جواب طلب کئے۔ اس وقت جو باتیں یاد رہ گئیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

مولوی غلام رسول عالم پور کوٹلہ ضلع ہوشیار پور کے باشندے تھے اور قوم گوجر سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن سے ہی ذہین تھے لیکن حصول علم کی دولت سے قطعاً بے بہرہ تھے۔ اس لئے آغاز عمر میں تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ بڑے ہو کر کسی تقریب سے جالندھر گئے تو وہاں ایک مولوی صاحب (نام یاد نہیں) سے ملاقات ہوئی۔ ان کی صحبت میں علمی ذوق پیدا ہوا اور انہی سے بہت سی درسی کتابیں پڑھیں۔ آگے بڑھے تو مرشد کی تلاش ہوئی۔ اس زمانے میں ان کے ہم نام مولانا غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ ساکن قلعہ میہاں سنگھ کی غیر معمولی تاثیر کلام کا بہت چرچا تھا۔ اسی بناء پر انگریز حکومت نے ان کا وعظ بھی بند کر رکھا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مجلس وعظ میں ایک دو غیر مسلم مسلمان ہو جایا کرتے تھے۔ ان کی تصنیف سے چند فارسی غزلیات جو مولوی عبداللہ غزنوی (جد مولانا داؤد غزنوی) کے عشق میں کہیں تھیں ایک پرسوز پنجابی قصہ سسی پنوں اور اردو مناجات ملتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ مولانا عبداللہ غزنوی نے ابتدائی تعلیم انہی غلام رسول ثانی سے حاصل کی پھر انہی سے بیعت بھی ہوئے۔ مولانا غلام رسول عالم پوری بھی انہی کے آستانے پر حاضر ہو کر ارشاد و ہدایت کے طالب

Marfat.com

ہوئے اور علم ظاہر کی طرح علم و باطن میں بھی جلد ترقی کر گئے۔

تصانیف

احسن القصص مرحوم کی شاہکار کتاب قصہ یوسف زلیخا علیہما السلام میں ایک لفظ طالع بار بار عجیب و غریب طریقوں سے وارد ہوا ہے۔ محرم راز راوی نے انکشاف کیا کہ مولانا غلام رسول پختہ عمر کو پہنچے تو ان کی اہلیہ رحلت کر گئیں۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ایک ہم قوم نوعمر عورت پر ان کی نگاہ جم گئی۔ اس کا نام طالعاں تھا کہن سال راوی نے اسے دیکھا تھا اس کا بیان ہے کہ نہایت صحیح الجسم اور متناسب الاعضاء عورت تھی۔ مولانا طالعاں کے نشہ عشق میں ایسے سرشار ہوئے کہ علم و فقر کے وقار کی کوئی سدھ نہ رہی۔ طبیعت موزوں واقع ہوئی تھی۔ یہ بے پناہ آگ جس نے ان کے تن بدن کو پھونک رکھا تھا۔ شعر بن کر صفحہ قرطاس پر آنا شروع ہو گئی۔ شعر کی تاریخ میں یہ واقعہ ایک ادبی معجزہ سمجھا جائے گا کہ کتاب مذکور ۶۶۶۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کی آیات بھی ۶۶۶۶ ہیں صرف ایک ماہ محرم ۱۲۹۰ھ میں تیار ہو گئی۔ کتاب کا نام احسن القصص قرآن مجید سورہ یوسف سے لیا گیا۔ مولانا نے احسن القصص کے اعداد (۴۳۰) کو تین سے ضرب دے کر اس کتاب کا تاریخی نام رکھا یعنی ۱۲۹۰ھ۔ گویا آج (۱۳ رجب / ۱۴۱۷) سے ۱۲۷ سال قبل لکھی گئی' (چشتی۔) پوری کتاب بلا تکلف آمد ہی آمد کی شہادت دے رہی ہے۔ اس کے باوجود علم و عرفان کے حقائق سے معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی طبیعت ایک طوفانی دریا ہے جو اُمڈا آ رہا ہے۔ اس کتاب کا ایک ایک صفحہ اپنے مصنف کے بے پناہ سوز و گداز اور کمال علم و فضیلت کی شہادت دے رہا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو: مولانا نے اپنے کلام میں ایک جدت پیدا کی ہے۔ ان سے پہلے اور بعد میں شعراء کے کلام میں یہ بات ناپید ہے یعنی اللہ جلو علا کی حمد بیان کرنے سے پیشتر حمد ہی کی تعریف کی ہے کہ حمد باری کیسی ہونی چاہیے' فرماتے ہیں۔

عشق بھنا اخلاص نہلایا رنگیا رنگ شہودی
صدق صفادی آب و ہواوں پلیا وچ خوشنودی
برگ برگ ارادت ازلی نور رچایا ہویا
محویت دی خمر طہوروں نشہ چڑھایا ہویا

Marfat.com

افضل اطہر اکمل انور جیں وچہ سب وڈیائیاں
عدم تکلف والیاں جس تھیں ندیاں وہندیاں آیاں
ازل ازالی ابد آبادی حمد دوام دوامی
وچ دربار وجوب غنا دے ایہ سربز مدامی

ان اشعار کی شرح میں مختصر سا حاشیہ مولانا اپنے قلم سے لکھتے ہیں۔ "ایں ہر سہ بیت ابتداء مع نصف مصرع از بیت چہارم بطرز تنسیق الصفات صفت است کلمہ حمد موصوف آں موخر افتادہ است" یعنی اوپر کی تمام صفات کا موصوف فقط "حمد" ہے جو آخر میں آیا ہے۔

مختصراً یہ سمجھئے کہ اللہ کی حمد میں مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں:

۱۔ عشق آمیز' شستہ' اخلاص اور توحید شہودی کے رنگ میں رنگین۔
۲۔ صدق و صفا کی آب و ہوا سے رضا کی فضا میں پروردہ۔
۳۔ پتے پتے میں ارادت ازلی کا نور سرایت کئے ہوئے ہو۔
۴۔ شراب طہور کی محویت کے نشے میں سرمست ہو۔
۵۔ فضیلت' پاکیزگی' کمال اور نورانیت کی تمام خوبیوں سے متصف ہو۔
۶۔ ایسی حمد ہو کہ جس میں تکلف و تصنّع کا شائبہ تک نہ ہو۔
۷۔ ایسی حمد جس کی ابتداء و انتہا نہ ہو۔ ازل سے ابدالاباد تک ہو۔
۸۔ اللہ تعالیٰ جو واجب الوجود ہے کی بارگاہ میں بے نیازی میں بہار جاودانی کی طرح حمد ہو۔

آگے جا کر فرماتے ہیں کہ حمد میں عجز ہونا چاہئے۔

عجز کمال خدا دے حمدوں ہر ذرہ اقراری
دم دم لکھ لکھ لوں لوں تھیئے نہ شکر گزاری

(یعنی کائنات کا ہر ذرہ خدا کی تعریف سے عاجزی کا معترف' اگر ہر ہر لوں (بال) میں لاکھ لاکھ زبان ہو اور ہر دم اس کی حمد کرتے رہیں تو بھی حمد کا حق و شکر ادا نہیں ہو سکتا۔)

حادث کیا قدیموں جانے جے لکھ اڑے ہوائیں
وچے ڈب مریندیاں عقلاں حیرت دے دریائیں

Marfat.com

(حادث یعنی انسان بے انتہاء پرواز کرنے کے بعد بھی قدیم یعنی اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتا (بلکہ ادراک عاجز است ازدرک ادراک) یہ وہ مقام ہے جہاں حیرت کے دریاؤں میں عقلیں غرق ہو کر رہ جاتی ہیں۔) حمد کے آخر میں آخری اشعار مناجات پر مشتمل ہیں۔

تیں ہندے میں کت ول جاواں ناہیں ہور ٹھکانا
جے تقصیروں میں پر دامن' غالب فضل ربانا
اِیہہ گرداب اندھیر غماں دا دنیا نام سدھاوے
پور بھرے وچ بیڑے غرقن جے نہ بنے لاوے
میری کار حوالے تیرے یا ستار غفارا
عدل کریں میں پکڑ یا جاواں فضل کریں چھٹکارا
میں بندہ توں صاحب میرا انت نہ میں وڈیائیوں
رحمت تیری بہت زیادہ بندے دی برایئوں
اِیہہ قرار نبیاں سندا اِلاَّ اُحْصِی وچہ آیا
کنہ تیری نوں پا نہ سکے تو بے مثل خدایا
عقل خیالوں وہم گمانوں تیریاں صفتاں عالی
خالق مالک جان جہاں دا توں عالم دا والی
توجہ دی توفیق اساں نوں' دیویں پاک الہا
در اپنے دا رکھ سوالی ہر دم شہنشا ہا!
قدم نبی دے پچھے سانوں یا رب راہ چلائیں
اندر قوم نبیاں کیتا توں سرور جس تائیں

نثر اے اللہ! تیرے ہوتے ہوئے میں کہاں جاؤں۔ تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں اگر میں سراپا گناہ ہوں تو تیرا فضل و کرم اے پروردگار میرے گناہوں پر غالب ہے۔

یہ جگہ جسے دنیا کہتے ہیں دکھوں اور غموں کا بھنور ہے جس میں انسان گھرا ہوا ہے اگر تو بچا کر کنارے پر نہ لے جائے تو کسی کی کشتی بھی ڈوبنے سے بچ نہیں سکتی۔

اے عیب پوش خطا بخش! میرا معاملہ تیرے سپرد ہے اگر تو انصاف کرے تو میں سزا

Marfat.com

کے لائق ٹھہرتا ہوں۔ تیرے فضل و کرم سے ہی نجات پا سکتا ہوں۔

میں تیرا ایک ادنیٰ سا بندہ ہوں تو میرا آقا و مولا ہے۔ تیری عظمتوں کا کوئی شمارہ نہیں ہے تیری رحمت بندے کے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے بھی لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ "میں تیری ثناء کا شمار نہیں کر سکتا۔" کہہ کر اپنے عجز و انکساری کا اقرار کیا۔ تیری کن کا ادراک وہ بھی نہ کر سکے۔ بس تو بے مثل ہے۔ تیری صفات عقل و گمان سے بہت بلند ہیں تو ہی کائنات کا خالق و مالک ہے جان جہان ہے اور تو ہی کائنات کا مالک ہے۔

اے اللہ مرتے وقت توبہ کی توفیق عطا فرمانا۔ اے بادشاہ کائنات' ہر وقت اپنے در پر سوال کرنے کی توفیق دے دنیا کے دروازوں پر جا کر سوال کرنے سے بچانا۔

اے اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نصیب فرما۔ اس نبی کی اتباع جس کو تو نے تمام انبیاء کا سردار بنایا ہے۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم | نعت لکھنے میں بہت محتاط پہلو اختیار کیا ہے لکھتے ہیں

جوہر عرض وجود خلائق اصل اصول کمالی
امت خیرام دا والی نام محمد عالی
رحمت نور جہاں کھلارے مرضاں دلاں گوایاں
ڈبدیاں جاندیاں کڈھ کرم تھیں بیڑیاں بنے لایاں
گم گیاں نوں راہ دکھائے روگ کٹے بیماراں
تاریکی وچ جل دیاں تائیں ملیاں شمع ہزاراں
واگاں دل مقصود چلائیاں موڑ کو راہوں اونویں
واہ سید ثقلین محمد تر گئے عالم دونویں
پادن ہاریاں سب کچھ پایا منکر گئے ازائیں
احمد باجھ نہ ہندے پیدا جنت راز کدائیں

1۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک اول نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عرض بنایا یعنی اپنے نور سے پیدا کیا پھر اس کے جوہر سے تمام خلائق کا وجود پیدا کیا۔ وہی ذات کمال

Marfat.com

اصل الاصول ہے۔ تمام بنیادوں کی بنیاد ہے۔ تمام امتوں سے بہتر امت کے رسول عالی نسب اور عالی مرتبہ محمد رسول اللہ ہیں۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

2۔ آپ رحمت عالم اور نور جہاں تھے۔ آپ نے امراض قلب کو شفا بخشی۔ اقوام عالم کی ڈوبتی ہوئی کشتیوں کو نجات کے ساحل پر پہنچایا۔

3۔ گمراہوں کو راہ ہدایت دکھائی' بیماروں کو شفا بخشی' جو اندھیروں میں جل رہے تھے یعنی گھرے ہوئے تھے انہیں توحید کی ہزاروں شمعیں روشن کر کے دے دیں تاکہ شرک و کفر کے اندھیروں سے نکل آئیں۔

4۔ اسی طرح گمراہیوں کی وادیوں سے نکال کر صراط مستقیم کی طرف جو اصل مقصود ہے' چلا دیا۔ سبحان اللہ! جن و انس کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صدقے میں جن اور انسان دونوں کامیاب ہو گئے۔

5۔ خوش نصیب لوگوں نے آپ کے فیضان رسالت سے ہر نعمت اور سعادت حاصل کی۔ منکر تباہ و برباد ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر مبعوث نہ ہوتے تو جنت نعیم کے اسرار کی تفصیلات دنیا کو معلوم نہ ہو سکتیں۔ (نوادرات عرشی)

عشق و رضا

ساقی آب طہور طلب دا جام مزے بھر پائیں۔
دریا ذوق محبت والا گھت دلاں وچہ جائیں
مستی چشم پیارے والی جان جگر کھا جائے
درد منداں دے سن سن حالے ہوون درد سوائے
دل بے عشق نہیں دل مولے پنجراں وچ خوابی
تن بے درد دلاں وچ مٹی کھنڈرلائی آبی
عشق بناں دل مردہ غافل کس گنتی وچ آوے
عشق دلاں نوں مثل غماں تھیں کرشمشیر دکھائے
عشق بناں تن دشمن دل داتے دل دشمن تن دا
ویری نال پیا وس ویری واسا خارچمن دا

Marfat.com

مزہ نہیں بن عشقوں دل نوں نور نہیں روشنائی
غم برہوں دے لذت باجھوں دل نوں ذوق نہ کائی
دیدہ ہو رشنیدہ دے وچ بیڈک فرق جدایاں
قالیاں حالیاں دیوچ اینویں حداں فرق لگائیاں
عشق کرم دا ازلی قطرہ تیں میں دے وس نائیں
اکناں لبھدیاں ہتھ نہ آوے اکنا ندیوچہ راہیں
شہد عشق شہادت اکبر قتل ہوویں اکواری
قسم دلادھر چیز نہ پچھے زخم اکا جھل کاری
واہ عشقا وچہ تیریاں رمزاں جوش کھلن من بھانے
غم خوشیاں پروارے جاون جان گھر ملن ٹکانے
وچہ اڈیکاں وقت وہاوے وصل ملن دی تانگے
گردغبار امکانے سارا گزرے اکت الانگے
پیوے گھول پیالے زہراں مستی چڑھے سوائی
وسجے تیغ کے بسم اللہ راہ محبوب لگائی
عشق چنگا پر اوکھے پینڈے مردھووے دکھ جھلے
واٹ چلے دکھ پاون ویلے چپ رہے دم ملے
اس دنیا دے ماتم خانے کتنے حاکم آئے
وارو واری زمانے اپنے جگ وچہ حکم چلائے

دُعا

یا رب لکھنے پڑھنے والے رہن نہ فضلوں خالی۔ بخش رہا میں میں بندہ آیا اک سوالی
فضل کریں تاں بخشیں ساں نوں تو بخشنہارا۔ ماں پیو تے استاداں بھائیاں بخش امن چھٹکارا
ساں نوں فضل تیرے دی یا رب آس دلانوچہ بھاری۔ دمدم کلمہ توحید نزع وچہ ساں نوں جاندی
واری (احسن القصص)

اردو نثر (1) ساقی مانگنے کی جو چیز ہے وہ پاکیزہ پانی عشق کی شراب ہے۔ مزے کا وہ جام

Marfat.com

بھر کر عطا کر اور اس سے ذوق و شوق اور محبت کا دریا عشق برنیدہ قلوب میں داخل کر دے۔

2۔ معشوق کی آنکھوں کی مستی' جان اور جگر کو کھا جاتی ہے۔ اس کی ایک نظر سے قلب و جگر گھائل ہو جاتے ہیں۔ پھر اس پر یہ طرہ کہ ہر طرف ہی نظر خوردہ انسان اس درد سے تڑپتے نظر آتے ہیں ان کا حال دیکھ کر عاشق کا درد اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

3۔ جس دل میں عشق نہیں ہے وہ دل ہی نہیں ہے۔ جو عشق سے بے خبر انسان ہیں وہ خواب کی دنیا کی مخلوق ہیں اور ایسا تن جس میں عشق کا دور نہیں ہے پانی سے تباہ شدہ کھنڈرات کی مانند ہیں اور ایسے بے خبر انسانوں کے دلوں میں تہ بہ تہ مٹی بیٹھ چکی ہے۔

4۔ اے غافل! عشق کے بغیر دل مردہ بے جان ہے اور اس کا کوئی مقام نہیں۔ عشق تو دل کو غم دنیا سے پاک کر کے شمشیر کی طرح چمکدار بنا دیتا ہے وہی شمشیر عاشق کو ذبح کر کے اپنی روشنی میں دیدار الٰہی سے مشرف کر دیتی ہے۔

5۔ عشق کے بغیر دل جسم کا اور جسم دل کا دشمن ہے گویا دشمنوں کو ایک دوسرے سے پالا پڑا ہے۔ جس طرح چمن میں پھول کے ساتھ کانٹا ہوتا ہے۔

6۔ عشق کے بغیر دل میں لذت پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہی دل میں نور مصطفیٰ کی روشنی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ (برہم سے ہرجا موجود مراد (خدا تعالیٰ) کے عشق کے غم کی لذت کے بغیر دل میں تذویق پیدا نہیں ہوتی۔

7۔ یاد رکھو! صاحب قال (علماء کرام) اور صاحب حال (عشاق) میں وہی فرق ہے جو فرق سننے والے اور دیکھنے والے کے درمیان ہے۔ دوسرے معنوں میں جو فرق صاحب مراقبہ اور صاحب مشاہدہ میں ہے۔

8۔ عشق وہ چیز نہیں جو بازار سے خریدی جا سکے اور ہر ایک کو حاصل ہو جائے۔ عشق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ازل ہی سے پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ **ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ** "بعض عمر بھر عشق کی تلاش میں خاک چھانتے پھرتے ہیں اور بعض کو سرِراہ (بیگم شاہی مسجد میں) مل جاتا ہے۔

9۔ عشق شہداء بالذات معبود کا مقام ہے۔ عشق کی تلوار سے قتل ہونا شہادت اکبر ہے۔ عشق کی منزل میں پاؤں رکھ کر دل کٹوا کر دیکھ۔ صاحب دل کی قسم! نہ تو بدن کٹتا ہے

Marfat.com

نہ بظاہر زخم لگتے ہیں بس ایک عشق کا وار ہی برداشت کرنا پڑتا ہے اور بس انسان (عاشق) مشہد عشق میں جا پہنچتا ہے۔

10۔ عشق! تیرا کمال تو یہی ہے کہ تیری رمز جب جوش مار کر کھلتی ہے تو دل کو کتنی اچھی لگتی ہے۔ پھر تیرے عطا کردہ غم پر دنیوی خوشیاں قربان کر دی جاتی ہیں۔ ہاں ہاں! شرط تو یہ ہے کہ تیرے گھر میں رہنے کی جگہ مل جائے۔

11۔ بس عاشق کو چاہئے کہ وصل کے انتظار میں وقت صرف کر دے۔ بس تمنا معشوق کے انتظار کی رہے۔ عالم امکان کو گرد و غبار سمجھتا ہوا ایک ہی چھلانگ میں عبور کر جائے۔

12۔ زہر کے پیالے پیتا چلا جائے۔ مستی کی کیفیات کو بڑھاتا رہے۔ سر پر معشوق تلوار کا وار کرے۔ تو بسم اللہ کہہ کر اس کا خیر مقدم کرے کہ یہ محبوب کی طرف سے ہے بس منظور ہے۔

13۔ عشق یوں تو بڑے مزے کی چیز ہے لیکن یہ منزل بہت کٹھن ہے۔ مرد کامل ہی اس کی تکلیف برداشت کر سکتا ہے جو دکھوں کی یلغار میں سفر منقطع نہ کرے بلکہ صبر و ضبط سے سفر جاری رکھے۔

14۔ عشق کی بھی ایک دنیا ہے۔ اس دنیا کی مانند جو ماتم خانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس میں حاکم آتے ہیں۔ حکمرانی کرتے ہیں۔ عشق کی دنیا میں عاشق آتے ہیں عشق کرتے ہیں۔ حاکم اپنے زمانے میں حکمرانی کر کے چلے جاتے ہیں۔ ان کے نام مٹ جاتے ہیں۔ عاشق اس دنیا کو لذت سے آشنا کر کے خود تو چلے جاتے ہیں لیکن دوسروں کے لئے تذیوق و تشویق سے بھرا میدان چھوڑ جاتے ہیں۔

دُعا (1) اے اللہ! مصنف اور اس تصنیف کے پڑھنے والوں کو اپنے فضل سے خالی نہ رکھیو۔ مصنف جو عیب سے پر ہے۔ اسے بخش دیجیو۔ یہ تیری بارگاہ میں سوالی بن کر آیا ہے۔

2۔ اگر تو فضل فرمائے گا تو ہماری بخشش ہو جائے گی اس لئے کہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ بس میرے والدین اساتذہ کرام اور بہن بھائیوں کو حشر کے دن بخش دینا اور امن عطا فرمانا۔

3۔ اے پروردگار عالم! ہمیں تیرے فضل و کرم کی امید ہے۔ جب وقت نزع ہو تو کلمہ

Marfat.com

توحید لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ زبان پر جاری فرمانا۔ آمین یا رب العلمین بجاہ نبیک الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم والہ وصحبہ وابنہ الکریم

دوسری تصانیف

سی حرفی سسی پنوں یہ سی حرفی سسی پنوں کے متعلق ہے۔ اس کو شہرت حاصل نہیں ہوئی۔

تیسری تصنیف داستان امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی چار جلدیں تھیں جن میں سے تین چھپ سکیں۔ چھوٹی بحر میں ہے۔ اس میں مزاح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ یہ کتاب آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں تصنیف کی۔ اس کتاب کو پڑھ کر قاری سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ کیا داستان امیر حمزہ بھی صاحب احسن القصص کی تصنیف ہے۔

چوتھی تصنیف چٹھی غلام رسول موضع عالم پور اور موضع لالے وال کے درمیان ٹپن نامی ایک نالہ ہے۔ ایک دن مولانا اس نالے کے ایک کنارے پر کھڑے تھے۔ دوسرے کنارے پر ایک لڑکا کھڑا تھا۔ آپ نے آواز دے کر اسے پوچھا۔ "لڑکے پانی کتنا گہرا ہے؟" وہ نہ بولا۔ شاید اس نے سنا نہیں تھا۔ آپ نے پھر آواز دی۔ "لڑکے تو کون ہے۔ بولتا کیوں نہیں۔" اس نے کہا۔ "میں سید ہوں۔" آپ زار زار رونے لگے کہ سخت بے ادبی ہو گئی۔ اب اس سید زادے سے اصرار کرنے لگے کہ تم مجھے کہو "او گوجر کتنا پانی ہے۔" لیکن وہ نہ کہتا تھا آپ زار زار رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم مجھے او گوجر کہو۔ آخر لوگ جمع ہو گئے اور لڑکے کو مجبور کیا۔ آخر لڑکے نے کہا "او گوجر کتنا پانی ہے۔" مولانا نے جواب دیا۔ "حضور پار گزر کرتا ہوں۔" چنانچہ آپ پانی سے گزر کر دوسری جانب گئے اور صاحبزادے کو کندھوں پر اٹھا کر نالے کی اس جانب لے آئے۔ وہ لڑکا یتیم تھا۔ آپ نے اسے پڑھایا۔ اپنے پاس رکھا اور بعد میں موضع مالوے میں اسے پٹواری کی ملازمت دلوا دی۔ اس کی شادی بھی کر دی۔ شادی کے بعد آپ کو آپ کی زندگی میں نہیں ملا۔ موت پر آیا۔ اس کا نام سید روشن علی تھا۔ آپ کو اس سے بہت پیار تھا۔ مولانا پر اس کا فراق بہت شاق گزرا آپ نے اس کے نام جو چٹھیاں لکھیں۔ پنجابی ادب میں سادگی' روانی اور فراوانی جذبات کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھیں۔

Marfat.com

نثر علامہ عرشی صاحب نے آپ کے خط کی چند سطور نثر میں بھی پیش کی ہیں۔ یہ خط مولانا نے ۸۔ محرم ۱۳۰۰ھ کو سید روشن علی کو بھیجا تھا۔ "واضح رہے کہ بندہ غلام رسول عالم پوری کے پاس مدتوں سید روشن علی صاحب بتقریب تعلیم مقیم رہا چونکہ وہ ازروئے حسب نسب شریف آدمی تھا اس سے بے تکلفانہ دل کا لگاؤ تھا۔" اور وہ بھی راقم کی محبت میں شیفتہ تھا...... اصل چٹھی تو اس کو بہ سبیل ڈاک موصول ہوئی اور پھر بعض شائقین نے اس کو نقل کیا۔ پھر نقل در نقل ہوتے ہوتے آج تک بہت گھٹ گئی۔ جیسا لکھا تھا ویسا ہی دوستوں کی تفریح کے واسطے اتارا جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ نامہ ۸۔ محرم ۱۳۰۰ھ مطابق کاتک ۱۹۳۹ء بکری بروز شنبہ بوقت نیم روز جانی موچی کی دوکان پر بیٹھ کر بحالت درد چشم لکھا گیا......" (نوادرات عرشی)

مولانا اپنی چٹھیوں میں اپنے محبوب سید روشن علی کو جس ولولہ عشق اور انداز فریاد سے مخاطب فرماتے ہیں۔ اہل عشق کے لئے ایک درس عشق ہے۔

حال حال اوہناں حال ویکھیں
حال اساں دے مثل سودائیاں نے
اسیں کھڑے اڈیک دے راہ تیرا
ساڈے دیوندے نین دوہائیاں نے
اسیں اکھیں دیاں ڈھیریاں کھولیاں نے
کھول وچہ دوات الٹائیاں نے
اساں چٹھیاں لکھ پہنچائیاں نے
تے توں واچ کے پاڑ گوائیاں نے
فریاد او بیلیا لیں ساراں کریں رحم فراق دیاں ماریاں تے
گھراجے وس ہے کریں پھیرا کاری ہوے علاج بیماریاں تے

اے محبوبؐ! ہم اپنا حال تمہیں کیا سنائیں تم خود دیکھو ہمیں سودائیوں کی مثل پاؤ۔ ہم تیری راہ دیکھ رہے ہیں اور ہماری آنکھوں سے اشک رواں ہیں وہ تمہیں پکار رہے ہیں۔

ہم نے تیرے فراق میں آنکھوں سے چشمے رواں کر دیئے ہیں اور ان اشکوں کو

Marfat.com

دوات میں پانی کی مانند ڈال لیا ہے اور اسی روشنائی سے تمہیں چٹھیاں لکھ کر بھیجی ہیں لیکن تم نے وصول کرنے کے بعد انہیں پھاڑ کر ضائع کر دیا ہے۔

ہم تیری جدائی میں مر چکے ہیں۔ اے محبوب! اب فریاد ہے کہ ہم پر رحم کر اور ہماری خبر لے اگر تو مالوے سے عالم پور میں آ جائے تو ہمارا اجڑا ہوا گھر دوبارہ آباد ہو جائے اور بیماروں کو شفا مل جائے۔

وفات رحلت سے قبل مولانا نے ایک شخص کو قریب بلا کر کہا کہ قریب کے گاؤں میں فلاں ترکھان کو کہہ آؤ کہ مولوی غلام رسول دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ اس شخص نے مولوی صاحب کا پیغام دیا تو وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ پیغام سنتے ہی اس ترکھان نے اپنے اوزار رکھ دیئے۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ اس کے بعد چادر اوپر لے کر لیٹ گیا۔ جب دیر تک نہ اٹھا تو اسے دیکھا اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔ اسی وقت مولانا آخری سانس لے رہے تھے۔ گویا دونوں کا رحلت کا وقت پہلے ہی طے پا چکا تھا۔

آپ کی وفات ۵- مارچ ۱۸۹۲ء میں چاشت کے وقت ہوئی۔ (عرشی صاحب نے حالات لکھ کر بتایا ہے کہ یہ حالات انہیں جناب حکیم عبداللطیف شادائی مرحوم نے دیئے تھے۔ حکیم صاحب دوسوہہ ضلع ہوشیارپور ۲۶ فروری ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ بی۔اے تک تعلیم حاصل کر کے طبیہ کالج میں داخلہ لیا اور سند حاصل کی۔ فقیر کے مرشد مولانا عبدالغنی صابری رحمتہ اللہ علیہ سے بڑے قریبی تعلقات تھے۔ دوسرے شہر میں مطب کھولا' ہجرت کے بعد لاہور تشریف لائے تو نسبت روڈ کے چوک میں مطب کھولا جس کا نام شادائی دواخانہ تھا۔ اعلیٰ درجے کے حکیم تھے۔ فقیر ان کے مطب میں مرشدی کے ہمراہ اکثر جایا کرتا تھا۔ بااخلاق تھے۔ دوسوہہ میں ایک انجمن اسلامیہ قائم کی گئی تھی جس کے تحت اسلامیہ ہائی سکول کھولا گیا اس انجمن کے جنرل سیکرٹری تھے۔ مغربی پاکستان یونانی طبی کانفرنس کے بھی جنرل سیکرٹری تھے۔ ۱۹ء میں وفات پائی۔ ماڈل ٹاؤن قبرستان میں دفن ہوئے۔ کوئی اولاد نہ تھی ایک بھتیجا تھا جس نے آپ کی وفات کے بعد مطب ختم کر دیا۔ مولانا غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ کا مزار عالم پور کے قبرستان میں حضرت شیخ طاہر رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ہے۔ ابتداً قبر کچی تھی۔ اکثر بزرگ زیارت کو آیا کرتے اور خود گارا تیار کر کے لپائی کیا کرتے تھے اور آپ کی خوبیاں یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ بعد میں اسے پختہ کر دیا گیا۔ اب کیا حال ہے۔

Marfat.com

واللہ اعلم!

آپ کا علمی و روحانی مقام ایک بزرگ حضرت امام الدین رحمتہ اللہ علیہ جھنگی بابا بختیار والے فرمایا کرتے تھے کہ اگر لوگوں کو مولانا غلام رسول کی زندگی میں ان کے روحانی مقام کا علم ہو جاتا تو تمام لوگ ان کے مرید ہو جاتے۔

مولانا نواب الدین چشتی صابری سنگوہی رحمتہ اللہ علیہ جو اپنے دور کے زبردست عالم تھے۔ اپنے وعظ میں مولانا غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ کے شعر پڑھنے سے قبل فرمایا کرتے تھے "وہ آب کے قطب فرماتے ہیں۔"

مولانا عبداللہ ٹکونڈی والے وفات کے وقت قریب نہیں تھے۔ ان سے وعدہ تھا کہ پیچھے رہنے والا آگے جانے والے کی نماز جنازہ پڑھائے۔ روایت ہے کہ مولانا غلام رسول نے انہیں روحانی طور پر اپنے مرنے کی اطلاع دی۔ وہ کئی کوس دور تھے' پیدل سفر کر کے پہنچے تو مولانا کی روح پرواز ہو چکی تھی۔ مولانا کی میت کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: "یار اتنا بھی انتظار نہ کیا۔" نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد مجمع میں آکر بیٹھے اور فرمایا: "لوگو! آج میں تمہیں راز کی بات بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ مولانا غلام رسول ابدال کے مرتبے پر فائز تھے۔" (نوادرات عرشی) عرشی صاحب پھلوادی (کرم امرتسری) کے مقدمے میں لکھتے ہیں

"مولوی غلام رسول تو نابالغ ہیں۔ جنہوں نے ۱۵-۱۶ سال کی عمر میں سنجیدہ شاعری شروع کی اور داستان امیر حمزہ ایسی مبسوط تصنیف متعدد جلدوں میں نظم کر دی۔ اس کو پڑھ کر کوئی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ یہ ایک نوخیز لڑکے کی تصنیف ہے۔ اس کے بعد قصہ یوسف زلیخا میں انہوں نے مختلف علوم کی اصطلاحات کا جو مظاہرہ کیا ہے اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک دیہاتی گوجر جامی و نظامی کے لہجے میں نغمہ سرائی کر رہا ہے اور کہیں کہیں ان سے بھی آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ (نوادرات عرشی صفحہ ۳۴۴)

کون مائی کا لال ہے جس کے سینے میں دل ہو اور وہ جامی کے اشعار گریہ یعقوب اور فغان زلیخا کو پڑھ کر بے تاب اور مجبور گریہ نہ ہو جائے۔ پنجابی میں سب سے بڑھ کر یہ شرف مولوی غلام رسول کو حاصل ہوا مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں کہوں گا کہ میں نے جامی کے حضور آنسوؤں کا جتنا خراج پیش کیا ہے اس سے زیادہ مولوی غلام رسول کے قدموں پر

Marfat.com

نچھاور کیا ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ نامہ یعقوب پڑھا تو قاری وسامع دونوں ہی ازخود رفتہ ہو گئے۔ گھگھی بندھ گئی۔ پڑھنے اور سننے کا یارا نہ رہا پھر تھوڑا دم لے کر آگے بڑھے تو وہی بادوباراں کا طوفان راہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

(عرشی از نوادرات عرشی صفحہ نمبر ۳۸)

ایک روایت ہے کہ مولانا جب احسن القصص لکھ رہے تھے تو حضرت زلیخا علیہم السلام آپ کے پاس مثالی جسم کے ساتھ تشریف لایا کرتی تھیں۔ ایک بار لوگوں نے ان کی جھلک دیکھ لی' دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے تو کچھ نظر نہ آیا۔ چند اہل درو نے آپ سے وضاحت چاہی اور کہنے لگے کہ ہم نے خود ایک عورت کو اندر داخل ہوتے دیکھا ہے۔ آپ نے ان کے اصرار پر فرمایا: "میں مائی صاحبہ کے حالات لکھ رہا ہوں۔ جہاں شائبہ ہوتا ہے مائی صاحبہ اپنے حالات خود آکر بتا جاتی ہیں۔ آپ نے ان سے وعدہ لیا کہ بات ظاہر نہ کی جائے۔

قبلہ مرشدی مولانا عبدالغنی چشتی صابری قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص آپ کی قبر کی زیارت کے لئے آیا۔ وہ قبرستان میں گھوم رہا تھا قبر نہ ملتی تھی۔ اسی اثناء ایک اجنبی آیا اور پوچھا کہ قبرستان میں کیوں گھوم رہے ہو۔ اس نے کہا کہ مولانا غلام رسول کی قبر کی زیارت کے لئے آیا لیکن یہاں کوئی تختی نہیں ہے۔ جس سے قبر پہچان سکوں۔ اجنبی نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور ایک قبر پر لے جا کر کھڑا کر دیا اور خود اجنبی غائب ہو گیا۔ وہ شخص حیران اور ششدر رہ گیا۔ جب اس نے مراقبہ کیا تو وہی اجنبی قبر میں موجود تھے اور وہی مولانا غلام رسول تھے۔ فرمایا کہ میں نے تمہیں پریشان دیکھا تو تمہیں منزل کی طرف راہ دکھا دی۔ مرشدی رحمتہ اللہ علیہ مولانا کو اپنے دور کا قطب کہا کرتے تھے۔

Marfat.com

سائیں قطب شاہ - سائیں غوثے شاہ رحمتہ اللہ علیہما

یہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ ساری عمر مجرد رہے۔ دونوں موضع وڈالہ میں پیدا ہوئے۔ دونوں بھائی بستی غذاں میں آکر حضرت پیر قادری میاں غلام محی الدین برکی قادری کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ فاضلیہ میں بیعت ہوئے۔

حضرت سائیں قطب شاہ صاحب بڑے عابد زاہد تھے۔ ۶۰ سال کی عمر میں ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ میں انتقال فرمایا۔ کرتارپور جانے والی سڑک کے کنارے عید گاہ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ سائیں قطب شاہ نے اس جگہ پختہ مکان بنائے تھے جو ان کے جانشین جاروب کش میراں بخش کے قبضہ میں تھے۔ مزار شریف پختہ تھا۔ سالانہ عرس اور دوسرے ایام میں کافی رونق رہتی تھی۔ مسافر اکثر آکر قیام کرتے تھے۔ انھیں کھانا دیا جاتا تھا ان کے مزار پر یہ شعر درج تھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاشق مولا کے حضرت قطب شاہ پائی وفات
دن جمعہ کے ساتویں رمضان پائی وفات
دار فنا سے لے گئے تشریف علیین کو
تیرہ سو اکیس ہجری کو تھا لائی وفات

سائیں غوثے شاہ بڑے صادق الیقین اور اہل اللہ تھے۔ مرشد کی خدمت کو سعادت سمجھا اور ان کی خدمت میں عمر بسر کی۔ ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ حویلی میاں امیر خان بستی غذاں میں مرشد کی پائنتی دفن ہوئے۔

حضرت حافظ جھنڈو قادری فاضلی

آپ حضرت پیر قادری بستی غذاں کے خاص خلیفہ و مرشد شاہ الٰہی بخش کے خاص مرید تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ ساری عمر قرآن مجید پڑھانے اور مرشد کی خدمت میں گزاری۔ آپ ان تین مریدین میں سے ایک ہیں جنھوں نے مرشد کی خاطر لوگوں سے تکالیف اٹھائیں۔

Marfat.com

اور صحابہ کی کی زندگی کی یاد تازہ کی۔ آپ بستی شیخ درویش میں بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے شاگرد تھے اور بیسیوں حفاظ تھے۔ آپ کے خاص احباب میں مہر اسماعیل عرف چپ شاہ ابن حافظ قطب الدین جالندھری اور حکیم محمد بخش تھے۔ (سلیم التواریخ)

حضرت حافظ جھنڈو کو اہل بستی استاد جھنڈو کے نام سے یاد کرتی تھی۔ بستی شیخ درویش اور جالندھر شہر کے لوگ آپ کا بہت احترام کرنے لگے تھے۔ اگرچہ حاسد تو آخری زندگی تک قائم رہے۔ چودھویں صدی کے وسط میں انتقال فرمایا۔ بستی شیخ درویش کے تانگہ سٹینڈ کے قریب جو مسجد تھی اور باہر والی مسجد کہلاتی تھی۔ اس کے جنوب میں دفن ہوئے۔ قبر پختہ تھی۔ آپ کے شاگردان جو حافظ قرآن تھے۔ آپ کی قبر کا احاطہ کر کے قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ ۱؎ (ماسٹر اللہ دتہ' ولد فتح دین جالندھری)

۱؎ جامع مسجد صدیق اکبر کوچہ سدھو مصر اندرون شاہ عالمی' لاہور کے رضاکار موذن ہیں۔ الحمد للہ ۱۴- رمضان ۱۴۱۹ھ تک بقید حیات ہیں۔ ۷۷ سال سن ہو گا۔ (مولف)

میاں ابراہیم عرف میانجی پنوں شاہ رحمتہ اللہ علیہ قادری فاضلی

آپ قصبہ علاولپور (جالندھر) میں بی بی پور کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا چچازاد بھائی مہر محمد بخش نمبردار تھا۔ آپ عارف کامل اور محقق یگانہ تھے۔ طالب علمی کے زمانہ ہی سے آپ کو علم طریقت کا شوق دامن گیر تھا لہذا سائیں سندھی ساکن موضع چوہڑوالی (ضلع جالندھر) سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو گئے۔ حسب فرمان مرشد برسوں ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہے لیکن عقدہ حل نہ ہوا۔ آخر کار سائیں امام الدین شاہ ساکن چوہڑوالی کی معرفت حضرت پیر الٰہی بخش شاہ قادری جالندھری کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ حضرت شاہ صاحب جب ان کے ہاں بمعہ درویشوں کے تشریف لاتے تو ان کے لئے عید کا چاند طلوع ہو جاتا۔ شاہ صاحب کی صحبت اختیار کرنے کے لئے سائیں امام دین شاہ چوہڑوالی سے اور ماموں خاں راجپوت لیٹری والا سے اور سربلند خان پٹھان اور نتھو شاہ و دیگر معتقدان سکنہ علاولپور میں جمع ہو جاتے۔ قال اللہ وقال الرسول اور مناجات الٰہی میں راتیں گزار دیتے۔ مسائل معرفت اور توحید میں سارا دن گزر جاتا۔

Marfat.com

ایک دن بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک دوکان پر مینا جانور دیکھا تو حضرت شاہ الٰہی بخش صاحب نے فرمایا: "دیکھو لوگ مینا سے کس قدر پیار کرتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ اپنی خودی کی نفی کرتا ہے اور یہی طریقت کا پہلا سبق ہے۔" پھر یہ شعر پڑھا۔

بکری جو میں میں کرے گلے چھری پھروائے
مینا جو میں نہ کہے سب کے من کو بھائے

میاں جی ابراہیم صاحب علوم مروجہ اردو' فارسی میں اچھے ماہر تھے۔ ابتداء میں ذریعہ معاش مدرسہ تھا اور آخری عمر میں زراعت کو ذریعہ معاش بنایا اگرچہ عربی میں سوائے قرآن مجید کے زیادہ دسترس نہ تھی لیکن اپنے مرشد کامل کی صحبت سے ایسے کامل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا۔ بڑے بڑے عالم مسائل میں آپ کے حضور ساکت ہو جاتے تھے۔

آپ صاحب تصرف بزرگ تھے۔ مشہور ہے کہ ایک مجذوب جو بالکل بے پروا اور کسی سے رغبت نہ رکھتا تھا اور حواس باختہ تھا۔ آپ کے کنوئیں پر آکر رہٹ ہانکتا رہتا تھا۔ لوگ اس پر بہت حیران ہوتے تھے۔ آپ شاہ جی کے مشہور خلفاء سے تھے۔ صاحب مجاز تھے بہت سے لوگوں نے آپ سے فیضان حاصل کیا۔ ان میں سے بنے شاہ مسائل دانی میں سب سے فائق تھے اور سائیں امام دین صاحب جن کا پیچھے ذکر ہوا۔ صادق الیقین ہونے میں قابل ذکر ہیں۔

میانجی صاحب حلیم الطبع' مہمان نواز' غیر تعصب اور درویش دوست تھے۔ ان کا کنواں شہر جالندھر سے بالکل متصل تھا۔ وہاں ایک مختصر سا مکان اور چبوترہ بنا رکھا تھا۔ اسی جگہ نماز ادا کرتے تھے۔

۲۸- ذیقعد ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۶- فروری ۱۹۰۴ء ۵- پھاگن ۱۹۶۰ بکری بروز منگل عارضہ طاعون سے فوت ہوئے۔ عمر ۶۰ سال سے کچھ زائد تھی۔ کنوئیں کے قریب ہی مزار بنایا گیا۔ آپ کے بیٹے غلام قادر تھے جو والد کے نقش قدم پر تھے۔ (سلیم التواریخ)

Marfat.com

حضرت مولوی جان محمد قادری فاضلی رحمتہ اللہ علیہ

آپ آدم پور (جالندھر) میں پیدا ہوئے۔ حضرت پیر شاہ الٰہی بخش قادری فاضلی کے مرید صادق اور خلیفہ تھے۔ آپ کا سارا خاندان صحیح العقیدہ سنی اور اہل اللہ کا معتقد تھا۔ آپ کے برادر بزرگ احمد بخش' چچا زاد بھائی رحیم بخش اور عمر دین حضرت سائیں پیر شاہ آدم پوری رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ چشتیہ' صابریہ میں بیعت تھے۔

مولوی جان محمد صاحب چھوٹی عمر ہی میں حضرت پیر الٰہی بخش کے مرید ہو گئے تھے۔ شعر کہنے کا بہت شوق تھا۔ فارسی' اردو اور پنجابی میں شعر کہتے تھے۔ شعر کیا ہوتے تھے۔ واردات قلبی کا اظہار ہی ہوتا تھا۔ معرفت کے رموز سے بھرپور ہوتے تھے۔ فائی نامہ' موچی نامہ' باراں ماہ اور سی حرفی زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کی شیریں بیانی' خوش خلقی اور فراخ دلی کی وجہ سے ہر شخص آپ کا گرویدہ تھا۔ علاقہ کے صغیر و کبیر آپ کا احترام کرتے تھے۔ حکیم صدر الدین اور حکیم بدر الدین صاحبان سے آپ گوناگوں محبت رکھتے تھے۔ حکیم صاحبان بھی آپ کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ آپ کا سارا خاندان کاشتکاری کرتا تھا لیکن آپ مدرس تھے۔ تینتیس سال ملازمت کر کے ریٹائر ہو گئے۔

آپ عارف کامل تھے۔ کلام بھی خوب پڑھتے تھے۔ دیوان قادری' دیوان نیاز احمد بریلوی' مولانا مغربی' دیوان حافظ اور امیر خسرو و دیگر عرفا کاملین کا کلام بہت یاد تھا۔ شوق اور سوز و گداز سے پڑھتے تھے اور روتے تھے اور دوسروں کو رلاتے تھے۔ کریم بخش قوال ساکن بستی غزاں کہا کرتا تھا۔ "گانے کا لطف تو مولوی جان محمد صاحب کے حضور ہی آتا ہے۔ ان کے آگے کیا گاتا ہے جو نہ بھیروی سمجھے اور نہ ہی شام کامیان"

ایک دفعہ جبکہ آپ مدرسہ بڑا پنڈ میں پڑھاتے تھے۔ ناقص اور جاہل فقراء کی صحبت میں بیٹھنے سے پوست اور بھنگ کے نشے کی عادت ہو گئی تھی۔ حضرت پیر الٰہی بخش شاہ ان سے ملنے گئے۔ مولوی جان محمد صاحب نے جب پیر کی صورت دیکھی تو بھنگ کا بھرا پیالہ دور پھینک دیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا

بھنگ پوست نیم مدھ اتر جات پر بھات
نام خماری نانکا چڑھی رہے دن رات

Marfat.com

(بابا نانک صاحب فرماتے ہیں کہ درویش کو خدا کے نام کا نشہ ہونا چاہیے۔ جو ہر وقت قائم رہے۔ یہ پوست بھنگ کا کیا نشہ ہے جو پیئے اور اتر جائے۔) آپ کی طبیعت ہمیشہ مسرور رہتی تھی۔ مستانہ معلوم ہوتے تھے۔ آپ کا قد نہایت موزوں تھا۔ ہاتھ میں جب کرنڈل لے کر چلتے تھے تو سادھو معلوم ہوتے تھے۔ (کرنڈل لکڑی کے لوٹے کو کہتے ہیں۔)

اپنے پیر بھائی میاں قادر بخش ساکن موضع بلھمی سے خاص محبت تھی۔ تفسیر قرآن اور تصوف کے رسالے انہیں سنایا کرتے تھے۔ بلھمی آدم پور سے تین میل پر تھا لیکن یہ دونوں ہمیشہ اکٹھے ہی نظر آتے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی آپ سے پیار کرتے تھے۔ لبھو رام سنار ساکن موضع تنگ آپ کا بڑا معتقد تھا۔

آپ کی وفات کا عجیب واقعہ ہے۔ اپنے بھائی احمد بخش کے پاس علاقہ بار چک نمبر ۲۶۷ رکھ براہنچ میں ملنے کو گئے کریم بخش قوال کو بھی وہاں بلایا۔ تین دن محفل سماع ہوتی رہی۔ عرفا کاملین کا کلام سماعت فرماتے رہے۔ آخری وقت میں خواجہ احمد جام رحمتہ اللہ علیہ کی غزل سننے کی فرمائش کی اور اسے بار بار سنا۔

امروز شاہ شاہاں مہماں شداست مارا

جبریل ما ملائک درباں شداست مارا

سماع کے بعد قوالوں کو خوشی خوشی رخصت کیا۔ مغرب کے بعد گھر تشریف لائے اور رضائی اوڑھ کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھا اور ہمیشہ کے لئے سو گئے۔ آپ نے ۵۶ سال عمر پائی۔ ۱۰۔ دسمبر ۱۹۱۵ء بروز جمعہ کو انتقال فرمایا۔ معتقدین نے چک نمبر ۲۶۷ رکھ براہنچ علاقہ بار میں ہی پختہ مزار بنا دیا۔ آپ کے پانچ بیٹے تھے۔ نیاز احمد میاں غلام باری، فضل باری عزیز احمد اور بشیر احمد۔ میاں غلام باری اور فضل باری مڈل کر کے فوج میں ملازم ہو گئے تھے۔

حضرت مہر اسماعیل عرف چپ شاہ قادری فاضلی رحمتہ اللہ علیہ

مہر اسماعیل ابن حافظ قطب الدین پیر قادری کے مرید تھے۔ مولوی محمد جان کے پیر بھائی اور ہم زلف تھے۔ بڑے متحمل مزاج کم گو اور مسائل عرفان الٰہی سے خوب واقف تھے۔ کسی نقصان ہو جانے یا کام بگڑ جانے پر ذرا بھی نہ گھبراتے۔ ایک بار مکان تعمیر کروا

Marfat.com

رہے تھے۔ اور بارش شروع ہو گئی۔ معماروں نے بڑی کوشش کی کہ چھت پڑ جائے لیکن بارش موسلا دھار ہونے لگی اور دیواریں گر گئیں۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ آپ کے ہمسایہ میں ایک نہایت دانشمند انسان ملک بخت بیدار تھے وہ کہنے لگے کہ مہر اسماعیل بڑا دلیر اور ہمت والا انسان ہے۔ ڈیڑھ ماہ سے اسی کام میں لگا ہوا ہے۔ کام بگڑ جاتا ہے پھر بنانے لگتا ہے ذرا نہیں گھبراتا۔ مہر صاحب نے جواب دیا۔ "منشی جی ہم کام کرنے کے لئے ہیں۔ اگر یہ کام ہو جاتا تو کیا ہم بیکار بیٹھے رہتے؟ مالک اگر چاہتا ہے کہ یہی کام کرتے رہو تو ہمیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے جس کام میں مالک خوش ہے ہم بھی خوش ہیں۔

مہر جی اپنے پیر بھائیوں ۔ سے بہت محبت کرتے تھے۔ علی بخش فراش سے دلی محبت تھی۔ جب تک ایک دوسرے کو دیکھ نہ لیتے' چین نہ آتا تھا۔ برادری یا غیر برادری میں جہاں کہیں فساد جھگڑا ہوتا وہاں پہنچتے جب تک صلح صفائی نہ کرا دیتے' چین سے نہ بیٹھتے۔

مسی لگاہیا کی معرفت حضرت پیر الٰہی بخش شاہ سے بیعت کی تھی۔ ساری عمران کا احترام کرتے رہے اور ان کے احسان مند رہے۔ اپنے مرشد سے بڑی عقیدت تھی چونکہ شاہ الٰہی بخش صوفی محمد اکبر علی سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ اس لئے مہر جی ان سے ایسی ہی محبت رکھتے تھے۔ جب اپنے مرشد کا کسی سے ذکر سنتے تو یہ شعر پڑھتے۔

آنکھیں سندھی ہوئی ہوں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

کام کرتے کرتے اکثر شعر پڑھنے لگتے تھے اور پھر خود ہی ہنسنے لگتے۔ حضرت مرشد کا شکریہ ہر دم ادا کرتے اور کہتے۔

نہ کچھ کھویا نہ کچھ پایا اٹھ گیا بھر دا سا
آکھن دی گل نہیں دانیا کھڑ کھڑ آوے ہاسا

آپ کے والد قطب الدین صاحب حافظ قرآن تھے۔ شمس الہند مولانا ولی محمد صاحب کے بہت معتقد تھے۔ جب ان کے لڑکے مہر اسماعیل شاہ الٰہی بخش صاحب کے مرید ہوئے تو حافظ صاحب مخالفت کرنے لگے لیکن جونہی مولانا سے حضرت شاہ الٰہی بخش صاحب کی تعریف سنی تو وہ بھی دل سے معتقد ہو گئے۔

وفات سے قبل کنوئیں پر مسجد نما چبوترا مرمت کروا کر چونے گچ بنایا اور فرمایا: "یہ

Marfat.com

میرے والد حافظ صاحب کی یادگار ہے۔" اور ان کی اپنی ہی یادگار بن گئی۔ مولوی جان محمد صاحب کی وفات کے پندرہ دن بعد (۲۴- دسمبر ۱۹۱۵ء) بروز جمعہ اپنے گھر شہر سے کھیتوں پر جاتے وقت سب کو تپاک سے ملے۔ کنوئیں پر جا کر کچھ زراعت کرتے رہے۔ پھر ۱۱ بجے دوپہر کھانا کھانے کے لئے کھیت ہی میں بیٹھ گئے۔ ابھی روٹی کا لقمہ ہاتھ نہیں لیا تھا کہ پیچھے کی طرف الٹے۔ بیوی صاحبہ نے کہا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟" فرمایا: "جو خلیفہ مولوی جان محمد نے کیا۔" آخر پیچھے کی طرف لیٹ گئے اور روح پرواز کر گئی۔ آپ کو مولوی جان محمد صاحب سے بہت محبت تھی۔ انہیں خلیفہ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ مہر صاحب کے فوت ہونے پر شہر میں غوغا مچ گیا۔ تمام مرد و زن ان کا آخری دیدار کرنے کے لئے کنوئیں پر پہنچ گئے۔ شام کو جنازہ اٹھایا گیا۔ لوگوں کا اژدھام تھا۔ حضرت شاہ سکندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کے قریب دفن کر دیئے گئے۔ مزار پختہ بنایا گیا۔ ان کے چار بیٹے تھے جو کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔

حضرت میاں باغ علی قادری عرف بھاگے خاں رحمتہ اللہ علیہ

آپ سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے اور لودھی پٹھانوں محلّہ نیلے محل کے مورث اعلیٰ تھے۔ محلّہ نیلہ محل بیرون محلّہ ملکان متصل محلّہ کرار خاں و محلّہ کوٹ بلند خاں واقع تھا۔ میاں باغ علی رحمتہ اللہ علیہ کی قوم کے محلات نیلے رنگ کی روغنی اینٹوں اور نقش و نگار سے مزین تعمیر کا حسین مرقع تھے۔ اسی لئے اس محلے کا نام نیلا محل مشہور تھا۔ حضرت باغ علی رحمتہ اللہ علیہ کی ہمشیرہ عبدالرحمٰن خاں (دھوگڑی) کی زوجہ تھیں اور ان کی صاحبزادی نیاز احمد خاں (دھوگڑی) کی منکوحہ تھیں۔ دوسری بیٹی غلام محمد خاں کی منکوحہ تھیں جو اسی محلّہ نیلے محل میں سکونت پذیر رہا۔ غلام احمد خان کے دو فرزند تھے۔ ۱- عبدالحفیظ خاں ۲- عبدالعزیز خاں۔ عبدالحفیظ خاں اچھے ادیب اور شاعر تھے تاثیر تخلص تھا۔ جب ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت زوروں پر تھی۔ انہوں نے چند احباب کے ساتھ ترک معاملات کر کے کابل کی طرف ہجرت کی۔ حکومت کابل نے ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو واپس آئے۔ قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی سکونت اختیار کی اور پنڈی میں فوت ہوئے۔

Marfat.com

حضرت صوفی محمد اکبر علی قادری' رزاقی' فاضلی رحمتہ اللہ علیہ

آپ بہرام سرشتہ ضلع ہرشیار پور میں تلونڈی ارائیاں کے بانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بہرام میں حاصل کرنے کے بعد لاہور میں ٹیچرز ٹریننگ کالج میں تکمیل کی۔ تیس سال تک معلمین کو شعبہ زبان دانی میں تعلیم دیتے رہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد مستقل رہائش جالندھر میں اختیار کرلی۔ اس کے بعد زمینداری اور زراعت ذریعہ معاش بنایا۔ صوفی صاحب کا تعلق ایک زمیندار علمی گھرانے سے تھا۔ خود بھی اعلیٰ درجہ کے عالم اور محقق تھے۔ علم دین اور تصوف سے گہرا لگاؤ تھا۔ آپ نے ملت اسلامیہ کی تعلیم و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ علی گڑھ تحریک میں سرسید احمد کا مسلمانوں کی خاطر ساتھ دیا اگرچہ سرسید کے نظریات عقائد اسلامیہ کے سراسر خلاف تھے۔ تعلیم نسواں کی تعلیم کے فروغ کے لئے شمس العلماء مولانا سید ممتاز علی کا دل و جان سے ساتھ دیا۔ انجمن ارائیاں ہند کا قیام ارائی اخبار کا اجراء الرائی بلڈنگ لاہور جیسا عظیم مرکز صوفی صاحب کی انتھک کوششوں اور ان کے رفقائے کار کے تعاون کا شاہکار ہیں۔ تالیف و تصنیف کے میدان میں بھی صوفی صاحب کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ دینی شعبہ میں تعلیم القرآن الحجاب الحرفہ اور العرب والا سلام جیسی بلند پایہ کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ آپ حضرت پیر شاہ الٰہی بخش قادری فاضلی کے محبوب خلیفہ و مرید اور سجادہ نشین تھے۔ اپنے مرشد سے کمال محبت رکھتے تھے۔ آپ صاحب علم و عرفان اور رقیق القلب بزرگ تھے۔ شاہ الٰہی بخش رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد میاں غلام احمد خانصاحب نے جو پیر قادری بستی غذاں کے بڑے صاجزادے' خلیفہ اور سجادہ نشین تھے' نے ہزار ہا مخلوق کے روبرو آپ کو دستار جانشینی عطا فرمائی۔ نیز حضرت مولانا حافظ سید ظہور الحسن صاحب سجادہ نشین دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف نے بھی آپ کو دستار جانشینی کا اعزاز بخشا اور باقاعدہ ایک تحریر لکھ کر پیش کی۔ تحریر کی نقل صوفی صاحب نے اپنی معروف زمانہ کتاب "سلیم التواریخ" میں درج کی ہے۔ یہ تحریر ۵۔ شعبان المعظم ۱۳۱۵ کو پیش کی گئی۔

آپ نے تاریخ ارائیں پر ایک ضخیم کتاب "سلیم التواریخ" لکھی ہے۔ یہ کتاب صوفی صاحب نے ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں پریس شیخ عبدالعزیز سے چھپوا کر اپنے مکان

Marfat.com

واقع چوک مفتیاں جالندھر شہر سے شائع کی۔

علی اصغر چوہدری نے اپنی کتاب "تاریخ ارائیاں" میں "سلیم التواریخ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "وہ یہ (کتاب) صوفی محمد اکبر علی صاحب کی قابل قدر تصنیف ہے---- یہ بڑے سائز کے ۷۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں صفحہ نمبر۳۶۶ سے ۷۹۴ تک ڈائریکٹری اور برادری کے معززین کا تعارف شامل ہے اور یہی حصہ دراصل زیادہ قابل داد ہے کیونکہ اسے مکمل کرنے کے لئے منصف کو بقول ان کے تیس سال محنت کرنی پڑی۔ اگرچہ ان تیس سالوں میں صفحہ نمبر۱ سے ۳۶۵ تک مواد بھی شامل ہے لیکن ان صفحات کا انداز تاریخی کم اور تبلیغی زیادہ ہے اور تاریخ قوم ارائیں کی نسبت غیر متعلقہ مواد زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ اس پر تبلیغی رسالہ ہونے کا گمان ہوتا ہے۔

تبصرہ بر تبصرہ | حضرت صوفی صاحب دیندار آدمی تھے۔ سلسلہ قادریہ کے صوفیاء سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک دیندار انسان ہونے کی حیثیت سے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ جو بھی کام کرے اس میں زیادہ تبلیغ دین ہو۔ ابتداء اسلام میں عرب مسلمان ہندوستان میں تجارت کی غرض سے آتے تھے لیکن انہوں نے تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ جاری رکھی اور بہت سے لوگوں کو اسلام کی نعمت سے مالا مال کیا اور اس امر سے کسی کو انکار نہیں۔ ہر مسلمان کی یہ عادت ہونی چاہئے کہ اپنے کام کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ جاری رکھے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا یہی شیوہ تھا۔ اقبال کیا خوب فرما گئے۔

عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرہ لایحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

کتاب "سلیم التواریخ" ۱۹۱۹ء میں ایک بار ہی چھپی۔ اب نایاب ہے۔ مولانا غلام قادر اثر رحمتہ اللہ علیہ جالندھری نے کتاب "سلیم التواریخ" کی طباعت پر یوں تاریخ لکھی ہے

چو صوفی اکبر علی خوش سرشت عجب تخم درارض تاریخ کشت
رقم کردہ تاریخ ازبس شگرف کہ نبود جوابش چوباغ بہشت

Marfat.com

بایمائے او بندہ احقر اثر عجیب ۱۳۴۳ھ سالش نوشت

حضرت فضل حسین عرف سائیں فضل شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

فضل حسین عرف سائیں فضل شاہ' پہلوان رحمت علی (مرحوم) کے فرزند تھے۔ جالندھر شہر میں معروف انسان تھے۔ پہلوان جی رحمت علی (مرحوم) حضرت شیخ پیر حسین قادری کے مرید صادق تھے۔ شیخ پیر حسین شاہ دسوہہ ضلع ہوشیار کے معروف بزرگ سلسلہ قادریہ سے تھے اور ان کے ہمعصر سائیں دیوان شاہ صاحب تھے جو کامل ولی سلسلہ قادریہ سے تھے۔ شیخ پیر حسین شاہ کا حلقہ جالندھر میں کافی وسیع تھا۔ آپ اپنے مریدین سے ملنے آتے تو رحمت علی پہلوان کے گھر قیام فرماتے۔ ان کے خلیفہ سائیں پیراں شاہ قادری جو پہلے رہانہ ضلع ہوشیار میں رہتے تھے' بعد میں اپنے مرشد کے پاس دوسوہہ میں تشریف لے گئے۔ سائیں میراں شاہ صاحب بھی جالندھر میں آیا کرتے تھے اور پہلوان جی کے پاس ہی ٹھہرتے تھے۔ پہلوان رحمت علی (مرحوم) کے فرزند فضل حسین ان کی شخصیت سے مسحور ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ سائیں فضل حسین خوش الحان نعت خوان تھے اور ہیر وارث شاہ اس خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے کہ دور دور سے لوگ انہیں سننے آیا کرتے تھے۔ بابا میراں شاہ کی کشش اور باطنی تصرف سے شہر کے بہت سے گھرانے آپ سے بیعت ہوئے۔ ماسٹر کرم بخش (مرحوم) بھی باباجی سے بیعت تھے۔ بابا میراں شاہ جب بھی تشریف لاتے تو رحمت علی پہلوان کے گھر ٹھہرتے۔ (فضل حسین' میاں محمد طفیل ناصری کے ماموں تھے اور پہلوان رحمت علی (مرحوم) ان کے نانا محترم تھے۔)

سائیں فضل شاہ بابا میراں شاہ کے محبوب مرید تھے۔ آپ نہایت حسین اور وجیہہ تھے۔ جب ہیر خوش الحانی سے پڑھتے تو فضائیں ساکت ہو جاتیں اور در و دیوار جھوم اٹھتے تھے۔ آپ رات کو جنگل میں جا کر ہیر پڑھا کرتے تو رات کے سناٹے میں عجیب سماں بندھتا تھا۔ ایسا بھی ہوتا کہ جوان عورتیں آپ کے پیچھے پہنچ جاتی تھیں۔ جب باباجی کو اس بات کا پتہ چلا تو باباجی نے سائیں فضل شاہ پر ایسی نظر فرمائی کہ سائیں جی کی کایا ہی پلٹ دی چنانچہ سائیں جی دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو کر فقر کا چولا پہن کر ہمہ وقت باباجی کی خدمت میں رہنے لگے۔ ضعیفہ والدہ اور بال بچوں کی بھی خبر نہ رہی۔ عزیزوں سے جدائی برداشت کر لی مگر پیر

Marfat.com

کی جدائی برداشت نہ کی۔ باباجی بھی ان پر خاص توجہ فرماتے تھے اور باطنی فیوض و برکات سے نوازتے رہتے تھے اور آخری عمر تک جدا نہ کیا۔ باباجی کی عمر سو سال سے زیادہ ہو چکی تھی چنانچہ اپنی خانقاہ دو سوہہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ باباجی ۱۹۴۰ء میں انتقال فرما گئے۔ سائیں جی ان کے مزار پر رہنے لگے آخر فرقت مرشد میں بیمار ہو گئے۔ انہیں جالندھر لایا گیا۔ ۱۹۴۲ء میں انتقال فرمایا (ذکر پاکاں)

حضرت سید علی معظم قادری رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی گڑھ شنکر میں تشریف آوری رستم علی خاں کی دعوت پر ہوئی۔ آپ اکیلے ہی وارد ہو کر شہر کے اندر محلہ میر خانیہ میں مقیم ہوئے۔ سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی۔ مسجد' مسجد نبوی کے نمونہ پر ہے۔ آپ کا مزار بھی اسی محلہ میں ہے اور روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہے۔ اسی جگہ آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں میں ہندو سکھ بھی شامل تھے۔ مضافات کے لوگ بھی عقیدت رکھتے تھے اور کثرت سے آپ کے پاس آتے تھے۔ آپ باشرع اور صاحب طریقت بزرگ تھے۔ آپ نے حج بھی کیا تھا۔ معماروں کو تعمیر کی ہدایات خود دیتے تھے چونکہ بچشم خود دیکھ کر آئے تھے۔ مسجد نبوی کی فنی باریکیاں نگاہ میں تھیں۔ آپ کی وفات ۱۰۔ ذی‌قعد ۱۲۰۳ھ میں ہوئی اپنے تعمیر کردہ مزار میں دفن ہوئے۔ آپ ساری زندگی مجرد ہی رہے۔ آپ کے خلیفہ سید گامے شاہ تھے' وہ بھی مجرد تھے اور ان کے ایک خلیفہ قادر بخش تھے جو انبالہ کے قصبہ باخان والا کے باشندے تھے۔ خلافت کے بعد بیرناپور چلے گئے۔ اسی قصبہ میں ان کا مدفن ہے۔ خلیفہ اول سید گامے شاہ کے بعد غلام غوث صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد سجادگی اور خلافت (میاں) عطا محمد رحمتہ اللہ علیہ کو ملی جو تقسیم ہند کے بعد لاہور پاکستان چلے آئے اور ۱۹۴۸ء میں لاہور میں انتقال فرمایا لاہور میں دفن کے بعد مریدین نے ان کی لاش کو نکال کر قصبہ صابو والا ضلع فیصل آباد میں جا کر دفن کیا۔ اب بڑے پیر صاحب معظم علی رحمتہ اللہ علیہ کا عرس ۱۰۔ ذیعقد کو صابو والا ہی میں ہوتا ہے۔ ان کے مریدین میں رانا افضال ۶۶۔ ا نک میں قیام پذیر ہیں۔ فقیر مصنف کی ان سے شناسائی ہے۔

کرامت تقسیم ملک پر عطا محمد صاحب (مرحوم) گدی نشین تھے۔ سکھ اور ہندوؤں نے

Marfat.com

حملہ کرنا چاہا تو آپ نے حصار کھینچ دیا۔ گویا یہ وہی حصار تھا جو حضرت سیدنا ہود علیہ السلام نے عذاب کے وقت مومنوں کے گرد کھینچا تھا۔ یہ حصار "حصار امن" کہلاتا ہے۔ ہمارے سلسلہ چشتیہ، صابریہ میں اب بھی یہ حصار ہر نماز کے بعد کیا جاتا ہے۔ بہرحال سکھ اور ہندوؤں کا کوئی جتھا اندر آنے کی جرأت نہیں کر سکا۔ (بشکریہ حضرت نذر صابری، جالندھری، اٹک)

سلسلہ بزرگان قادریہ، وہابیہ، نوشاہیہ
عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ

یہ سلسلہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے شیخ سیف الدین ابو عبداللہ عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ پر منتہی ہوتا ہے۔ انہی کے نام پاک سے وہابیہ کہلاتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام حاجی محمد نوشہ گنج رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہو کر نوشاہیہ کہلاتا ہے۔ سلسلہ طریقت نوشاہیہ یوں ہے:

۱۔ شیخ الاسلام حاجی محمد نوشہ گنج بخش
۲۔ حضرت شاہ سلیمان سخی نوری
۳۔ حضرت شاہ معروف چشتی فریدی
۴۔ حضرت شاہ مبارک حقانی
۵۔ سید مخدوم شاہ محمد غوث (از اولاد بابا گنج شکر)
۶۔ حضرت شاہ شمس الدین
۷۔ شاہ جمال الدین میر
۸۔ حضرت شاہ ضیاء الدین ابوالحسن
۹۔ شاہ ابوالبرکات نور الدین مسعود
۱۰۔ ابوالعباس حمید الدین گنج بخش
۱۱۔ ابوالمنصور شاہ صفی الدین
۱۲۔ ابو عبداللہ سیف الدین عبدالوہاب
۱۳۔ غوث الثقلین سید عبدالقادر محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہم

Marfat.com

حضرت سید شاہ شریف رحمۃ اللہ علیہ قادری' نوشاہی

آپ حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی قادری نوشاہی (جو شیخ الاسلام) حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ ساہن پال گجرات کے اعاظم خلفاء سے تھے) رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مرید ہیں۔ پیر سچیار رحمتہ اللہ علیہ کا شہرہ سن کر نوشہرہ جا کر مرید ہوئے اور تربیت حاصل کر کے اپنے علاقہ میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔

بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں انتقال فرمایا۔ تلونڈی چوہدریاں (نزد سلطان پور ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر میں مزار ہے۔) (شریف التواریخ' حصہ دوم)

حضرت حافظ حاجی شاہ بخش قادری' نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ نسب | حاجی شاہ بخش' ابن میاں سلطان فضل بن سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہروی

سلسلہ بیعت | اپنے نانا محترم میاں سلطان علی بن عبدالغفور بن غلام مصطفیٰ وڑائچ بھیکھیوالہ رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی وہ میاں سلطان ملک بن سلطان محمد نوشہروی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں بیعت تھے۔ سلطان ملک شیخ چوغطے شاہ ساکن لنگ بلگن کے مرید تھے اور وہ شیخ دلیل شاہ کے مرید تھے اور وہ شیخ عبدالرحیم کے اور وہ شیخ کرم قلی کے اور وہ مرید اپنے عم محترم شیخ میر شاہ سلطان بگا شیر لکھنوالی کے اور وہ مرید شیخ محمد سچیار کے رحمتہ اللہ علیہ وعلیہم

حاجی شاہ بخش نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ صاحب علم و عمل تھے۔ حافظ قرآن کامل فقیر تھے لیکن مزاج امیرانہ رکھتے تھے۔ آپ حج کرنے کے بعد بغداد شریف گئے اور غوث اعظم کے مزار پر گوشہ نشین رہے۔ نجف اشرف درگاہ مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ الاسنی پر بھی چلہ کیا۔ آپ نے چالیس سال کھانا نہیں کھایا۔ غوث اعظم کے حکم سے کھانا شروع کیا۔ بڑے بڑے راجے اور نواب آپ کے مرید تھے۔ ریاست جوناگڑھ ریاست احمد آباد اور سندھ حیدر آباد کے نواب آپ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ آپ کی اولاد موجود نہیں۔ آپ کے خلفاء میں یہ حضرات مشہور تھے:

۱۔ میاں اخلاص محمد برادر کلاں۔۔۔۔ نوشہرہ شریف گجرات۔

Marfat.com

2۔ میاں لدھے شاہ بن میاں اخلاص محمد (برادر زادہ) (نوشہرہ شریف گجرات)
3۔ سائیں عمر شاہ ارائیں (موضع کڑیانہ ضلع جالندھر)
4۔ سائیں ماہی شاہ کشمیری (موضع موٹھانوالہ ریاست کپور تھلہ ضلع جالندھر)

تاریخ وفات | آپ سال ۱۳۰۷ھ میں اپنے احباب سے ملنے کے لئے جالندھر گئے۔ موضع کڑیانہ متصل آدم پور میں اپنے مرید خاص سائیں عمر شاہ ارائیں کے پاس انتقال فرمایا لہذا احباب طریقت نے اپنے گاؤں کڑیانہ ہی میں دفن کر دیا۔

مادہ تاریخ: ۱۳۰۷ھ / شاہ کفایت دستگاہ

شیخ محمد حیات انصاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ جالندھر شہر کے باشندے تھے۔ حضرت سید حافظ قائم الدین برقندازی پاک پتنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ میاں عبدالغفور بستی دانشمند والوں کے پیر بھائی تھے۔ جالندھر میں تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ جالندھر شہر میں انتقال فرمایا۔ مقام مزار نامعلوم۔

سلسلہ نوشاہیہ غفوریہ

حضرت میاں عبدالغفور قادری' نوشاہی' جالندھری قدس سرہ

خاندان | حضرت شیخ الملت والدین' سلطان العارفین' برہان العاشقین میاں عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کا نام نامی اسم گرامی میاں دل محمد تھا جو ایک مرد صالح تھے۔ سلسلہ سہروردیہ میں حضرت شیخ درویش رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء سے فیضیاب تھے۔ آپ قوم انصاری سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت سیدنا ابوایوب انصاری صحابی رسول ﷺ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے اجداد سے حضرت مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کا مزار کانین کرم روہ دامن کوہستان میں ہے۔ مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے چند افراد کانین کرم سے ہجرت کر کے جالندھر کے نواح میں آ کر سکونت پذیر ہوئے اور ایک بستی آباد کی۔

بستی دانشمند | دانشمند کو عام لوگ دانشمناں کہتے تھے جو دانشمند سے بگڑ کر معروف ہوا تھا۔ آپ (میاں عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ) کے بزرگوں میں ایک صاحب بڑے عالم'

Marfat.com

عاقل اور صاحب فصاحت و بلاغت گزرے ہیں۔ ان کی عقل و دانش کی وجہ سے لوگ انہیں دانشمند کہتے تھے۔ ان ہی کے نام سے بستی کا نام دانشمند مشہور ہوا۔ یہ بستی جالندھر شہر سے تقریباً ڈھائی میل کے فاصلہ پر شہر سے مشرق کی جانب ہے۔ اس بستی میں پٹھان اور انصاریوں کی زیادہ آبادی تھی۔ دوسری قومیں بھی آباد تھیں۔ غیر مسلم (ہندو) کی آبادی کم تھی۔ شہر سے اس بستی تک پختہ سڑک آتی تھی۔ سڑک کے شمالاً جنوباً ایک بازار تھا۔ سڑک کے جنوب میں آبادی تھی۔ پٹھانوں کے بلند و بالا مکان اور میاں صاحب کا مزار جو ایک باغیچہ میں تھا۔ اس طرف تھا۔ گنبد والی ایک مسجد وسیع و عریض تھی۔ بستی کے مشرق کی جانب چند گز کے فاصلے پر جا کر پختہ سڑک ختم ہو جاتی تھی۔ سڑک کے ختم ہوتے ہی جنوب کی طرف پرانا قبرستان تھا۔ جو سڑک سے ڈیڑھ گز کی اونچائی پر ہو گا۔ اس قبرستان میں پرانے اور بڑے بڑے بڑ کے درخت تھے۔

بیعت | میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد سلسلہ سہروردی میں حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوا کرتے تھے اور یہ سلسلہ شروع ہی سے چلا آ رہا تھا۔ آپ کے والد گرامی سلسلہ سہرودیہ میں صاحب مجاز تھے۔ لیکن میاں صاحب سلسلہ قادریہ نوشاہیہ برقندازیہ سے فیضاب ہوئے۔

بیعت کا واقعہ | یوں ہے کہ حضرت حافظ محمد قائم الدین نوشاہی برقندازی رحمتہ اللہ علیہ سیرو سیاحت کے سلسلہ میں اپنے احباب کے ہمراہ جالندھر تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بستی دانشمند میں تشریف لائے اور ایک درخت کے سائے کے نیچے قیام پذیر ہوئے۔ حضرت میاں صاحب کے دادا جان کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے اپنی روحانی طاقت سے جو حافظ صاحب کو دیکھا تو بستی میں آ کر لوگوں کو اطلاع کی کہ بستی کے باہر ایک صاحب روحانیت فقیر بیٹھا ہے۔ اپنے لڑکوں کو ادھر نہ جانے دیں ورنہ وہ انہیں اپنی روحانی طاقت سے متاثر کر کے اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اتفاق کی بات ہے کہ میاں عبدالغفور اور میاں خان محمد دونوں پھرتے پھراتے ادھر آ نکلے اور حافظ صاحب کی محفل میں بیٹھ گئے۔ حافظ صاحب کی نظر جونہی ان پر پڑی یہ حضرات رقص کرنے لگے۔ کسی شخص نے آپ کے دادا جان کو اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا: "مجھے کیا خبر تھی کہ یہ فقیر میرے ہی گھر ڈاکہ ڈالے گا۔" جب میاں صاحب کو افاقہ ہوا تو حافظ صاحب نے اپنے ٹھہرنے کی جگہ بتائی کہ ہم مسجد

Marfat.com

مجاوراں حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ میں ہوں گے اور چلے گئے۔ آپ کے دادا نے آپ کو مکان میں مقفل کر دیا لیکن ازراہ محبت چند ساعت بعد رہا کر دیا۔ خان محمد صاحب کا باپ سخت تھا۔ اس نے جو قید کیا تو اس وقت چھوڑا جب خان محمد سے اثر نظر ختم ہو گیا۔ میاں صاحب موقعہ پا کر حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اول اول ان کے دادا نے انہیں روکا لیکن یہ جان کر کہ ان کا فیضان ان ہی کے پاس ہے آزاد چھوڑ دیا بلکہ حافظ صاحب کو گھر لائے اور ان کی خدمت سے مشرف ہوئے۔ چند دن قیام کے بعد حافظ صاحب اپنے وطن پاک پتن شریف روانہ ہوئے اور یاروں سے فرمایا: "ہم ہر سال پہلی یا دوسری ربیع الاول کو اپنے پیرو مرشد حضرت محمد پچیار رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر نوشہرہ مغلاں متصل گجرات جایا کرتے ہیں۔ عرس پانچ ربیع الاول شریف کو ہوتا ہے۔ تم میں سے جو آنا چاہے وہاں حاضر ہو جائے۔ دراصل عرس کی بات میاں صاحب کو بتانی مقصود تھی۔ اس وقت میاں صاحب کی عمر دس یا بارہ سال کی تھی۔ آپ نے عرس پر جانے کا مصمم ادارہ کر لیا۔ جب حافظ صاحب نظروں سے غائب ہوئے میاں صاحب بیتاب ہو گئے۔

نوشہرہ کا سفر میاں صاحب نے حافظ صاحب کے مرید میاں بخت جمال رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ جب عرس پر جائیں تو مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔ انہوں نے کہا۔ "میں تمہارے دادا جان سے خائف ہوں۔ اس لئے تمہیں ساتھ نہیں لے جا سکتا البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم چلے جائیں تو تم پیچھے پیچھے چلے آنا۔ دریائے بیاس پر اکٹھے ہو کر چناب کا رخ کریں گے لہٰذا آپ عرس میں شامل ہوئے۔ آپ کی نظر سے فیضان حاصل کیا اور واپس جالندھر آ گئے۔ آپ کی والدہ فوت ہو چکی تھیں۔ آپ کی پرورش آپ کی سوتیلی ماں نے کی وہ آپ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ آپ نے سپاہ گری کا پیشہ اختیار کیا۔

بزرگان کی مہر سے مشرف ہونا ایک روز حافظ صاحب نے فرمایا کہ اگر فقیر کے سلسلہ کا کوئی شخص فیضاب ہو جائے اور دائمی سعادت حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے فقیر لوگ اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں داخلے کی سند دیتے ہیں لیکن اس سند پر پیرو مرشد اور پچیار صاحب کی مہر اور دستخط ہوتے ہیں۔ یہ حکم سنتے ہی آپ نوشہرہ تشریف لے گئے۔ خانقاہ کی زیارت کی۔ اسی روز خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری ہوئی۔ وہاں بہت سے بزرگان دین موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے حکم سے حضرت پچھار صاحب نے ایک سفید لپٹا ہوا کاغذ میاں صاحب کو دیا۔ آپ نے اسے کھولا تو وہ بزرگوں کی مہروں اور دستخطوں سے پر تھا۔ آپ نے سب مہروں کو دیکھا کہ عیاں تھیں لیکن حضرت شیخ درویش جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کی مہر نہ تھی۔ جب غور سے دیکھا تو شیخ درویش کی مہر موجود تو تھی لیکن زیادہ نمایاں نہ تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ شیخ درویش کا فیضان میاں کے خاندان میں کم ہو گیا ہے۔ سلسلہ نوشاہیہ کا فیضان غالب آگیا ہے۔

حافظ صاحب کا انتقال ہونا اور آپ کا فیضیاب ہونا ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء کو جب حافظ صاحب حضرت پچھار کے عرس سے واپس تشریف لا رہے تھے تو میاں صاحب سے فرمایا کہ تم اپنے وطن چلے جاؤ۔ میاں صاحب نے عرض کیا۔ "حضور آپ کی طبیعت بہت ناساز ہے اور کمزوری حد درجہ تک پہنچ چکی ہے۔ "ایسی حالت میں میرا جانا بہتر نہیں۔" حافظ صاحب نے فرمایا: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ فقیر کی وفات ہونے والی ہے۔ اگر تم حاضر خدمت رہو گے تو لوگ کہیں گے کہ ان پر مہربانی کی نگاہ بہت رکھتے تھے۔ وفات کے وقت اپنی نعمت انہی کو عطا فرما گئے ہیں اور یہ خاصہ مجذوبوں کا ہے کہ حاضرالوقت کو حق کی نعمت پہنچاتے ہیں اور دور رہنے والوں کو محروم چھوڑتے ہیں اور سالکان دین اور صادقان یقین کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے طالبوں اور یاروں کو جہاں کہیں ہوں فائدہ اور حصہ باطنی پہنچا دیتے ہیں۔ فقر کی چاشنی ان کی روح کے فراق میں بخشتے ہیں۔"

پھر فرمایا: میرے وصال کے بعد جلدی آ جانا۔ اس دن حق تعالیٰ کے امر سے تم کو خودبخود پتہ چل جائے گا۔ دوسری علامت یہ ہو گی کہ نقدی زیور' کپڑے اور دستار وغیرہ خودبخود جمع ہونے شروع ہو جائیں گے۔ آپ ناچار واپس جالندھر تشریف لائے۔ چند دن بعد خواب دیکھا کہ حضرت حافظ صاحب دونوں بازو پھیلائے میاں صاحب کو یاد فرما رہے ہیں۔ یہ اسی سال کی ۲۷- ربیع الاول (۲- جولائی) تھی۔ میاں صاحب بے اختیار ہو گئے اور سفر کی تیاری شروع کی۔ ادھر لوگ نذرانے وغیرہ لانے لگے۔ دونوں علامتیں ظاہر ہوئیں۔ پاک پتن شریف حاضر ہوئے مزار مرشد کا طواف کیا۔ بے اختیاری کو ختم کر کے صبر اختیار کیا اور نذرانہ جات جو جالندھر سے لے گئے تھے۔ صاحبزادہ والا تبار سید غلام رسول صاحب کے حضور حاضر کیا اور مزار شریف کی تعمیر شروع کی۔ تعمیر مکمل ہونے پر عرس کی تاریخ مقرر کر کے واپس جالندھر تشریف لائے۔

Marfat.com

ریاضت و مجاہدہ آپ نے اپنی آبادی سے ربع کوس (۲ فرلانگ) یا کم و بیش دور اپنے ملکیتی کنوئیں پر ایک باغیچہ لگوایا تھا۔ اس باغیچہ میں دو منزلہ مکان تعمیر کرایا تھا۔ وہیں عبادات و اقامت کی جگہ مقرر کی۔ اس محل میں ایک لکڑی کا تخت پوش بچھا کر اس کو شغل ذکر اور ریاضت کے لئے وقف کیا۔ آپ نے زہد و ریاضت میں بہت مجاہدہ کیا ہے۔ سترہ سال تک رات کا قیام اور دائمی روزہ رکھا۔ مغرب کے وقت بارہ سرساہی عالمگیری گیہوں کی روٹی یا اسی مقدار میں دودھ چاول سے افطار کیا کرتے تھے۔ دو تین یا دس دن میں سوائے دو ماشہ پانی کے کچھ نہ پیتے تھے۔ نماز معکوس بھی ادا کرتے تھے۔ نقش محمد کی حالت میں استراحت فرماتے تھے۔ ہر وقت پیرو مرشد کا تصور فرماتے اور پاس انفاس کے ذکر میں شاغل رہتے۔ میاں صاحب اکثر سفر میں فرمایا کرتے تھے۔ سفر و حضر میں ہزار ہا انسانوں کو فیضیاب کیا۔

روضہ پچیار کی تعمیر نواب خان فردوس مکان آف بہاولپور آپ کا معتقد تھا۔ اس نے حضرت محمد پچیار رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کی تعمیر کے لئے چار ہزار روپیہ دیا۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کے مزار کی تعمیر کرا رہے تھے۔ میاں امام بخش لاہوری (مصنف مراۃ الغفوریہ قلمی) یہ رقم لے کر گجرات پہنچے اور روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہاں ڈیڑھ دو مہینے قیام کیا۔ عمارت خشتی تیار کی اور سفیدی و دیگر مرمت کا کام حضرت محمد پچیار رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے میاں سلطان محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ذمہ لگایا جو رقم موجود تھی وہ بھی انہی کے سپرد کی۔ عرس کے انتظامات بھی انہی کو سونپے اور اپنے وطن جالندھر تشریف لے آئے۔

وفات کے واقعات جالندھر آکر آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی۔ آپ نے اپنے توشہ خانے سے کچھ نقدی اور چھریاں منگوا کر لوگوں میں تقسیم کیں۔ اندرونی کاروبار اور ڈیوڑھی کے خادمان کی خدمت مرزا علی خاں کے سپرد کیں۔ اپنی قبر کی جگہ علی نامی معمار سے بنوائی اور فرمایا قبر کی جگہ فراخ رکھنا تاکہ نماز پڑھی جاسکے۔ کپڑا منگوا کر کفن بنوایا۔ ایک دن مرزا علی خان کو بلا کر فرمایا: محمد دائم (بھتیجا) سے کہو کہ میری چارپائی کے سرہانے دو اینٹیں رکھ کر مجھے غسل دو۔ مریدوں نے غسل دینے سے انکار کیا کہ حضور کی طبیعت درست نہیں ہے۔ آپ ناراض ہوئے تو غسل کرا دیا گیا۔ غسل کے بعد آپ اٹھ کر بیٹھ گئے، کپڑے

Marfat.com

تبدیل کیے۔ آنکھیں مست ہو گئیں۔ آپ کے صاحبزادے میاں محمد پناہ رحمتہ اللہ علیہ آپ کے چہرے کی تاب نہ لا سکے اور آپ کی محبت میں اپنی دستار زمین پر پٹک دی اور سر اپنے والد گرامی کے قدموں پر رکھ دیا۔ آپ نے شفقت سے ان کا سر چھاتی سے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا جو تمہیں تلقین کی ہوئی ہے وہی ہے اور کچھ نہیں۔

تلقین خاص ہم کو حاضر ناظر جاننا ہمیں اپنا مقام آج معلوم ہوا ہے۔ یاد رکھو اگر فقیر سے ایک صغیرہ گناہ ہو جائے اور دنیا دار سے ساری عمر گناہ ہوتے رہیں تو برابر ہے بلکہ فقیر کا صغیرہ گناہ اس کے کبیرہ گناہوں سے بڑھ کر ہے۔ فقیر وہ ہیں جن سے مستحب بھی ترک نہ ہوں۔

اس کے بعد پاخانہ کی حاجت ہوئی' فرمایا: "اب میرا پیٹ صاف ہو گیا ہے۔ میرا سر رومال سے باندھ دو۔ نماز اشارہ سے ادا کی۔ تمام مریدین وضو کر کے آپ کی چارپائی کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ خاموش لیٹے ہوئے تھے۔ حکیم میاں بہادر خان نے نبض ملاحظہ کی تو کہا کہ حضرت انتقال فرما چکے ہیں۔ سب لوگ رونے لگے۔ امرالٰہی سے آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سب لوگ متعجب ہوئے۔ میاں محمد پناہ نے کہا۔ جو لوگ بد اعتقاد تھے انہیں بلاؤ کہ وہ دیکھیں آپ زندہ ہیں یا مردہ۔ چند لوگوں نے آپ کو دیکھا تو معتقد ہوئے۔ میاں محمد پناہ نے کہا۔ "آپ کو شریعت کا پاس نہ ہوتا تو آپ زندہ ہی رہتے۔" چار گھنٹے تک آپ باتیں کرتے رہے۔ پھر کمزوری ہوئی تو آپ کو چارپائی پر لٹا دیا گیا۔ شہد چٹایا گیا۔ آپ نے تین بار آہستہ سے فرمایا۔ جلدی کرو جلدی کرو جلدی کرو۔ بس جان بحق تسلیم کی۔ یہ ۱۷۔ جمادی الآخر ۱۱۸۶ھ مطابق ۳۔ ماہ اسوج ۱۸۲۹ بکرمی کی تاریخ تھی اور دن بدھوار تھا۔ سحری کا وقت تھا۔ آپ کے صاحبزادے میاں محمد پناہ رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں سے فرمایا "دیکھو نماز قضا نہ ہونے پائے۔" سب لوگوں نے نماز ادا کی۔ آپ کو غسل دے کر بستی دانشمند آپ کے باغیچہ ہی میں دفن کر دیا گیا۔ (یہ باغیچہ اگست ۱۹۴۷ء تک موجود تھا۔)

اولاد آپ کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جس کا نام میاں محمد پناہ رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ آپ کے تین بھتیجے میاں شیر محمد۔ ولی محمد۔ محمد دائم صاحبان ایک نواسہ صوفی نامی اور ایک نواسی مسماۃ بی بی آپ کی وفات کے بعد موجود تھے۔

سجادگی ختم شریف سوئم کے بعد فقراء نے محمد میرزا علی خاں رحمتہ اللہ علیہ کو سجادہ نشین

Marfat.com

مقرر کیا۔ مزار شریف میاں امام بخش لاہوری نے تعمیر کیا۔ عرس کی تاریخ سترہ جیٹھ مقرر کی گئی۔ فقیر (چشتی) بچپن میں عرس پر چند بار حاضر ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد میاں محمد یحییٰ خاں لاہور میں اسی تاریخ کو عرس کرواتے رہے۔ یحییٰ خاں ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء کو فوت ہو گئے۔ یحییٰ خاں' محمد مرزا علی خاں کی اولاد سے تھے۔

میاں عبدالغفورؒ کے خلفاء ویاران طریقت

۱- میاں ابراہیم فراش (بہاولپور)
۲- رائے ابراہیم (کپورتھلہ)
۳- حافظ احمد (بستی دانشمند جالندھر)
۴- میں امام بخش لاہوری مصنف مراۃ الغفوریہ (موسیٰ وال)
۵- میرزا امانت بستی دانشمند جالندھر
۶- بخشو قوال بستی شیخ درویش (جالندھر)
۷- مائی بڈھائی (کپر) جالندھر
۸- شیخ بلاقی (جالندھر)
۹- میاں بہادر خاں " "
۱۰- مسماۃ بی بی (نواسی) بستی دانشمند
۱۱- میاں جان محمد بستی دانشمند
۱۲- میاں چوہڑ
۱۳- دلیل خان افغانی
۱۴- سردار روشن خاں (کمسن)
۱۵- میاں شرف الدین (جالندھر شہر)
۱۶- میاں سلیمان
۱۷- میاں شیر محمد بھتیجا (بستی دانشمند)
۱۸- میاں شیخ محمد (بستی دانشمند)
۱۹- سید صدر الدین شاہ (بدو ملہی والا' سیالکوٹ متوفی ۱۲۴۰ھ)

Marfat.com

۲۰- میاں صوفی (نواسہ) (بستی دانشمند)
۲۱- میاں عبدالرحمٰن (جالندھر)
۲۲- میاں عبدالکریم (جالندھر)
۲۳- علی معمار (جالندھر) بستی دانشمند
۲۴- شیخ عمادالدین قریشی (خیرپور)
۲۵- میاں غلام محی الدین لاہوری (بہاولپور)
۲۶- عوض میاں خیرپور
۲۷- صاحبزادہ سید غلام رسول ابن حافظ قائم الدین صاحب (پاک پتن شریف)
۲۸- غلام مصطفیٰ (جالندھر)
۲۹- میاں غوث شاہ (جالندھر)
۳۰- میاں سید کرم الٰہی بستی دانشمند (جالندھر)
۳۱- میاں متین
۳۲- میاں محمد اسحٰق (جالندھر)
۳۳- میاں محمد پناہ (صاحبزادہ)
۳۴- میاں محمد ابراہیم برادر زادہ بستی دانشمند (جالندھر)
۳۵- حافظ محمد سلیم (جالندھر)
۳۶- سید محمد شاہ (جالندھر)
۳۷- سید محمد فیض قریشی (کمالیہ)
۳۸- میاں محمد میرزا علی خان سجادہ نشین بستی دانشمند (جالندھر)
۳۹- میستا غالیچہ باف (جالندھر)
۴۰- میاں ملتانی (مبارک پور)
۴۱- میاں ممند (مبارک پور)
۴۲- نور محمد (مبارک پور)
۴۳- میاں نور احمد خاں کھراتی (خیرپور)
۴۴- میاں ولی محمد (بھتیجا) بستی دانشمند

Marfat.com

۴۵- یوسف خاں پٹھان (جالندھری)

۴۶- سید جعفر شاہ جالندھری (پٹیالوی)

رحمہم اللہ علیہم

سجادہ نشینان خانقاہ غفوریہ

آپ کے بعد ترتیب ذیل سجادہ نشین ہوئے۔ فقراء نے آپ کے بعد متفق ہو کر (۱- میاں محمد میرزا علی خان رحمتہ اللہ علیہ کو سجادہ نشین مقرر کیا۔ ان کے بعد (۲- میاں یوسف شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (۳) میاں حافظ عبدالوہاب صاحب (۴) میاں محمد قاسم علی صاحب (۵) میاں حسن علی صاحب پھر ان کے بھتیجے میاں محمد یحیٰی۔ ان کے حالات آئندہ صفحات پر ملاحظہ ہوں۔ا

میاں محمد میرزا علی خان رحمتہ اللہ علیہ

میاں میرزا علی خاں بستی دانشمند کے پٹھانوں میں سے تھے۔ ان کے بزرگان بھی حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سہروردیہ میں مرید ہوا کرتے تھے۔ فقیر نے اپنے بزرگوں سے یوں سنا ہے کہ اول اول میرزا علی خاں' میاں عبدالغفور صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بہت مخالفت کیا کرتے تھی اور اکثر اوقات مذاق بھی اڑاتے۔ ایک دن میاں صاحب اپنے احباب کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ میرزا علی خان نے آپ سے بہت ٹھٹھا مذاق کیا۔ حضرت میاں صاحب نے پیچھے مڑ کر ان پر ایک نظر کی۔ بس آپ نظر برداشت نہ

ا شریف التواریخ از سید شریف احمد شرافت نوشاہی بحوالہ مراۃ الغفوریہ قلمی نسخہ ہے جو میاں امام بخش لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد میاں عبدالغفور" کے حالات پر لکھا ہے۔ یہ کتاب میاں امام بخش صاحب نے جمادی الاخر ۱۱۸۷ھ میں لکھنا شروع کی اور ۹ ذی الحجہ ۱۱۹۰ھ کو مکمل کیا۔ میاں امام بخش کے والد کا نام خواجہ نور اللہ تھا۔ یہ لاہور کے باشندے تھے۔ پاک پتن شریف میں میاں عبدالقصص صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ ملازت کے سلسلہ میں بہاولپور سکونت رکھتے تھے۔ وہیں انتقال ہوا۔ مراۃ الغفوریہ کا ایک قلمی نسخہ صاحبزادہ امیر حسین ولد پیر حسین ملیمانی کے پاس بھلوال شریف ضلع سرگودھا میں موجود ہے۔ جو ان کے نانا شیخ فضل حسین بن شیخ غلام حسین صاحب بھلوانی جالندھر بستی دانشمند سے میاں یحیٰی خان پٹھان متولی و سجادہ نشین دربار غفوریہ کے پاس سے لے آئے تھے۔ (شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ چہارم' صفحہ ۳۲)

Marfat.com

کر سکے۔ تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ آپ کے پیچھے پیچھے دیوانہ وار پھرنے لگے۔ آپ نے نظر کرم فرمائی اور سینے سے لگایا تو انہیں چین آیا۔ اسی دن سے غلامی اختیار کی۔ آپ نے میرزا علی خان کو اپنے باغیچہ میں ریاضت کرنے کا حکم دیا۔ آپ ہمہ وقت باغیچہ میں رہا کرتے۔ ایک دن میاں صاحب نے آپ کو آزمانے کے لئے بھنگن کو حکم دیا کہ آج ٹوکری میں کوڑا زیادہ ڈال لینا پھر میرزا علی سے کہنا کہ ٹوکری بوجھل ہو گئی ہے ذرا سہارا دے کر اٹھوا دو۔ بھنگن نے ایسے ہی کیا۔ میرزا علی خاں چونکہ بستی کے روساء میں سے تھے انہوں نے بھنگن کی طرف غصہ سے دیکھا لیکن دوسرے ہی لمحے یہ سمجھ کر کہ کہیں میاں صاحب نے آزمائش کے طور پر اسے حکم نہ دیا ہو ٹوکری اٹھوا دی اور شرمندہ ہوئے۔

جب آپ میاں صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو میاں صاحب نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا' پٹھان: "ابھی تمہاری کھوپڑی سے تکبر نہیں گیا۔" میرزا علی خاں بہت شرمندہ ہوئے۔ باہر نکل گئے۔ لنگر سے بھری ہوئی دیگ سر پر اٹھالی اور بستی کی گلیوں میں روتے ہوئے پھرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دوران باران رحمت کا نزول فرمایا۔ میاں میرزا علی خاں دیگ اٹھائے ہوئے مرشد کی حویلی کی طرف آئے۔ دیگ زمین پر رکھی اور اپنا سر حویلی کی نالی میں دے دیا۔ حویلی کے صحن کا پانی رک گیا۔ صحن پانی سے بھر گیا۔ مریدین نے عرض کیا حضور صحن میں پانی بھر گیا ہے فرمایا "کوئی چیز اٹک گئی ہو گی نالی میں بانس مارو" بانس پہلے آہستہ آہستہ مارا گیا لیکن آپ نے سر نہ ہٹایا۔ مریدین نے میاں صاحب سے عرض کیا کہ حضور کوئی سخت چیز پھنس گئی ہے فرمایا "زور سے بانس مارو" جب بانس زور سے مارا گیا تو میرزا علی خاں صاحب کا سر پھٹ گیا۔ خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ صحن میں خون کی لہریں پھیل گئیں لیکن آپ نے سر نہ اٹھایا۔ مریدین نے پریشان ہو کر واقعہ میاں صاحب کے گوشگزار کیا۔ ارشاد فرمایا:

"دیکھو! میرزا علی خان ہو گا اسے اندر لے آؤ۔"

مریدین باہر آئے اور میرزا علی خان کو اٹھا کر حضور میاں صاحب کی بارگاہ میں لے آئے۔ میاں صاحب نے میرزا صاحب کو سینہ سے لگا کر معرفت کا گنجینہ عطا فرما دیا۔ اس کے بعد میرزا صاحب میاں صاحب کے مقربین میں شامل ہو گئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ میاں صاحب کی وفات کے بعد فقراء نے آپ کو ہی اس لائق جان کر سجادگی سپرد کی۔ آپ

Marfat.com

اپنے مرشد کے پہلے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

مرشد کی وفات کے بعد شب و روز تبلیغ اور سلسلہ کی اشاعت میں مگن رہنے لگے۔
ان کا مزار غالباً بستی دانشمند کے آخر میں ہے۔ جہاں پختہ سڑک ختم ہوتی ہے۔ اس کے بائیں جانب ایک بلند ٹیلے پر کچھ مزارات تھے اور قدیم بڑ کے درخت موجود تھے۔ فقیر کا اغلب خیال ہے کہ اسی ٹیلہ پر آپ کا مزار ہو گا۔ ایک روایت سے بھی ثابت یہی ہوتا ہے (روایت آئندہ صفحات پر بیان ہو گی۔) دوسرے یہ کہ عرس کے دوسرے دن صبح جب قوال حضرات میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کا طواف کرتے تھے تو وہیں سے فارغ ہو کر راستے میں قوالی کرتے ہوئے اسی ٹیلہ پر جاتے تھے۔ یہ فقیر کا چشم دید واقعہ ہے۔

ان کی وفات کے بعد میاں یوسف شاہ صاحب' حافظ عبدالوہاب صاحب' میاں فخر الدین صاحب' میاں مہتاب علی صاحب' میاں قاسم علی صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ ان سب حضرات کے مزارات اسی بلند ٹیلہ پر تھے۔ میاں قاسم علی صاحب کے بعد میاں حسن علی خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ میاں حسن علی شاہ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ء بمطابق ۵ جون ۱۹۳۱ء کو فوت ہوئے جو میاں صاحب کے مزار شریف کے مشرق میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر پر چھوٹا سا مقبرہ بنا ہوا تھا۔ فقیر اپنی ممانی حشمت بیگم کے ساتھ چند منٹ اس مقبرہ میں بیٹھا۔ فقیر کے ماموں فقیر دین اور عمر دین پسران میاں خیر دین میاں حسن علی خان سے بیعت تھے۔ متذکران موضع ٹھٹھہ ریاست کپور تھلہ ضلع جالندھر کے باسی تھے۔ اول الذکر ہمیشہ یاد خدا میں مشغول رہتے تھے۔ اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دینا ان کی جبلت میں شامل تھا۔ اکثر جالندھر تشریف لاتے اور بستی دانشمند میں میاں صاحب کے مزار شریف پر حاضری دیتے۔ بستی دانشمند میں ان کی ہمشیرہ (رحمت بی بی متوفیہ شوال ۱۴۰۷ھ مطابق جون ۱۹۸۷ء مدفن میانی صاحب لاہور) رہائش پذیر تھیں۔ انہی کے پاس ٹھہرتے تھے۔ ایک مرتبہ عرس پر تشریف لائے تو مسماۃ رحمت بی بی مرحومہ نے ان کے لئے چارپائی بچھائی۔ میاں فقیر دین چارپائی پر لیٹ کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اس چارپائی کی پائنتی میاں صاحب کے مزار کی طرف ہے۔ چارپائی کا رخ تبدیل کیا اور پھر لیٹے۔ تقسیم ملک کے بعد قافلہ کے ساتھ لاہور آئے راستے میں بیمار ہو گئے۔ منٹگمری میں جا کر قیام کیا۔ پھر علاج کے لئے لاہور (ہمارے ہاں) تشریف لائے لیکن چند دن بعد والد صاحب (چوہدری علی بخش

Marfat.com

مرحوم) کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اب لاہور رہنا پسند نہ کیا اور واپس منٹگمری (ساہیوال) چلے گئے اور جاتے ہی (۱۹۴۸ء) چند دن بعد فوت ہو گئے۔

میاں عمردین بڑے عامل شخص تھے۔ ہجرت کر کے آئے تو موضع روشن والا لائل پور فیصل آباد میں قیام کیا۔ روشن والا کے اِردگرد تمام مواضعات میں آپ کا فیضان جاری تھا۔ لوگ آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بڑے بڑے لمبے وظائف زبانی یاد تھے۔ قصیدہ غوثیہ کا اکثر ورد کرتے تھے۔ اپنا سلسلہ نسب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام تک ملاتے تھے۔ اس قدر روانی سے سناتے تھے کہ عقل حیران ہوتی تھی۔ افسوس کہ فقیر ان سے سلسلہ نسب نوٹ نہ کر سکا۔ آخری عمر میں حادثہ کا شکار ہو گئے۔ اسی صدمہ سے ۵- ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ مطابق ۵- نومبر ۱۹۸۹ء بروز اتوار انتقال کیا۔ ان کے معتقدین بیمار ہونے پر ان کی قبر کی مٹی لے جاتے ہیں۔ بیمار کو چٹاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرماتا ہے۔

میاں محمد یحیٰی خان ابن میاں اصغر علی خان

میاں حسن علی رحمتہ اللہ علیہ کے بعد آپ خانقاہ غفوریہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ میاں حسن علی ان کے تایا جان تھے اور میاں اصغر علی خاں اپنے بڑے بھائی کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے میاں حسن علی کی وفات کے بعد میاں یحیٰی خاں سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ نے میٹرک کر کے کچہری جالندھر میں ملازمت اختیار کر لی تھی اور مجسٹریٹ کے سٹینو مقرر ہوئے تھے۔ ہجرت کے بعد لاہور آکر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں سٹینو کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ فقیر کی ان سے ایک دفعہ ملاقات ہوئی۔

۶- صفر المظفر ۱۴۰۲ھ (۴- دسمبر ۱۹۸۱ء) بروز جمعہ قبل از نماز فجر فقیر عزیزم محمد اظہر سہیل ابن عصمت اللہ ابن حبیب اللہ (آج کل سمن آباد میں رہائش پذیر ہیں) کی معیت میں حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ نماز فجر جامع صدیق اکبر کوچہ سدھو معصر شاہ عالمی' لاہور میں واپس آکر ادا کی۔ نماز فجر کے بعد "سورۃ حجرات" کے پہلے رکوع کے آخری حصہ کا درس دیا۔ بعد از درس پروگرام مرتبہ تھا کہ افتخار ابن گلزار ابن عبدالکریم (تلمذ فقیر) کے گھر بادامی باغ لاہور جانا ہے۔ پروگرام کے مطابق باہر نکلا تو صوفی علی محمد مرحوم جالندھری سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا۔ "کدھر کا ارادہ ہے۔ کیا

Marfat.com

یحیی خاں کے پاس نہیں جانا ہے۔" فقیر نے بادامی باغ کا ارادہ ترک کیا اور ۴۔ مزنگ روڈ' لاہور پر بذریعہ رکشا جا پہنچے۔ چند منٹ بعد ہم میاں محمد یحیی کے مکان کے سامنے تھے۔ دروازہ پر دستک دینے والے ہی تھے کہ ایک نوجوان مٹھائی کا ڈبہ لئے۔ اسی مکان کے دروازے پر آیا اور گھنٹی بجائی۔ ایک باریش لیکن لمبی مونچھوں والا شخص برآمد ہوا اور ڈبہ لے کر اندر لے جانے لگا تو ہم نے اسے روک کر میاں یحیی خاں کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں ابھی اجازت لئے دیتا ہوں۔ چند منٹ بعد وہ ہمیں اندر لے گیا۔ کمرہ انگریزی سٹائل پر تھا۔ میز کرسیاں بچھی ہوئی تھیں ایک کرسی پر ایک بارعب انسان براجمان تھا۔ ریش بریدہ' مونچھیں بڑھی ہوئیں۔ ان کے سامنے ایک بڑی بوتل شہد سے بھری ہوئی۔ ایک پلیٹ میں ڈبل روٹی کے ٹکڑے' ایک پلیٹ میں مکھن ایک پیالہ میں دودھ پڑے تھے۔ وہ ڈبل روٹی پر مکھن لگا کر اور اوپر شہد لگا کر کھا رہے تھے۔ ایک لقمہ روٹی کا چمچے سے منہ میں ڈالتے اور دو چمچے دودھ کے پیتے۔ کافی دیر تک یہی عمل فرماتے رہے۔ یہ تھے جناب میاں محمد یحیی خاں سجادہ نشین دربار میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ ان کی عمر تقریباً ۷۰ سال ہو گی۔ بلحاظ عمر آہستہ آہستہ ناشتہ کر رہے تھے اور گفتگو بھی فرماتے جاتے تھے۔ ہم نے انہیں سلام عرض کیا تو انہوں نے ایک ہاتھ ملا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اب گفتگو یوں شروع ہوئی:

صوفی علی محمد: میں اسماعیل کا بھائی علی محمد ہوں۔

میاں صاحب: آپ ایک مرتبہ مجھ سے پہلے بھی ملے ہیں۔ (بلا کا حافظہ تھا۔)

صوفی علی محمد: جی ہاں! میں ایک مرتبہ پہلے آیا تھا۔ (میری طرف اشارہ کرتے ہوئے۔) یہ میرے بھائی علی اصغر چشتی ہیں۔ آپ سے ملنے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔

فقیر: مجھے آپ کی ملاقات کا اشتیاق تھا۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ دراصل مجھے میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ درکار تھا۔

میاں صاحب: شجرہ تیار ہو رہا ہے۔ عنقریب آ جائے گا۔ (بڑی مونچھوں والے سے پوچھا۔) اس کا کام کہاں تک پہنچا ہے۔ بڑی مونچھوں والے نے جواب دیا۔ بس تقریباً تیار ہو ہی گیا ہے۔

یہ ہمارے پرانے ملنے والے دوست ہیں جو غفوریہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔

Marfat.com

مجھ سے ملتے رہتے ہیں پرانی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ لدھیانہ کے رہنے والے ہیں۔

فقیر: آپ کے لدھیانہ کے ایک بزرگ مولوی محمد رمضان رحمتہ اللہ علیہ تھے جن کا مزار فیصل آباد میں ہے۔ ان کے مریدین (احمد دین' ظفر اقبال' اقبال بٹ وغیرہ) ہمارے محلّہ کوچہ سدھو مصر اندرون شاہ عالمی لاہور میں رہتے ہیں۔

وہ صاحب: جی ہاں! مولوی رمضان لدھیانہ کے تھے۔ اچھے لوگ تھے۔ ان کا تعلق بھی ہمارے سلسلہ غفوریہ سے تھا۔

میاں صاحب: کون؟ کون؟

وہ صاحب: اجی مولوی رمضان صاحب۔

میاں صاحب: جن کے بیٹے طس' حسین اور حم ہیں۔

وہ صاحب: حم مجھے مدینہ منورہ میں ملا تھا۔

میاں صاحب: حم مدینہ منورہ کیسے چلا گیا؟

وہ صاحب: اجی۔ مولوی صاحب کے وہاں کوئی مرید ہیں۔ انہوں نے اسے بلا لیا۔

فقیر: فقیر بھی مولوی صاحب کی صحبت میں بیٹھتا رہا ہے۔ آپ مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ان کے پیشوا بابا روشن شاہ ہیں اور ان کے پیشوا بابا غلام نبی

میاں صاحب: میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ بھلوال ضلع جھنگ سے جالندھر گئے تھے اور بستی دانشمند میں قیام کر کے اسلام کی نشرو اشاعت شروع کی۔ (میاں محمد یحیٰ صاحب کی لاعلمی تھی حالانکہ میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ جدی پشتی بستی دانشمند کے باسی تھے۔) ہمارے بزرگان میں پہلے شخص میرزا علی خاں تھے جو ان کے مرید ہوئے اور ان کے بعد سجادہ مقرر ہوئے۔ ان کے بعد ابراہیم علی ان کے بعد قاسم علی (درمیان میں دو بزرگان کے نام چھوڑ گئے۔ میاں یوسف شاہ' میاں عبدالوہاب) قاسم علی کے دو بیٹے حسن علی اور اصغر علی تھے۔ حسن علی لاولد تھے۔ اصغر علی میرے

Marfat.com

والد تھے جو حسن علی سے چھوٹے تھے۔ قاسم علی کے بعد حسن علی کو سجادگی ملی پھر یہی سجادہ نشین رہے۔ میرے والد اصغر علی ان کی حیات میں فوت ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد مجھے سجادگی ملی۔

فقیر: میاں حسن علی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے اندر فقیر بچپن میں بیٹھتا رہا ہے۔ میاں صاحب کے عرس میں بھی شریک ہوتا رہا ہے۔ میاں حسن علی رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین میں میرے ماموں فقردین اور عمردین پسران میاں خیردین مرحوم ساکنان ٹھٹھہ بہ ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر تھے۔ فقردین مرحوم قیام پاکستان کے بعد منٹگمری میں آکر فوت ہوئے اور عمردین صاحب روشن والہ ضلع لائیل پور میں سکونت رکھتے ہیں۔ سلسلہ گفتگو قائم رکھتے ہوئے فقیر نے عرض کیا۔ "کیا آپ نے اپنا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔"

میاں صاحب: بہت کم۔ نہ ہونے کے برابر۔

فقیر: پاکوں کا نام زندہ رکھنے کے لئے سلسلہ جاری رکھنا ضروری ہے۔

میاں صاحب: یہ بات اس سے قبل بھی مجھے ایک صاحب نے کہی تھی۔ ہاں! اتنا سلسلہ جاری ہے کہ نام باقی رہے۔ میں تو اس قابل نہیں۔ میں جس کو بیعت کرتا ہوں۔ میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کے نام پر کرلیتا ہوں۔ تایا حسن علی شاہ لاہور آیا کرتے تھے اور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پر حاضری دیا کرتے تھے۔ ہمارے ہندوستان میں (پاک و ہند) یہی روحانی مرکز سب سے بلند ہے۔ آپ بھی جایا کریں۔

علی محمد صاحب: میں روزانہ فجر کی نماز وہاں ادا کرتا ہوں۔

میاں صاحب: بہت بڑی بات ہے۔

فقیر: فقیر بھی حاضر ہوتا ہے۔ آج بھی حاضری دے کر آپ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

میاں صاحب: نماز فجر کے بعد گئے ہوں گے۔

فقیر: فجر کی نماز سے قبل فقیر نے ایک سپارہ اور شجرہ شریف پڑھ لیا تھا۔

Marfat.com

اذان کے بعد چلا آیا تھا۔

میاں صاحب: پونے پانچ بجے چلے گئے ہوں گے۔ پہلے نفل ادا کئے ہوں گے۔

فقیر: جی ہاں!

میاں صاحب: میں تو ضعیف العمر ہوں۔ نماز جمعہ کے بعد جاتا ہوں۔ بس حاضری ہو جاتی ہے۔

فقیر نے اجازت طلب کی تو میاں صاحب فرمانے لگے کہ "آپ سے مل کر روحانی تسکین ہوئی ہے۔ کبھی کبھار ملتے رہا کریں۔ میاں صاحب (شیخ عبدالغفور) کا عرس ۱۷۔ جیٹھ ۳۰ مئی کو ہوتا ہے' آ جایا کریں دوسرے دوستوں سے بھی ملاقات ہو جایا کرے گی۔" فقیر نے عرض کیا کہ میرے پرانے دوست کہاں؟ فقیر کی عمر قیام پاکستان کے وقت ۱۱ سال تھی۔

میاں صاحب: بہت خوب ہاں! ہم نے دین کی اشاعت کی کوشش کی ہے۔ چیچہ وطنی میں مدرسہ غفوریہ کے نام سے اشاعت قرآن شروع کی ہے۔ سندھ وغیرہ میں بھی کوشش جاری ہے۔ اب تو دین کی بات کرنا ہی بہت مشکل ہو گیا ہے جو لوگ دین کا کام کرتے ہیں غنیمت ہے۔ سنا ہے۔ پیر کرم شاہ صاحب بڑے عالم ہیں۔

فقیر: مفسر قرآن بھی ہیں۔

میاں صاحب: ہاں مفسر قرآن ہیں اور خوب دین کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ایک اور صاحب تھے وہ تین چار ماہ قبل فوت ہو گئے۔

فقیر: شاید آپ پیر قمرالدین سیالوی کا ذکر فرما رہے ہیں۔

میاں صاحب: ہاں ہاں! پیر قمرالدین سیالوی" انہوں نے بھی اچھا کام کیا ہے۔

فقیر: پیر صاحب چشتی نظامی تھے۔

میاں صاحب: ہاں! یہ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

فقیر: فقیر بھی سلسلہ چشتیہ صابریہ میں قبلہ عالم مولانا محمد سراج الحق گورداسپوری کے خلیفہ مولانا عبدالغنی صابری دو سوہوی بادامی باغ

Marfat.com

لاہور سے بیعت ہیں۔

میاں صاحب: میں تو زیادہ سرکاری ملازمت میں رہا۔ میں زیادہ بزرگوں کو نہیں جانتا۔ آپ کی ماشاء اللہ کافی ریسرچ ہے۔

فقیر اجازت لے کر چلا آیا۔ شجرہ جات شریف التواریخ میں مل گئے بوجہ مصروفیت دوبارہ نہ جاسکا۔ میاں یحییٰ خاں صاحب رمضان ۱۴۰۵ھ / مئی ۱۹۸۵ء میں انتقال فرما گئے۔ دربار غفوریہ کا آخری چراغ بجھ گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ○

سید محمد جعفر شاہ جالندھری پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہ

نوٹ | چونکہ آپ جالندھر میں پیدا ہوئے اور جالندھر ہی میں بیعت فرمائی۔ اس لئے ان کا تذکرہ کیا جارہا ہے' ورنہ ان کا مزار شریف پٹیالہ میں ہے۔

آپ صحیح النسب سادات سے موضع شفیع پور متصل جالندھر شہر میں پیدا ہوئے۔ حضرت میاں عبدالغفور دانشمند والوں کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ منقول ہے کہ آپ اوائل عمر میں کاشتکاری کیا کرتے تھے البتہ فقراء سے ملاقات کا شوق تھا۔ کبھی کبھی آپ میاں صاحب کے پاس بستی دانشمند آیا کرتے تھے۔ آخر جذبہ الٰہی نے کشش کی تو آپ نے میاں صاحب سے بیعت کرلی۔ پیر صاحب نے اسم ذات کا ورد بتایا اور حکم دیا کہ دریائے جمنا کے کنارے جاکر مجاہدہ کرو۔ آپ بارہ سال تک ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ بارہ سال کے بعد واپس جالندھر شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے فرمایا:

"جعفر شاہ! تم تو ہم سے بھی آگے نکل گئے۔" لہٰذا آپ کو خلافت سے نوازا اور پٹیالہ جاکر راجہ کرم سنگھ والئ ریاست پٹیالہ کو ہدایت کرنے کا حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو تنگ نہ کیا کرے۔ آپ شیخ کے حکم سے پٹیالہ کی جانب سفر کر رہے تھے کہ راستہ ہی میں راجہ کرم سنگھ سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ راجہ ہاتھی پر سوار شکار کے لئے جا رہا تھا۔ وہ مسلمانوں کا چہرہ دیکھنے سے نفرت کرتا تھا۔ جب شاہ صاحب سامنے آئے تو ہاتھی تعظیماً کھڑا ہوگیا۔ راجہ نے ہرچند ہاتھی کو چلانے کی کوشش کی لیکن ہاتھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آخر راجہ ہاتھی سے اتر کر آپ کے قدموں میں گر گیا۔"

Marfat.com

راجہ نے اپنے فیلخانہ کا بالاخانہ آپ کی رہائش کے لئے مقرر کیا۔ آپ نے راجہ سے کہا کہ مسلمانوں سے پابندیاں اٹھالو چنانچہ اس دن کے بعد راجہ نے مسلمانوں کو کوئی اذیت نہ پہنچائی۔

سید حضرت جعفر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال تقریباً ۱۸۳۱ء / ۱۲۴۷ھ میں بعد راجہ رنجیت سنگھ ہوا۔ اس وقت انڈیا ایسٹ کمپنی کی طرف سے ہندوستان کا گورنر لارڈ ولیم بینٹنگ تھا اور اس کی گورنری کا پانچواں سال تھا۔ آپ کا مدفن پٹیالہ شہر میں ہے۔ آپ کے خلیفہ شیخ سرفراز شاہ کے اہتمام سے روضہ تعمیر ہوا البتہ سارا خرچ راجہ کرم سنگھ نے اپنے خزانہ سے دیا۔ مصارف درگاہ کے واسطے بہت سارا رقبہ زمین بھی معاف کیا۔ چراغ بتی کے لئے ۶۰ روپیہ نقد بھی ماہانہ مقرر کیے۔

ایک مرتبہ راجہ اجنبی بن کر رات کو خانقاہ میں گیا اور روٹی طلب کی۔ مجاورین نے اسے کھانا کھلایا تو راجہ نے وظیفہ اور بڑھا دیا۔

مادہ تاریخ: وَلِیُّ رضی اللہ عنہ / ۱۲۴۷ھ

آپ سے بہت سی کرامات سرزد ہوئیں۔ مطالعہ کے لئے (شریف التواریخ جلد سوم' حصہ چہارم' صفحہ ۶۲ تا ۶۶ دیکھیں۔)

سید کرم الٰہی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ بستی دانشمند جالندھر کے سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔ اپنے مرشد سے کمال محبت رکھتے تھے۔ سفر اور حضر میں اکثر ساتھ رہتے تھے۔ میاں صاحب کے مقرب احباب میں سے تھے۔ مراۃ الغوریہ ا میں آپ کا نام میاں صاحب کے مقربین میں آتا ہے۔ میاں صاحب کے انتقال کے بعد فوت ہوئے۔ عوام الناس آپ کو بابا کرم الٰہی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ کا مزار باغیچی میاں صاحب میں جنوب مغرب میں تھا۔ قبر کچی تھی اور مختصر سی چاردیواری بھی کچی تھی۔ قبر کے اوپر چھت نہ تھی۔ قبر اور چار دیواری کی میاں صاحب کے عرس پر لپائی کر دی جاتی تھی۔ لوگ آپ کو جلالت والا بابا کہتے تھے۔ فقیر نے آپ کے مزار کی متعدد بار زیارت کی۔

Marfat.com

خلیفہ میاں محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بستی دانشمند کے باشندے تھے۔ نہایت متقی پرہیزگار، ریاضت و مجاہدات میں صف اول کے صوفیاء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کا شجرہ طریقت چار طریقوں سے حضرت میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

۱۔ خلیفہ میاں محمد عبداللہ مرید و خلیفہ میاں محمد ابراہیم شاہ مرید و خلیفہ میاں مہتاب علی شاہ مرید و خلیفہ میاں محمد میرزا علی شاہ مرید و خلیفہ و سجادہ نشین میاں عبدالغفور شاہ رحمہم اللہ

۲۔ میاں محمد عبداللہ مرید و خلیفہ میاں فخرالدین جالندھر مرید و خلیفہ حافظ میاں عبدالوہاب مرید و خلیفہ میاں محمد میرزا علی شاہ مرید و خلیفہ میاں عبدالغفور شاہ رحمہم اللہ

۳۔ میاں محمد عبداللہ مرید و خلیفہ میاں مہتاب علی شاہ سجادہ نشین دربار غفوریہ مرید و خلیفہ میاں مرزا علی شاہ مرید و خلیفہ میاں عبدالغفور شاہ رحمہم اللہ

۴۔ میاں محمد عبداللہ مرید و خلیفہ محمد خلیل کے وہ خلیفہ احمد کے وہ عبدالوہاب کے وہ مرزا علی خان کے رحمہم اللہ۔

آپ ساری عمر اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستغرق رہے۔ اپنے مکان کے دروازے میں آخری عمر تک کواڑ نہ لگوائے۔ مائی صاحبہ جب عرض کرتیں کہ میاں جی دروازے میں کواڑ لگوالو تو فرماتے۔ "رابعہ دی ای کھلے دروازے جنت وچہ جاواں گے۔" آپ کے نرینہ اولاد نہ تھی۔ ایک لڑکی تھیں جن کا نام رابعہ تھا۔ (رابعہ فقیر مولف کتاب ہذا کی نانی

مراۃ الغفوریہ۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ سنٹرل لائبریری بہاولپور میں موجود ہے۔ پیر سید احمد شرافت نوشاہی نے پہلے اس نسخہ کا عکس جناب محمد حسین میرانی کی وساطت سے حاصل کیا۔ اس عکس میں سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے الفاظ مدھم آئے پھر پیر صاحب خود بہاولپور تشریف لے گئے تو دوبارہ عکس کرایا۔ (عارف نوشاہی۔ تعلیقات شریف التواریخ جلد سوم، حصہ چہارم صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۱) جناب محمد حسن میرانی نے فقیر کو بھی مراۃ الغفوریہ کے چند صفحات فوٹو کرا کر بھیجے۔ فقیر کی میرانی صاحب سے خط و کتابت ہے۔ (چشتی)

Marfat.com

محترمہ تھیں۔) رابعہ بھی بڑی پرہیزگار عورت تھیں۔ ساری عمر اللہ اللہ کرنے میں گزار دی۔ ہروقت قرآن مجید پڑھتی رہتیں یا ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی۔)

میاں عبداللہ صاحب کا آخری وقت آیا تو سب رشتہ داروں کو جمع کیا۔ کچھ ہدایات فرمائیں پھر فرمایا: "دیکھو ہم حضرت میاں صاحب کے مزار شریف کی حاضری کے لئے جا رہے ہیں۔"

تم کچھ اور نہ سمجھ لینا۔ یہ کہا اور روح آپ کے بدن سے نکل گئی۔ نبضیں بند ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد آنکھیں کھول دیں اور فرمایا: "تم لوگ یوں خاموش کیوں کھڑے ہو!" بی بی رابعہ نے عرض کیا: "میاں جی آپ تو کہیں چلے گئے تھے۔" فرمایا: "نہیں تم کھانا پکاؤ اور سب کو کھلاؤ۔" کھانا پکا کر سب کو کھلایا گیا۔ جب سب کھا کر فارغ ہو گئے فرمایا: "لو اب ہم اس دنیا سے جا رہے ہیں۔ دو مٹ بعد ہمارے دماغ سے دو بالشت میں ہاتھ رکھنا۔ ہماری روح دماغ کو پھاڑ کر نکلے گی۔ فقراء کی ارواح سارے جسم کو عبور کر کے دماغ سے نکلا کرتی تھی۔" چنانچہ آپ نے کلمہ طیبہ پڑھا۔ میاں خیردین ٹھٹھوی (میاں صاحب کے داماد اور فقیر مولف کے نانا محترم) نے آپ کے دماغ سے دو بالشت پر اپنا ہاتھ رکھا تو سخت گرم ہوا نکلتی محسوس ہوئی۔ ہاتھ میں کافی دیر جلن رہی۔ آپ کی روح پرواز کر گئی۔ بستی دانشمند میں کہرام مچ گیا کہ خلیفہ عبداللہ اس عالم ناسوت سے عالم لاہوت کی طرف رخصت ہو گئے۔

آپ کا انتقال ۱۶- کاتک ۱۹۵۵ء بکرمی مطابق یکم نومبر ۱۸۹۹ء کو ہوا۔

دفن کا واقعہ | آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے میرے مرشد کے پہلو میں دفن کرنا لیکن چونکہ وہ سارا قبرستان پٹھانوں کا تھا۔ پٹھان دوسری قوموں کو وہاں دفن نہ ہونے دیتے تھے۔ اس لئے اس بات کی مخالفت کرتے تھے اور مانع ہوتے تھے۔ واقعہ یوں ہوا جس دن آپ نے انتقال فرمانا تھا۔ جالندھر شہر سے پولیس آئی اور تمام پٹھانوں کو تھانہ جالندھر میں لے گئی۔ ان کے جانے کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ ادا کر کے آپ کے حکم کے مطابق آپ کے پیر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ شام کو پٹھانوں کو پولیس نے یہ کہہ کر گھر جانے کی اجازت دے دی کہ غلطی سے تم لوگوں کو بلایا گیا۔ جب یہ حضرات واپس آئے تو آپ کے فوت ہونے اور دفن ہونے کی خبر سنی تو حیران رہ گئے اور کہنے لگے۔ واہ! میاں خلیفہ ہم کو تھانہ بھیج کر اپنی بات پوری کر لی یہ سب لوگ فاتحہ کے لئے حاضر

Marfat.com

ہوئے۔

قلمی نسخہ قرآن مجید اور درود مستغاث آپ صاحب علم و عرفان تھے۔ آپ نے قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھا اور تحت اللفظ فارسی ترجمہ۔ یہ قرآن مجید فقیر کے نانا میاں خیر دین ٹھٹھوی کے پاس تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے عمرالدین کو منتقل ہوا۔ میاں عمر دین ہجرت کے دوران اس نسخہ کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ راستہ میں بارشوں کی وجہ سے کچھ اوراق خراب ہو گئے تھے لیکن الفاظ بخوبی پڑھے جاتے تھے۔ میاں عمر دین (فقیر کے ماموں) نے یہ قرآن مجید مجھے عطا کر دیا۔ فقیر نے سب سے پہلے اسی قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اس کی برکت سے مجھے قرآن مجید پڑھنا آ گیا۔ استاد کی ضرورت نہ پڑی۔ اس قرآن مجید کو میں نے کئی مرتبہ پڑھا۔ آخر میں نے یہ نسخہ اپنے پیرو مرشد مولانا عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ کے حضور پیش کر دیا۔ وہ نسخہ قرآن مجید دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد پروفیسر صاحبزادہ افضل حق کی تحویل میں رہا۔ وہ چونکہ بسلسلہ ملازمت کشمیر میں رہتے تھے۔ پیچھے کتابوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔ سیلاب کی وجہ سے نسخہ کے اوراق کو دیمک نے چاٹ لیا۔ یوں ایک بہت بڑا علمی خزانہ ضائع ہو گیا۔

آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا درود مستغاث شریف بھی تھا جو ماموں عمر دین نے مجھے عنایت فرمایا تھا۔ بہت خوبصورت خط میں لکھا ہوا تھا۔ فقیر اسے پڑھتا رہا۔ اول و آخر بھی اس نسخہ درود شریف سے زبانی یاد کیا۔ فقیر نے وہ نسخہ محمد سہیل اظہر (سمن آباد) کی پھوپھی جمیلہ بنت حبیب اللہ کو دے دیا۔ اس سے وہ نسخہ گم ہو گیا۔ فقیر کی نالائقی سے عظیم سرمایہ ضائع ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ فقیر کو معاف فرمائے۔) آمین!

خلیفہ میاں خیر دین ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ میاں حاکم دین ساکن ٹھٹھہ بہ ریاست کپور تھلہ ضلع جالندھر کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ میاں حاکم دین کے دو بیٹے تھے۔ (۱) بابا بولا (۲) خیر دین

دونوں صاحب میاں عبداللہ بستی دانشمند والوں کے مرید تھے۔ بابا بولا ساری عمر مجرد رہے اور شادی نہیں کرائی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستغرق رہے۔ بابا بولا کی وفات کا واقعہ یوں ہے۔ والدہ محترمہ سے سنا۔ آپ صبح جب کام پر جانے لگتے تو آپ کا معمول تھا کہ سب

Marfat.com

گھروں میں خیر خیریت دریافت کر کے جاتے اور جب شام کو واپس آتے تو بھی سب اہل کنبہ کے گھروں میں جاتے۔ خیر خیریت معلوم کر کے اپنے گھر تشریف لاتے۔ ایک صبح جو کام پر جانے کے لئے نکلے۔ حسب عادت اپنے عزیز میاں علی محمد کے گھر گئے۔ وہ لوگ کیکر چھانٹ رہے تھے۔ انہوں نے درخت پر سے بہت آوازیں دیں کہ تایا پیچھے رہنا لیکن چونکہ وہ کانوں سے بہرے تھے آواز نہ سنی۔ درخت سے جو ٹہنی گری ان کے سر پر آ کر لگی۔ اس صدمہ سے آپ جان بحق ہو گئے۔ یہ خبر کھٹہ ٹبہ اور گردو نواح کے گاؤں میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ کپور تھلہ سے پولیس آئی۔ آپ کی میت اور میاں علی محمد کے گھرانہ کو لے گئی۔ دو دن وہاں میت پڑی رہی۔ رات کو تھانیدار کی خواب میں آپ آئے اور فرمایا: "ہماری میت وارثوں کے حوالے کردو۔ میاں علی محمد اور ان کے گھر والوں کو آزاد کردو۔ ہمارے انتقال کرنے میں کوئی مجرم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں تھی۔"

تھانیدار بیدار ہوا۔ سب کو آزاد کر دیا اور میت وارثوں کے حوالے کر دی۔ تجہیز و تکفین کے بعد آپ کو گاؤں کے جنوب میں بڑ کے درخت کے نیچے جوہڑ کے کنارے دفن کر دیا گیا۔ پختہ قبر اور چوکھنڈی بنائی گئی۔ ایک مرتبہ اونٹوں کا قافلہ ادھر سے گزرا۔ بڑ کا سایہ پا کر وہاں ٹھہر گیا۔ ایک اونٹ آپ کی چوکھنڈی سے اپنا جسم کھجانے لگا۔ چوکھنڈی کا کچھ حصہ گر گیا۔ اونٹ اسی وقت تڑپ کر گرا اور مر گیا۔ اس واقعہ سے اہل دیہہ کو آپ سے بہت عقیدت ہو گئی۔

میاں بابا بولا کے چھوٹے بھائی میاں خیر دین' میاں محمد عبداللہ دانشمند والوں کے داماد' مرید اور خلیفہ تھے۔ میاں محمد عبداللہ شاہ کی اکلوتی صاحبزادی محترمہ بی بی رابعہ آپ کے عقد میں تھیں۔ میاں خیر دین نے ساری عمر بی بی صاحبہ کو تکلیف نہیں دی۔ اپنے مرشد کا احترام قائم رکھا۔ آگ خود جلاتے تھے۔ آٹا گوند لیتے تھے۔ بی بی مصلیٰ پر ہوتی تھیں۔ میاں صاحب آواز دیتے رابعہ آگ جلا دی ہے آٹا بھی گوند دیا ہے۔ آپ اٹھتیں روٹی پکا کر میاں صاحب کو دیتیں اور پھر مصلیٰ پر جا کر بیٹھ جاتیں۔ ساری عمر یہی سلسلہ جاری رہا۔ گھر میں کبھی الجھن پیدا نہیں ہونے دی۔

اہل دیہہ کے بچے بچیاں نوجوان بوڑھے میاں خیر دین کے گھر سے دینی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ سارا دیہہ آپ کا معتقد تھا۔ آپ بستی دانشمند میں اور بستی مٹھو صاحب میں

Marfat.com

اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ بستی شیخ درویش میں اپنی نواسی نذیراں بیگم کے گھر بھی تشریف لاتے۔ رات کو تہجد کے بعد ذکر بالجہر کرتے تو سارے دمہ میں آپ کی آواز گونجتی۔

آپ کی وفات ۲۳- رجب ۱۳۵۹ھ ۳۱- اگست ۱۹۴۰ء مطابق ۱۶ بھادوں ۱۹۹۷ء بکرمی کو ہوئی۔ ٹھٹھہ ٹبہ کے عام قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔ قبر خام عام قبرستان سے ذرا علیحدہ تھی۔ یہ قبرستان ٹھٹھہ ٹبہ کے شمال مشرق میں تھا۔ دونوں بھائیوں کی قبروں کی فقیر نے زیارت کی۔ فقیر کی نانی محترمہ اگست ۱۹۴۷ء تک بقید حیات رہیں۔ دوران ہجرت شہید ہوئیں۔ میاں خیردین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرہ نسب

شجرہ نسب

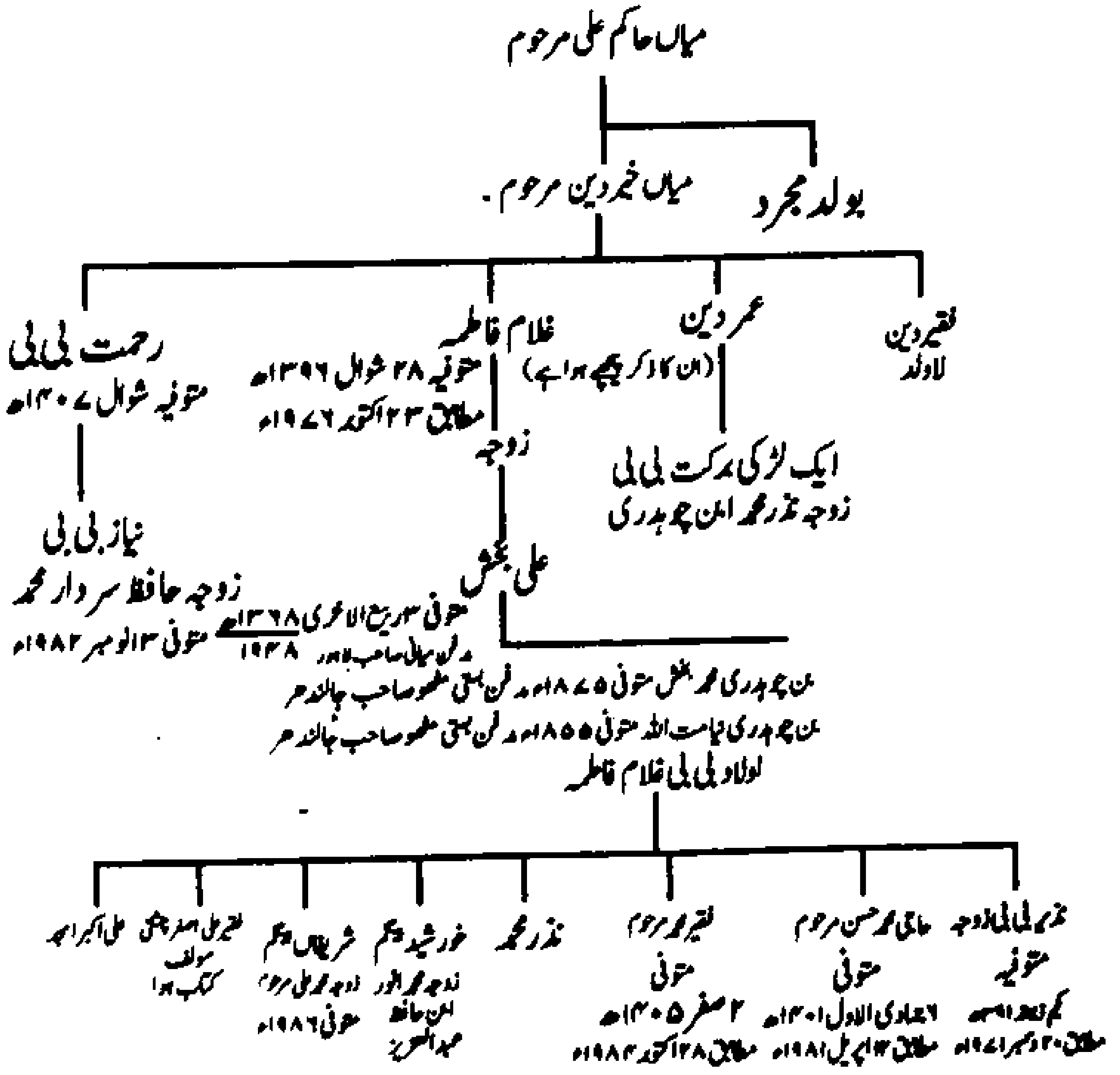

(نوٹ) ان سب کی اولادوں کا ذکر شیم ولدیت صفحہ ۸۰۲ تا ۸۰۹ پر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

میاں حاکم علی کے دو بیٹے تھے۔ ا۔ بولا مجرد ۲۔ میاں خیر دین۔ میاں خیردین کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ فقردین | لاولد۔

۲۔ عمردین | عمردین سے ایک لڑکی برکت بی بی زوجہ نذر محمد ابن چوہدری علی بخش صاحب۔

۳۔ بی بی غلام فاطمہ | (متوفیہ ۲۸ شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۶ء) زوجہ چوہدری علی بخش (متوفی ۳ ربیع الاخریٰ ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۹۴۸ء مدفن میانی صاحب لاہور) ابن چوہدری محمد بخش (متوفی ۱۸۷۵ء مدفن بستی مٹھو صاحب جالندھر) ابن چوہدری نیامت اللہ (متوفی ۱۸۵۵ء مدفن بستی مٹھو صاحب جالندھر

اولاد بی بی غلام فاطمہ :

i۔ نذیر بی بی (متوفیہ یکم زیقعد ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء) زوجہ حاجی محمد حسن (متوفی ۶ جمادی الاول ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء

ii۔ فقیر محمد مرحوم (متوفی ۲ صفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۲۸ کتوبر ۱۹۸۴ء)

iii۔ نذر محمد صاحب۔

iv۔ خورشید بیگم زوجہ محمد انور ابن حافظ عبدالعزیز۔

v۔ شریفاں بیگم زوجہ محمد علی مرحوم (متوفی ۱۹۸۶ء)

vi۔ علی اصغر چشتی (مولف کتاب ھذا)

vii۔ علی اکبر امجد

۴۔ رحمت بی بی | متوفیہ شوال ۱۴۰۷ھ سے ایک لڑکی نیاز بی بی زوجہ حافظ سردار خان متوفی ۱۳ نومبر ۱۹۸۲ء / ۲۶ محرم ۱۴۰۳ھ بروز ہفتہ ابن خلیفہ نور محمد ابن خلیفہ محمد عمر بن خلیفہ احمد (خلیفہ احمد میاں عبداللہ کے بڑے بھائی تھے) خلیفہ احمد حافظ عبدالوہاب کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ میاں محمد مراد علی کے خلیفہ تھے وہ میاں عبدالغفور کے رحمھم اللہ۔ نیاز بی بی کے بطن سے حافظ سردار احمد کی اولاد محمد انور۔ ظفر۔ خالد محمود اور سلطان محمود ہیں۔ لوہاری منڈی لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔

Marfat.com

(نوٹ) ان سب کی اولادوں کا ذکر شمیم ولایت صفحہ ۸۰۲ تا صفحہ ۸۰۹ پر ملاحظہ کریں۔

بابا ھادی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

بابا ھادی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مسکن تمبہ گمٹالہ متصل پھلور ضلع جالندھر تھا۔ پھلور سے جو سڑک قصبہ لوہیاں کو جاتی تھی تمبہ گمٹالہ اسی سڑک پر واقعہ تھا۔ بابا ھادی شاہ' بابا ماہی شاہ ہوشیار پوری کے مرید تھے۔ بابا ماہی شاہ حضرت خواجہ بخت جمال کے مرید تھے۔ بابا ھادی شاہ کا مزار تمبہ گمٹالہ میں ہے۔ بابا ماہی شاہ کا تذکرہ شریف التواریخ جلد سوئم حصہ سوئم صفحہ ۲۰۶ پر ہے اور بابا ھادی شاہ کا ذکر اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۱ سطر نمبر ۱۱ پر کیا گیا ہے۔ زیادہ حالات دستیاب نہیں ہوئے۔

بابا فقیریئے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

باباجی نہایت عابد زاہد تھے۔ بابا ماہی شاہ ہوشیار پوری کے مریدوں میں سے تھے۔ موضع ظہورہ جو ٹانڈہ (ضلع جالندھر) سے چار میل جنوب میں ہے۔ میں دفن ہوئے کچھ زمین بھی ان کی خانقاہ کے نام معاف تھی۔ ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء میں سائیں مہتاب شاہ اور سائیں دھوے شاہ اس خانقاہ کے متولی اور سرپرست تھے۔ (شریف التواریخ حصہ سوئم جلد سوئم ۲۱۷ بحوالہ تذکرہ المشائخ)

بابا جیون خان بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

بابا شادی خان بھٹی رحمتہ اللہ علیہ شاہ شریف تلونڈی والوں کے مرید تھے۔ آپ تلونڈی میں ہی رہتے تھے۔ تلونڈی ہی میں مزارات ہیں۔ جو ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر میں ہے۔ (تکملہ شریف التواریخ جلد سوم' حصہ سوم صفحہ ۲۸۹ / صفحہ ۲۹۵)

بابا منصور شاہ رحمۃ اللہ علیہ و بابا دارے شاہ

آپ کی اصل سکونت موضع اگی[1] تحصیل نکودر ضلع جالندھر تھی۔ قوم سے ارائیں تھے۔ ابتداء عمر سے ہی درویشی کا شوق دامنگیر تھا چنانچہ بابا ماہی شاہ ہوشیاری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔

---

[1] موضع اگی میں استرے' قینچیاں بنتی تھیں۔ اگی والوں کی ایک دوکان گوالمنڈی لاہور میں مشہور ہے۔

Marfat.com

مولوی صوفی محمد اکبر علی صاحب سلیم التوریخ لکھتے ہیں:

"آپ نے مرشد کے حکم سے مقصود پور کے متصل اسی مقام پر آکر قیام کیا۔ جہاں کہ اب ان کا مزار ہے۔ اس وقت یہاں بہت سے گنجان درخت تھے۔ دریائے بیاس قریب بہتا تھا۔ کہتے ہیں سات منزل اونچی ایک کٹیا بنائی تھی۔ دریا کے پانی سے وضو کر کے عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ گردونواح کے لوگ بہت معتقد ہو گئے تھے۔ نہایت عابد زاہد بزرگ تھے۔ کئی چلے کئے۔ بہت ترقی ہوئی۔" (سلیم التواریخ باب ۱۵' صفحہ ۴۶۵)

آپ کا ایک ہی فرزند میاں دارے شاہ تھا۔ جو آپ ہی سے بیعت تھا۔ آپ نے جو آبادی قائم کی اس کی ترقی میاں دارے شاہ نے کی چنانچہ اس آبادی کا نام جھگی دارے شاہ مشہور ہوا۔

بابا منصور شاہ کا مزار جھگی میاں دارے شاہ علاقہ ریاست کپور تھلہ ضلع جالندھر میں ہے۔ صاحب تذکرہ مشائخ نے لکھا ہے۔ "دو سو گھماؤں اراضی مہاراجہ کپور تھلہ کی طرف سے معافی بنام خانقاہ اندراج کاغذات ہے۔" مزار شریف پر ۱۰ اساڑھ ۲۵ جون کو دھوم دھام سے میلہ لگتا ہے۔ (شریف التواریخ جلد سوم' حصہ چہارم ۱۶۱)

بابا دارے شاہ کا انتقال یکم اسوج ۱۹۲۰ بکرمی کو ہوا۔ ۱۸۶۱ء / ۱۲۸۰ھ شجرہ طریقت۔ میاں دارے شاہ مرید میاں منصور شاہ مرید بابا ماہی شاہ مرید حضرت بخت جمال مرید پیر محمد سچیار مرید نوشہ گنج بخش

سید قاضی محمد علی سبزواری برقندازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صحیح النسب سید سبزواری حسینی ہیں۔ آپ سید حافظ قائم الدین برقندازی پاک پتنی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمشیرزادہ تھے۔ بیعت و خلافت میں حضرت شاہ عبدالغفور بستی دانشمند رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

آپ صاحب تجرید و تفرید' متوکل' زاہد' عارف کامل' اہل حال و قال و مقامات عالیہ تھے۔ آپ نے بڑے بڑے مجاہدات و چلے کئے۔ موضع پنڈوری ضلع جالندھر میں برلب آب رواں چلہ الحمد سوا لاکھ کیا۔ چلہ میں قصیدہ خمریہ اور حرز یمانی' اسم اعظم' درود صلوٰۃ

Marfat.com

تیجنا و چہل کاف کی زکوٰۃ ادا کی۔ جس جگہ آپ گوشہ نشین رہے۔ ۱۹۴۷ء تک آپ کے نام سے گڑھا قاضی صاحب مشہور تھی۔ اہل عبادت کے لئے عجیب دلکش جگہ تھی۔ وہاں درخت ہائے پھلاہ موجود تھے۔ جن کی بابت عام مشہور تھا کہ آپ اس جگہ مسواک کر کے پھینک دیتے تھے وہ سبز ہو کر درخت بن جاتا تھا۔ آپ صاحب کلام عالی و باتاثیر' مستجاب الدعوات' قوی الفطرت شیخ تھے۔ ارباب بحث سے نفور اور صحبت ناجنس سے دور رہتے تھے۔ آپ نے شادی نہ کرائی نہ کوئی اولاد تھی۔

آپ کے خلفاء میں میاں محمد اعظم بن میاں شیخ احمد انصاری جالندھری اور میاں جتو جالندھری تھے۔ رحمہا اللہ تعالیٰ

مولانا پیر غلام قادر اثر جالندھری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب قلمی نسخہ انوار القادریہ میں آپ کی تاریخ وفات ۲۰۔ ذی الحجہ ۱۱۹۴ منگوار لکھی تھی۔ اور پیر سید شرافت" صاحب نے تقویم تاریخ کی رو سے سن عیسوی ۱۷۔ دسمبر ۱۸۷۰ تحریر کی ہے اور ساتھ ہی تحریر فرمایا ہے کہ اس وقت دہلی کے تخت پر ابوالعدل مروج الدین محمد علی گوہر عرف شاہ عالم ثانی بن عالمگیر ثانی بن جہاندار شاہ حکمران تھا۔ اس کا ۲۲ جلوسی تھا۔ اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ہندوستان کا گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز تھا۔ اس کی گورنری کا ۹ نواں سال تھا۔

مدفن آپ کی قبر بستی دانشمند سے ایک میل کے فاصلے پر نیرت کی طرف واقع ہے۔ ۱۹۴۷ء سے قبل پختہ چار دیواری تھی۔ پیر سید شرافت صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں مولانا حکیم غلام قادر اثر جالندھری کے ساتھ جا کر مزار شریف کی زیارت کی تھی۔ مادہ تاریخ مربی الفضلاء / ۱۱۹۴ ہے۔

مولانا محمد عظیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا غلام قادر اثر جالندھری کے خاندان کے بزرگ)

آپ میاں شیخ احمد انصاری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ شیخ الاسلام حضرت شیخ ابو اسماعیل اعبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ پیر ھرات کی اولاد سے ہیں۔

Marfat.com

اور شیخ الاسلام صحابی رسول سیدنا ابوایوب [1] انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔

نسب نامہ مولانا محمد اعظم ابن میاں شیخ احمد بن عبدالقادر بن محمد عابد بن محمد زاہد بن محمد فاضل بن شیخ غیاث الدین بن حاجی سعد اللہ لاہوری (انوار القادریہ قلمی) مولانا محمد اعظم تین بھائی تھے۔ محمد اعظم، مولوی بدرالدین، شیخ محمد

تعلیم۔ بیعت۔ ریاضت آپ نے علم متداولہ سے فارغ ہو کر طب اور نجوم میں مہارت پیدا کی۔ بھاشا اور سنسکرت بھی سیکھی۔ بعدہ تصوف کا شوق پید ہوا تو حضرت سید محمد علی سبزواری برقندازی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت فرمائی۔ اپنے پیر روشن ضمیر کے عاشق صادق تھے۔ جب قاضی صاحب کبھی اپنے وطن مالوف پاک پتن شریف تشریف لے جاتے تو آپ تاب فراق نہ لاکر ہمراہ چلے جاتے۔ یا بعد میں پیچھے جا پہنچتے۔

حسب ارشاد شیخ طریقت ہمہ وقت ریاضت میں مشغول رہتے۔ دعوت چہل اسماء۔ پنج گنج۔ حرزیمانی۔ سورۃ مزمل۔ صلوٰۃ تنجینا۔ درود کبریت احمر۔ عشرہ دعائے حیدری۔ چلہ ہائے سورۃ فاتحہ۔ قصیدہ خمیریہ و دیگر اسماء سے متمتع ہوئے۔

مختلف علوم میں مہارت آپ علوم جفر میں بھی کمال رکھتے تھے۔ آپ کے علم فضیلت رمل و نجوم اور زبان دانی بھاشا کا بھی عام شہرہ تھا۔ حضرت سید علیم اللہ چشتی صابری بھکی جالندھری المعروف پیر بہشتی دروازہ رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد نے رمل اور کتاب پدماوت بھاشا مصنفہ ملک محمد جائسی رحمتہ اللہ علیہ آپ سے پڑھی۔ ملک صاحبداد خاں قوال بستی شیخ درویش والا ہندوستان سے کتاب راگ مالا لایا جو خط ناگری بھاشا زبان میں تھی۔ کوئی شخص اس کو پڑھ نہ سکتا تھا۔ آپ نے تمام معنی بتا کر سمجھا دیئے۔

اولاد آپ کے تین بیٹے تھے۔ (۱) مولوی غلام حسین (۲) میاں غلام حسن (۳) میاں غلام محی الدین۔

---

[1] شیخ الاسلام عبداللہ انصاری ۱۲۔ شعبان ۱۰۰۶ء / ۳۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۔ ربیع الاخر ۴۸۱ھ / ۱۰۸۸ء میں فوت ہوئے۔ ان کے والد کا نام ابو محمد منصور انصاری تھا۔

[1] حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ قسطنطنیہ میں ۵۱ھ / ۶۷۱ء میں شہید ہو کر قلعہ کی دیوار کے ساتھ مدفون ہوئے۔ مولانا محمد عظیم انصاری بستی شیخ درویش میں سکونت رکھتے تھے۔

Marfat.com

شاگردان رشید | آپ کے شاگرد تو بہت تھے۔ ازاں جملہ تین مشہور ہیں۔

1۔ میاں ہدایت اللہ شاہ جالندھری

2۔ میاں حفیظ اللہ شاہ جالندھری

3۔ ملک صاحبداد خاں قوال جالندھری (بستی شیخ درویش)

مریدین خاص و خلفاء

۱۔ میاں غلام حسین فرزند ثانی بستی شیخ درویش

۲۔ میاں امیر خان راجپوت بستی شیخ درویش

۳۔ میاں محمد مغل بستی شیخ درویش

۴۔ میرزا فضل علی بیگ بستی شیخ

۵۔ میاں ولی شاہ راجپوت مہت پور

۶۔ سائیں شمے شاہ بافندہ پر جیانوالی

۷۔ میاں خدا بخش کلیانپور

۸۔ میاں عظیم شاہ قریشی اگی

۹۔ میاں کرم بخش کوٹلہ آبادان

۱۰۔ میاں محمد عظیم نندہ مال امرتسر

۱۱۔ میاں قاسم نندہ مال امرتسر

۱۲۔ میاں مرزا (رحمہم اللہ تعالیٰ)

وفات | ۱۴۔ جمادی الاخر ۱۲۴۶ھ مطابق ۳۰۔ نومبر ۱۸۳۰ء منگوار بعہد سلطنت ابو النصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی بن شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے اس وقت ہندوستان کا گورنر جنرل ولیم بینٹنگ تھا۔ اس کی گورنری کا چوتھا سال تھا۔ پنجاب پر اس وقت رنجیت سنگھ حکمران تھا۔ اس کے جلوس کا ۱ کیسواں سال تھا۔

۱۔ حضرت شیخ درویش سہروردی رحمۃ اللہ علیہ افغان سے تشریف لائے اور جالندھر کے قریب قیام کیا۔ انہوں نے ۱۶۲۱ / ۱۰۳۰ھ میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کی اور ساتھ ہی مقبرہ تعمیر کیا۔ بستی آپ کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ نے ۹۲ سال کی عمر میں ۱۶۷۱ / ۱۰۸۲ میں وفات پائی۔ اپنے مقبرے میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

آپ کا مزار باغ شریف خانقاہ ملاگدا جالندھر شہر میں تھا۔

مولانا حکیم غلام قادر اثر جالندھری کے آباؤ اجداد سے تھے۔ حکیم اثر نے قطعہ تاریخ لکھا ہے:

شیخ اکمل محمد اعظم	چوں زدنیا بخلد رشد راہی
سال تاریخ رحلتش بہ اثر	ہاتفے گفت عضد نوشاہی/۱۲۴۶ھ
مادہ تاریخ	ریاض مصطفوی/۱۲۴۶ھ

مولانا کے تین بیٹے تھے۔ مولوی غلام حسین" میاں غلام حسن" میاں غلام محی الدین" میاں غلام حسن" کا ذکر آئندہ صفحات پر ہو گا۔

میاں غلام محی الدین" ولد مولانا محمد اعظم" کے دو بیٹے تھے۔ میاں محمد بخش المعروف بہ محمدی شاہ" اور میاں احمد شاہ"۔ میاں محمدی شاہ" کے چار بیٹے تھے۔

۱- حکیم مولوی غلام قادر شاہ اثر جالندھری" ان کا ذکر بھی انئدہ صفحات پر ہو گا۔

۲- میاں احمد بخش"

۳- میاں گنج بخش"

۴- پیرزادہ محمد حسن بی اے

میاں احمد بخش ولد محمدی شاہ کے ایک ہی پسر تھے۔ جن کا نام پیرزادہ عبدالرشید تھا۔ وہ ۱۹۳۵ء/ ۱۳۵۴ھ کے دوران علی گڑھ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔

پیرزادہ محمد حسن بی اے ولد محمدی شاہ کے تین بیٹے تھے۔

۱- پیرزادہ نذیر حسن بی-اے وکیل- یہ دفتر سیکرٹریٹ انڈیا میں ملازم تھے۔

۲- پیرزادہ امیر حسن ایم-اے وکیل

۳- پیرزادہ مسعود الحسن- یہ تینوں ۱۹۳۵ء میں بقید حیات تھے جبکہ فقیر مولف تاہنوز پیدا نہ ہوا تھا۔

Marfat.com

باباساون شاہ برقندازی راہوں والا

آپ شیخ سرفراز شاہ پٹیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ اعظم تھے۔ شیخ سرفراز شیخ جعفر جالندھری پٹیالوی کے مرید و خلیفہ تھے اور جعفر شاہ" میاں عبدالغفور" بستی دانشمند والوں کے خلیفہ تھے۔ باباساون شاہ کا آبائی وطن موضع راہوں تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر تھا۔

ایک مرتبہ شیخ سرفراز پٹیالوی رحمتہ اللہ علیہ ایمائے غیبی راہوں تشریف لائے اور آپ کو بیعت کر کے طریقت کی تعلیم دی اور فیضان نوشاہی سے نوازا اور فرمایا:

"بیٹا ہم نے تمہارے گلے میں لعل ڈال دیا ہے کہیں بچوں کی طرح اسے ضائع نہ کر دینا اور کچھ ظاہری تعلیم پانے کی بھی کوشش کر لینا۔"

یہ نصیحت فرما کر شاہ سرفراز رحمتہ اللہ علیہ واپس چلے گئے اور آپ نے چند علوم حاصل کر کے کتب خوانی کا ملکہ حاصل کیا۔ نوشت خواند کر سکتے تھے یعنی لکھ پڑھ سکتے تھے۔

آپ نے قادری نوشاہی پر پوری پوری مواظبت رکھی۔ ساٹھ سال تک ریاضات و مجاہدات و مراقبات میں سرگرم رہے اور کمال روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ (دیکھیں شریف التواریخ جلد سوم' حصہ ششم)

باباروشن شاہ لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار آپ سے پوچھا کہ یا حضرت حب کس کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "درویش سر سے پاؤں تک سارا حب ہی ہوتا ہے۔ آؤ تمہیں نظارہ دکھاؤں۔" آپ نے ایک نقش لکھ کر اپنے پاؤں کے انگوٹھے کے نیچے دبا لیا ایک چیل فضا میں اڑ رہی تھی وہ نیچے اتر کر آپ کے پاؤں کے پاس آبیٹھی۔ جب آپ نے وہ نقش پاؤں کے نیچے سے نکال لیا تو وہ چیل اڑ گئی۔

آپ کے خواص مرید و خلفاء مندرجہ ذیل تھے:

۱- باباروشن شاہ نوری لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ یہ آپ کے بھائی کے پوتے تھے۔
۲- باباکرم بخش مجذوب" یہ صاحب ایک مرتبہ گھٹنوں تک جل گئے مگر محسوس نہ ہوا۔
۳- بابا مکھن شاہ ساکن راہوں۔
۴- باباحب علی درویش۔ تاریخ وفات نہیں مل سکی

Marfat.com

آپ کی قبر قصبہ راہوں تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر میں ہے۔

قصبہ راہوں کی تاریخ

"قصبہ راہون جالندھر دواب کے قصبات میں بہت پرانا قصبہ ہے۔ اس کی عمارات بہت پختہ اور پرانے کھنڈرات بھی موجود ہیں۔ راجپوت زمینداروں کا اس میں زمیدارہ ہے۔ اس کے سوائے ہندو' مسلمان' سید' مغل اور قریش بھی بہت رہتے ہیں۔ بازار اس قصبہ کا بہت لمبا ہے جس میں ہر چیز کی سوداگری ہوتی ہے۔ پیدائش غلہ اور گنا اور روئی وغیرہ کی بہت ہوتی ہے۔ گڑ یہاں کا لذت اور شیرینی میں مشہور ہے۔ شہر کے باہر آم کے درختوں اور باغوں کا حدوحساب نہیں ہے۔ دریائے ستلج سے تین کوس پر جنوب کی سمت واقع ہے۔" (مخزن پنجاب صفحہ ۱۹۶) (شریف التواریخ جلد سوم' حصہ ششم صفحہ ۶۳ تا ۶۶)

میاں غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد اعظم انصاری (بستی شیخ درویش) کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے علم نجوم ورمل و جفر اپنے والد صاحب سے سیکھا اور علم طب اپنے چچا سے حاصل کیا۔ آپ کامل طبیب تھے۔

آپ ہمہ وقت محو ریاضات و مجاہدات میں رہتے تھے۔ عشروں پر عشرے اور چلوں پر چلے کیا کرتے۔ حفظ مراتب اور نماز پنجگانہ کی پابندی کرتے تھے۔ اولاد خاندان کی دعوت زکوۃ ادا کیں۔

ایک مرتبہ آپ کے مرید سائیں شیر شاہ لاہوری نے آپ سے تقدوا کنہ اور تجدد امثال کے متعلق پوچھا تو فرمایا: "دیکھنا چاہتے ہو۔" عرض کیا۔ "ہاں" آپ کے پاس کچھ پھول پڑے تھے فرمایا کہ یہ لے جاؤ۔ کچھ مولوی محمد اعظم کے مزار پر اور کچھ قاضی محمد علی کی قبر پر اور کچھ میاں عبدالغفور کی خانقاہ پر رکھنا۔ گرمی کا موسم تھا اور دوپہر کا وقت۔ آپ جس مکان میں لیٹے ہوئے تھے فرمایا۔ باہر سے اس کمرہ کا قفل لگادو۔ سائیں شیر شاہ نے ایسا ہی کیا۔ سائیں صاحب جب کے بعد دیگرے تینوں مزارت پر حاضر ہوئے تو تینوں جگہ پر آپ

Marfat.com

کو موجود پایا۔ جب واپس آکر دیکھا تو تالہ بدستور مقفل تھا۔ جب دروازہ کھولا گیا تو آپ اندر سو رہے تھے۔

ایک دفعہ آپ موضع پرجیال خواد تشریف لے گئے۔ جانی بافندہ نے دعوت کی۔ ایک مرغ اور دو سیر آٹا پکایا۔ کھانے کے وقت چالیس پچاس آدمی اکٹھے ہو گئے۔ جانی گھبرایا کہ اب کیا ہو گا۔ آپ نے اپنا رومال کھانے پر ڈال دیا اور خود لنگر تقسیم کیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا اور گھر والوں کے لئے بھی بچ گیا۔

آپ کے مریدین بہت تھے۔ (۲۲ یاران طریقت کے اسماء شریف التواریخ جلد سوم حصہ ششم صفحہ ۱۰۲ پر لکھے ہیں۔)

آپ نے ۳ صفر المظفر ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۶۰ء ۵ بھادوں ۱۹۱۷ بکرمی بعہد ملکہ وکٹوریہ ۳ جلوس کو انتقال فرمایا۔

بستی شیخ درویش جالندھر میں دفن ہوئے۔

مادہ تاریخ: ۱۲۷۷/ فرشتہ عالی مقام ۱۲۷۷/ زین خانقاہ جنت

(شریف التواریخ جلد سوم، حصہ ششم بحوالہ انوار القادریہ)

Marfat.com

سائیں سوندھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

سائیں جی بستی بابا خیل۔ ا کے باشندے تھے۔ میاں غلام حسن رحمتہ اللہ علیہ کے خاص مرید تھے۔ ساری عمر ذکر الٰہی میں بسر کی۔ بستی بابا خیل میں انتقال فرمایا۔ وہیں دفن ہوئے۔

حضرت سلطان سخی سرور رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام سید احمد ہے۔ سلطان سخی سرور یا لکھ داتا کے نام سے مشہور ہوئے۔ مضافات ملتان میں موضع کرسی کوٹ میں پیدا ہوئے اور لاہور میں مولوی محمد اسحاق لاہوری رحمتہ اللہ علیہ سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ تصوف میں اپنے والد کے علاوہ غوث اعظم شیخ شہاب الدین سہروردی سے بھی کسب فیض کیا۔ اس کے بعد لاہور سے ۶۲ میل کے فاصلے پر

ا بابا خیل پٹھانوں کی گوت ہے۔ ان لوگوں نے اپنی رہائش کا نام اپنی گوت پر رکھا تھا۔ بستی بابا خیل شہر جالندھر سے ریاست کپورتھلہ کو جانے والی پختہ سڑک پر ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھی۔ سڑک کے شمال میں پختہ بلند و بالا قلعہ تھا۔ جو سکھوں کی نظر ہوا۔ ۱۹۴۷ء تک کچھ بلند و بالا عمارات موجود تھیں۔ جن میں پٹھان موجود تھے۔ اس بستی کے رئیس اعظم خان بہادر صوفی عبدالمجید خان صاحب تھے۔ ان کا بلند و بالا مکان شہر سے بستی میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب شروع بستی میں تھا۔ بستی بابا خیل میں چند مشہور شخصیات اور بھی تھیں مثلاً ماسٹر شاہ حسین خان صاحب۔ یہ پرائمری سکول میں تیسری جماعت کو پڑھاتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد سنت نگر لاہور میں آکر آباد ہوئے۔ ان کا لڑکا بازید احمد فقیر کے ساتھ اسلامیہ ہائی سکول موہنی روڈ میں زیر تعلیم تھا۔ ماسٹر محمد ابراہیم خان صاحب بڑے سادہ لوح انسان تھے یہ بھی پرائمری سکول میں پڑھاتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد سنت نگر لاہور میں آکر آباد ہوئے۔ بستی کے اختتام پر شمال مغرب میں ایک عالی شان مسجد تھی جو قلعہ بابا خیل میں شامل تھی۔ مسجد کی چھت ایک بڑے گنبد کی تھی۔ مسجد کے نیچے تہ خانے تھے۔ فقیر نے والد گرامی چوہدری علی بخش مرحوم کے ساتھ مسجد اور تہ خانہ کی زیارت کی۔ سڑک کے بائیں جانب جنوب میں ایک آبادی تھی جو پٹھانوں کی رعیت تھی۔ اس آبادی میں بہت سی قومیں آباد تھیں۔ سال بھر میں سردیوں کے اختتام پر ایک میلہ لگتا تھا۔ جس کو چوکیاں کہتے تھے۔ اس میلہ میں کبڈی اور کشتیاں ہوتی تھیں۔ لوگ دور دراز سے آکر شامل ہوتے تھے۔ (چشتی) اکثر لوگ اس میلے کی نسبت حضرت سلطان سخی سرور رحمتہ اللہ علیہ کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ جہاں جہاں حضرت سخی سرور نے قیام و جلوس فرمایا۔ وہاں پر لوگ ان کی عقیدت پر میلہ مناتے ہیں۔ (چشتی)

Marfat.com

وزیر آباد کے قریب موضع سوہدرہ میں اقامت اختیار کی اور یاد الٰہی اور ہدایت خلق میں مشہور ہوئے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے بڑی مقبولیت بخشی۔ خلقت کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ حصول مراد کے لئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور کوئی نامراد نہ جاتا۔ اس لئے آپ سخی سرور کے لقب سے معروف ہوئے۔ بعد میں آپ دھونکل ضلع گوجرانوالہ میں کئی سال مقیم رہے۔ دھونکل میں اب بھی آپ کی قیام گاہ کا نشان موجود ہے۔ ہر سال اساڑھ کی پہلی جمعرات شاندار عرس منایا جاتا ہے۔ جس میں بے شمار سلطان جو پیر بھائی بھی کہلاتے ہیں۔ اپنے بال بچوں سمیت قافلہ در قافلہ شامل ہوتے ہیں۔ آج (۱۹ شوال ۱۴۱۶ھ) ۲۰/ ۲۵ سال پیشتر جو قافلے یا سنگ دھونکل جاتے تھے وہ دریائے راوی کے پار مقبرہ جہانگیر میں قیام کرتے تھے تو یہاں بہت بڑا میلہ لگتا تھا جو پار کا میلہ کہلاتا تھا۔ اس سے لوگ واقف نہیں۔ ٹی۔ وی اور وی۔ سی۔ آر نے ان میلوں کی جگہ لے لی ہے۔ (۱۰ مارچ ۱۹۹۶ء) دھونکل کے قیام کے دوران وطن کی محبت دامنگیر ہوئی اور ڈیرہ غازی خاں کے ایک گاؤں میں جسے اب شاہ کوٹ کہتے ہیں۔ واپس تشریف لے گئے وہاں بھی آپ کے سلسلے کو بڑا فروغ ہوا۔ حاکم ملتان نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا لیکن حاسدوں کی آتش حسد اور بھی اس نکاح سے تیز ہو گئی چنانچہ انہوں نے یکجا ہو کر آپ کو آپ کے بھائی بیٹے اور اہلیہ کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۵۷۷ھ ۱۱۸۱ء میں پیش آیا۔ مزارات شاہ کوٹ کے قریب ہی ہیں۔

پنجاب میں آج بھی ان کی ولایت کا شہرہ ہے۔ پنجاب میں شاید ہی کوئی اہل اللہ ہو گا۔ جس کے اس کثرت سے ہندو مسلمان معتقد ہوں۔ آپ کے ہندو معتقدوں کو سلطانی کہتے ہیں۔ مشرقی پنجاب میں بالخصوص جالندھر ڈویژن کے تمام زراعت پیشہ جاٹ ہندو جو سکھ نہیں ہوئے سلطانی کہلاتے ہیں۔ ضلع جالندھر کے سرکاری گزیٹر میں لکھا ہے:

"اجمالی طور پر ہندو آبادی دو حصوں میں تقسیم ہو سکتی ہے گورو بابا نانک کے سکھ یعنی "سکھ" اور سلطانی (سکھ) جو ایک مسلمان پیر کے چیلے سخی سرور یا لکھ داتا بھی کہتے ہیں۔ پیروکار ہیں۔ (سرکاری گزیٹر صفحہ ۱۲۱)"

"آگے چل کر لکھا ہے زراعت پیشہ ہندوؤں میں سلطانیوں کی اکثریت ہے اور ان میں کئی چمار بھی ہیں۔ اگر وہ گوشت کھائیں تو صرف ذبح حلال کیا ہوا کھاتے ہیں۔ وہ سکھوں کے خلاف حقہ کثرت سے پیتے ہیں اور سر کے بال جس طرح

Marfat.com

چاہیں رکھتے ہیں۔ ان کے دیہات میں گاؤں سے باہر سلطان کی زیارتیں ہوتی ہیں۔ آٹھ یا دس فٹ کے قریب اونچی چوڑی اور لمبی جن کے اوپر ایک گنبد ہوتا ہے۔ چار کونوں پر چھوٹے چھوٹے مینار ہوتے ہیں۔ ہر جمعرات کو یہ زیارت صاف کی جاتی ہے اور رات کو چراغ جلائے جاتے ہیں۔ جمعرات کو اس زیارت کا نگہبان جو مسلمان اور بھرائی قوم کا فرد ہوتا ہے گاؤں میں ڈھول لے کر جاتا ہے اور نیاز اکٹھی کرتا ہے۔ جالندھر گزیٹر صفحہ ۱۲۴)"

سلطانوں کی سب سے بڑی رسم سخی سرور کے مزار کی زیارت ہے۔ جو وسط فروری کے قریب شروع ہوتی ہے۔ بھرائی اپنے اپنے دیہات سے قافلے لے کر ڈیرہ غازی خاں کا رخ کرتے ہیں۔ سکھوں کے عہد حکومت میں دیوان ساون مل نے جو ملتان کا گورنر تھا یہ یاترا (زیارت) بند کرنے کی کوشش کی اور تمام ہندوؤں کو جو سخی سرور کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ سو روپیہ فی کس جرمانہ کیا اس پر بھی وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ جب جالندھر گزیٹر مرتب ہوا اس وقت سلطانی ہندو اپنے عقیدے میں معتقد تھے۔ لیکن شاید اب (۱۹۴۰ء) جالندھر اور لدھیانہ میں اور دوسرے مشرقی اضلاع میں سلاطانی ہندوؤں کی تعداد کم ہو گئی ہے۔ (آب کوثر تصنیف ڈاکٹر شیخ محمد اکرام ایم اے بی ایڈ صفحہ ۸۲ تا ۸۵) فقیر کہتا ہے ۱۹۴۷ء کے بعد یہ سلطانی ہندو بالکل ختم ہو گئے ہونگے۔ اب تو مغربی پنجاب پاکستان کے مسلمانوں میں بھی یہ جذبہ ختم ہو گیا ہے۔ پھر بھی بعض لوگ زیارت کے لئے دھونکل اور ڈیرہ غازی خاں جاتے ہیں۔ اب قافلے بسوں کے ذریعے جاتے ہیں۔ تو آپ کی مجلس میں ضرور حاضری دیتے اور آپس میں علمی گفتگو ہوتی ہے۔

آپ ناظم اور ناثر بدرجہ کمال تھے۔ شعر میں نوشہ تخلص کیا کرتے تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ پیر شریف الدین احمد شرافت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی دو کتابیں میری نظر سے گزری ہیں۔

۱- **گلزار معانی** ایک روز آپ مدرسہ جالندھر میں طلباء کو تدریس کر رہے تھے کہ حضرت مولوی علیم اللہ نے آپ کو ایک رقعہ بھیجا۔ جس میں نو اشعار سوالیہ تھے اور جواب طلب کئے تھے۔ خلیفہ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ ان اشعار کے جواب میں کتاب گلزار معانی لکھیں جو ۱۸۵۶ء / ۷۲ااھ میں مکمل ہوئی۔ نو اشعار یہ تھے:

Marfat.com

سلسلہ نوشاہیہ

حضرت خلیفہ محمد ابراہیم انصاری" آپ زبدۃ العلماء الراسخین قدوۃ الاولیاء السالکین۔ مخزن حقائق معدن دقائق خاندان نوشاہیہ برقندازیہ میں مثل آفتاب تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام خان جہاں خاں ابن قطب الدین انصاری جالندھری تھا۔ بستی دانشمند میں ان کی پیدائش ہوئی۔

بیعت آپ نے ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں حضرت حافظ عبدالوہاب نوشاہی غفوری" (بستی دانشمند) کے ہاتھ پر بیعت کی اور مقامات سلوک طے کر کے خلافت پائی۔ حافظ صاحب میاں میرزا علی خان کے خلیفہ تھے اور وہ میاں عبدالغفور صاحب کے خلیفہ تھے آپ علوم ظاہری وباطنی میں یگانہ آفاق تھے رموز تصوف کے بحر ناپید کنار تھے۔ تدریس بھی کرتے تھے۔ نکتہ ہائے غریب اور لطیفہ ہائے عجیب آپ کی زبان سے صادر ہوتے تھے۔ صاحب انوار قادریہ نے لکھا ہے کہ شیخ غلام حسن بن شیخ بن شیخ بڈھا سلیمانی بھلوال" اور میاں سلطان مست بن سلطان ملک پھیاری نوشہروی" جب کبھی جالندھر جاتے تو (آپ کی مجلس میں ضرور حاضری دیتے اور آپس میں علمی گفتگو ہوتی)۔

نوٹ: بقیہ صفحہ ۱۵۴ سطر ۱۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

مسائل ہوں عزیز و کوئی تم جواب بولو
من عرف اور نفقد کسے کہتے ہیں جواب بولو
دل کو خدا عرش کر بولا سو کیا سبب ہے
یہ حل کرو مسائل کھولو کتاب بولو
کیوں سلسلہ خدا کا ہوتا ہے تن بدن تک
پھر تن سے کیوں ابھرتا کہاں تک حساب بولو
نازل کیا ہے قرآں حق سات حروف اوپر
وہ سات حرف کیا ہیں کوئی شیخ و شاب بولو
معبود عبد میاں نے کہتے ہیں عشق پردہ
جز عشق تو وصل نہیں یہ کیا حجاب بولو
آسمان زمین کے میانے الٹا کنواں ہیں کہتے
واصل ہیں آپ پیتے وہ کیا ہیں آب بولو
دیکھا ہے جس محمد دیکھا ہے اس نے حق کو
پس کافراں بھی دیکھے یہ کیا صواب بولو
نہیں جانتے اچھے تو بوجھناں سے بوجھ لینا
یہ پونچھ کر مسائل اچھا جواب بولو
آگے تمام فقراء سائل ہوا فقیر
ے حب جس کو کہتے ہیں وہ کیا شراب بولو

ان اشعار کے جواب میں خلیفہ صاحب نے کتاب گلزار معانی لکھی۔ لیکن یہ کتاب عام نہ ہوئی۔ بقول مولانا حکیم غلام قادر اثر جالندھری یہ دونوں کتابیں گلزار معانی اور کلید گنج الاسرار انہی ایام میں شیخ غلام حسن بن شیخ بڈھا سلیمانی بھوالی" خلیفہ ابراہیم صاحب سے لے گئے۔ پھر واپس نہ کیں۔ خلیفہ صاحب طلب کرتے کرتے رخصت ہو گئے۔ بعد میں حکیم اثر صاحب مانگتے رہے لیکن شیخ غلام حسن نے کتابیں واپس نہ کیں۔ پیر شرافت صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کلید گنج الاسرار شیخ فضل حسین بھلوالی کے پاس دیکھی تھیں۔ جواب ان کے نواسہ امیر حسین کے قبضہ میں ہے لیکن وہ کسی کو دکھاتا نہیں لہٰذا اس کتاب سے کسی

Marfat.com

کو فائدہ نہ پہنچا۔ مولوی علیم اللہ صاحب کے نو(۹) اشعار کا جواب ان تک نہ پہنچا۔

۲- کلید گنج الاسرار | رسالہ گنج الاسرار (گیان لہر۔ رمزالعباد) کی آپ نے فارسی زبان میں شرح لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۱ جمادی الاخر ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۸ء کو مکمل ہوئی۔ اس کا سبب تصنیف یہ تھا کہ ان کے مرشد حافظ عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں گنج الاسرار کی شرح لکھنے کا حکم دیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے ایک جلیل القدر ولی کے کلام کی شرح کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت نوشہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالغفور جالندھری قدس سرہ کے روضہ میں کھڑے ہیں اور میری طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں۔

جو فرما دے تجھ کو پیر
اس پہ چلیں تو ہو فقیر

جب میں بیدار ہوا تو سمجھ آئی کہ پیر صاحب تو مجھے شرح لکھنے کو کہتے ہیں چنانچہ میں نے یہ شرح لکھ دی لیکن یہ کتاب بھی لوگوں کے استفادہ میں نہ آسکی۔

خلیفہ صاحب نے کتاب کے پہلے حصہ میں حضرت نوشہ صاحب کے حالات و کرامات لکھے ہیں اور دوسرے حصے میں گنج الاسرار کے اشغال و اذکار کی شرح اور اس کے طریقے بہت خوب لکھے ہیں۔

آپ کا فیضان ظاہری و باطنی عام تھا۔ آپ کے مریدین میں میاں محمد حسن علی شاہ جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کا نام معروف ہے۔ جو میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کے پانچویں سجادہ نشین تھے۔

مولانا خلیفہ محمد ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ بیوم پیر بوقت شب ۲۲- ربیع الثانی ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۸۷۱ بعہد سلطنت ملکہ وکٹوریہ ۱۴ جلوس میں فوت ہوئے۔ بستی دانشمند میں دفن ہوئے۔ مادہ تاریخ ۱۲۸۸ھ / ہادی چراغ دین

Marfat.com

خلیفہ محمد ابراہیمؒ کے شاگردان

مولانا شیخ غلام قادر گرامی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام شیخ سکندر بخش تھا۔ قوم گکے زئی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ عام رواج کے مطابق انہیں پہلے محلے کی مسجد میں قرآن مجید پڑھنے اور مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بٹھایا گیا۔ پھر خلیفہ ابراہیم کے مکتب میں داخل کیا گیا جو بستی دانشمند میں واقعہ تھا۔ اس مکتب میں گرامی صاحب نے فارسی کی متداول فارسی کتابیں گلستان بوستان اور سکندر نامہ وغیرہ پڑھا۔ خلیفہ صاحب نے ان کی ذہانت اور ذوق و شوق کو باطنی نظر سے ملاحظہ کر کے آٹھ سال کی عمر ہی میں انہیں ملک الشعراء کا خطاب دیا تھا۔ گرامی صاحب خود لکھتے ہیں:

"خلیفہ ابراہیم از اولیائے اللہ و اہل راز بودہ و گرامی را کہ ہشت سال بیشتر عمر نداشت بلقب ملک الشعراء خطاب کرد۔ فضل ایں کہ درمیان ابتدائے کار انتہائے مقام گرامی رامشاہدہ میکرد"

(مکاتیب اقبال بنام گرامی مقدمہ از مولوی عبداللہ قریشی صفحہ ۱۶)

مولانا گرامی کی تصانیف سے دیوان گرامی، مثنوی گرامی، مثنوی خرابات جنون بجواب نیرنگ عشق، مثنوی گرامی کا مطلع یہ ہے:

سرخط	مجموعہ	امید	وبیم
بسم	اللہ	الرحمن	الرحیم
مرکز	پرکار	رموز	قدیم
بسم	اللہ	الرحمن	الرحیم

مولانا غلام قادر گرامی کی وفات ۷۳ سال بحساب قمری ۱۲ ذی قعد ۱۳۴۵ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء میں ہوئی۔ مولانا گرامی کے اجلہ شاگردوں میں سے شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم تھے۔

۱۔ **ڈاکٹر اقبال مرحوم** | شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم جن کی شاعری اور فلسفہ کا سکہ ساری دنیا میں مانا جاتا ہے۔ ان کی کتب بانگ درا، ضرب کلیم، مثنوی اسرار خودی، رموز

Marfat.com

بے خودی، شکوہ و جواب شکوہ زمانہ میں بہت مقبول ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کا انتقال ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء میں ہوا۔

۲۔ مولانا حکیم پیر غلام قادر اثر انصاریؒ مولانا حکیم پیر غلام قادر اثر انصاری جالندھری رحمتہ اللہ علیہ آپ بھی خلیفہ محمد ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء سے ہیں۔ ان کے حالات آئندہ صفحات پر بیان ہوں گے۔

۳۔ مولانا شمس الدین جالندھریؒ مولانا شمس الدین جالندھری رحمتہ اللہ علیہ آپ بھی مولانا خلیفہ محمد ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کے تلمیذ ہیں۔ تاریخ قبیلہ گکھے زئی صفحہ ۲۶۰ میں لکھا ہے "ابوالاثر حفیظ جالندھری کے والد شمس الدین مرحوم مولانا گرامی کے ہمدرس تھے۔" ان کے فرزند ابوالاثر حفیظ جالندھری ہیں۔

ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے مشق سخن کی ہے۔ ان کی کتاب شاہنامہ اسلام متعدد حصوں میں مقبول عام ہے۔ پاکستانی ترانہ بھی انہی کی تخلیق ہے۔ ان کا مقبرہ اقبال پارک میں بنایا گیا ہے۔ پہلے انہیں ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیا گیا تھا لیکن ان کی خواہش تھی کہ بادشاہی مسجد کے قریب ان کو دفن کیا جائے وہ کہا کرتے تھے کہ میں اقبال کا ہم پلہ ہوں۔ میاں نواز شریف نے اپنی حکومت میں ان کی لاش کو ماڈل ٹاؤن سے نکلوا کر اقبال پارک میں دفن کرایا اور شاندار مقبرہ تعمیر کیا گیا۔

مولانا پیر شریف سید احمد شرافت لکھتے ہیں:

"مولانا اثر جالندھری جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ وہ ان کے والد کے ہم سبق اور ہمعصر تھے۔ وہ ایک بزرگ ہستی تھے۔ حفیظ صاحب نے جو اپنی کنیت ابوالاثر مقرر کی ہے یہ ان کا فعل گستاخانہ اور ادب کے خلاف ہے۔" (شریف التواریخ جلد سوم حصہ ششم صفحہ ۱۸۷ تا ۱۹۴)

فقیر مولف کتاب ھذا کہتا ہے:

ابو کے معنی فقط باپ ہی نہیں ہوتے بلکہ ابو کے معنی والا اور متعلق بھی لئے جاتے ہیں جیسے ابو ہریرہ۔ ابوالاعلیٰ وغیرہ۔ بہتر یہ ہے کہ روشن پہلو لیتے ہوئے ابوالاثر کے معنی "حضرت مولانا غلام قادر اثر جالندھری" سے تعلق تلمذ لئے

Marfat.com

جائیں۔ حفیظ صاحب کو گستاخ اور بے ادب نہ کہا جائے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت منظوم بیان کی ہے۔ سیرت کا یہ منصف بے ادب نہیں ہو سکتا۔ (چشتی)

سید وارث علی شاہ بھاکری جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سادات حسینی نقوی بھاکری سے تھے۔ صاحب علم و فضل تھے۔ آپ کی بیعت خواجہ غلام حسین المعروف بہ غلام محمد ولد غلام بدر صاحب ساکن بستی بہادر حسین ریاست پٹیالہ سے تھی۔ آپ صاحب مجاز بزرگ تھے۔ علوم ظاہر و باطنی اور اسرار تصوف و رموز توحید میں یکتائے دوران تھے۔ آپ کے فرزند سید غلام نبی الحسینی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح انوار العاشقین میں لکھتے ہیں:

"میرے پیر و مرشد (سید وارث علی شاہ) تہجد کی چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ کبھی ان میں بتفریق سورۃ یسین تمام کرتے تھے اور کبھی وہ ہی (ہر رکعت) تین تین بار قل ھو اللہ احد کی تلاوت کرتے تھے۔"

پھر اس کے بعد اسم ھو سو بار کہتے حال استغراق میں بعض مشائخ اپنے طالبوں سے اس ذکر کو دس گناہ کرواتے ہیں۔ بعض بجائے سینکڑوں کے ہزاروں کا شمار رکھتے ہیں۔ میرے سامنے میرے مرشد نے جناب مولانا مولوی محمد قسیم پشاوری سے بھی ذکر کبیر کروایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی جلدی ان کو کشود کار کر دیا تھا۔

آپ پاس انفاس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ذکر کرتے تھے اور اسی کو اسم اعظم فرماتے تھے۔ آپ اسی مراقبے کو لفظ اللہ اللہ پر استعمال فرماتے تھے اور اسی پر آپ کا کل مشہود تھا۔ فرماتے ام الدماغ ایک دریچہ ہے انوار الٰہی کے لئے۔ اور لطائف دروازے ہیں۔ دروازں سے عام جاتے ہیں۔ دریچہ سے خاص صاحب اسرار گزرتے ہیں۔ آپ کی تصنیف انوار العاشقین ہے۔ آپ کے بیٹے سید غلام نبی نے اس کی شرح "شرح انوار العاشقین" لکھی ہے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں (شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ ششم بحوالہ انوار العاشقین)

حضرت پیر محمد حسن علی شاہ برقندازی' غفوری رحمۃ اللہ علیہ

(سجادہ نشین درگاہ میاں عبدالغفور شاہ بستی دانشمند)

آپ بستی دانشمند میں درگاہ میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کے پانچویں سجادہ نشین

Marfat.com

تھے۔ آپ کے والد کا نام میاں قاسم علی تھا۔ صاحب علم و فضل تھے۔ آپ حضرت مولانا خلیفہ محمد ابراہیم انصاری کے خلیفہ و مرید تھے اور وہ حافظ محمد عبدالوہاب کے اور وہ میاں مرزا علی خاں کے اور وہ میاں عبدالغفور رحم اللہ کے۔ آپ کا فیضان دور دور تک جاری ہوا۔

آپ نے ۱۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مطابق ۵ جون ۱۹۳۱ء میں انتقال فرمایا۔ میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کے مشرق میں دفن ہوئے۔ قبر پر چھوٹا سا خوبصورت مقبرہ بنایا گیا تھا۔ ان کے بعد میاں یحییٰ خاں جو ان کے بھتیجے تھے۔ سجادہ نشین ہوئے۔ ان کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔

یاران طریقت (میاں نور شاہ مدفون جمشید قصبہ لوہیاں ضلع جالندھر میاں امام الدین ولد نور شاہ مدفون ملتان شریف) میاں محمد حسین راز غوری ولد امام الدین ولد نور شاہ جمشید شریف (متوفی ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۶۱ مطابق ۲۷ جون ۱۹۴۲ء حاجی فضل کریم ساکن محلہ کٹڑی داؤد خاں ملتان شریف میاں فقردین ولد میاں خیر دین ٹھٹھوی ریاست کپور تھلہ' متوفی ۱۹۴۸ء مدفون ساہیوال میاں عمردین ولد میاں خیردی ٹھٹھوی ٹبہ ریاست کپور تھلہ متوفی ۵ ربیع الثانی ۱۴۱۰ اتوار۔ ۵ نومبر ۱۹۸۹ء

مولوی یوسف علی ارائیں

مولوی یوسف علی امام مسجد تھے۔ موضع کلتم ضلع جالندھر کے باشندے تھے۔ [۱]

۱۔ بابا روشن شاہ رحمتہ اللہ علیہ آپ اپنے دادا کے بھائی حضرت بابا ساون شاہ رحمتہ اللہ علیہ ساکن راہوں ضلع جالندھر کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں ہوئی۔ آپ شریعت کے پورے پابند تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق و شیدا تھے۔ تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں سرگرم رہے۔ لوگوں کو نماز روزے کی تلقین کرتے۔ راہوں شریف میں بہت سی مسجدیں ویران ہو چکی تھیں۔ آپ نے سب کو آباد کیا۔ جب ایک مسجد میں کافی نمازی ہو جاتے تو دوسری مسجد میں چلے جاتے اور دین کی خدمت شروع کر دیتے۔ آپ خوراک نہ کھانے کے برابر استعمال کرتے تھے۔ ان کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ بابا روشن شاہ کی وفات ۸۵ سال کی عمر میں ۹ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ میں ۲۴ نومبر ۱۹۳۶ء کو ہوئی۔ اس وقت ایڈورڈ ہشتم ولد جارج پنجم کے جلوس کا پہلا سال تھا۔ آپ کا مزار لدھیانہ میں ہے۔ مادہ تاریخ ۱۳۰۰ھ / شجاعت اشرف باقی حالات ملاحظہ ہوں۔ ۲ شریف التواریخ جلد سوم' حصہ ہشتم صفحہ ۹۴ تا ۹۶)

Marfat.com

بابا روشن شاہ نوری رحمتہ اللہ علیہ (جو بابا ساون شاہ برقندازی ساکن راہوں ضلع جالندھر کے خلیفہ تھے) کے خلیفہ و مرید تھے۔ مرشد نے انہیں موضع گوڑا ضلع جالندھر میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجا۔ انہوں نے وہاں ۲۶ آدمیوں کو قرآن مجید پڑھایا۔ غیر آباد مسجد کو آباد کیا۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پیر محل ضلع فیصل آباد میں آباد ہوئے۔

بابا منگو شاہ رحمتہ اللہ علیہ

بابا روشن شاہ کے مرید تھے۔ موضع لالے وال متصل خوجے ضلع جالندھر میں مقیم تھے۔ اہل اللہ سے تھے۔ ان کے حالات آئندہ صفحات پر ملاحظہ ہوں۔

بابا سوندھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ

بابا روشن شاہ کے مرید تھے۔ راہوں میں رہتے تھے۔ ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔ منڈی چشتیاں کے قریب ریاست بہاولپور میں قیام کیا۔

حکیم سید محمد خلیل شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ موضع کنڈھیالہ ضلع جالندھر میں رہتے تھے۔ بابا روشن شاہ کے مرید ہوئے صاحب مجاز تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے فیضان حاصل کیا۔ تہجد پڑھ کر نماز چاشت تک وظائف میں مشغول رہا کرتے تھے۔ بیمار آتے شفاء پا کر جاتے۔ مریض جو نذرانہ پیش کرتے اپنے مرشد روشن شاہ کی خدمت میں لنگر کے لئے بھیج دیتے تھے۔

سائیں پیلو شاہ مجذوب

صاحب جذب و مستی تھے۔ پیر روشن شاہ کے مرید تھے۔ ۱۱۰ سال کی عمر میں ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء میں پاکستان آکر فوت ہو گئے۔ اس سے پہلے موضع اوڑ تحصیل پھلور ضلع جالندھر میں رہائش پذیر تھے۔

Marfat.com

بابا بوٹے خان

آپ بابا روشن شاہ کے مرید تھے۔ عامل تھے' خصوصاً سانپ ڈسنے کا دم خصوصی کرتے تھے۔ خان پور ضلع جالندھر تحصیل پھلور میں ان کا فیضان عام تھا۔

مولانا پیر حکیم غلام قادر شاہ اثر انصاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء' فخرالاطباء' افتخار شعراء' صوفی سالک مرتاض اور روشن دماغ تھے۔ آداب طریقت اور علوم تصوف و توحید میں بلند مقام رکھتے تھے۔

سلسلہ نسب آپ کا نام غلام قادر اور تخلص اثر تھا۔ والد ماجد کا نام میاں محمد بخش المعروف بہ محمدی شاہ تھا۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ غلام قادر ابن محمدی شاہ ابن میاں غلام محی الدین بن مولانا محمد اعظم بن مولوی شیخ احمد بن میاں عبدالقادر بن میاں محمد عابد بن میاں محمد زاہد بن میاں محمد فاضل بن شیخ غیاث الدین بن حاجی سعد اللہ لاہوری۔ آپ شیخ الاسلام شیخ ابو اسماعیل عبداللہ انصاری پیر ہرات رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پاک سے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد جالندھر میں تشریف لا کر بستی شیخ درویش میں آباد ہوئے۔ حکیم صاحب شہر کے روساء سے تھے اور جالندھر کے ممبر کمیٹی بھی تھے۔

تاریخ ولادت آپ بروز اتوار ۲ شعبان المعظم ۱۲۷۲ھ مطابق ۴ مئی ۱۸۵۶ کو بستی شیخ درویش میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علوم آپ نے ظاہری علوم کی تحصیل خلیفہ محمد ابراہیم انصاری برقندازی رحمتہ اللہ علیہ کی درس گاہ بستی دانشمند سے کی۔ شیخ مولانا غلام قادر گرامی بھی آپ کے ہم سبق تھے۔ علوم فقہ' ادب' تصوف' طب' عروض اور قوافی وغیرہ میں کافی مہارت پائی۔

Marfat.com

بیعت طریقت و خلافت | آپ کی بیعت سائیں شیر المعروف بہ قادر شاہ لاہوری رحمتہ اللہ علیہ ل سے تھی۔ چونکہ ان کے ہاں صلبی اولاد نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنا سجادہ آپ ہی کو مقرر کیا۔ آپ کی دستار بندی مجمع فقراء میں حضرت سید مکھن شاہ نوشاہی لاہوری کے ہاتھ سے ہوئی۔ آپ لاہور میں آکر مرشد کا عرس منایا کرتے تھے۔

آپ صاحب حلم و علم و ادب و خلق و یمن و برکت تھے۔ تصوف و توحید کے رموز و اسرار آپ کی زبان پر جاری رہتے تھے۔

ل حضرت قادر شاہ لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے والد کا نام محمد صالح نندہ مال تھا۔ آپ کوچہ نندہ مالاں دہلی دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں مولانا محمد اعظم صاحب انصاری رحمتہ اللہ علیہ (ان کا پیچھے ذکر ہوا۔ حکیم اثر صاحب کے بزرگوں سے تھے اور سید قاضی محمد علی برقندازی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور وہ میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔) سے بیعت کی۔ مگر مولانا محمد اعظم نے آپ کا غلو انس دیکھ کر اپنے بیٹے میاں غلام حسن کے سپرد کر دیا۔ آپ عشق مرشد میں یہاں تک سرشار تھے کہ جہاں ان کا نام سن لیتے سجدہ کر دیتے۔ جب کبھی بستی شیخ درویش جاتے تو پاس ادب سے کبھی چارپائی پر یا بلند جگہ پر نہ بیٹھتے اور یہ سلسلہ آخری عمر تک رہا۔ تاحیات مرشد کی بارگاہ میں امرتسر سے پیدل چل کر جایا کرتے تھے۔ واپسی پر چار کوس پچھلے پاؤں آیا کرتے۔ بیٹھک سے خانقاہ تک روزانہ صبح جھاڑو دیا کرتے۔ ان کی وفات کے بعد صبح و شام خانقاہ کا طواف کرتے۔ جب تک بستی میں رہتے کسی کتے کو نہ مارتے نہ دھتکارتے۔ خود کھانا کھانے سے پہلے کتے کو روٹی ڈالتے۔ بستی کے باشندوں کی تعظیم کرتے۔ جب زیارت مزار سے پچھلے پاؤں لوٹتے تو لڑکے بالے آپ سے چمٹ جاتے آپ گر پڑتے لڑکے ہنستے تو آپ بھی ہنسنے لگتے ناراض نہ ہوتے۔ کبھی امرتسر ہوتے تو توپ والا دروازہ سے باہر آکر جالندھر کی طرف منہ کر کے ختم شریف پڑھتے اور پچھلے پاؤں ڈیرہ پہنچ جاتے۔ جب کبھی مرشد کی بارگاہ میں بستی شیخ جاتے تو لڑکے آپ کو گھیر لیتے اور کہتے شیر بہ مار۔ آپ ان کو خوش کرنے کے لئے **لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ** کا زور سے نعرہ لگاتے اور چند قدم چھلانگ مار جاتے۔ ابتداء ہی میں عبادت کا ذوق و شوق تھا۔ آپ نے بڑے بڑے مجاہدات اور چلے کئے۔ درگاہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری اور مزار حضرت میاں میر قادری اور دیگر بزرگان لاہور پر متعدد گوشوں میں چلے کئے۔ آپ صائم الدھر اور قیام اللیل تھے۔ چہرہ سرخ آنکھیں مست رہتی تھیں۔ آپ کی وفات روز ہفتہ ۱۰۔ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ مطابق ۸ فروری ۱۸۸۴ء میں ہوئی۔ مزار محلہ سلطان پورہ لاہور میں ہے۔ (انوارالقادریہ تصنیف حکیم اثر جالندھری)

Marfat.com

سید شریف احمد شرافت فرماتے ہیں کہ میں تین مرتبہ جالندھر آپ کے پاس پہنچا۔ آپ باوجود میرے جد امجد سے بھی عمر میں بڑے تھے لیکن نہایت ادب سے پیش آتے۔ دست بستہ پاس کھڑے رہتے۔ جب تک میں بیٹھنے کے لئے نہ کہتا نہ بیٹھتے۔ میرے کلام کے مقابلہ پر کوئی کلام نہ کرتے اور اپنے بیٹوں کو بھی ادب کی ہدایت کرتے۔

(فقیر کہتا ہے کہ اس ادب کی وجہ یہ تھی کہ قبلہ شرافت صاحب حضرت نوشہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے اور مولانا اثر رحمتہ اللہ علیہ اس سلسلہ نوشاہیہ میں مرید اور فیضیافتہ تھے۔)

سلسلہ برقندازیہ کے طریقہ کے مطابق قصیدہ خمریہ محبوبیہ اور اسم اعظم غوثیہ کی اجازت آپ نے حضرت سید احمد شرافت سے حاصل کی اور طریقہ سمجھا۔

حضرت مفتی غلام سرور صاحب سے ملاقات آپ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو مفتی غلام سرور لاہوری صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ضرور کرتے۔ دونوں کی آپس میں دوستی تھی۔

تصنیفات (۱) دیوان اثر۔ اس کتاب کا تاریخی نام۔ مناقبات دستگیریہ (مناقبات) ہے۔ یہ دیوان آپ نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی مدح میں ۱۳۰۳ھ میں لکھا۔

دیوان کی پہلی غزل کا مطلع یہ ہے۔

"اثر مجھ پر بغایت ہے یہ لطف و فضل یزداں کا
کہ امت میں محمد کی ہوں اور خادم شاہ جیلانی کا

یہ دیوان گلزار ہند سلیم پریس میں چھپا تھا۔"

۲- اشارت الشفاء۔ علم طب سے متعلق زبان فارسی آپ کی ضخیم کتاب ہے۔ یہ تاریخی نام ہے۔ سن ۱۳۱۵ھ میں لکھی گئی۔ یہ کتاب انقلاب ۱۹۴۷ء میں جالندھر ہی رہ گئی۔ نہ معلوم اس کا کیا حشر ہوا۔

۳- **انوار القادریہ المقلب بہ ریاض النوشاہیہ** یہ خاندان نوشاہی کے مشائخ کا تذکرہ ہے۔ خصوصا اپنی شاخ برقندازی کے درویشوں اور جالندھر کے مضافات کے نوشاہی فقیروں کے حالات ہیں۔ مراۃ الغفوریہ مصنفہ میاں امام بخش لاہوری سے استفادہ کیا ہے اور اس کے بعد والے حالات اپنی ذاتی معلومات کی بناء پر لکھے ہیں۔ یہ کتاب ابھی تک طبع

Marfat.com

نہیں ہوئی۔ اس کا نسخہ فقیر تلاش کر رہا ہے۔

۴۔ آئینہ عرفاں المعروف بہ حقیقت الانسان۔ یہ رسالہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہ کی تشریح ہے۔ اس کا انداز بڑا حکیمانہ ہے۔ اس رسالہ میں آٹھ باب ہیں۔

(۱) نفس طبعی' نباتی' حیوانی' انسانی (۲) عقل کل' (۳) عناصر' (۴) واجب الوجود' (۵) سبب پیدائش مردم' (۶) بدن مردم' (۷) تن آدم' (۸) عالم باطن۔

افسوس کہ یہ کتاب بھی منظر عام پر نہیں آسکی البتہ حضرت بشارت صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۵۔ مثنوی چناں چنیں۔ یہ اردو نظم ہے۔ قوم کی خستہ حالی اور اس کے تنزل کے متعلق لکھی ہے۔ گویا یہ مسدس اثر ہے۔ اس کے ۵۴ بند ہیں۔ دو بند لکھے جاتے ہیں۔

تھی اپنے پیش نظر قوم خستہ کی پستی
امید جس کے ابھرنے کی کچھ نہ تھی بندھتی
سمجھ چکے تھے کہ بس اس کی مٹ چکی ہستی
رہی نہ جبکہ کوئی حد یاس و نومیدی
رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند
چناں کے لفظ سے اک ولولہ سا پیدا ہوا
جو پوچھے معنی تو شارح نے بھر کے آہ کہا
وہ تھا زمانہ مسلمانوں کی ترقی کا
کہ مشرق و غرب میں تھا ان کا بج رہا ڈنکا
بڑھے ہوئے تھے وہ سب سے ھر اک فضیلت میں
ہنر' علوم' سخا' معدلت' شجاعت میں

۶۔ گلدستہ نوشاہی۔ اس میں آپ کے مختلف قصائد' مناقب' غزلیات' رباعیات' قطعات تاریخ اور مدحیات بزرگان کو ایک جگہ جمع کر کے گلدستہ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ گلدستہ حضرت پیر شریف احمد شرافت رحمتہ اللہ علیہ تیار کیا ہے۔

اولاد | آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ سبھی پیرزادہ کہلاتے تھے۔

Marfat.com

۱- پیرزادہ غلام حیدر ۳- محرم ۱۲۹۷ھ میں مطابق ۱۷- دسمبر ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام غلام الصادق ۱۲۹۷ھ تھا۔ کچھ عرصہ تحصیلدار رہے۔ پھر ایک درویش سائیں دینے شاہ مجذوب کی نظر کا شکار ہوئے تو ملازمت ترک کر کے فقیر ہو گئے اور قلندرانہ زندگی بسر کی۔ پاکستان میں آ کر ۱۹۶۰ء ۱۳۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ ان کا شجرہ طریقت یہ ہے۔ غلام حیدر مرید سائیں دینے شاہ مجذوب ساکن بھلانہ ریاست کپورتھلہ جالندھر مرید بابا قاسم علی ارائیں بہاری پوری مرید حاجی سید نور محمد بہاری پوری مرید سید محمد ابراہیم بہاری پوری ریاست کپورتھلہ اس سے آگے سلسلہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن بھڑی والہ کی وساطت سے نوشہ گنج بخش تک پہنچتا ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۲- پیرزادہ عبدالحمید' جمعرات وقت عصر ۲۷- جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ مطابق ۶- دسمبر ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام اختر علی۔ محمد بیدار بخت' ہادی اصغر' پہلے جالندھر میں وکالت کرتے تھے پھر پاکستان میں آ کر ملتان میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۶۴ء ۱۳۸۴ھ میں فوت ہوئے۔

۳- پیرزادہ مظفرالدین ۱۸۶۷ء مطابق ۱۳۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ہے۔

۴- پیرزادہ غلام سرور' ۳- ذی الحجہ ۱۳۱۶ مطابق ۱۴- اپریل ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام اعظم شہ ہے۔ ایم۔اے تک تعلیم تھی۔ اولاً وکالت کرتے رہے پھر جا کے چیمہ ضلع سیالکوٹ کے سکول میں ہیڈ ماسٹر تعینات ہوئے۔

۵- پیرزادہ غلام اصغر' ۶- ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ انٹرنس تک تعلیم تھی۔

۶- پیرزادہ عبدالمجید' جمعرات ۲۴- شوال ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔

۷- پیرزادہ علی اکبر ۲۷- محرم ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹- فروری ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام شیخ عبدالشاہد تھا۔ بی۔اے تک تعلیم تھی۔ چیمبرلین روڈ لاہور' پر مکان تھا۔ ان کے پاس اصلی نسخہ انوار القادریہ تھا۔ اب ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ اب ان کی اولاد کہاں ہے پتہ نہیں۔

Marfat.com

۸۔ پیرزادہ محمد مختار کیم ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۱۵ء کو پیدا ہوئے۔ نام ان کا تاریخی ہے۔

یاران طریقت آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ چند کے نام پیر شرافت صاحب نے لکھے ہیں۔

۱۔ حکیم شیخ محمد ایوب بن نعمت اللہ بن نور محمد بن فقیر بخش بن محمد مکرم' لائیل پور (فیصل آباد)

۲۔ حکیم شیخ محمد علی حکیم صادق ولد شیخ محمد ایوب سکنہ رضا آباد' فیصل آباد

۳۔ مولوی ولی محمد صاحب	موضع اگی' جالندھر
۴۔ ماسٹر احمد بخش ریاض	موضع پرجیاں' جالندھر
۵۔ شرف الدین ارائیں	خورد' جالندھر
6۔ عبدالرحمٰن ولد شرف الدین ارائیں	" "
7۔ محمد بخش ارائیں	
8۔ عبداللہ ارائیں	
9۔ امام دین ارائیں	
10۔ علی بخش	
11۔ محمد بخش عرف لکا باندہ	کلیان پور "
12۔ ڈاکٹر فقیر محمد	آباوان کوٹلہ
13۔ غلام جیلانی راجپوت	مست پور "
14۔ نبی بخش ارائیں	اٹلی کیڑی "
15۔ ماسٹر عزیز بخش باندہ	آور امان "
16۔ فتح محمد ارائیں	گیلراں "
17۔ سائیں بوٹا ارائیں جالندھری	بہاولپور

تاریخ وفات مولانا اثر رحمتہ اللہ علیہ ۸۴ سال کی عمر میں بروز یکشنبہ ۱۰ بجے دن ۸۔ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۲۔ دسمبر ۱۹۳۷ء / ۲۸ مگھر ۱۹۹۴ بکرمی بعد ایڈورڈ ہشتم ولد جارج پنجم جلوس ۲ میں فوت ہوئے۔ اپنے آباؤ اجداد کے جوار میں بستی شیخ درویش میں دفن

Marfat.com

ہوئے۔

مادہ تاریخ ۱۳۵۶ھ / اثر شاہ نام آوراں (شریف التواریخ جلد سوم' حصہ ہشتم صفحہ ۱۸۰ تا ۲۰۶)

حافظ مولوی محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

موضع کھرلہ کنگرہ میں خاندان میاں مشہور ہے۔ اس خاندان کے اکثر لوگ حافظ اور عالم ہوتے ہیں۔ انہی میں حکیم مولوی حافظ محمد بخش اور میاں شہاب الدین خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ پہلے پہل اپنے چچا زاد بھائی مولوی حافظ فتح الدین سے پڑھتے رہے۔ صرف و نحو اور فارسی کی تحصیل کی۔ پھر مولوی محمود صاحب کابلی سے علم تفسیر اور حدیث پڑھا۔ طب میں بھی دسترس حاصل کی۔ نوشہرہ سے ایک مولوی صاحب سلسلہ نوشاہی میں منسلک تھے۔ ان سے بیعت کی۔ گردونواح میں مشہور حکیم تھے۔ غربا کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ ان کا علاج مفت کرتے تھے۔ گھر میں درس بھی جاری تھا۔ بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے۔ میاں جی غلام محمد جو کھرلا کنگرہ میں امام مسجد تھے انہی کے شاگرد تھے آخری عمر میں نابینا ہو گئے۔ لیکن درس جاری رہا۔ کھرلا کنگرہ میں ہی فوت ہوئے۔ تاریخ وفات نہیں ملی۔ کھرلا کنگرہ بستی شیخ درویش سے جنوب کی طرف تقریباً ۲ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا۔ (سلیم التواریخ ۴۶۲ / ۴۶۳)

بابا منگو شاہ برقندازی رحمۃ اللہ علیہ

بابا منگو شاہ مرید بابا روشن شاہ لدھیانوی مرید بابا ساون شاہ مرید شیخ سرفراز شاہ پٹیالوی مرید شیخ جعفر شاہ جالندھری پٹیالوی مرید میاں عبدالغفور جالندھری رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ اوائل عمر میں متعدد بزرگوں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے لیکن کہیں بھی مقصود حاصل نہ ہوا۔ بالآخر بابا روشن شاہ لدھیانوی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے تو کمال روحانیت حاصل کیا۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر ۵۰ سال تھی اور مرشد گرامی کی عمر ۲۵ سال مگر آپ نے اپنے مرشد کی تعظیم حد درجہ کی۔

آپ نے تین سال تک یہ طریقہ رکھا کہ روزانہ پانچ میل کا سفر پیدل طے کر کے اپنے مرشد کی زیارت کو جاتے اور کبھی ناغہ نہ کرتے اگرچہ آپ نے ظاہری علوم حاصل

Marfat.com

نہیں کئے ہوئے تھے لیکن من جانب اللہ بتوسل مرشد آپ کو ایسی بصیرت حاصل تھی کہ جو شخص جیسا بھی مسئلہ دریافت کرتا آپ اسے شافی جواب دیتے کہ سائل مطمئن ہو جاتا تھا۔

آپ کے مریدوں کی تعداد سات سو تھی۔ ان میں سے آپ کا چھوٹا بھائی میاں کرم بخش آپ کا خلیفہ و جانشین مقرر ہوا۔

وفات | آپ کی وفات ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار موضع لالے وال متصل کھوجے ضلع جالندھر میں ہے۔

مادہ تاریخ چراغ کونین (۱۳۴۰ھ) (شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ ہفتم صفحہ ۲۰۹)

مولوی غلام نبی پھاگلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بابا روشن نوشاہی برقندازی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ قوم راجپوت تھی۔ موضع پھاگلہ ضلع جالندھر کے نمبردار تھے۔ ہزاروں روپیہ کی جائیداد اور زمین کے مالک تھے۔ دینی علوم میں کافی ملکہ حاصل تھا۔ ہمیشہ شہر لدھیانہ میں جاکر نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ ابتداء میں مولوی عبدالعزیز نقشبندی کے مرید تھے مگر ان سے مقصود حاصل نہ ہوا بالآخر بابا روشن شاہ نوشاہی برقندازی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر کمال روحانیت حاصل کی۔

آپ سالک مجذوب تھے۔ آپ کا فیضان عام تھا۔ آپ رقیق القلب تھے۔ جب محفل سماع میں حاضر ہوتے آنکھوں سے اشک بہنے لگتے۔

آپ کے دست حق پرست پر بہت لوگ بیعت ہوئے۔ بقول پیر سید شریف احمد شرافت رحمتہ اللہ علیہ آپ کے اکابر خلفاء میں مولانا صوفی محمد رمضان ولد مولوی ولایت شاہ رحمتہ اللہ علیہ صاحب کمال ہیں۔

مولوی غلام نبی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات ۹ رمضان ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۲۷ء بعهد سلطنت جارج پنجم اور ایڈورڈ ہفتم ۱۸ جلوس میں ہوئی۔ آپ نماز ظہر کے فرض ادا کر رہے تھے کہ اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ مزار خواجہ علق پھاگلہ ضلع جالندھر میں ہے۔ مادہ تاریخ ۱۳۴۵ھ (شریف التواریخ)

Marfat.com

ل مولانا مولوی صوفی محمد رمضان رحمتہ اللہ علیہ لدھیانہ میں مولوی ولایت کے گھر پیدا ہوئے۔ اوائل عمری سے اللہ اللہ کرنے کا شوق تھا۔ قوم انصاری سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے کام میں لگن رہتے لیکن جب ذوق خداوندی پیدا ہوتا کام چھوڑ کر اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاتے۔ مسکین طبیعت کے مالک تھے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو مستور رکھنے کی کوشش کرتے۔ آپ کی بیعت مولوی غلام نبی پھاگلوی رحمتہ اللہ علیہ سے تھی۔ عموماً عرسوں میں شمولیت کرتے۔ پیر شریف احمد شرافت لکھتے ہیں کہ آپ (مولوی محمد رمضان صاحب) صاحب زہد و عبادت ہیں۔ طبیعت اخفا پسند ہے۔ ضعیف العمر ہیں نوے سال کے قریب عمر ہو گی۔ بڑی مودب' خلیق اور حلیم ہیں۔ ۱۳۷۷ھ میں درگاہ شریف حضرت نوشہ گنج رحمتہ اللہ علیہ پر زیارت کے لئے آئے تو میری پہلی مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی۔ اب میرے مخلص کرم فرماؤں میں ہیں۔ (شریف التواریخ حصہ ہشتم صفحہ ۲۱۰) تقسیم ملک اور قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تو گلی نمبر۱۱ محلہ گورو نانک پورہ لائیل پور شہر میں سکونت اختیار کی۔ اخفا کا یہ عالم کہ وہ محلہ زیادہ تر اہلحدیث کا تھا۔ کبھی بھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ اپنی درویشانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ میری ملاقات حضرت سے ۱۹۵۴ء کے لگ بھگ میاں ظفر اقبال ابن میاں محمد دین لدھیانوی کی ہوزری میں ہوئی۔ گاہے گاہے ان سے ملاقات کرتا رہا۔ آپ شریعت کے بہت پابند تھے۔ جب تک بدن میں طاقت رہی مسجد میں آکر نماز ادا کرتے رہے اور مریدین کو باجماعت نماز پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ جب طبیعت کمزور ہو گئی اور سیڑھیاں بار بار اترنا چڑھنا دشوار ہو گئیں تو خود بروقت گھر نماز پڑھتے اور مریدین کو مسجد میں پڑھنے کا حکم دیتے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر تشریف لاتے تو محلہ کوچہ سدھو مصر کی مسجد میں رونق لگ جاتی۔ آپ کے مریدین مسجد میں آتے اور نمازیں ادا کرتے۔ ۱۹- صفر کو محفل میلاد ہوتی اور ۲۰ صفر کو محفل سماع۔ آپ مراقبہ فرماتے تو گھنٹوں بے حس و حرکت بیٹھے رہتے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے دربار عالیہ پر آپ کو اکثر دیکھا۔ تین چار گھنٹے مراقبہ کرنا آپ کے لئے معمولی بات تھی۔ میاں ظفر اقبال سے فرمایا کرتے "ظفر رات میں دو گھنٹے رب کی یاد کے لئے نکال لیا کرو اور اللہ اللہ کیا کرو۔" (فقیر چشتی اس پر اکثر عمل کرتا ہے۔) ہر ادنیٰ و اعلیٰ کا احترام کرتے فقیر کے پیرو مرشد مولانا عبدالغنی صابری رحمتہ اللہ علیہ کا بڑے احترام سے نام لیتے اور ان کی تعریف کرتے۔ فقیر جب بھی حاضر ہوتا آپ اٹھ کر بیٹھ جاتے۔ اپنے سینہ بے کینہ سے لگاتے پائنتی بیٹھنے دیتے نہ نیچے۔ سرہانے اپنے قریب بٹھاتے۔ کھانا بہت کم' نہ کھانے کے برابر تناول فرماتے۔ اکثر خاموش رہتے۔ جب گفتگو کرتے تو تصوف کے موتی بکھرتے۔ فقیر ایک مرتبہ آپ کے مکان پر حاضر ہوا۔ باوجود کمزوری کے اٹھے اندر جا کر مٹھائی اور چائے لائے۔ پیار سے پیش کی اور کھانے کا بار بار ارشاد فرماتے رہے۔ شاید آپ نے دو مرتبہ حج کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ پیار تھا۔ حضرت نوشہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ عرسوں پر خصوصی طور پر حاضر ہوتے۔ ایک مرتبہ آپ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے تو میں نے محفل میلاد کے جلسہ کی صدارت کے لئے عرض کیا۔ اول انکار فرماتے رہے لیکن میرا خلوص دیکھ کر رضامند ہو گئے اور جامع صدیق اکبر کوچہ سدھو مصر اندرون شاہ عالمی میں جلسہ کی صدارت فرمائی۔

Marfat.com

میں جب آپ بیمار ہوئے اور ہسپتال میں زیر علاج تھے تو فقیر آپ کی عیادت کے لئے گیا۔ آپ نے سینہ سے لگایا اور صاحبزادہ صابر علی صاحب سے ارشاد فرمایا انہیں پانچ روپیہ دے دو۔ میں نے صاحبزادہ کے ہاتھ سے لینے سے انکار کر دیا اور عرض کیا کہ اپنے ہاتھ سے عنایت فرمائیں چنانچہ آپ نے شدت مرض میں مجھے اپنے پاس بلا کر پانچ روپیہ کا نوٹ عنایت فرمایا اور دوبارہ سینہ سے لگایا۔ آپ کی مجھ پر بے پایاں شفقت تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میرے پیرو مرشد کی نظر عنایت تھی کہ ہر بزرگ مجھ سے شفقت فرماتا ہے۔ چند دن بعد ۲۷- ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۰- مئی ۱۹۷۴ء مطابق ۷- جیٹھ ۲۰۳۱ بکری کو آپ اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ فقیر جنازہ میں شامل ہوا۔ بے شمار خلقت جنازہ میں شامل ہوئی۔ دفن کے وقت ہلکی ہلکی بوندیں پڑ رہی تھیں۔ دفن کے بعد فقیر نے قبر شریف پر کھڑے ہو کر اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام پڑھا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

حاضرین اس کلام سے متاثر ہوئے اور سب کی آنکھوں سے اشک بہنے لگے۔ آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے بعض حضرات سے اچھی شناسائی ہے۔ تقریباً سب مریدین شریعت کے پابند ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ چاروں ہی فقیر سے محبت کرتے ہیں۔

۱- میاں صابر علی صاحب بڑے پاکیزہ انسان ہیں۔ وضو میں بڑی احتیاط برتتے ہیں۔ نماز سکون سے ادا کرتے ہیں۔ ان کے دو صاحبزادے محمد نعیم اور جابر علی صاحبان سے قدرے شناسائی ہے۔ محلہ گورونانک پورہ لائلپور فیصل آباد میں مقیم ہیں۔

۲- میاں محمد طاسین صاحب۔ اوائل عمری سے شناسائی ہے۔ حضرت صاحب کے ہمراہ لاہور میاں ظفر اقبال کے ہاں آکر ٹھہرا کرتے تھے تو ان کی زیارت سے شرفیابی ہو جاتی تھی۔ حضرت صاحب کی وفات کے بعد انگلینڈ چلے گئے لیکن اب واپس وطن آ گئے ہیں اور مزار اور مسجد کے متولی ہیں۔ ماہ مئی میں ۲۰ تاریخ کے قریب جمعرات ' جمعہ ' ہفتہ کو اپنے والد صاحب کا عرس کرواتے ہیں۔

۳- میاں محمد یٰسین صاحب بڑے مخلص انسان ہیں۔ فقیر سے محبت کرتے ہیں۔ بات بڑی سچی پکی کہتے ہیں۔ جماعت سے نماز پڑھنے کی سعی فرماتے ہیں۔ دینی کتب سے بڑا شغف

Marfat.com

رکھتے ہیں۔ فقیر کی تمام تصانیف ان کے پاس ہیں۔ پہلے راولپنڈی میں گھڑی ساز کا کام کرتے تھے۔ اب گوجرانوالہ میں رہائش پذیر ہیں۔ گوجرانوالہ میں اپنے والد گرامی کا عرس کرواتے ہیں۔

۴۔ میاں حامیم صاحب۔ مجذوب طبع کے مالک ہیں۔ مدینہ منورہ میں کئی سال گزار کر واپس فیصل آباد آگئے ہیں۔

یاران طریقت

۱۔ میاں شاہ محمد ولد تاج محمد۔ آپ مولانا صاحب کے بھانجے اور داماد ہیں۔ نہایت شریف النفس اور نیک انسان ہیں۔ انہیں اپنے مرشد سے والہانہ لگاؤ ہے۔ فقیر نے ان سے کئی بار جماعت کروائی۔ لائیل پور (فیصل آباد) میں سکونت پذیر ہیں۔

۲۔ صوفی حکیم عبدالواحد صاحب یہ مرتاض اور مجاہد انسان ہیں۔ فقیر ان سے ان کے مطب پر اور لائیل پور میں عرس میں ملاقی ہوا۔ اپنے مشائخ کے حالات انہوں نے ہی قلبند کر کے پیر شرافت صاحب کو دیئے جو آج شریف التواریخ کی زینت ہیں۔ گوجرانوالہ میں مطب کرتے ہیں۔

۳۔ صوفی محمد یونس پہلوان گوجرانوالہ

۴۔ میاں تاج الدین امرتسری

۵۔ میاں احسان الحق ماہر علم تصوف و توحید گوجرانوالہ

۶۔ حاجی برکت علی گوجرانوالہ یہ صاحب روزانہ نوے ہزار مرتبہ اسم ذات کا ورد کرتے ہیں۔

۷۔ صوفی عبدالحق ضلع حافظ آباد

۸۔ بابو محمد انور مالک انور واچ ہاؤس کھنڈ بازار گوجرانوالہ انور صاحب اکثر لاہور میں ظفر صاحب کے مکان پر آیا کرتے تھے۔ فقیر کی ان سے شناسائی ہے۔ ایک دو مرتبہ ظفر صاحب کے ساتھ ان کی دوکان پر بھی گیا ہوں۔ اچھے نیک آدمی ہے۔

۹۔ صوفی مستری عبدالمجید صاحب ساکن گلی نمبر ۳ گوبند گڑھ گوجرانوالہ' مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔

۱۰۔ بابو شبیر احمد سمن آباد لاہور

۱۱۔ بابو ہمایوں ولد بشیرالدین سمن آباد لاہور۔ انہوں نے تین ماہ کے روزے رکھ کر مولانا

Marfat.com

محمد رمضان صاحب کی بیعت کی تھی۔

بابا عطا محمد حجام کرشن نگر لاہور۔

۱۳- میاں امیرالدین جلد ساز جامع مسجد راولپنڈی

۱۴- میاں محمد عاقل فوج میں ملازم ہیں۔ راولپنڈی

۱۵- مولوی صوفی مہر علی خطیب جامع مسجد ساہیوال

۱۶- ملاح فتح محمد لائیل پور تجارت پیشہ ہیں۔

۱۷- صوفی محمد رفیق جھنگ صدر اکثر لاہور آکر ظفر صاحب کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ فقیر سے بھی دوستانہ مراسم تھے۔ اب شاید ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

۱۸- میاں محمد نذیر عابد جھنگ

۱۹- مستری غلام نبی کراچی صاحب علم اور نیک بخت ہیں۔

۲۰- میاں محمد جمیل شیر فروش جھنگ صدر۔ ہر سال اپنے پردادا مرشد بابا روشن شاہ کا عرس کرواتے ہیں۔

۲۱- میاں اسماعیل دھوبی لدھیانوی مرحوم۔ نوے سال کی عمر میں فوت ہوئے اپنے مرشد سے عمر میں بڑے تھے۔

۲۲- میاں محمد زمان مجذوب لدھیانوی۔ یہ کسی شاہی خاندان سے تھے۔ مادری زبان فارسی تھی۔ شب و روز بیدار رہتے تھے۔ سیلانی درویش تھے۔ کہیں غیبت ہی میں فوت ہو گئے۔

۲۳- صوفی محمد گلزار نعت خواں۔ محلہ کرشن نگر گوجرانوالہ میں رہتے ہیں۔ اچھا صوفیانہ کلام پڑھتے ہیں۔ ظفر صاحب کے اکثر آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس بادامی باغ میں حاضر ہوئے لیکن وہاں سے خوش واپس نہیں گئے۔ ان کا صاحبزادہ عطا محمد ظفر اقبال کا داماد ہے۔ آج کل مدینہ منورہ میں مع اہل و عیال رہتا ہے۔ عطا محمد سلسلہ چشتیہ صابریہ سراجیہ نوابیہ ربانیہ میں صوفی غلام محی الدین خاں لودھی کا مرید ہے۔ (۱۹۱۶ء ڈی ٹائپ کالونی فیصل آباد)

۲۴- عبدالغفور پہلوان گورونانک پورہ گوجرانوالہ

۲۵- صوفی محمد دین گورونانک پورہ گوجرانوالہ

Marfat.com

۲۶- مولانا مولوی صوفی محمد دین مسکین جالندھری ان کا ذکر آئندہ صفحات پر ہو گا۔

۲۷- ایک صاحب کرشن نگر میں ٹھیکیدار کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں' نام یاد نہیں۔ وہ اپنے مرشد کے عاشق تھے۔ داتا صاحب کے عرس پر ان کے ہاں بھی ایک محفل ہوتی تھی۔

۲۸- حاجی محمد اقبال بٹ ولد میاں محمد نیاز لدھیانوی چشتی نظامی بسوی بٹ صاحب مرشد کے عاشق تھے۔ پہلے حج کے بعد آکر نماز باجماعت شروع کی۔ رقیق القلب تھے۔ کبھی کبھی فقیر سے ناراض ہو جاتے اور نماز دوسری مسجد میں پڑھتے۔ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا۔ بٹ صاحب آپ جب مسجد میں بیٹھ کر میری تقریر اور درس سنتے ہیں تو کبھی اختلاف نہیں کرتے لیکن جب آپ نہیں ہوتے اور کوئی دوسرا شخص آپ سے کوئی مسئلہ بیان کرلیتا ہے کہ چشتی نے ایسا بیان کیا تو پھر مسجد میں آنا بند کر دیتے ہیں۔ یہ سن کر بغل گیر ہو کر رونے لگے۔ ان باتوں کے باوجود مجھ سے انہیں والہانہ محبت تھی۔ اکثر اپنے مرشد کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ حضرت آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ۴- صفر مطابق ۱۴۱۷ھ / ۳- جولائی ۱۹۹۵ء مطابق ۲۰ مادر ملت ۴۸ پ بروز پیر باہر سے آئے۔ ایک فوٹو کمرے میں تھی اسے الٹا کیا۔ ٹی۔ وی پر خود کپڑا ڈالا' وضو کیا' قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ گئے اور اہلیہ سے کہا کلمہ پڑھو۔ بس روح پرواز کر گئی۔ ساڑھے چھ بجے فوارہ پارک میں فقیر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مارکیٹ کے لوگ سب شامل تھے۔ صاحبزادہ میاں محمد یٰسین صاحب جنازہ میں موجود تھے۔ نماز جنازہ کے بعد میت بذریعہ بس لائیل پور لے جائی گئی۔ وہاں میاں طسین صاحب نے مزار مولانا محمد رمضان رحمتہ اللہ علیہ سے ملحق بٹ صاحب کو دفن کروا دیا۔ دوسرے دن بروز منگل عصر کے بعد رسم قل ہوئی۔ میاں یٰسین صاحب نے ختم شریف۔ درود تاج اور دعا پڑھی۔ رسم قل میں کافی دوست موجود تھے۔

بٹ صاحب کے تین پوتے محمد شاہد' محمد ناصر' محمد جاوید پسران محمد زاہد فقیر کے شاگرد ہیں محمد شاہد مورخہ ۱۹- رجب ۱۴۱۷ھ یکم دسمبر ۱۹۹۶ء کو حضرت سیدنا غیاث الدین شاہ بخاری کراچی والوں کے سلسلہ چشتیہ نظامیہ بیعت ہوا۔ محمد اکبر بٹ نے انہیں بیعت کرایا۔ محمد ناصر اپنے والد کے سلسلہ میں صاحبزادہ محمد طسین صاحب سے بیعت ہوا۔ نماز کا پابند اور

Marfat.com

دین کی طرف مائل ہے۔ بٹ صاحب کے والد صاحب حضرت میاں علی محمد صاحب بسی شریف والوں کے سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں مرید تھے۔

۲۹۔ میاں محمد ظفر اقبال ولد میاں محمد دین لدھیانوی۔

پیدائش ان کی لدھیانہ میں ہوئی۔ مولانا محمد رمضان صاحب سے بیعت ہوئے۔ اپنے مرشد سے کمال عشق رکھتے ہیں۔ ان کے والد میاں محمد دین صاحب مولوی غلام نبی پھالگوی سے بیعت تھے۔ آخری عمر میں طبیعت میں جذب و مستی آگئی تھی۔ اکثر احسن القصص از مولانا غلام رسول عالم پوری رحمتہ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے۔ مولانا رمضان صاحب جب لاہور تشریف لاتے تو میاں محمد ظفر اقبال کے ہاں ٹھہرتے۔ حضرت صاحب کو ان سے پیار تھا۔ ان ہی کے گھر میں حضرت صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کو حضرت داتا گنج بخش ” کا عرس کرواتے۔ ۱۹ ویں شب کو نعت خوانی اور ۲۰ ویں شب کو قوالی ہوتی تھی۔ اس سلسلہ میں کافی خرچہ کیا کرتے تھے۔ مرشد کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر کریم پارک میں منتقل ہو گئے تو وہاں بھی الحمدللہ سلسلہ عرس جاری ہے۔ ان کی پانچ بیٹیاں تین بیٹے ہیں۔ (۱) میاں محمد حسن رضا' (۲) محمد اقبال عرف گکو' (۳) محمد حسین عرف گوگا'

(۳۰) حشمت بی بی — ان کی والدہ بی بی حشمت بڑی پارسا عورت تھیں۔ وہ بھی مولوی غلام نبی پھالگوی سے مرید تھیں۔ ہمہ وقت ان کے ہاتھ میں تسبیح رہتی تھی۔ فقیر سے بہت پیار کرتی تھیں۔ ذرا طبیعت خراب ہوتی تو فقیر کو بلوایا کرتیں۔ بی بی حشمت کی موت بھی عجیب تھی۔ ۲۲۔ ذیقعد ۱۴۱۴ھ بروز بدھ ۴۔ مئی ۱۹۹۴ء کو غسل کیا اور کہنے لگی میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے ۲ بجے دریافت کیا کہ بی بی صاحبہ کی طبیعت کیسی ہے۔ اہلیہ نے کہا "ابھی ابھی دیکھ کر آئی ہوں۔ غسل کیا ہے۔ ٹھیک ٹھاک باتیں کر رہی ہیں۔ میں مطمئن ہو کر بیٹھ گیا تو ڈھائی بجے اطلاع آئی کہ بی بی صاحبہ تو پاک صاف ہو کر اپنے رب کے پاس چلی گئیں۔ آپ کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ دوسرے دن بروز جمعرات بی بی صاحبہ کو ساڑھے آٹھ بجے دفن کر دیا گیا۔ ۹ بج کر ۲۰ منٹ تک قرآن خوانی ہوتی رہی۔ صاحبزادہ محمد یٰسین صاحب نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ پھر ۱۱ بجے سے دوپہر تین بجے سہ پہر تک مدرسہ تنویر الاسلام میں موجود رہے۔ جمعہ کے دن ۹ بجے رسم قل ہوئی۔ اس میں بھی میاں یٰسین صاحب موجود تھے۔

Marfat.com

۳۱۔ بابو احمد دین صاحب ابن میاں محمد دین لدھیانوی۔ احمد دین صاحب ۱۹۲۶ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ہجرت کر کے پاکستان آئے تو پہلے کھنڈ بازار گوجرانوالہ میں مقیم ہوئے۔ پھر لاہور آ کر کوچہ سدھو مصر لاہور اندرون شاہ عالمی میں سکونت اختیار کی۔ مولانا محمد رمضان لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ نیک سیرت' شریف النفس' ہمدرد اور جان نثار ہیں۔ انسانی ہمدردی کا جذبہ قابل ستائش ہے۔ حق گو انسان ہیں۔ اس لئے عام رشتہ دار ناراض رہتے ہیں۔ پاکستان بننے سے قبل دہلی میں بھی کام کرتے رہے ہیں۔ کسی کو بیمار دیکھ کر یا تنگ دست پا کر خود پریشان ہو جاتے ہیں۔ بزرگوں سے عقیدت رکھتے ہیں۔ ان کی بیوی بشیرہ بیگم بھی خدا ترس خاتون تھیں وہ بھی مولوی محمد رمضان صاحب سے بیعت تھیں۔ (متوفیہ ۱۱۰ کتوبر ۱۹۹۲ء) احمد دین صاحب کی اولاد میں چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔

۱۔ عبدالقیوم سب سے بڑے لڑکے ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں گوجرانوالہ پیدا ہوئے۔ اگست ۱۹۸۵ء میں شادی ہوئی۔ مزنگ لاہور میں کسی بزرگ سے فقیری نسبت ہے۔

۲۔ عبدالحی بانکا ۲۰۔ دسمبر ۱۹۵۶ء مطابق ۱۷۔ جمادی الاول ۷۶ ۱۳ مطابق ۸ پوہ ۲۰۱۳ کو شہر گوجرانوالہ کھانڈ بازار میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام مغیث گلزار ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ صابریہ سراجیہ غنویہ میں ۲۵ ویں شب رمضان ۱۳۹۴ھ / ستمبر ۱۹۷۴ء میں بیعت کی۔ مزید حالات شمیم ولایت صفحہ ۷۹۶ میں لکھے ہیں۔

۳۔ عبدالوحید۔ پولیس میں ملازم ہے۔

۴۔ عبدالرشید۔ ہوزری کا کارخانہ ہے۔

دختران: (۱) ناظمہ' (۲) وحیدہ' (۳) رخسانہ عرف ببلی

بابو احمد دین صاحب تاہنوز بقید حیات ہیں۔ (تحریر مورخہ ۱۳۔ شوال ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۰ الحاد ۴۹ پ مطابق ۴۔ مارچ ۱۹۹۶ء بروز پیر۔ بوقت ساڑھے چار بجے سہ پہر)

Marfat.com

سلسلہ بزرگان سہروردیہ

ہندو پاک کے تصوف کے سلسلوں میں سب سے زیادہ شہرت سلسلہ چشتیہ کو ہے۔ اس سلسلہ میں کئی خصوصیتیں ایسی ہیں جن کے لئے پاک و ہند کے حالات خاص طور پر سازگار تھے مثلاً سماع' ادبیت' شعرو شاعری سے انس' ملامیت' غیر مسلموں کے ساتھ غیر معمولی رواداری۔ ان چیزوں نے ان کی مقبولیت اور اشاعت میں بڑی مدد دی۔ مسلمانوں کی روحانی تربیت میں بھی اس سلسلہ کے بزرگان عظام نے بڑا حصہ لیا۔

سلسلہ سہروردیہ | سلسلہ چشتیہ کی طرح قدیم ہے اور تبلیغی کاموں میں اس کا حصہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کشمیر میں اسلام سلسلہ کبرویہ کے بزرگوں (مثلاً امیر کبیر سید علی ہمدانی اور ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانی) نے پھیلایا۔ یہ بزرگ بھی سلسلہ سہروردیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بنگال میں مبلغ اعظم شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے اسلام پھیلایا۔ یہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ ہندوستان میں سلسلہ سہروردیہ کے موسس اعلیٰ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا سہروردی ملتانی رحمتہ اللہ علیہ جو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے دادا پہلے مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے خوارزم اور وہاں سے مضافات ملتان کوٹ کروڑ میں آباد ہوئے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا یہاں ہی پیدا ہوئے۔ آپ نے بانی سلسلہ سہروردیہ شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور سلسلہ کو ہندوپاک ہی میں نہیں بلکہ افغانستان تک پھیلایا۔ افغان علاقوں میں ان کے بہت معتقد تھے۔ افغان لوگ اپنا سلسلہ نسب بنی اسرائیل سے ملاتے ہیں۔ جو نینوہ کے حاکم بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس کی بربادی کے بعد فلسطین سے نکل کر پھرتے پھراتے کوہستان غور میں آباد ہوئے۔ افغانوں میں اسلام بارہویں صدی عیسوی کے قریب پھیلنا شروع ہوا۔ شیخ بہاؤ الدین زکر ۱۱۸۲ میں پیدا ہوئے۔ شیخ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد ملتان کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ تاریخ مخزن افغانی میں شیخ بہاؤ الدین زکریا کے مریدوں کے نام (مثلاً حیدر رکنی") ملتے ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاں کے مرید و خلیفہ خواجہ یحییٰ بختیار کبیر ہیں۔ جنھوں نے دوسرے بزرگان سے بھی فیضان حاصل کیا ہے۔ شیخ کبیر کی شہرت اپنے علاقے میں بہت زیادہ تھی۔ شیخ یحییٰ بختیار

Marfat.com

کبیر کا زیادہ وقت کوہ سلیمان میں گزرا لیکن سہروردی بزرگوں کی طرح بڑے سفر کئے۔ ان کی وفات ۲- صفر ۸۴۴ مطابق ۲۰- نومبر ۱۴۴۰ء میں ہوئی۔ ان کے اپنے خاندان میں ۲۹ بزرگوں کا تذکرہ ہے۔ جن میں آپ کے بھائی شیخ علی رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں۔ ان دنوں میں بہلول لودھی دہلی کے تخت پر متمکن تھا اور اسی دور میں جالندھر کو دوبارہ آباد کیا گیا۔ شہر کے اردگرد قلعہ نما بستیاں آباد ہوئیں جو پٹھانوں نے آباد کیں۔ حکومت کی طرف سے ان کو مراعات بھی دی گئیں۔

مخدوم بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے جس افغان مرید سے سلسلہ سہروردیہ کو سب سے زیادہ فروغ ہوا اور افغانوں میں ارشاد و ہدایت کا ایک مرکز قائم ہو گیا۔ وہ شیخ احمد ابن موسیٰ شیروانی تھے۔ آپ غریب خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بھیڑ' بکریاں چرایا کرتے تھے۔ پہلے قلندروں کی ایک جماعت سے مانوس ہوئے لیکن بعد میں حضرت بہاؤ الدین زکریہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مریدین میں شامل ہوئے۔ شیخ احمد نے سلسلہ کا بڑا کام کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے تین فرزندوں نے کام جاری رکھا۔ شیخ احمد بن موسیٰ شروانی کا مزار کوہ سلیمانی کی چوٹی پر ہے۔ شیخ سلیمانی داتا حضرت شیخ صدر الدین عارف ابن شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ان کے دو بیٹے حاجی محمود اور شیخ ملھی قتال تھے۔ شیخ ملھی مخدوم لال شہباز قلندر کے مرید ہوئے وہ حضرت بہاؤ الدین زکر رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ شیخ محمود اپنے والد کے سجادہ نشین ہوئے۔

صوفیہ کے عام تذکروں میں شیخ بہاؤ الدین کے جس افغان خلیفہ کا زیادہ تر نام ملتا ہے۔ وہ شیخ حسن افغان تھے۔ مرشد کو ان پر اتنا ناز تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے: "جب روز قیامت مجھ سے حضرت باری تعالیٰ پوچھے گا کہ ہماری سرکار میں تم کیا تحفہ لائے ہو تو میں کہوں گا مشغولی و عبادت' حسن افغان میرا تحفہ ہے۔" تربیت کے بعد مرشد نے حکم دیا۔ "اے حسن برو! **درقوم افغاناں ہدایت حق کن**" (اے حسن جاؤ اور قوم افغانوں کو ہدایت کرو۔) چنانچہ وہ اپنے وطن واپس تشریف لے گئے اور غرغشتیوں میں ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ کے قبیلے کے لوگ زیادہ تر قندھاری کے گرد و نواح میں رہتے تھے۔ خزینتہ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات ۶۸۹ھ مطابق ۱۲۹۰ء میں ہوئی اور ملتان میں اپنے پیر روشن ضمیر کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ (ماخوذ از آب کوثر صفحہ

Marfat.com

۲۶۸ تا ۲۷۴)

(نوٹ:) (افغانوں کا ذکر سلسلہ سہروردیہ میں اس لئے کیا گیا کہ جالندھر کے سہروردی بزرگ حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ افغانستان ہی سے تشریف لائے۔ ۱۲)

تاریخ سہرورد حضرات سلسلہ عالیہ سہروردیہ نے دراصل جس قصبہ سے اشاعت اسلام کا کام شروع کیا۔ وہ قصبہ سہرورد ہے جو عراق عجم کے اندر ہمدان اور زنجان کے درمیان واقع ہے اور ایسی شاہراہ پر ہے جو ان دونوں علاقوں کو ملاتی ہے۔ مغلوں کے نئے مرکزی شہر سلطانیہ سے شمال کی طرف ہے۔ یہ سڑک طول میں تیس فرسخ کے لگ بھگ ہے۔

"خطہ پاک اوچ" میں تحریر ہے کہ سہرورد کا قصبہ عراق کے ایک دور دراز پہاڑی علاقہ میں اس راستہ پر واقع ہے جو آذربائیجان کی طرف جاتا ہے کسی زمانہ میں یہ بستی کردوں کے زیر تصرف تھی۔ کردوں کو راہ ہدایت پر لانا مشائخ سہروردیہ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔

سہرورد اصل میں سہراب گرد یا سہراوَ گرد تھا۔ جر سرزمین ایران کا نامور گورنر اور جرنیل گزرا ہے۔ یہ قصبہ اسی جرنیل کے نام پر معرض وجود میں آیا۔ بعد میں اس قصبہ کو سہرورد کہا جانے لگا۔

معروف سیاح اور جغرافیہ دان اسطخری کی تحقیق کے مطابق قصبہ آذربائیجان کی طرف جانے کا مختصر راستہ تھا۔ اس قصبہ کے چاروں اطراف میں ایک پختہ فصیل تھی۔ چوتھی صدی ہجری میں جبکہ سہروردی خاندان اس جگہ رہائش پذیر تھا یہ جگہ کردوں کے قبضہ و تصرف میں تھی جو پہاڑی علاقہ میں رہنے کی وجہ سے ڈاکہ زنی اور راہزنی میں بہت مشہور تھی۔ قتل و غارت ان کا پیشہ تھا۔ مذہب اور اخلاق نام کی چیز سے بے خبر تھے۔ اس لئے اس بدنصیب خطہ کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے سہروردی سلسلہ کے صوفیاء و مشائخ کا یہ خاندان یہاں آیا۔

مغلوں کے حملہ کے دوران اس قصبہ کی فصیل جو بہت پختہ اور مستحکم تھی منہدم ہو گئی تھی۔

ایک اور اسلامی مؤرخ اور جغرافیہ دان مستوفی نے جب اس قصبہ کو دیکھا تو اس کا

Marfat.com

کہتا ہے کہ اس قصبہ کی حیثیت ایک معمولی قصبہ سے زیادہ نہ تھی۔ نیز اس قصبہ کے گردونواح میں مغلوں کی چند آبادیاں تھیں۔ سخت سرد علاقہ ہونے کے وجہ سے اس جگہ غلہ اور معمولی پھلوں کے سوا اور کوئی اجناس خوردنی پیدا نہ ہوتی تھی۔ مستوفی لکھتا ہے کہ سجاس اور سہرورد کے قصبات مغلوں کی یورش کے دوران تباہ و برباد ہو گئے تھے اور اب ان کی حیثیت معمولی آبادیوں جیسی رہ گئی تھی۔

مشہور مستشرق اور فاضل مسٹر جی- ایل اسٹرینج جو "جغرافیہ خلافت مشرق" کا مصنف ہے قصبہ سہرورد کے متعلق یوں لکھتا ہے:

"مغلوں کے نئے ایرانی مرکز سلطانیہ کے مغرب کی جانب قصبات سہرورد اور سجاس واقع ہیں۔ یہ دونوں قصبات نزدیک ہیں جب آٹھویں صدی ہجری میں مستوفی یہاں آیا تھا تو یہ دونوں قصبے کچھ بڑے تھے لیکن اب یہ بالکل اجڑے ہوئے ہیں۔"

ابن حوقل چوتھی صدی ہجری میں تحریر کرتا ہے کہ قصبہ سہرورد میں کرد لوگ آباد تھے۔ آبادی اور وسعت کے مطابق یہ شہرزور کے برابر تھے۔ اس کے اردگرد فصیل تھی۔ برج بہت مضبوط اور مستحکم تھے اور وہ ہمدان کی جنوبی سمت میں ہمدان جانے والی پگڈنڈی پر واقع تھا۔ سجاس کا قصبہ بھی سہرورد کے قریب تھا۔

بانی سلسلہ سہروردیہ

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین ابو محمد عمر سہروردی اور ان کے عم محترم و پیرو مرشد شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی اور ان کے مرشد حضرت شیخ وجیہہ الدین سہروردی رحمہم اللہ تعالیٰ اسی قصبہ سہرورد کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے بعدازاں بغداد شریف آ کر دریائے دجلہ کے کنارے دنیا کی سب سے بڑی "سہروردیہ خانقاہ" کی بنیاد ڈالی۔ جس میں ہندوپاک کے چوٹی کے سہروردی صوفیائے کرام نے فیوض و برکات حاصل کئے۔ پھر بھکر' ملتان' اوچ' لاہور' جالندھر' دہلی اور بنگال تک کے دور دراز مقامات میں سہروردی خانقاہیں قائم کیں۔ جن سے لاکھوں انسانوں نے اس سلسلہ عالیہ سے فیض حاصل کیا۔

بزرگان سہروردیہ کا مرکز روحانیت یعنی سلسلہ طریقت

Marfat.com

نام مبارک	سِنِ وفات	مدفن
حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی بانی سلسلہ سہروردی در ہندوپاک	۶۶۶ھ / ۱۲۶۷ء	ملتان
شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ بانی سلسلہ سہروردیہ	۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء	بغداد شریف
شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی	۵۶۳ھ / ۱۱۶۷ء	بغداد شریف
شیخ احمد غزالی برادر امام غزالیؒ	۵۷۰ھ / ۱۱۷۴ء	قزوین
شیخ احمد ابوبکر نساج	۵۷۰ھ / ۱۰۹۴ء	طوس
شیخ ابوالقاسم گورگانی	۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء	گورگان
شیخ ابوعثمان مغربی	۳۷۳ھ / ۹۸۳ء	نیشاپور
شیخ ابوعلی	۳۴۶ھ / ۹۳۳ء	مصر
شیخ علی رودباری	۳۲۲ھ / ۹۳۳ء	قوافہ (مصر)
شیخ الطائفہ جنید بغدادی	۲۰۳ھ / ۹۱۴ء	بغداد شریف

بانی سلسلہ جنیدیہ رضی اللہ عنہم۔ آپ پر سلسلہ قادریہ، سہروردیہ اور ہجویریہ و دیگر سلاسل ماسوائے سلسلہ چشتیہ ختم ہوتے ہیں۔ (مشائخ سہروردیہ از محمد دین کلیم)

سلسلہ یوں بھی چلتا ہے۔

شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب	بغداد شریف
پسر عم و مرید ابوحفص وجیہ الدین	بغداد شریف
شیخ محمد عمومیہ ابن عبداللہ	دینور
شیخ احمد اسود دینوری	دینور
شیخ محمد ممشاد دینوری	دینور
سید الطائفہ جنید بغدادی	بغداد شریف
خواجہ سری سقطی	بغداد شریف
خواجہ معروف کرخی	بغداد شریف
شیخ داؤد طائی بن نصر	بغداد شریف

Marfat.com

شیخ حبیب عجمی — بصرہ

امام حسن بصری — قدیم بصرہ

امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نجف اشرف
الکریم

امام المرسلین والانبیاء محمد رسول اللہ صلی (مدینہ طیبہ ستمیم ولایت)
اللہ علیہ وسلم

شیخ الاکرام حضرت شیخ احمد غوث قدس العزیز

مقتدائے اعظم پیشوائے معظم غوث الاکرام حضرت میاں شیخ احمد غوث قدس سرۃ العزیز بن شیخ ابراہیم بن شیخ بایزید اول المروف بہ بابا شہباز پرندر حمہم اللہ اپنے وقت کے غوث اور قطب الاقطاب تھے۔ آپ کو خرقہ خلافت حضرت شیخ عبداللہ ابدال وتک سے[1] تعویض ہوا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ آپ نے شیخ کبیر قریشی رحمتہ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا اور جب اپنے ماموں کے ہمراہ گجرات اور احمد آباد تشریف لائے تو وہاں حضرت شاہ محبوب عالم قدس سرہ سے بھی فیض پایا۔

جالندھر میں آمد | سکندر لودھی کے دور میں برکیوں کا ایک قافلہ لے کر جالندھر تشریف لائے اور بستی محلہ راستہ میں اپنے عزیزوں کے ہاں قیام کیا۔ پھر آپ نے ایک علیحدہ بستی آباد کی۔ جس کا نام محلہ البرک (محلہ کرار خاں۔ محلہ کو ہی بستی کہتے ہیں) رکھا۔ (یعنی بستی کرار خان) آپ کے نہال نوحانی حسن خیل قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

شادیاں | آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی بیوی مسماۃ عیانی جو شیخ محمد حافظ کی والدہ تھی اور آپ کی ماموں زاد تھیں۔ دوسری بیوی جو شیخ خضر محمد کی والدہ تھیں۔ ان کا تعلق جالندھر سے تھا۔

---

[1] آپ حضرت ابراہیم دانشمند کی اولاد سے ہیں۔ انہوں نے اپنے نانا شہباز پرند سے خلافت پائی۔ ان کا مزار احمد شاہ ابدالی کے روضہ سے متصل ہے جو مزار ابدال وتک کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

جالندھر میں آپ کے ہمعصر بزرگ مخدومی میاں علی شیر رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان ادریس خیل بستی محلہ راستہ میں تھے۔ آپ نے جس وقت جالندھر کی طرف کوچ کیا تو پیر روشاں مستوئی سے نقل مکانی کر کے نیلگرام میں منتقل ہو گئے تھے اور جب مغلوں کے مظالم کے خلاف پیر روشاں نے ان کے تدارک کا ارادہ کیا تو شیخ الاکرم نے جالندھر ہی میں فرمایا:

"کوہستان میں آگ لگ گئی ہے جو جلد نہیں بجھے گی۔"

آپ نے جالندھر میں اسلام کی اشاعت کی۔ آخر ۱۷۔ جمادی الاخر ۹۹۹ھ (یا ۸۹۹ھ) بروز جمعہ آپ نے وفات پائی۔

مزار آپ کا مزار بیرون دروازہ ملکاں وکوٹ بلند لب سڑک پر واقع تھا یہ جگہ قبرستان شیخ احمد غوث کے نام سے مشہور ہے اور اسی جگہ شاہ جہاں کے وزیر سعد اللہ نے بحکم شاہ جہاں' سردار احداد خاں انصاری بن شیخ عمر بن شیخ بایزید پیر روشاں کا سر لا کر دفن کیا تھا۔ سردار احداد خاں مغلوں کے مقابلے میں لڑائی میں کام آیا تھا کیونکہ اسی جگہ سردار احداد خاں کے بزرگوں کو دفن کیا جاتا تھا۔ سردار امداد خان کے سر کی مدفن پر ایک گنبد تعمیر تھا۔ جو ۱۹۴۷ء تک موجود تھا۔

حضرت شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا خرقہ خلافت شیخ الاعظم شیخ پیرولی رحمتہ اللہ علیہ کو تفویض فرمایا تھا جو حضرت شیخ درویش کے چچا اور مرشد تھے۔ آپ کے سینکڑوں مرید اور ارادت مند تھے۔ ان برگزیدہ شخصیات میں مولانا شیخ پتہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ' عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ بن یحییٰ داؤد خیل برکی' شیخ سلیمان میرجان برکی رحمتہ اللہ علیہ' شبلی برکی موضع اڑمڑ اور محمد خان برکی اڑمڑ فوجدار علاقہ پورب تھے۔

شبلی نامی برکی موضع اڑمڑ کا رئیس تھا۔ اس کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اس نے دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں ایک فرزند عطا فرمایا۔ جس کا نام اللہ داد رکھا۔ اس کی اولاد ہوشیار پور موضع اڑمڑ میں آباد تھی۔

آپ کا ارشاد تھا۔

"اگر کوئی مصیبت زدہ دو نفل ادا کر کے مجھے اور میرے بزرگوں کو ایصال ثواب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری فرمائے گا اور وہ فیض یاب ہو گا۔"

Marfat.com

اکثر پٹھان لوگ یقین قلب سے اس پر عمل کرتے ہیں اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

فیضان سلسلہ

شیخ الاعظم میاں شیخ پیرولی" آپ شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ہزار ہا انسانوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد اور عم محترم تھے۔ شیخ نظام (بستی دانشمند) کے بزرگ تھے۔ شیخ پیرولی نے شیخ عثمان جالندھری کے بھی فیضان حاصل کیا۔ آپ نے چار شادیاں کیں۔ ان کی اولاد کانی کرم میں آباد ہے۔ ۴۔ شعبان ۱۰۳۵ھ میں وفات پائی۔ کانی کرم میں مزار مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخ غلام علی" آپ شیخ پیرولی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ صاحب کمال بزرگ تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے۔ شیخ کبیر بن قائم محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی فیضان اور تلقین و ارشاد کی اجازت حاصل کی۔ تاریخ وفات ۹۔ جمادی الآخر ۱۰۷۴ھ ہے۔

حضرت شیخ حسن منصور" حضرت شیخ حسن منصور" اپنے زمانہ کے جید عالم اور صاحب کشف و کمال بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ ایک ہزار سے زائد قرآن مجید کے نسخے آپ نے اپنے دست پاک سے لکھے۔ جو آج تک اس خاندان کے لوگوں کے پاس تبرکاً موجود ہیں۔ آپ نے ایک کتاب "نفحات الابرار" لکھی۔ آپ کو خلافت اپنے والد شیخ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ سے ملی لیکن والد کی وفات کے بعد خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں فیضان حاصل کیا۔ آپ کی تاریخ وفات ۲۷ ربیع الآخر ۱۲۰۸ھ ہے۔ مزار کانی کرم میں ہے۔

حضرت میاں علی محمد" اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور صاحب شریعت صوفی بزرگ تھے۔ تاریخ وفات ۹۔ شعبان المعظم ۱۱۰۱ھ ہے۔ مزار شاید کانی کرم میں ہے۔

حضرت شیخ حسن داد آپ حضرت میاں علی محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اور انہی کے جانشین تھے۔ بہت جید عالم تھے۔ قرآن پاک' حدیث' اور فقہ اسلامی کا درس تاحیات قائم رکھا۔ ہزاروں کی تعداد میں قبائل افاغنہ نے آپ سے کسب فیض کیا۔ وفات ۱۲۰۳ء

Marfat.com

میں ہوئی۔ مزار کانی کرم میں ہے۔

حضرت حاجی بابا واصل رحمۃ اللہ علیہ

آپ سنگتوئی ایرانی برکی تھے۔ آپ حضرت شیخ محمود رحمتہ اللہ علیہ (بن حضرت شیخ مولانا ابراہیم دانشمند رحمتہ اللہ علیہ) کے خلیفہ تھے۔ آپ کی نسل کے لوگ باباخیل کے نام سے مشہور ہوئے۔

جالندھر کی بستی باباخیل برکیوں کے مورث اعلیٰ ہیں۔ کانی کرم میں حاجی بابا واصل رحمتہ اللہ علیہ کی نسل باباخیل کے نام سے پکاری جاتی ہے۔

مذکورہ بالا اولیائے کرام کے علاوہ خواجہ خیکنی برکی' حضرت میاں باچا' حضرت میاں سلطان' حضرت میاں خواجہ احمد' حضرت میاں سلیمان' حضرت میاں اسماعیل' حضرت میاں داؤد برکی' حضرت یحیٰی جرانی' شیخ موسیٰ دانشمندی' میاں شیخ محمد' دانشمندی رحمہم اللہ مشائخ عظام اور سلسلہ سہروردیہ کے درخشندہ ستارے تھے۔

حضرت میاں علی شیر رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الانصار میں بستی محلہ رستہ جالندھر کے جن اولیائے کرام کا ذکر آتا ہے۔ ان میں حضرت میاں علی شیر دانشمندی رحمتہ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ ہی وہ بزرگ ہستی ہیں جو دانشمندی میں سب سے پہلے بہ زمانہ بہلول لودھی جالندھر میں تشریف لائے اور محلہ "اخوان انصار" کے نام سے ایک بستی آباد کی۔ دروازہ پھگواڑہ محلہ راستہ سے متصل آپ کی ایک قدیم درس گاہ اور رہائش گاہ ۱۹۴۷ء تک موجود تھی۔ جس کا نام کٹڑی میاں علی شیر تھا۔ اس جگہ جملہ اقوام کے لوگ بطور رعایا آباد تھے۔ آپ کی اولاد نرینہ کا سلسلہ ایک مدت کے بعد ختم ہو گیا تھا۔ البتہ آپ کی دختری اولاد موجود ہے۔ "تذکرہ افاغنہ جالندھر" کے مصنف میاں محمد ایوب خاں آپ کی دختری اولاد سے ہیں۔

آپ کا سلسلہ اجداد چند واسطوں سے شیخ حافظ بن شیخ حمید بن شیخ سراج الدین (شیخ درویش" کے جدی بزرگ) بن شیخ مولانا ابراہیم دانشمند سے ملتا ہے۔ اس لئے آپ کو حافظ خیل کہتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک بستی محلہ راستہ کے جنوب بیرونی کوٹ پشکہ ایک

Marfat.com

قدیم اور بہت بڑے برگد کے درخت کے نیچے واقع مرجع خاص و عام ہے۔ یہ جگہ بنائیں میاں علی شیر رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ میاں محمد ایوب خاں مصنف "تذکرہ افاغنہ جالندھر" کی ملکیت تھی۔ کانگرام کے اکثر بزرگ اس جگہ آکر چلہ کشی کرتے تھے۔

شیخ سلطان و شیخ عبدالرحمٰن ادریس خیل رحمتہ اللہ علیہما

ان بزرگوں کا سلسلہ نسب حضرت شیخ ادریس بن شیخ حمید بن شیخ سراج الدین بن شیخ ابراہیم دانشمند رحمہم اللہ پر منتہی ہوتا ہے۔ ان دونوں بزرگوں کا شمار صاحب کمال و کرامات میں ہوتا ہے۔ شیخ سلطان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے پہلے شیخ عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا:

"میں پندرہ دن کے اندر اندر فوت ہو جاؤں گا اور میرے پندرہ دن بعد تم اور تمہارے پندرہ دن بعد شیخ الاکرام شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ رحلت کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔"

چنانچہ شیخ سلطانی رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ۱۷ جمادی الاول ۹۹۹ھ اور شیخ عبدالرحمان رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ۲۔ جمادی الاخریٰ ۹۹۹ھ ہے۔ مزارات شیخ غوث احمد رحمتہ اللہ علیہ کے قبرستان میں ہیں۔

حضرت شیخ جلال بن شیخ سلطان ادریس خیل دانشمندی قدس سرہما

آپ شیخ سلطان رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ بوہان پور کی سرکار میں متعین رہے۔ آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کا تابوت آپ کے صاحبزادے شیخ حسین رحمتہ اللہ علیہ جالندھر لائے اور قبرستان شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ میں سپرد خاک کیا۔

حضرت شیخ یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت میاں علی شیر رحمتہ اللہ علیہ کے نبیرہ (پوتے) ہیں اور حضرت شیخ الاعظم پیرولی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ گویا حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہیں۔ آپ اپنے وقت کے اولیائے کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ سینکڑوں فرزنداں توحید

Marfat.com

نے آپ سے کسب فیض کیا۔ درس قرآن و حدیث عمر کے آخری لمحہ تک جاری رکھا۔ آپ کا مزار بستی محلہ رستہ میں ہے۔ وفات ۱۰۵۰ھ کے قریب ہے۔

شیخ الشیوخ حضرت شیخ درویش سہروردی' نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ افغانستان میں ۲۰- جمادی الثانی ۹۹۲ھ بمقام کانی گرام میں بروز منگل پیدا ہوئے۔ جیسا کہ پچھلے اوراق میں ذکر ہوا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ کے افغان خلفاء نے افغان علاقوں میں سلسلہ سہروردیہ' کی داغ بیل ڈالی اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ بھی ان بزرگوں کی روحانیت اور جذبہ اسلام سے متاثر ہوئے اور سلسلہ سہروردیہ میں بیعت ہوئے۔

سلسلہ نسب شیخ الشیوخ حضرت شیخ درویش بن شیخ علی بن رحیم داد بن اللہ داد بن شیخ ابراہیم بن حضرت بایزید المعروف شہباز پرند بن شیخ محمود بن شیخ سراج الحق بن حضرت مولانا ابراہیم دانشمند رحمتہ اللہ علیہ و علیہم اجمعین۔ آگے چل کر یہ سلسلہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جا ملتا ہے۔

مولانا ابراہیم دانشمند بن خواجہ محمد بن خواجہ حمزہ بن خواجہ داؤد بن خواجہ شمس الدین بن خواجہ خلیل بن خواجہ لقمان خواجہ عداد بن خواجہ منصور بن خواجہ محمد بن حضرت زید انصاری بن شیخ منصور بن شیخ احمد بن شیخ زادہ بن سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ و عنہم (تذکرہ افاغنہ جالندھر از محمد ایوب خان)

سلسلہ طریقت آپ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے چچا حضرت شیخ پیرولی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ قطب الاقطاب شیخ عثمان بن شیخ اللہ داد صدر الدین خیل رحمتہ اللہ علیہ جو اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور درویش تھے۔ (خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) سے بھی فیضان حاصل کیا۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ بہاؤ الدین ثانی بن شیخ کبیر الدین ثانی شیخ قائم محمد قریشی رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ سہروردیہ میں فیضان حاصل کیا۔ شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کا خرقہ آپ کو پہنایا گیا۔

جالندھر میں آمد تذکرۃ الانصار کے حوالہ سے محمد ایوب خان نے لکھا ہے کہ حضرت

Marfat.com

شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کو جرانی قبیلہ برک کے ایک گستاخ آدمی نے ایک دفعہ طعن یا طنز کی کہ آپ طرہ دار دستار کیوں پہنتے ہیں۔ اس سے حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کبیدہ خاطر ہوئے لیکن آپ کے چچا اور مرشد شیخ الاعظم حضرت شیخ پیرولی رحمتہ اللہ علیہ انتہائی شفقت و محبت سے آپ کا رنج دور فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اپنی بدفطرت اور کمینگی کی بناء پر مجبور ہیں۔ آپ خاموش رہیں۔ ان کا انجام اچھا نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بکی خیل اور جرانی قبیلہ والوں کا بٹ خڑ اور بابا سر کی درمیانی پہاڑی پر جھگڑا ہوا۔ حضرت شیخ درویش نے کشت و خون روکنے کے لئے ان کے مابین صلح کرادی۔

لیکن دوبارہ کچھ عرصہ بعد ان کے اندر جھگڑا پیدا ہوا اور لڑائی تک نوبت پہنچی۔ تین سو کے قریب نوجوان قتل ہوئے۔ اس افسوسناک حادثہ کی بناء پر شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیشہ کے لئے ترک سکونت کا فیصلہ کرلیا۔ اپنے چچا حضرت پیرولی رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت لی۔ آپ جب جالندھر کی طرف رخصت ہوئے تو آپ کے ساتھ تقریباً ۲۶۰ گھرانے شریک سفر ہوئے اور یہ قافلہ آپ کی زیر قیادت جہانگیر کے زمانہ میں ۱۶۱۷ء / ۱۰۲۶ھ میں جالندھر پہنچا۔ اول اپنے عزیزوں کے ساتھ جو بستی محلہ رستہ اور بستی محلہ کرار میں سکونت پذیر ہوئے۔ بعد میں دوسری جگہوں پر اپنے مکانات تعمیر کئے۔ ان کی آبادیاں بستی شیخ درویش بستی بابا خیل اور بستی دانشمند میں قائم ہوئیں۔ حضرت پیرولی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کی اولاد بدستور کانی کرم میں مقیم رہے۔ اس طرح اس خاندان کے لوگ جالندھر اور کانی گرام میں تقسیم ہوگئے لیکن آمدورفت برائے ملاقات جاری رہی۔ سکھوں کے عہد میں نکہ راستے خطرناک ہوگئے تھے اس لئے یہ سلسلہ بھی معطل ہوکر رہ گیا۔

روزے | آپ سال بھر میں چند نفلی روزے رکھتے تھے۔

۲۲ محرم۔

۱۲۔ ربیع الاول ولادت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۷۔ رجب معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۸۔ ذی الحجہ شہادت حضرت سیدنا عثمانی رضی اللہ عنہ۔

تعمیر خانقاہ اور اشاعت اسلام | بستی شیخ درویش میں قیام فرما کر ۱۰۳۰ھ مطابق

Marfat.com

۱۶۲۱ء میں سلسلہ سہرودیہ کی ایک عظیم خانقاہ تعمیر کی۔ اس خانقاہ میں ذکر و فکر اصلاح و معاشرہ کے لئے ایک عظیم الشان گنبد اپنی مجلس کے لئے تعمیر کیا اور ساتھ ہی نماز و درس قرآن حدیث کے لئے عالیشان مسجد تعمیر کی۔ مسجد کے نیچے متعدد تہ خانے تھے۔ جو دین کے طلباء کے لئے رہائش گاہ کا کام دیتے تھے۔ آپ کی تبلیغ سے بستی شیخ اور بستی دانشمند کے پٹھان اور دیگر قومیں آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئیں۔ آپ کی وفات کے بعد لوگ آپ ہی کے خاندان میں بیعت ہوا کرتے تھے اور یہ سلسلہ تقریباً بارہویں صدی ہجری تک قائم رہا۔ پھر میاں عبدالغفور دانشمندی نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ کا فیضان جاری ہوا۔ لیکن قادری نوشاہی فیضان میں فیضان سہروردی اور شیخ درویش بھی شامل تھا۔

میاں امام بخش لاہوری لکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت محمد پیھار رحمتہ اللہ علیہ نے ایک سفید لپٹا ہوا کاغذ میاں عبدالغفور صاحب دانشمندی والے) کو دیا۔ آپ اسے کھولا تو اسے بزرگوں کی مہروں اور دستخطوں سے پر پایا۔ آپ نے سب مہروں کو دیکھا تو عیاں تھیں لیکن شیخ درویش جالندھری رحمتہ اللہ علیہ زیادہ نمایاں نہ تھی۔ (مراۃ الغفوریہ قلمی)

معلوم ہوتا ہے' ان دنوں سلسلہ نوشاہیہ کا فیضان جالندھر میں عام ہو گیا تھا۔ شاید شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء نے روحانیت محنت شاقہ کم کر دی ہو۔ سلسلہ نوشاہیہ کا فیضان بارہویں صدی ہجری سے چودھویں صدی کے نصف تک بستی شیخ و بستی دانشمند اور دیہاتوں میں بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ جیسا کہ کتاب کے سابقہ صفحات سے صاف ظاہر ہے لیکن ان کا نام نامی جب تک زمین و آسمان ہیں۔ انشاء اللہ قائم رہے گا۔

آپ کی کرامات بزرگوں سے روایتؔ سنی گئی کہ ایک مرتبہ حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ آپ اچانک اٹھ کر تہ خانے میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد تشریف لا کر پھر حجامت بنوانے لگے۔ حجام نے آپ کی کمر پر ریت لگی دیکھ کر دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں لیکن آپ خاموش رہے۔ بار بار اس کے اصرار پر فرمایا۔ "دریا میں ایک کشتی غرق ہونے کو تھی اس کو کندھا دے کر منجدھار سے نکالا ہے۔" آپ نے اسے منع فرمایا کہ کسی سے بیان نہ کرنا لیکن اس سے اپنے پیر کی کرامت چھپ نہ سکی چنانچہ اس نے جا بجا بیان کی۔ لوگ گروہ در گروہ آ کر مستفیض ہونے لگے۔ یہاں تک کہ دوسرے شہروں میں

Marfat.com

آپ کا شہرہ ہوا۔

حضرت سید احمد مجدد الف ثانیؒ کا اپنے مریدین کے لئے سفارش کروانا

(خط نمبر۱) حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی بزرگوار ال صلی اللہ علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کی طفیل ظاہر و باطن کو حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مطابقت سے آراستہ و پیراستہ کرے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور جو چیز کہ خوب اور مرغوب ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے محبوب اور مطلوب کے لئے ہے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ "بے شک تو بڑے خلق پر ہے" اور نیز فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ○ "تو مرسلین میں سے ہے اور راہ راست پر ہے" اور نیز فرماتا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ "بے شک یہ میرا راستہ سیدھا ہے تم اس پر چلو اور راستوں پر نہ چلو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت کو صراط مستقیم کہا اور اس کے ماسوائے کو ٹیڑھے راستوں میں داخل فرمایا اور ان کی تابعداری سے منع فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا شکر کرتے ہوئے اور خلق کو ہدایت کا نشان بتاتے ہوئے فرمایا ہے۔ خَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ "سب ہدایتوں سے بہتر ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ نیز آپ نے فرمایا۔ اَدَّبَنِی رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِی "مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور میری تعلیم و تادیب اچھی طرح کی اور وہ باطن ظاہر پورا کرنے والے ہیں اور بال بھر بھی دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خطرہ دور کرنا طریقت اور حقیقت ہے یعنی اگر یہ نفی تکلف اور بناوٹ سے ہے تو طریقت ہے اور اگر تکلف کے بغیر حاصل ہے تو حقیقت ہے پس حقیقت میں باطن جس کو طریقت اور حقیقت کہتے ہیں ظاہر کو جو شریعت ہے پورا اور کامل کرنے والا ہے۔

پس اگر طریقت اور حقیقت کی راہ چلنے والوں سے اثنائے راہ میں ایسے امور سرزد ہوں جو بظاہر شریعت کے مخالف ہیں تو وہ سکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہیں اور اگر اس مقام سے گزر کر صحو میں لے آئیں تو وہ مخالفت رفع ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے مخالف علوم سب دور ہو جاتے ہیں مثلاً صوفیہ سکر کے باعث احاطہ ذاتی کے قائل ہوئے ہیں اور

Marfat.com

ذات حق تعالیٰ کو عالم کا محیط جانتے ہیں۔ یہ حکم اہل حق لوگوں کی راہوں کے مخالف ہے کیونکہ یہ لوگ احاطہ علمی کے قائل ہیں۔ حقیقت میں علماء کی راہیں بہت ہی بہتر ہیں اور اگر یہی صوفیہ اس بات کے قائل ہوں کہ حق تعالیٰ کی ذات کسی حکم کے ساتھ محکوم نہیں ہوتی اور کسی علم سے معلوم نہیں ہوتی تو اس میں احاطہ اور سریان کے حکم کرنا اس قول کے مخالف ہے اور واقعی حق تعالیٰ کی ذات سے بیچوں اور بیچگون ہے اور کسی حکم کو اس کی طرف راہ نہیں۔ وہاں حیرت و نادانی اور اس مقام میں جہل صرف اور محض سرگردانی ہے۔ اس پاک جناب میں احاطہ و سریان کی کیا مجال ہے۔ ہاں ایک بات ہے جس کے سبب ان صوفیاء کی طرف سے جو ان احکام کے قائل ہیں۔ عذر خواہی کی جائے اور کہا جائے کہ ذات سے ان کی مراد تعین اول ہے اور چونکہ اس کو متعین ذات نہیں جانتے اس لئے اس تعین کو عین ذات کہتے ہیں اور وہ تعین اول جو وحدت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تمام ممکنات میں جاری و ساری ہے تو اس لحاظ احاطہ ذاتی کے ساتھ حکم کرنا درست ہے یہاں ایک اور دقیقہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی ذات علمائے اہل حق کے نزدیک بیچوں و بیچگون ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے اس پر زائد ہے اور وہ تعین بھی اگر ان کے نزدیک زائد ہو گا اور اس کو حضرت ذات بیچوں کے دائرہ سے باہر ہو جائیں گے۔ پس اس کے احاطہ کو ذاتی نہ کہیں گے۔ پس علماء کی نظر سے بلند ہے اور صوفیہ کے نزدیک جو ذات ہے۔ وہ ان علماء کے نزدیک ماسوا میں داخل ہے اور قرب و معیت ذاتی بھی اسی قیاس پر ہیں اور باطنی معارف اور شریعت کے ظاہری علوم کے درمیان اور کامل طور پر موافقت کا ہونا یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے امور میں بھی مخالفت کی مجال نہ رہے مقام صدیقیت میں ہے جو تمام مقام ولایت سے بالاتر مقام ہے اور مقام صدیقیت سے بڑھ کر مقام نبوت ہے۔ جو علوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو الہام کے طور پر منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علموں کے درمیان صرف وحی اور الہام کا فرق ہے اور مقام صدیقیت کے سواء اور جس قدر مقام ہیں۔ ان میں ایک قسم کا سکر متحقق ہے۔ صحو تام صرف مقام صدیقیت میں ہے۔ دوسرا فرق ان دونوں علموں کے درمیان یہ ہے کہ وحی میں قطع ہے اور الہام میں ظن۔ کیونکہ وحی بذریعہ فرشتہ کے ہے اور فرشتے معصوم ہیں۔ ان

Marfat.com

میں خطا کا احتمال نہیں اور الہام اگرچہ مجال عالی رکھتا ہے جسے قلب کہتے ہیں اور قلب عالم امر سے ہے لیکن قلب کا عقل اور نفس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ثابت ہے اور نفس اگرچہ تزکیہ کے ساتھ مطمئن ہو جاتا ہے لیکن اپنی صفات سے ہرگز نہیں بدلتا۔ اس واسطے اس مقام میں خطا کی مجال ظاہر ہے۔

جاننا چاہئے کہ نفس کے مطمئنہ ہو جانے کے باوجود اس کی صفات کے باقی رکھنے میں بڑے فائدے اور منافع ہیں اور اگر نفس بالکل اپنی صفات سے روکا جائے تو ترقی کا راستہ بند ہو جائے اور روح فرشتہ کا حکم پیدا کر لے اور اپنے مقام میں بند رہ جائے کیونکہ ترقی کا حاصل ہونا نفس کی مخالفت کے باعث ہے اگر نفس میں مخالفت رہی تو ترقی کیسی ہوگی۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کے جہاد سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا: رَجَعْنَا مِنْ جِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰی جِهَادِ الْاَکْبَرْ "ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس آئے) نفس کے جہاد کو جہاد اکبر فرمایا اور نفس کی مخالفت اس مقام میں عزیمت و اولیٰ کے ترک سے ہے بلکہ اس ارادہ کے ترک کرنے سے ہے۔ جو ترک عزیمت کے ثابت ہونے سے بھی متصور نہیں ہے اور اسی ارادہ سے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر ندامت اور پشیمانی اور التجاء و عاجزی حاصل ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں حاصل ہو جاتا ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں۔ یہ بات مقرر اور ثابت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق اور خصائل پائے جاتے ہیں' محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے۔ یہ اس رمز کا بیان ہے جو اس آیت کریمہ میں ہے: فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (اے اللہ کے بندو! تم میری اتباع کرو وہ اللہ تم کو محبوب بنا لے گا۔) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کوشش کرنا مقام محبوبیت تک لے جانے والا ہے۔ بس ہر ایک دانا و عقل مند پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اتباع کی کوشش کرے۔ بات بہت لمبی ہو گئی ہے امید ہے کہ معذور فرمائیں گے۔

سخن کا جمال جب جمیل مطلق کی طرف سے ہے تو جس قدر لمبا ہو جائے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا "اگر اللہ کی باتیں لکھنے کے لئے سمندروں کی

Marfat.com

سیاہی بنا دی جائے تو سمندر ختم ہو جائیں مگر اللہ کے کلمات نہ لکھے جائیں اگرچہ نئے سمندر ان کے ساتھ ملا دیئے جائیں۔)

(اب بات کو کسی اور طرف لے جانا چاہئے عامل رقیمہ ہذا مولانا محمد حافظ اور صاحب علم ہے اور اس کا عیال بہت ہے گزرا کا سبب نہ ہونے کے باعث لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ (فوج میں ملازمت کی ہے۔) اگر توجہ فرما کر فتح کے نشان والی اور سرداری اور شرافت کے مرتبہ والی سرکار شیخ جیو سے کچھ وظیفہ یا امداد اس کے واسطے مقرر کرا دیں تو آپ کی کمال بخشش ہو گی۔ زیادہ کیا تکلیف دوں۔ (مکتوب نمبر ۱۴۱ از مکتوبات مجددیہ)

خط نمبر ۲ سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبحَانَہٗ وَ اَبقَاکُمْ

"اللہ سبحانہ آپ کو سلامت اور قائم رکھے۔)

جب تک انسان کا دل پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے۔ تب تک محروم اور مجبور ہے۔ دل کی حقیقت جامع کے آئینے سے ماسوا اللہ کی زنگار دور کرنا ضروری ہے اور دل سے زنگار دور کرنے والی بہتر چیز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگ و روشن سنت کی تابعداری ہے۔ جس کا مدار نفسانی عادتوں کے رفع کرنے پر ہے یعنی جس سے تمام نفسانی عادتیں اور رسمیں دور ہو جاتی ہیں۔ فَطُوبٰی لِمَنْ شُرِّفَ بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ الْعُظْمٰی وَوَيْلٌ لِّمَنْ حُرِمَ مِنْ هٰذِهِ الدَّوْلَةِ الْقُصْوٰی "پس خوشی ہے اس کے لئے جو اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہوا اور بربادی ہے اس کے لئے جو اس دولت (اعلیٰ) قصویٰ سے محروم ہوا۔"

باقی مقصود یہ ہے کہ جناب اخی اعزی میاں مظفر ولد شیخ گھودن مرحوم شریف اور بزرگوں کی اولاد میں سے ہے اور ان کے متعلقین بہت سے ہیں۔ ان کی حالت قابل رحم ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دوں۔ والسلام علیکم۔ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی "آپ پر اور جو ہدایت کی اتباع کرے اس پر سلام) (مکتوب نمبر ۴۲ از مکتوب مجددیہ)

ان مکتوبات (خطوط) سے جو حضرت مجدد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ الشیوخ شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کی طرف لکھے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کی شہرت دور دور تک تھی اور آپ غنی تھے' لوگوں میں دولت روحانی اور دولت دینوی عام تقسیم فرماتے رہتے تھے۔ ایک زمان آپ سے فیضیاب تھا۔

Marfat.com

حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی نیگرام سے تھیں۔ ان سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ دوسری بیوی جالندھر کے خاندان سے تھیں۔ ان سے چار فرزند پیدا ہوئے۔ (۱) میاں ولی دادؒ (۲) میاں پیر دادؒ (۳) حضرت میر دادؒ (۴) حضرت کریم دادؒ (۵) رحیم داد رحمہم اللہ۔

آپ کی ایک بہن حضرت جان علی رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ تھیں۔ آپ کے بھائی کا نام شیخ ایوب رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ آپ کے عقیدت مند آپ کو پالکی میں بٹھا کر زر نقرہ آپ پر نثار کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کے پاؤں پر چوٹ آگئی، چلنے سے سات ماہ تک معذور رہے۔ آپ کے مریدین دن میں چار مرتبہ آپ کی چارپائی مسجد میں نماز باجماعت کے لئے لے آتے تھے۔ گویا آپ کے ہزارہا عقیدت مند تھے۔ جو آپ پر ہر وقت جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ (تذکرہ افاغنہ جالندھر)

وفات مولانا حکیم غلام قادر اثر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قلمی نسخہ انوار القادریہ میں حضرت شیخ الشیوخ شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ۱۰- محرم ۱۰۸۲ھ مطابق ۱۶۷۱ء لکھی ہے۔ اپنے تعمیر کردہ روضے میں دفن ہوئے۔ آپ کی عمر ۹۰ سال ہوئی۔

مادہ تاریخ ۱۰۸۲ھ / شیخ العالم (شریف التواریخ، جلد سوم حصہ پنجم)

قطعہ تاریخ وفات

آں قدوہ صاحباں یا ناز و نعم
بحرے ز سخا وجود خورشید کرم
زیں کوچ گاہ فنا چور برداشت قدم

تاریخ وفات اوست شیخ العالم / ۱۰۸۲ء (تذکرہ افاغنہ جالندھر)

تعمیر مقبرہ پہلی روایت تو یہ ہے کہ آپ نے اپنا مقبرہ خود تعمیر کیا تھا۔ جیسا کہ شریف التواریخ میں ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کا مزار اقدس آپ کے پوتے میاں علی محمد اور میاں خواجہ علی داد بن میاں ولی داد علیہم الرحمت نے ۱۱۲۵ھ مطابق ۱۶۹۳ء میں تعمیر کیا۔

ماہرین فن تعمیر کا کہنا ہے کہ تمام برصغیر میں اس سے بڑا گنبد اور کوئی نہیں ہے۔

Marfat.com

آپ کے مزار اقدس کے لئے نواب رشید خاں روشنائی نے طلائی جھاڑ فانوس اور مرغ بادنما دکن سے تیار کروا کر بھیجا تھا۔

یہ بھی روایت مسموع ہے کہ رات کے وقت ایک شخص جھاڑ اور مرغ بادنما کو اتارنے کے لئے گنبد پر چڑھ گیا لیکن اوپر تک پہنچنے سے قبل ہی اندھا ہوا اور نیچے گر کر مر گیا۔ اس شخص کی قبر مشرقی دروازے کے عین ساتھ تھی۔

اولاد حضرت شیخ درویش رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ حضرت شیخ ولی داد رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ درویش کے فرزند اول پہلی زوجہ سے ہیں۔ آپ کو "ٹکڑا میاں" بھی کہتے ہیں۔ آپ ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ اور تقویٰ و عالم سے پیراستہ تھے۔ ریاضت و مجاہدات کی کثرت کی وجہ سے جلد ہی ضعیف ہو گئے تھے۔ ریش مبارک کم عمر میں سفید ہو گئی تھی۔ آپ کی شادی نواب ہادی داد خان روشنائی کی دختر نیک اختر سے ماؤ شمس آباد متدھیر سرکار بیدر (دکن) میں ہوئی تھی۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ ایک مرتبہ شیخ ولی داد اپنے باپ سے کسی بات پر ناراض ہوئے اور حضرت میر رضا کے پاس لاہور چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد لاہور ہی میں مورخہ ۲۱۔ شعبان ۱۰۷۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ آپ کی میت کو جالندھر لائے اور بستی شیخ درویش میں دفن کیا۔

۲۔ حضرت شیخ پیرداد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو براہ راست خلافت و نیابت اپنے والد بزرگوار سے تفویض ہوئی۔ آپ صاحب جلالت اور سیف زبان تھے۔ اس حد تک مخیر واقع ہوئے تھے کہ جو بھی ہاتھ لگتا خیرات کر دیتے۔ ہمیشہ فاخرہ لباس زیب تن فرماتے۔ شیخ بایزید قصوری اور شیخ عبدالقادر خویشگی قصوری رحمتہ اللہ علیہما آپ کے ہم عصر اور دوستوں میں سے تھے۔ آپ نے ۶۔ رجب ۱۰۸۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار اپنے والد کے مزار کے ساتھ مشرق میں واقع ہے۔ (آپ کی والدہ ماجدہ جو جالندھر خاندان سے تھیں۔ اسی سال ۳۔ شوال ہفتہ کے دن فوت ہوئیں جن کا مزار اپنے بیٹے سے متصل ہے۔)

Marfat.com

حضرت میاں میرداد رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ الاعظم شیخ پیرولی خاں اور شیخ العالم شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہما دونوں کی صفات کے مظہر تھے۔ کشف و کرامات کی عام باتوں سے گریز فرماتے تھے۔ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ کی آنکھوں سے ہروقت آنسو جاری رہتے تھے۔ بہادر خاں لودھی آپ کا حد درجہ معتقد تھا۔ اپنی وفات سے پہلے مطلع کیا کہ اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں مگر یہ بات پوشیدہ رکھنا۔ آپ نے ۷۔ شوال ۱۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ اپنے والد کے مغرب کی جانب دفن ہوئے۔

۴- حضرت میاں کریم داد رحمۃ اللہ علیہ

پہلے سجادہ نشین حضرت پیرداد رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ ان کے بعد حضرت میاں کریم داد رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے اور آپ نے حضرت شیخ عثمان جالندھری سے روحانی فیض حاصل کیا۔ ۱۱۱۷ھ میں فوت ہوئے۔

۵- حضرت میاں رحیم داد رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ ہزاروں لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ ملتان کا گورنر آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھا۔ آپ نے ۹۔ جمادی الاخریٰ بروز یکشنبہ بوقت ظہر ۱۱۳۴ھ میں ملتان میں وفات پائی۔ آپ کے عقیدت مندوں نے ملتان ہی میں دفن کرنا چاہا لیکن حضرت امام الدین صاحب جو بستی دانشمند سے تعلق رکھتے تھے اس بات پر مصر تھے کہ آپ کی میت بستی دانشمند میں لے جا کر دفن کی جائے۔ حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد نے اپنی قرابتداری کی بناء پر آپ کے جد اطہر کو بستی شیخ درویش کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا۔

شیخ ولی داد (فرزند اول) کی اولاد

(نوٹ: تذکروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ میاں ولیداد رحمتہ اللہ علیہ (فرزند اول) کے پوتے حاجی رحیم داد خاں لاہور جاتے ہوئے ۱۳۔ صفر ۱۱۱۴ھ میں رہزنوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور شیخ خداداد بن ولیداد کی وفات ۵۔ ربیع الاول ۱۰۷۷ میں ہوئی اور شیخ علی بن ولی داد کی وفات ۲۔ رجب یکشنبہ ۱۰۸۱ھ میں واقع ہوئی۔ شیخ

Marfat.com

درویش کی دختری اولاد بستی شیخ اور بستی نو میں آباد تھی۔ آپ کے نواسے حضرت شیخ حاتم رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

حضرت شیخ نظام رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ نظام بن شیخ عثمان بن شیخ عمر بن شیخ عیسیٰ بن شیخ یوسف ثانی بن شیخ بدر الدین بن شیخ اسمٰعیل بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن حضرت مولانا ابراہیم دانشمند رحمتہ اللہ علیہ وعلیہم حضرت شیخ نظام رحمتہ اللہ علیہ شیخ الاعظم پیر ولی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جو شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد اور چچا تھے۔ اس لحاظ سے شیخ نظام شیخ درویش کے پیر بھائی اور سلسلہ نسبت میں شیخ ابراہیم دانشمند رحمتہ اللہ علیہ سے جا ملتے ہیں۔ شیخ یوسف اور شیخ سراج الدین دونوں حقیقی بھائی تھے۔ ان کی ایک کرامت مشہور ہے کہ ایک دن شیخ نظام کسی غرض سے شہر جالندھر گئے اور پرتاب زنار دار کی دوکان پر بیٹھے ہی تھے کہ ہیبت خاں بن بیرم خان دانشمندی یوسف خیل آ گئے۔ ہیبت خاں کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ نے اسے دیکھ کر کہا۔ "اگر تم ایک سیر گرم گرم شیرینی ہمارے آگے رکھو تو ہم تمہارے حق میں دعا کریں گے۔" ہیبت خاں بولا "جب لڑکا ہو گا تو شیرینی کھلا دوں گا۔" پرتاب نے یہ بات سنی تو فوراً دو سیر شیرینی لے آیا اور عرض کی میرا بھائی طاعون میں مبتلا ہے۔ اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں چنانچہ آپ نے دعا فرمائی تو وہ صحت یاب ہو گیا۔ آپ سے کرامات و خوارق عادات عجیبہ ظاہر ہوتی تھیں۔ بیماروں کو دست شفقت اور زخمیوں کو لعاب دہن سے تندرست کر دیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ

آپ شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کے نبیرہ (پوتے) تھے۔ نبستی راستہ اخوند میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ (بستی محلہ راستہ) آپ اپنے وقت کے صاحب کمالات بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت شیخ درویش، حضرت قائم محمد قریشی اور حضرت شیخ عثمان دانشمند انصاری سے فیضان حاصل کیا۔ سیر و سیاحت کا زیادہ شوق تھا۔ آپ نے بابا شاہ مقیم سے بھی کسب فیضان کیا۔ بعد ازاں شیر گڑھ میں حضرت شاہ داؤد اور شیخوپورہ میں حاجی نعمت اللہ سہروردی کی خدمت میں رہ کر کسب فیض کیا۔ آپ کا سن وفات ۲۔ محرم ۱۰۸۰ھ ہے۔ مزار

Marfat.com

شریف بستی شیخ میں ہے۔

حضرت سید محمد بخش سہروردی' قادری

حضرت سید محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ جالندھر شہر میں رہتے تھے۔ بڑے باکمال و اہل سلسلہ تھے۔ آپ نے دہلی والے پیران سے فیضان حاصل کیا۔ جالندھر میں ایک سادات کا خاندان دہلی والے پیروں کے نام سے مشہور تھا۔ جالندھر کے دیگر سادات اور تمام مسلمان اس خاندان کا دل سے ادب کرتے تھے۔ غدر (۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) کے دوران دہلی سے جالندھر چلے آئے تھے۔ اس خاندان سادات کے مورث اعلیٰ بخارا سے ہجرت کر کے اچہ میں آکر قیام پذیر ہوئے تھے۔ پھر اچہ سے اس خاندان کے بزرگ سید حاجی عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ رجب ۹۰۹ھ میں سکندر لودھی کے دور میں دہلی آکر آباد ہوئے۔

وطن گرفت بہ دہلی بماہ رجب اندر
کہ سال نہ صد نہ بود وقت اسکندر

۱۸۵۷ء میں اس خاندان کے کچھ افراد میر سید علی' حاجی سید امداد علی' سید عبدالعلی۔ سید ہاشم علی اور سید امداد علی کے صاحبزادے سید عبدالوہاب' سید موید علی بن امیر سید علی دہلی سے ہجرت کر کے جالندھر آ گئے۔ کیونکہ سادات بھاکری اور سادات جالندھران کے بزرگوں سے ارادت رکھتے تھے۔ گویا اپنے مریدین کے پاس تشریف لے آئے۔ ان کا سلسلہ قادری' سہروردی تھا۔ قادری' سلسلہ خاندانی تھا اور سہروردی سلسلہ پیروں سے تھا۔

شجرہ نسب یہ ہے:

Marfat.com

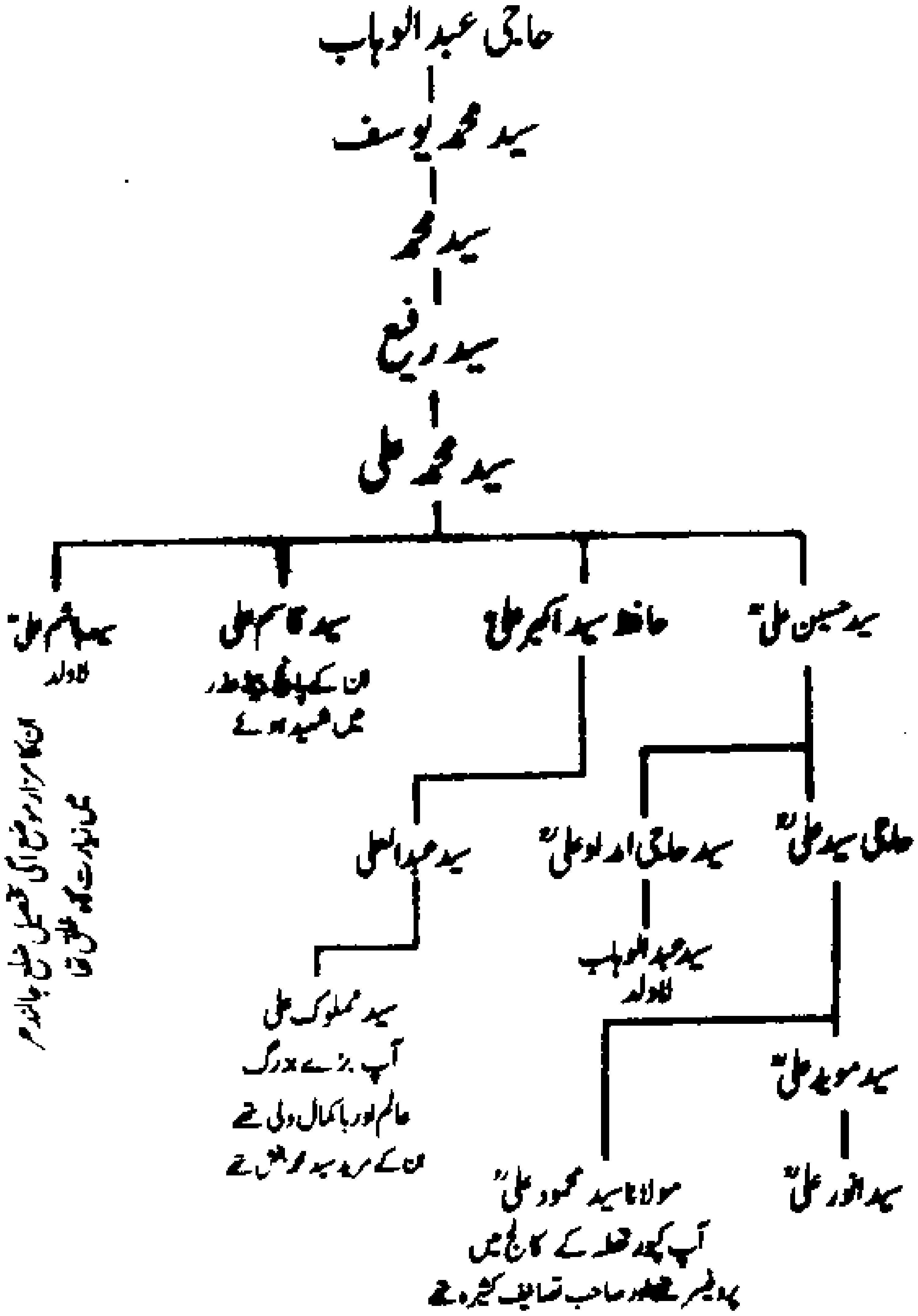

حاجی عبدالوہاب" جو اچہ سے ۹۰۹ھ میں دہلی تشریف لائے۔ سید محمد یوسف"۔ سید محمد"۔ سید رفیع"۔ سید محمد علی" کے چار بیٹے تھے۔

1۔ سید ہاشم علی" لاولد (ان کا مزار موضع اگی تحصیل ضلع جالندھر میں زیارت گاہ خلق تھا)

2۔ سید قاسم علی" (ان کے پانچ بیٹے غدر میں شہید ہوئے)

3۔ حافظ سید اکبر علی کے بیٹے سید عبدالعلی" کے بیٹے سید مملوک علی (آپ بڑے بزرگ عالم اور باکمال ولی تھے ان کے مرید سید محمد بخش تھے)

4۔ سید حسین علی" سے دو بیٹے تھے (ا) سید حاجی امداد علی سے سید عبدالوہاب لاولد تھے (۲) حاجی سید علی سے سید موید علی اور مولانا سید محمود علی تھے۔ اور سید موید علی کے بیٹے

Marfat.com

سید انور علی تھے۔

حضرت سید محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ جن کا ذکر ہو رہا ہے۔ مولانا سید مملوک علی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ سید محمد بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے سید بدر الدین جالندھر شہر میں مشہور خوشنویس تھے۔ گزریاس ناظر محکمہ ککڑی میں داروغہ بھی رہے۔ سید بدر الدین" کے صاحبزادوں میں سید امیر الدین شاہ صاحب مشہور باا ثر بزرگ تھے۔ صاحب علم و فضل اور صاحب مجاز تھے۔ سید امیر الدین شاہ کے بڑے بیٹے سید نصیر الدین بڑے بزرگ تھے۔ جالندھر میں گتکہ کے عظیم استاد تھے۔ صاحب سلیم التواریخ میں ہے کہ گتکہ اور پھری کی پرانی ورزش صرف انہی کے دم قدم کی برکت سے زندہ ہے۔ دور دور سے لوگ شاگردی کے لئے آتے تھے۔ سید نصیر الدین کے منجھلے بیٹے سید وزیر الدین کچہری میں ملازم تھے۔ حضرت سید محمد بخش کا مزار جالندھر شہر میں تھا۔

حضرت بابا مقیم شاہ قادری' سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش ۱۲۳۵ھ کے قریب موضع جگراواں تحصیل جالندھر میں ہوئی۔ آپ نے سلسلہ عالیہ' قادریہ' سہروردیہ میں سید محمد بخش جالندھری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ سب لوگ انہیں بابا مقیم شاہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ نے دو حج کئے۔ آپ نے اشاعت اسلام میں بہت حصہ لیا۔ دوکوہہ' موضع خورشید پور جیرڑ اور جالندھر شہر میں ان کے بہت سے مرید تھے۔ سو سال کے قریب ان کی عمر ہوئی۔ تقریباً ۱۳۳۵ھ کے لگ بھگ انتقال فرمایا۔ عوام میں ان کی کرامات بہت مشہور تھیں۔ سب سے بڑی کرامت ان کی یہی تھی کہ ان کا سلسلہ جاری رہا۔

ان کا مزار موضع رائے پور ارائیاں متصل موضع بلہ تحصیل نکودر میں ۱۹۴۷ء سے قبل موجود تھا۔ سب سے پہلے ان کا برادر زادہ عبداللہ شاہ سجادہ نشین ہوا۔ بابا مقیم شاہ کے خلیفہ و مرید سید عمر الدین شاہ ساکن دوکوہہ تھے۔ ان کا ایک مرید و خلیفہ بابا عمرے شاہ تھا جو دادووال میں رہتا تھا۔ بابا مقیم شاہ کا عرس دو جگہ ہوتا تھا۔ ایک مزار شریف پر دوسرا دادووال میں۔ مزار شریف کے ساتھ سات گھماؤں اراضی معافی تھی۔

Marfat.com

مولوی شمس الدین خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ والد کا نام سکندر خاں تھا۔ صاحب کمال اور ممتاز ترین بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ پہلے بستی شیخ میں رہتے تھے' بعد میں بستی محلہ رستہ میں آباد ہو گئے۔ مولوی صاحب شیعوں کے خلاف ہمیشہ محاذ قائم رکھتے تھے۔ جب تک زندہ رہے۔ شیعہ مذہب جالندھر میں پھیلنے نہ دیا۔ سفید رنگ' خوبصورت اور متبسم چہرہ پر سفید نورانی داڑھی نے آپ کی شخصیت کو چار چاند لگا رکھے تھے۔ آپ ہر شخص کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ بڑے مکرم و محترم اور دلعزیز تھے۔ گویا آپ کی ذات بلاشبہ حسنات و برکات کا ایک خزینہ تھی۔ آپ نے دو شادیاں کیں۔ ان سے پانچ صاجزادے تھے۔

۱- محمد احمد خاں علیگ چیف جسٹس بھوپال
۲- ڈاکٹر محمد احمد خاں
۳- محمد رفیق خاں
۴- محمد شفیق خاں
۵- بشیر احمد (ان سب کے مختصر حالات افاغنہ جالندھر کے صفحہ (۱۸۳ تا ۱۸۴) پر درج ہیں-)

Marfat.com

سلسلہ بزرگان نقشبندیہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین محمد بن محمد نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ آپ کی ولادت ۴۔ محرم الحرام ۷۱۸ھ میں قصر عارفاں میں ہوئی۔ جو شہر بخارہ سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ آپ کے اندر لڑکپن ہی سے ولایت کے آثار موجود تھے۔ آپ کو آداب طریقت کی تعلیم بظاہر حضرت خواجہ امیر کلال سے ہے مگر حقیقت میں آپ اویسی ہیں کیونکہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی۔ خواجگان نقشبندیہ کے سلسلہ میں خواجہ محمود الخیر کے وقت سے سید امیر کلال کے زمانے تک ذکر خفی اور ذکر علانیہ کے ساتھ جمع کیا کرتے تھے مگر خواجہ نقشبند ذکر خفی کرتے تھے اور ذکر بالجہر سے پرہیز کرتے تھے۔ جب حضرت امیر کلال کے احباب ذکر بالجہر کرتے تو خواجہ نقشبند اٹھ جایا کرتے تھے یعنی پیر بھائیوں کی محفل سے نکل جاتے تھے۔ آپ کے پیر بھائیوں کو یہ امر ناگوار گزرتا۔ ایک دن مریدین حضرت امیر کلال نے خلوت میں خواجہ نقشبند کی شکایت کی لیکن حضرت امیر کلال خاموش رہے مگر بعد ازاں ایک دن آپ (امیر کلال) کے تمام احباب موجود تھے جن کی تعداد پانچ سو تھی اور یہ سب سوفار (مقام کا نام) میں مسجد و جماعت خانہ و دیگر مکانات کی تعمیر کے لئے جمع تھے۔ ہر ایک اپنے کام میں مصروف تھا۔ جب سٹی کا کام تمام ہوا تو آپ نے اس مجمع میں شکایت کرنے والوں سے فرمایا:

"تم میرے فرزند بہاؤ الدین کے حق میں بدگمانی کرتے ہو اور بے علمی کی بناء پر اس کے بعض احوال کو قصور پر محمول کرتے ہو۔ تم نے اس کو نہیں پہچانا۔ حق تعالیٰ کی نظر خاص ہمیشہ اس کے شامل حال ہے اور بندگان حق تعالیٰ کی نظر کے تابع ہے۔"

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا:

"اے فرزند بہاؤ الدین حضرت خواجہ بابا محمد سماسی نے جو تمہارے حق میں وصیت کی تھی میں اسے بجا لایا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ جس طرح میں نے تمہاری تربیت کی' میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت بھی اسی طرح کرنا اور

دیکھو صفحہ ۲۰۳ چار صفحات کے بعد

Marfat.com

بزرگان سلسلہ نقشبندیہ

نوٹ: مندرجہ ذیل بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کے حالات کمپوزنگ میں چھوٹ گئے ہیں ان کو کتاب ھذا صفحہ نمبر۲۰۲ پر تصور کیا جائے۔

قطب زماں حضرت شیخ عثمان انصاری رحمتہ اللہ علیہ

قطب الاقطاب شیخ زماں حضرت شیخ عثمان انصاری بن شیخ اللہ داد صدرالدین خیل" دانشمند اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور بزرگ تھے۔ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ آپ نے شیخ الاعظم پیرولی (جو شیخ درویش" کے چچا اور مرشد تھے) رحمتہ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا۔

شاہ جہاں بادشاہ آپ کا بہت احترام کرتا تھا۔ آپ نے ایک مکتوب کے ذریعہ سے شاہ جہان کو شریعت اور حکمرانی کے آداب واسلوب سے آگاہ کیا تھا۔ شاہ جہان کے وزیر باقی خاں' شیخ جوھر بن میر محمد مدوخیل' شیخ جلال' پیر شیخو' پیر طاہر اور شیخ رحیم داد دانشمند ابن حضرت شیخ درویش کے علاوہ سینکڑوں اولیائے کرام نے آپ سے فیضان حاصل کیا۔ ھزارہا انسان آپ کے معتقد تھے۔ چہل مکتوبات کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔

شاہ جہان بادشاہ برہنہ پاؤں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ آپ نے ۴ شعبان المعظم ۱۰۴۰ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار شریف بستی محلہ راستہ کے جانب جنوب بیرونی کوٹ پشکہ ایک قدیم بہت بڑے برگد کے سایہ میں حضرت میاں علی شیر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے قریب واقع تھا۔

سلسلہ نسب: عثمان بن صدر الدین اللہ داد بن شیخ احمد بن شیخ سراجدین بن مولانا ابراہیم دانشمند انصاری رحمھم اللہ

سال تاریخ وفاتش جستم از دانائے راز
گفت عثمان کان درود جود وجود بود

Marfat.com

میاں عبدالقادر نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے برادر حقیقی کے بیٹے کا نام میاں عبداللہ" تھا۔ ان کے صاحبزادے میاں عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ میاں عبداللہ صاحب کی بیوی حضرت عثمان انصاری کی بیٹی تھیں گویا میاں عبدالقادر' حضرت شیخ عثمان کے نواسے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد مسند خلافت پر بیٹھے۔ میاں عبدالقادر کی تعلیم و تربیت حضرت شیخ عبدالوہاب نے کی تھی جو حضرت شیخ عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور بلدہ اودھ کے شرفاء میں سے تھے۔ حضرت فتح محمد صاحب جن کا مزار سیالکوٹ شہر کے باہر ہے حضرت عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت میاں عبدالقادر نے مسند خلافت پر بیٹھ کر اشاعت دین فرمائی اور ۱۰۴۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر حضرت عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہی ہے۔[1]

حضرت شیخ جوھر رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ جوھر بن میر محمد مدوخیل' حضرت شیخ یوسف بن مولانا ابراہیم دانشمند رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے اور حضرت شیخ عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ نقشبندیہ میں مرید تھے۔ آپ نے ایک رسالہ لکھا جس میں بستی محلہ رستہ اخوند کے دانشمندی بزرگوں اور عزیزوں کے حالات درج تھے۔ انہوں نے دینی مسائل پر بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام جواھر الفقہ تھا۔ آپ کی تاریخ وفات ۱۰۸۳ھ ہے۔ مزار مبارک شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کے احاطہ میں ہے۔ (قبرستان شیخ احمد غوث بیرون دروازہ ملکاں و کوٹ بلند خاں برلب سڑک)

---

[1] کوٹ پشکہ سے باہر جو سڑک کچہری اور کمپنی باغ کی طرف جاتی ہے وہیں چوک میں لب سڑک آپ کا مزار واقع ہے۔ اس جگہ کو بعد میں گنج شہیداں کا نام دیا گیا۔ اس جگہ ان تمام شہداء کو دفن کیا گیا تھا جنہوں نے کرتارپور کے گورو وڈبز سنگھ کی جنگ میں جام شہادت نوش کیا تھا۔ اس جگہ زینت پنجاب خلیفہ یعقوب خاں پہلوان دانشمندی جو میاں شیر علی رحمتہ اللہ علیہ کی دختری اولاد سے تھے اور جناب محمد ایوب خاں مصنف تذکرہ افاغنہ جالندھر کے والد محترم تھے بھی میاں عبدالقادر کے قدموں میں مدفون ہیں۔ اس جگہ پہلوانوں کا اکھاڑہ تھا جس میں پنجاب کے مشہور پہلوان اور خلیفہ یعقوب خاں کے شاگرد حسینے خاں اپنے شاگردوں کو فن پہلوانی سکھاتے تھے۔
(تذکرہ افاغنہ جالندھر)

Marfat.com

سرتاج العارفین حضرت شیخ عبدالنبی شامیؒ قدس سرہ العزیز

مولانا شیخ عبدالنبی شامی رحمتہ اللہ علیہ ۱۰۲۸ھ میں شام چوراسی میں پیدا ہوئے۔ شام چوراسی ضلع جالندھر میں ہے۔ اسی نسبت سے آپ شامی کہلاتے تھے۔ آپ نومسلم تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں مرید و صاحب مجاز تھے۔ آپ نے بہت تحریری کام کیا۔ کچھ رسائل و مکتوبات ان کی اولاد کے پاس ہیں۔ آپ خواجہ سید علیم اللہ چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ مولانا جان محمد صاحب خاں برکی انصاری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے بھی کسب فیض کیا۔ جید عالم اور صوفی تھے۔ ۱۱۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔

(از فیضان چوہدری غلام محمد نذر صابری جالندھر اٹک)

حضرت مولوی جان محمد خاں برکی انصاری رحمتہ اللہ علیہ

آپ سلسلہ نقشبندیہ کی معروف اور ممتاز ہستی ہیں جن کا شمار اٹھارھویں صدی عیسوی کے صوفیائے کرام کی صف اول میں ہوتا ہے۔ آپ بستی محلہ رستہ جالندھر کے رہنے والے تھے۔ حضرت موصوف نے ابتدائی تعلیم کے مراحل اپنے گھر کے اسلامی ماحول اور خاندانوں کے بزرگوں سے طے کئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ نے تصوف کے رموز و اسرار دہلی میں بزرگان نقشبند کے چشمہ فیض سے حاصل کئے۔ پھر سرتاج العارفین حضرت عبدالنبی شامی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اکتساب فیض کیا۔ اور حضرت مولانا نجم الدین خلف مولانا بدرالدین اخوند سلطانپوری" کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر آپ نے اوج کمال حاصل کیا۔ آپ نے تمام زندگی جہاد بالسیف اور جہاد بالقلم میں بسر کی۔ شریعت اسلامیہ کے خلاف کسی بھی تصوف یا صوفی کی ہرزہ سرائی کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اسی سلسلہ میں قطب الدارین حضرت علیم اللہ چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰۱ء) کی مجلس سماع کو بھی خلاف شریعت قرار دیتے ہوئے فتویٰ صادر کر دیا تھا۔

سکھوں کے خلاف متعدد جنگوں میں عملاً حصہ لیا۔ آپ کا جاری کردہ اسلامی تعلیمات کا درس اور آپ کی تعمیر کردہ مسجد (مسجد حوض والی واقعہ محلہ رستہ) میں قیام پاکستان تک جاری رہا۔ آپ کے خود نوشتہ مکتوبات ' ملفوظات ' مخطوطات و دیگر سینکڑوں رسائل تقسیم ملک پر ضائع ہوگئے۔ آپ حضرت علیم اللہ چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں ہوئے ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیخ حسین غازی رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت مولوی جان محمد انصاری کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ اپنے دور کے مستند عالم دین اور فقیر تھے۔ آپ نے اپنے والد کے مشن کو مزید آگے پھیلایا۔ دور دراز علاقوں میں علم دین کی روشنی پھیلائی۔ سکھوں کے خلاف جنگ میں آپ نے قوت ایمانی اور غیرت اسلامی کا ثبوت دیا۔ اسی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ غازی لکھا جاتا ہے۔ آپ اپنے دور میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔ دروازہ شیخ پیر سے متصل جس مسجد کا ذکر سابقہ اوراق میں کیا جاچکا ہے وہ مسجد آپ کے نام سے موسوم تھی۔ آپ کا مزار اسی محلہ کے جزوی حصے میں محلہ کمہاراں کے وسط میں واقع تھا۔ اس جگہ اس خاندان کے اور بزرگ بھی مدفون ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین خاں عرف شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ

آپ شیخ حسین غازی رحمتہ اللہ علیہ کی تیسری یا چوتھی پشت میں تھے۔ آپ کے والد کا نام قائم الدین خاں تھا۔ آپ کو شاہ جی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اپنے دور کے جید عالم اور نامور طبیب تھے۔ مولانا گرامی' حکیم امداد خاں بستی نو' حکیم غلام جیلانی' سید عبدالرسول' سید دوست محمد شاہ' حکیم مبارک علی شاہ (شاہی طبیب کپور تھلہ) آپ کے مشہور شاگرد تھے۔ جب تک آپ زندہ رہے ہدایت و ارشاد کا سلسلہ جاری رہا۔ سینکڑوں طالبان حق اس درس میں شامل ہو کر فیضیاب ہوتے رہے اس درس کا سلسلہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے شاگردوں نے جاری رکھا۔ آپ کی اولاد نرینہ کا سلسلہ دو پشتوں کے بعد فتح محمد پر جا کر ختم ہو گیا۔ فتح محمد صاحب کی جائیداد کا جھگڑا قیام پاکستان تک جاری رہا۔ شیخ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد کے ساتھ ہی دفن ہوئے۔

سلسلہ نسب: فتح محمد مذکور کی ایک لڑکی تھی نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کے باپ کا نام سندھی خاں تھا۔ وہ شیخ نظام الدین خاں شاہ جی کے بیٹے تھے۔ یہ قیام الدین خاں کے بیٹے تھے۔ (قیام الدین کے دو اور بھائی شرف الدین خاں اور بدرالدین تھے جن کا شجرہ افاغنہ جالندھر میں صفحہ ۱۷۳ پر لکھا ہے) قیام الدین خاں' فتح دین خاں کے بیٹے تھے اور وہ حاجی شیخ حسین غازی کے بیٹے اور وہ مولوی جان محمد خاں رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۲۰۲ پر دیکھیں)

Marfat.com

کوتاہی نہ کرنا۔ سو میں نے ایسا ہی کیا اور اپنے سینے مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے یہ پستان تمہارے واسطے خشک کیے اور تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے نکل آیا مگر تمہاری ہمت کا مرغ بلند پرواز واقع ہوا ہے۔"

وفات | خواجہ علاؤ الدین عطار کا بیان ہے کہ خواجہ نقشبند کے انتقال کے وقت ہم سورۃ یسین پڑھ رہے تھے۔ جب آدھی سورۃ ختم ہوئی تو انوار ظاہر ہونے لگے ہم کلمہ طیبہ پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ آپ کی روح پرواز کر گئی۔ دوشنبہ کی رات ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ تھا۔ مزار شریف قصر عارفاں نزد بخارہ ہے۔ آپ کا سلسلہ طریقت یوں ہے:

۱- حضرت خواجہ نقشبند بہاؤ الدین ؒ
۲- حضرت سید امیر کلال ؒ
۳- حضرت خواجہ محمد بابا سماسی ؒ
۴- خواجہ عزیزان علی رامتینی ؒ
۵- خواجہ محمود الخیر فغنوی ؒ
۶- خواجہ محمد عارف ریوگری ؒ
۷- خواجہ عبدالخالق غجدوانی ؒ
۸- خواجہ یوسف ہمدانی ؒ
۹- خواجہ ابو علی فارمدی ؒ
۱۰- خواجہ ابوالقاسم گرگانی ؒ
۱۱- خواجہ ابو عثمان مغربی ؒ
۱۲- خواجہ شیخ ابو علی کاتب ؒ
۱۳- شیخ ابو علی رودباری ؒ
۱۴- حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی ؒ
۱۵- حضرت خواجہ سری سقطی ؒ
۱۶- حضرت خواجہ معروف کرخی ؒ
۱۷- حضرت امام موسیٰ رضا ؒ

Marfat.com

۱۸- حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

۱۹- حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

۲۰- حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

۲۱- حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

۲۲- امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

۲۳- امام المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

سلسلہ نقشبندیہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے یوں بھی ملتی ہوتا ہے۔

خواجہ ابو علی فارمدی مرید حضرت شیخ ابوالحسن گرکانی" مرید شیخ ابوالحسن خرقانی" خواجہ بایزید بسطامی" مرید حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ مرید حضرت امام قاسم بن حضرت محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم مرید حضرت سلمان فارسی رحمتہ اللہ علیہ مرید حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مرید حضرت سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نوٹ) پہلے سلسلہ سے اتصال کرنے میں بہت زیادہ فیضان ہے اور تیسرا سلسلہ یہ بھی ہے کہ حضرت بایزید بسطامی مرید امام جعفر صادق وہ حضرت امام باقر سے وہ حضرت امام زین العابدین سے وہ سیدنا امام حسین ؓ سے وہ امیر المومنین حضرت علی ؓ سے وہ سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے۔

اول و آخر سلسلہ کا اتصال کرنے میں زیادہ فیضان ہے لیکن حضرات نقشبندیہ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے متصل کرتے ہیں۔

ہندوپاک میں سلسلہ نقشبندیہ کا فیضان

پاک وہند میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی تھا۔ جو صاحب و جد وحال اور ارباب فضل و صفا سے تھے۔ آپ کابل میں سکونت رکھتے تھے۔ یہیں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ ۹۷۱ یا ۹۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے بزرگی و ہمت اور تجرید و تفرید کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ ابتدائی علوم آپ نے مولانا محمد صادق حلوائی رحمتہ اللہ علیہ حاصل کئے۔ بہت ملکوں کی سیاحت کی۔ اہل اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ آخر مولانا

Marfat.com

خواجگی امکنگی رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ بیعت سے قبل خواجہ امکنگی نے فرمایا:

"اے فرزند چشم ما برراہ شماست" تکمیل روحانیت کے بعد پاکستان کے مشہور شہر لاہور میں تشریف لائے۔ یہاں کے علماء و حکماء سے ملاقاتیں کیں پھر دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی ولایت کا شہرہ ہوا۔

حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ حج کی غرض سے دہلی سے گزرے تو خواجہ باقی باللہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے حج کا ارادہ ترک کر کے آپ کی صحبت اختیار کی۔ حضرت شیخ احمد شب جمعہ ۱۴۔ شوال ۹۷۱ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالواحد سلسلہ چشتیہ' صابریہ میں قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ سے صاحب مجاز تھے۔ شیخ احمد سرہندی اول اپنے والد سے سلسلہ چشتیہ' صابریہ اور قادریہ میں تربیت پاکر صاحب مجاز ہو چکے تھے۔ لیکن قدرت کو یہ منظور تھا کہ پاک و ہند میں سلسلہ نقشبندیہ کا آپ سے فیضان عام ہو چنانچہ مجدد صاحب حضرت باقی باللہ سے بیعت ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں صاحب مجاز ہوئے۔ آپ نے سرہند میں بیٹھ کر اشاعت اسلام کا بیڑہ اٹھایا۔ بادشاہوں' صوفیوں اور علماء میں جو بات بھی شریعت کے ذرا خلاف دیکھی اسے تحریری طور پر متنبہ کیا۔ ساری زندگی بدعات کے خلاف جہاد میں گزری۔

حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی وفات چالیس سال کی عمر میں ۲۵۔ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ میں ہوئی۔ گویا آپ کی آمد کا مقصد پاک و ہند میں فقط سلسلہ نقشبندیہ کی خلافت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کو سپرد کرنا تھی۔ مجدد صاحب نے آپ کی وفات کے بعد ۲۲ سال تک دین میں جو بدعات پیدا ہو گئی تھیں۔ ان کی اصلاح فرمائی اور ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اس قبہ منورہ میں جو خود آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق کے لئے تعمیر کیا تھا۔ دفن کئے گئے۔ خواجہ محمد صادق کا انتقال ۱۰۲۵ھ میں ہوا۔

Marfat.com

جالندھر میں فیضان سلسلہ نقشبندیہ

جالندھر میں سلسلہ نقشبندیہ کا فیضان جو حقیقتہ سلسلہ چشتیہ' صابریہ' قادریہ کا فیضان ہے کیونکہ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ اول اپنے والد گرامی شیخ عبدالواحد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ' صابریہ' قادریہ میں صاحب مجاز تھے۔ والد گرامی کی وفات کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں صاحب مجاز ہوئے۔ بہرحال کوئی بھی سلسلہ ہو سب کا مقصد وحید اسلام کی اشاعت ہے۔ یہ سلاسل تو روحانی یونیورسٹیوں کے نام ہیں۔ جالندھر میں شیخ عثمان انصاری رحمتہ اللہ علیہ' شیخ جوہر حاجی حافظ محمود اور مولانا عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا فیضان جاری ہوا۔

حضرت حاجی حافظ محمود نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قبلہ حاجی محمود رحمتہ اللہ علیہ ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے تھے۔ ان کی عمر تقریباً ۲۰ سال کی تھی کہ آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی حاجی حامد اور ہمشیرہ اپنے والد صاحب کے ہمراہ ڈیرہ غازی خاں سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ اتفاقاً آپ کے والد آپ سے راستہ میں بچھڑ گئے۔ وہ بذریعہ جہاز تشریف لے گئے اور یہ دونوں بھائی اور ہمشیرہ مسقط کی طرف سے پیدل مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک دن شام کے وقت کسی عرب گاؤں کی مسجد میں نماز ادا کی۔ حاجی صاحب نے نماز کے لئے کلمہ طیبہ اور درود شریف کا بلند آواز سے ذکر کیا۔ نجدی لوگ ناراض ہو گئے اور ان پر حملہ آور ہوئے۔ حاجی صاحب اور ان کے بھائی بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے لیکن گاؤں کے نمبردار نے صلح کرا دی۔ آپ مکہ شریف پہنچے وہاں طواف کے دوران والد صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد واپس بمبئی آئے (ان دنوں حج کے لئے جہاز بمبئی سے چلتے تھے۔) تو آپ کے والد گرامی اور بہن کا انتقال ہو گیا۔ دونوں بھائیوں کو کوئی ٹھگ جھانسہ دے کر جالندھر لے آیا۔ حقیقتاً وہ ٹھگ نہ تھا۔ تقدیر کا فرستادہ تھا۔ ان دنوں مولوی محمد شریف صاحب نقشبندی (متوفی ۱۲۶۰ھ) ہوشیارپور سے تشریف لایا کرتے تھے۔ حاجی صاحب ان کی محفل میں آنے جانے لگے۔ فرماتے ہیں ایک دن مولوی صاحب نے ہمیں اللہ کے نام کا ورد کرنا بتایا۔ وہ ہم پر اثر انداز ہو گیا۔ مولوی صاحب نے حاجی صاحب سے پوچھا کہ تم نے پہلے

Marfat.com

کسی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ڈیرہ غازی خاں میں ایک بزرگ کے مرید ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ درست ہے لیکن آج سے تم ہمارے مرید ہو۔

مولوی صاحب جب جالندھر تشریف لاتے تو حاجی محمود صاحب پر بڑی عنایت فرماتے۔ ایک دن مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم بھی لوگوں کو اللہ کا نام بتایا کرو۔

ایک دن مولانا محمد شریف جالندھر تشریف لائے اور پیرزادوں سے فرمایا کہ تم ہم سے اللہ تعالیٰ کا نام ورد کرنا سیکھ لو۔ انہوں نے کہا۔ واہ! پٹھان ہمیں اللہ کا نام سکھاتا ہے ہم خود پیرزادے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ "پیر نہیں بنتا فقط اللہ کا نام سکھاتا ہوں۔"

انہوں نے کہا ہمیں اللہ کا نام آتا ہے' فرمایا۔ "اچھا بھئی نہ سیکھو لیکن حاجی مسکین محمود ہمارا طالب ہے وہ جالندھر میں رہے گا اور لوگوں کو اللہ کا نام سکھائے گا۔"

حاجی صاحب جالندھر میں لوگوں کو اللہ اللہ سکھانے لگے۔ مولوی حضرات بستیوں کے پٹھان اور پیرزادے آپ کے خلاف ہو گئے۔ ایک دن سب مجتمع ہو کر حملہ آور ہوئے۔ جالندھر کے صوبیدار کو یہ خبر پہنچی تو بھاگے آئے اور لوگوں کو سمجھایا کہ ایک فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو گویا آپ کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائیں لیکن آپ کا فیضان جالندھر کے نواح اور دوسرے شہروں میں پہنچا۔ آپ کے خلفاء خواجہ قادر بخش جہانخیلی' حاجی مظفر علی خاں مراد آبادی' مولوی محمد جمال فیروز پوری' مولوی رحیم بخش سیالکوٹی' حافظ انور علی رہتکی فقیر شہاب الدین لاہوری' خواجہ عبدالخالق جہان خیلی نے آپ سے فیضان حاصل کر کے دوسرے شہروں میں پھیلایا بلکہ خلیفہ شیر محمد ملک پٹھا اور خلیفہ دوست محمد یار قند کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے گئے۔

کشف و تصرف جن دنوں لوگ آپ کو زیادہ تنگ کرتے تھے ایک دن خواب میں حاجی صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی حاجی حامد صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ روضہ منورہ کا پردہ لٹک رہا تھا۔ پردہ آپ نے اور آپ کے بھائی نے سر پر لے کر استغاثہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ لوگ ہم کو بہت تنگ کرتے ہیں ہم مسکین غریب الوطن ان کے ہاتھوں تنگ ہیں۔ روضہ اقدس سے آواز آئی۔ یَا شیخ لَا تَخَف" پھر ان کی آنکھ کھلی تو خوش ہوئے۔ ان کا غم جاتا رہا۔"

ان ہی ایام میں حضرت امام صاحب کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ خود فرماتے ہیں:

Marfat.com

"ہمیں حضرت امام ناصرالدین ابو یوسف چشتی کی زیارت ہوئی۔ جن کا مزار مبارک جالندھر میں ہے۔ یہ باطن میں دوآبہ جالندھر کے حاکم ہیں اور بڑے ولی اللہ ہیں۔ یہ قبر سے باہر بھی ملتے ہیں اور اندر بھی ملتے ہیں۔ ہمیں امام ممدوح ملے اور فرمایا کہ تیری کمان اب چڑھی ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ خوب کمان چڑھی ہے لوگ تکلیف دیتے ہیں۔ آپ نے ہماری تسلی فرمائی پھر بڑا فیض لوگوں میں جاری ہوا اور نور کی روشنیاں شہر کے نواح میں پھیلیں۔"

بشارت ۸ ربیع الاخر ۱۳۰۳ کو غیب سے آواز آئی کہ جب تیرے دو سو مزید طالب ہو جائیں گے تو تمہارا انتقال ہو جائے گا۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے خیال کیا' کیا خبر کتنے طالب ہو چکے ہیں اور معلوم نہیں ایسا طالب کون ہو گا جو آخری ہو گا۔

مولانا کمال الدین فیروز پوری کا مرید ہونا مفتی عبدالمجید لدھیانوی' خلیفہ حاجی انور شاہ رہتکی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ مولانا کمال الدین فیروز پوری جو کہ شمس العلماء مولانا ولی محمد جالندھری کے ہم درس تھے' مرشد کی تلاش میں جگہ جگہ پھرتے رہے لیکن تسلی نہ ہوئی۔ آخر انبالہ میں سائیں توکل شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مدعا بیان کیا۔ سائیں جی نے فرمایا کہ تم عالم ہو میں ان پڑھ ہوں تم جالندھر میں جا کر حاجی محمود صاحب سے بیعت کر لو۔ مولوی کمال الدین جالندھر پہنچے اور شمس العلماء سے تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "حاجی صاحب بزرگ ہیں۔ صاحب کمال ہیں۔ بیعت بھی کرتے ہیں لیکن ظاہری علوم سے واقفیت نہیں عالم کو چاہئے کہ اہل علم و فضل کی بیعت کرے۔" مولوی کمال الدین نے سائیں صاحب کے حوالہ سے کہا کہ میں تو ضرور وہاں حاضر ہوں گا۔" حاجی صاحب اس وقت جبکہ مولوی صاحب پہنچے۔ نماز ظہر ادا کر رہے تھے لیکن نماز مستحب وغیرہ سے محروم تھی۔ مولوی صاحب نے دل میں خیال کیا۔ جن کی نماز ایسی ہے بھلا ان کے پاس کیا ہو گا۔ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا۔ "مولوی صاحب! میری عمر سو سال سے متجاوز ہے۔ اس عمر میں مسجد میں آکر نماز ادا کر لیتا ہی غنیمت ہے۔" پھر مولوی صاحب سے پوچھا آپ نے کون کون سے علوم حاصل کیے ہیں۔ مولوی صاحب نے کئی علوم کے نام بتائے۔ مولوی صاحب سے حاجی صاحب نے فرمایا۔ "تم تو بڑے مولوی ہو چلو ہمیں ثناء ہی سنا دو۔" مولوی صاحب کی زبان سے سبحان اللہ ہی نکلا آگے سب بھول گئے۔ حاجی صاحب نے فرمایا۔ "تم تو بڑے علوم کے نام لیتے تھے۔ ثناء کیوں نہیں سناتے اچھا الحمد سناؤ۔" مولوی صاحب کی زبان سے فقط الحمد ہی

Marfat.com

نکلا۔ حاجی صاحب نے فرمایا۔ "کیا اس علم سے فقیر کی شناخت کرو گے جو بھول جاتا ہے۔ دنیا میں بہت فقیر اللہ والے ہیں۔ اگر اللہ والے نہ ہوں تو قیامت برپا ہو جائے۔ اس فقرہ کو کئی بار دھرایا" آخر حاجی صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میرے وظیفہ کا وقت ہے۔ مولوی صاحب نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے اور چیخ ماری۔ حضرت کو رحم آگیا کہ تم نے فقیر کے قدم پکڑ لئے ہیں۔ فقیر کسی کو محروم نہیں کرتے ہیں۔ کل تمہیں داخل سلسلہ کر لیا جائے گا چنانچہ دوسرے روز بیعت کر لیا۔ چند دن کے بعد رخصت کیا اور فرمایا۔ "مولوی صاحب! ہماری داڑھی کی لاج رکھنا۔" مولوی صاحب اپنے شہر فیروز پور چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد انہیں انقباض کی شکایت ہوئی اور حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ نے درود شریف چشتیہ (ہزارہ) کی کثرت کا حکم دیا۔ جس سے حالت بحال ہو گئی۔

وفات | وفات سے دو تین دن قبل دکھتی داڑھ نکلوائی۔ داڑھ کو دیکھتے ہی آپ پر فالج گرا اور بے ہوش ہو گئے۔ حضرت سائیں توکل شاہ کو آپ کی بیماری کی اطلاع دی گئی وہ تشریف لائے۔ ۸۔ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ھ کو انتقال فرمایا۔ اس خبر نے شہر میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ شہر اور بستیوں سے لوگ جوق در جوق آکر نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔ بستی شیخ کے قریب قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

سلسلہ طریقت | حاجی محمود صاحب مرید مولانا محمد شریف ہوشیار پوری مرید حضرت ابو سعید بن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر بن حضرت محمد عیسیٰ بن حضرت سیف الدین بن حضرت خواجہ معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ) متوفی یکم شوال ۱۲۵۰ھ مرید شاہ غلام علی بٹالوی متوفی ۲۲۔ صفر ۱۲۴۰ھ مرید حضرت مرزا جان جاناں دہلوی شہادت ۷۔ محرم ۱۱۹۵ھ مرید حضرت سید نور محمد بدایونی متوفی ۱۱ ذیعقد ۱۱۳۵ مرید خواجہ سیف الدین مجددی سرہندی متوفی ۱۹۔ جمادی الاول ۱۰۹۵ھ مرید حضرت خواجہ محمد معصوم ابن مجدد صاحب متوفی ۹۔ ربیع الثانی ۱۱۲۱ھ مرید حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین

Marfat.com

حضرت غلام جیلانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بستی دانشمند میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولوی احمد علی صاحب جو حاجی محمود صاحب کے خلیفہ تھے' بیعت کی لیکن صحبت حضرت حاجی محمود صاحب سے رکھی۔ بڑے صاحب کمال تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے فیضان حاصل کیا۔ آخر نوے سال کی عمر میں یکم جمادی الاخر ۱۳۳۲ میں انتقال فرمایا۔ بستی دانشمند میں دفن ہوئے۔ مولانا مفتی عبدالحمید صاحب لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ کو ارادت و اجازت حضرت غلام جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل تھی۔

مولوی عبداللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع شہرو جالندھر چھاؤنی میں قیام پذیر تھے۔ مولانا نور محمد جالندھری کے تلمیذ تھے۔ مولانا نور احمد جالندھری کا ایک شعر ہے۔

بس کر ہن توں محمدا نہ کر ایڈھے جیڑے
فتوے والے ذہن لگے جھگڑے کون نبیڑے

مولوی عبداللہ صاحب ایک دن سیر کرتے ہوئے خواجہ قادر بخش[ل] کی محفل کی طرف جانکلے۔ خواجہ قادر بخش اور ان کے دوستوں پر سکر کی حالت طاری تھی۔ آپ نے سلام کیا۔ ادھر سے جواب نہ آیا۔ مولوی صاحب کے دل میں خطرہ گزرا۔ حلقہ ہوش میں آیا۔ خواجہ قادر بخش نے مولوی صاحب پر نظر کی وہ چلانے لگے۔ تن کے کپڑے پھاڑ دیئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ "بارہ سال نہ بولیو۔" آپ بارہ سال مجذوب رہے۔ اسی حالت میں سلوک کی منزلیں طے کیں۔ بارہ سال کے بعد ہوش آیا۔ بیعت کی اور صاحب مجاز ہوئے۔ موضع شہرو جالندھر چھاؤنی میں دفن ہوئے۔

ل خواجہ قادر بخش رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۸ء) بن دیدار بخش بن شیر محمد خاں بن غلام محمد خاں بن مریز خاں بن موکل خاں بن مصری خاں۔ جالندھر میں حاضر ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں حاجی محمود صاحب سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بستی جانخیاں ضلع ہوشیارپور میں مزار تھا۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از علامہ توکلی)

Marfat.com

مولوی پیر محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

موضع بنگہ میں پڑھاتے تھے۔ کوٹ سے ان کا گاؤں چوبیس میل تھا۔ ان کا معمول تھا نماز مغرب کوٹ میں آکر ادا کرتے تھے اور نماز فجر بنگہ میں جا کر پڑھتے۔ خواجہ قادر بخش کے مرید صادق تھے۔ انہیں راستے میں ایک دفعہ چیتا ملا۔ یہ ڈرے لیکن دوسری ہی نظر میں دیکھا کہ خواجہ قادر بخش نے چیتے کو کان سے پکڑ رکھا ہے اور فرما رہے ہیں پیر محمد جلدی نکل جا۔ مولوی صاحب نے اپنے مرشد کی بہت سی کرامات ظاہر کی ہیں۔

حضرت ابو شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت حاجی محمود جالندھری کے مرید تھے۔ آپ کا شمار صاحب کمال اور تصرف بزرگوں میں ہوتا تھا۔ آپ کپور تھلہ میں خیاطی (درزی) کا کام کرتے تھے۔ کپور تھلہ میں خلق آپ کے فیوض سے بہرہ مند ہوتی تھی۔ ایک زمیندار اپنے نوجوان بیمار بیٹے کو لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا۔ علاج بہت کرایا گیا تھا لیکن افاقہ نہیں ہوتا تھا۔ سائیں ابو نے لڑکے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا۔ "اسے چھوڑ دو۔" یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ پھر ایک کترن (کپڑے کا ٹکڑا) لے کر قینچی سے اسے کاٹ دیا۔ لڑکا اسی وقت بول اٹھا اور کہنے لگا۔ "وہ اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔" دوکان میں بیٹھے ہوئے سب لوگ حیران تھے کہ کیا ماجرا ہے؟ لڑکے نے بتایا کہ ایک جننی مجھ پر عاشق تھی اور مجھ سے ہم صحبت ہوتی تھی۔ میں یہ بات کسی سے کہہ نہ سکتا تھا کیونکہ وہ مجھے مار دینے کی دھمکیاں دیتی تھی۔ اب وہ بھاگ گئی ہے۔ (ذکر پاکاں از طفیل ناصری صفحہ ۱۷)

میاں نبی بخش۔ میاں حسین بخش رحمۃ اللہ علیہ

میاں نبی بخش اور ان کے صاحبزادے میاں حسین بخش دونوں حاجی محمود صاحب جالندھری کے مرید تھے۔ ان کا ذریعہ معاش کندھلہ تھا (سونے کی تار بنانے والے) بے شمار خلق خدا ان سے فیضیاب ہوئی۔ لوگوں کو اللہ اللہ کرنا بتاتے تھے۔ مرید نہیں کرتے تھے۔ میاں نبی بخش صاحب عالم ضعیفی میں حضرت امام صاحب کی مسجد میں آکر نماز ادا کرتے تھے جبکہ ان کی عمر ۱۰۰ سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ میاں نبی بخش بڑے صاحب مرتبہ اور بابرکت

Marfat.com

شخصیت تھے۔ طالبان حق ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے۔

میاں حسین بخش ولد میاں نبی بخش بڑی بلند مرتبہ شخصیت تھے۔ صاحب تصرف اور صاحب کمال بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ توجہ ہی سے آسیب زدگی کو دور کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک سے سکر و مستی سے انوار نکلتے نظر آتے تھے۔ مسحور کن اور باوقار شخصیت تھے۔ میاں محمد طفیل ناصری کے والد مکرم میاں حسین بخش کے مرید تھے۔ میاں صاحب لکھتے ہیں کہ اگرچہ میں ان دنوں کم عمر تھا لیکن ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور ان کی ذات سے بے حد متاثر ہوں۔ ان کی شبیہ آج بھی میرے نہان خانہ دل میں روحانی ضیاپاشیوں کے ساتھ ثبت ہے اور جب بھی آپ کی یاد میں اپنے اندر جھانکتا ہوں عجب کیف و وجدان سے سرشار ہوتا ہوں۔ دونوں کے مزار قبرستان بستی شیخ میں تھے۔ (ذکر پاکاں)

خواجہ محمد عثمان بٹ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد عثمان خواجہ قادر بخش جھانگیاں والوں سے فیضیافتہ تھے۔ بڑے صاحب تقویٰ اور عالی مرتبہ بزرگ تھے۔ ان کی نسبت بزرگوں کا گمان تھا کہ یہ قطب وقت ہیں۔ سلسلہ پیری مریدی شروع نہیں کیا مگر خلق خدا نے آپ سے بہت فیض حاصل کیا۔ ان کی خدمت میں ایسے ایسے باکمال بزرگ حاضر ہوتے تھے۔ جو ابدال اور رجال الغیب سے تعلق رکھتے تھے۔ بستی شیخ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ ان کے صاحبزادے بابو جلال الدین بٹ تقسیم ملک کے بعد اسلام آباد میں آکر آباد ہوئے۔ (ذکر پاکاں)

مولانا عبدالعزیز نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالعزیز نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ لدھیانہ میں پیدا ہوئے اور لدھیانہ ہی میں انتقال فرمایا۔ ان کا ذکر تذکرہ اولیائے جالندھر میں اس لئے کیا جارہا ہے کیونکہ ان کے اجداد جالندھر سے تعلق رکھتے تھے۔

شجرہ نسب

Marfat.com

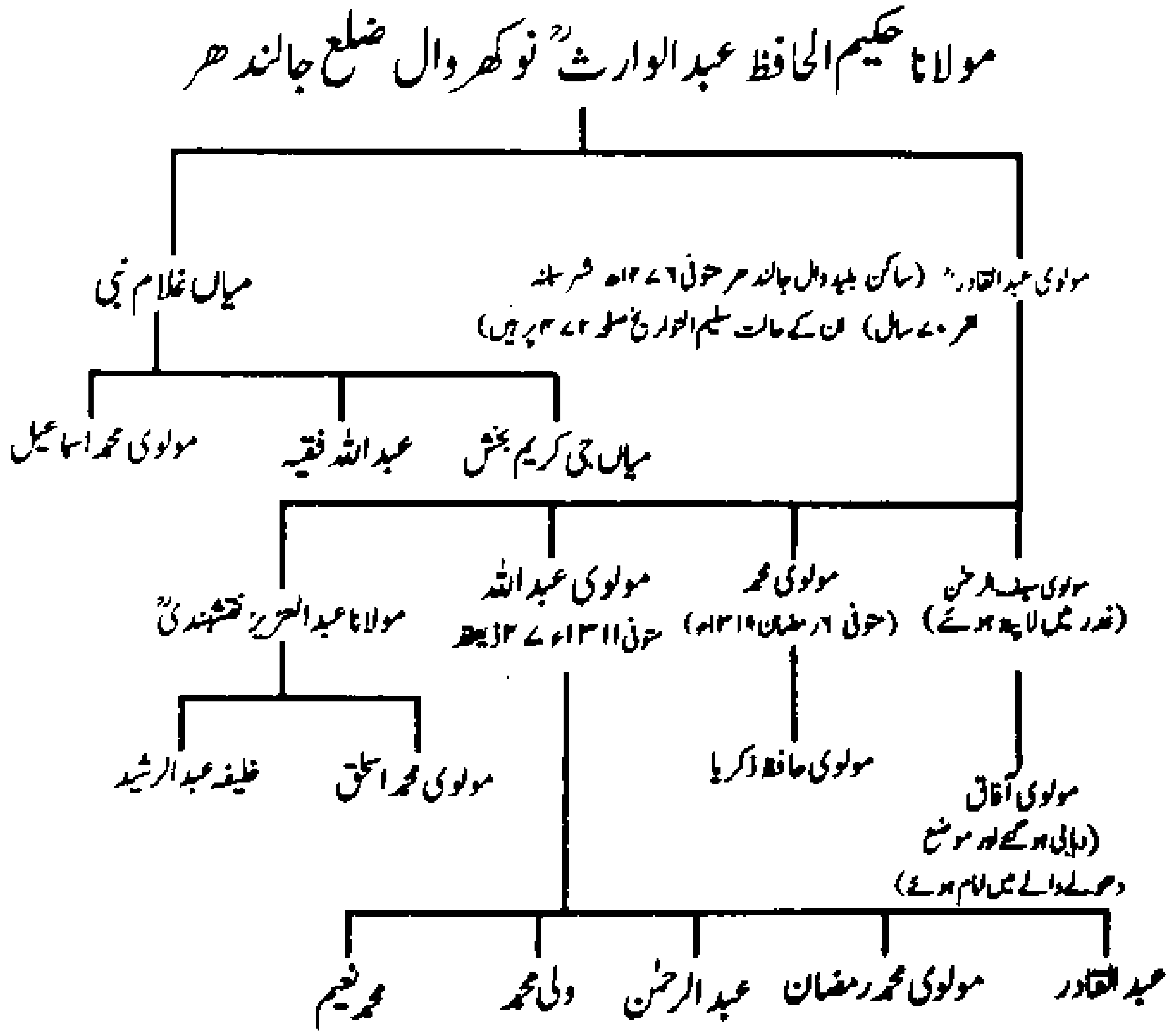

شجرہ پیران طریقت سلسلہ نقشبندیہ | مولانا عبدالعزیز مرید شیخ مولانا عبدالقادرؒ مرید حضرت محمد عبداللہ شاہؒ مرید شاہ عبداللہ دہلویؒ مرید شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مرید شاہ عبدالرحیم دہلویؒ۔ مرید سید عبداللہؒ مرید حضرت آدم بنوری مرید سید احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ و علیہم۔

مولانا عبدالعزیز صاحب معدن محاسن و اخلاق تھے اور آپ اس دیار میں علوم ظاہری و باطنی میں بہت مشہور تھے۔ اپنے زمانہ میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ واعظ' عابد اور فقیر و مدرس ہونے کے علاوہ خدا کا خوف رکھنے والے۔ فقط اللہ کے لئے اللہ کے دین کی اشاعت کرنے والے تھے۔ آپ تمام عمر لوجہ اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشغول رہے۔ آپ کے وعظ کا جزو غیر حنفیہ کی تردید ہوتا تھا۔ بڑے پکے سنی حنفی تھے۔ غیر فرقوں کے لوگ آپ کے سخت مخالف تھے۔ امیروں کی صحبت سے نفرت کیا

Marfat.com

کرتے تھے۔ بہت ضروری کام ہوتا تو شہر میں جاتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاوجہ بازار میں جانے سے منع فرمایا ہے۔

آپ کے مرید بے شمار تھے لیکن طمع کے لئے کسی کو مرید نہ کرتے تھے۔ جو مرید شریعت کا پابند ہوتا اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ مخالفین نے آپ کے خلاف بہت پراپیگنڈے کئے اور آپ کو تکالیف پہنچانے کے لئے بہت کوششیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ ہمیشہ محفوظ و مامون رہے۔

آپ کے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ جب آپ شہر لدھیانہ میں تشریف لائے تو آپ کسی درزی سے کپڑا لائے تا کہ اسے سی کر روزی کا سامان مہیا کیا جائے۔ جب کپڑا سی کر درزی کے پاس لے کر گئے تو درزی نے اس سلے ہوئے کپڑے میں نقص نکالا اور ادھیڑ ڈالا۔ اسی رات مولوی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ منہ پر نقاب ڈالے عطار نامہ کا یہ شعر پڑھ رہے ہیں ؎

بر توکل گر بود فیروزیت
حق دہد مانند مرغاں روزیت

(اگر تو اللہ پر بھروسہ کرے تو تجھے بلا فکر پرندوں کی طرح رزق پہنچتا رہے۔) اس کے بعد مولوی صاحب نے رزق کا معاملہ خدا کے سپرد کر کے لوگوں کے عقائد درست کرنے کے لئے وعظ کہنے شروع کر دیئے۔ اپنے لاثانی پر تاثیر وعظ سے فساد کے زمانے میں مسلمانوں کو راہ راست پر رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے غائب سے اس قدر رزق پہنچایا کہ کسی کے محتاج نہ رہے۔

طائف کی کمائی حرام ہے جب مولوی غلام رسول صاحب امرتسری اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے مسماۃ بچھی مسلمان طوائف کے مال زانیہ کو حلال قرار دینے کا فتویٰ دیا تو مولانا عبدالعزیز صاحب نے مخالفت کی اور انہیں کہا کہ اگر کوئی اس فتویٰ غلام رسول امرتسری کو صحیح ثابت کر دے تو میں اپنی جائیداد جو آٹھ ہزار روپیہ کی ہے۔ اسے دے دوں گا ورنہ خواجہ عبدالواحد و غلام محی الدین (جنہوں نے مولویان مذکوران سے فتویٰ کیا) اپنی اپنی کل جائیداد مساجد کی تعمیر میں خرچ کرنے کی منت مان لیں بشرطیکہ علمائے حرمین شریفین کو منصف مقرر کیا جائے۔ آپ کی آخری عمر تک مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

Marfat.com

اور مولوی غلام رسول صاحب امرتسری کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

مسلمان بے نمازی کا جنازہ یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ ریاست فرید کوٹ میں ایک مسلمان مرگیا۔ جس کی کچھ نمازیں اس کے ذمہ قضا تھیں۔ غیر مقلد مولوی حافظ محمد صاحب لکھو کے والوں نے فتویٰ دیا کہ چونکہ یہ شخص بے نماز تھا لہٰذا اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے چنانچہ ان کے فتویٰ کے مطابق بے چارے مسلمان کو بلانماز جنازہ ادا کئے دفن کر دیا گیا۔ فرید کوٹ میں ایک مدنی عرب آل رسول سے مقیم تھے۔ انہیں ایک مسلمان کو بلانماز جنازہ دفن کرنا بہت برا معلوم ہوا۔ انہوں نے علماء کرام سے فتویٰ لیا۔ علماء لدھیانہ نے فتویٰ دیا۔ "نماز جنازہ پڑھنا چاہیے مرنے والا نماز کا منکر نہ تھا۔" اس نے نمازیں قضا کی ہوئی تھیں۔" بالاخر ریاست فرید کوٹ میں علماء و غیر مقلدین سے مولوی محمد صاحب لکھو کے والے' مولوی قمرالدین صاحب' مولوی محی الدین صاحب مناظرہ کے لئے مقرر ہوئے۔ علمائے اہلسنّت سے مولانا عبدالعزیز صاحب نقشبندی' مولانا عبداللہ صاحب اور شمس الہند مولانا ولی محمد صاحب فاضل جالندھر اور دیگر علمائے اہلسنّت حاضر ہوئے۔ مہاراجہ صاحب آف فرید کوٹ خود منصف اور حاکم تھے۔ فریقین نے اپنے اپنے دلائل پیش کئے۔ مہاراجہ نے بغور دلائل سنے اور اہل سنت کے حق میں فیصلہ دیا۔ اور آئندہ کے لئے قانون نافذ کیا کہ کوئی عالم میری ریاست میں ایسی بے جابات نہ کرے جس سے فساد پیدا ہو ورنہ سزا کا مرتکب ہو گا۔ علمائے اہلسنّت کو خلعت دے کر رخصت کیا۔ اس مباحثہ میں راجہ صاحب کے تین ہزار روپیہ صرف ہوئے مگر آئندہ کے لئے ریاست میں امن ہو گیا۔

حصول علم اور بیعت آپ نے اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالقادر نقشبندی بن مولانا حکیم حافظ عبدالوارث جالندھری سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے اور سلسلہ نقشبندیہ میں انہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ارشاد نیک لوگوں کو حلال مال کی زیادتی حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی طرح نقصان نہیں پہنچاتی کیونکہ گھی وغیرہ مریضوں کے مزاج کے موافق نہیں آتا نہ کہ تندرستوں کے۔

وفات ۲۲- شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ مطابق ۴- دسمبر ۱۹۰۱ء جمعرات کی رات ۲ بجے انتقال فرمایا۔ کسی شاعر نے آپ کا مرثیہ کہا۔ چند شعر لکھے جاتے ہیں۔

Marfat.com

مولوی عبدالعزیز فخر دین
تھا منور شہر جن کے نام سے
وعظ فرماتے تھے جمعہ کو مدام
فہم سے ادراک سے الہام سے
سب کلام اللہ اپنی عمر میں
خوب تشریح کر سنایا عام سے
عالم و جاہل سبھی چھوٹے بڑے
بہرہ ور تھے ان کے فیض عام سے
آج رحلت کر گئے دنیا سے آہ
جا ملے وہ ثانی اسقام سے
چھوڑ کر ہم کو وہ ہائے کر گئے
نیم بسمل ہجر کے صمصام سے
سچ تو یہ ہے کہ عاجز اب ہو گیا
شہر خالی رونق اسلام سے

اولاد آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

۱- مولانا محمد اسحٰق رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد کے نقش قدم پر تھے۔ لوگوں کو وعظ کہا کرتے تھے۔

۲- حافظ عبدالرشید اپنے والد کے ہاتھوں پر بیعت تھے۔ عالم' حافظ اور صاحب مجاز تھے۔ اپنے والد کے نام پر شہرلدھیانہ میں مدرسہ اسلامیہ عزیزیہ جاری کیا۔

آپ کے خلفاء میں ایک صاحب تھے۔ جن کا تخلص عاجز تھا۔ انہوں نے گلشن عزیزیہ کے نام سے کتاب تحریر کی۔ مولانا عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اشعار میں خطبے لکھے۔ (سلیم التواریخ)

Marfat.com

مولانا مہر محمد بخش نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم' عابد' زاہد اور صالح بزرگ تھے۔ آپ نے عربی' فارسی کی تعلیم مولانا عبدالکریم صاحب سے حاصل کی جو ایک نیک مرد اور بزرگ عالم تفسیر و حدیث فقہ تھے۔ مولانا عبدالکریم حوض والی مسجد میں رہتے تھے۔ کٹر حنفی پابند شریعت تھے۔ ان میں لچک نہ تھی۔ اس وجہ سے بعض لوگ عدم علم کی بناء پر انہیں وہابی کہتے تھے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ شمس الہند مولانا ولی محمد صاحب کے بعد علم فقہ اور مولانا عبدالکریم کی وفات سے علم حدیث کی جالندھر شہر میں کمی واقع ہو گئی۔

مولانا محمد بخش صاحب نے علم دینیات کے ساتھ مختلف استادوں سے علم طب بھی پڑھا۔ طبابت میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ نہایت خوشخط لکھتے تھے۔ سرکاری ملازمت چھوڑ کر یاد الٰہی اور تلقین میں وقت صرف کرنے لگے تھے۔ کسی حاجت مند کو دواء بھی بنا دیتے تھے۔ ذریعہ معاش زمیندارہ تھا۔ ۱۹۱۷ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔

بیعت آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا پیر محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ سے موہڑہ شریف (مری) جا کر بیعت کی۔ جب ان کے استاد مولانا عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ وہ موہڑہ شریف میں بیعت ہوئے ہیں تو تعجب سے فرمایا۔ "میرا شاگرد ہو کر کسی اور شخص کا بیعت ہوتا ہے۔" جب انہیں پتہ چلا کہ مولانا محمد قاسم بزرگ صفت انسان اور پابند شریعت ہیں۔ تب خوشی حاصل ہوئی۔ سن وفات نہیں مل سکا۔ مولانا محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے بھائی ڈاکٹر محمد فاضل رحمتہ اللہ علیہ بھی موہڑہ شریف میں بیعت تھے۔

سلسلہ طریقت مولانا مہر بخش موہڑہ شریف والے پیر محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جو تحصیل کوہ مری اور ضلع راولپنڈی میں مقیم تھے۔ آپ قوم گکھڑ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو راولپنڈی میں مقتدر اور معزز قوم مسلم ہے۔ ان کے تین صاحبزادے (۱) خواجہ محمد نظیریہ صاحب مجاز تھے۔ (۲) خواجہ نصیرالدین نہایت ہوشمند اور لائق انسان تھے۔ پیری مریدی کے علاوہ کاروبار بھی کرتے تھے۔ (۳) خواجہ محمد زاہد' شجرہ شریف یہ ہے مولانا محمد بخش مرید خواجہ محمد قاسم کیانی موہڑہ شریف مرید خواجہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کیلیانوالے مرید خواجہ محمد مملوک رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ عبدالعزیز مرید خواجہ عبدالمجید۔

Marfat.com

مرید خواجہ عبدالغفور بنوا۔ مرید خواجہ گل محمد رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ عبدالغفور صابر رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ احمد ثانی رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ عنایت اللہ مرید خواجہ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ محمود رحمتہ اللہ علیہ مرید خواجہ پیر عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ مرید حضرت شاہ حسین رحمتہ اللہ علیہ مرید حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ و علیہم (سلیم التوارخ)

مولانا امام الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع آدرمان ضلع جالندھر کے رہنے والے ہیں۔ نواب آف رام پور کلب علی خان کے زمانے میں فارغ التحصیل ہوئے۔ طب میں کمال حاصل تھا۔ موضع آدرمان میں طبابت کا کام شروع کیا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی سے بیعت کی تو طبابت ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے اور ساری عمر یاد الٰہی میں بسر کی۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی البتہ صاحب سلیم التوارخ نے لکھا ہے کہ اب ان کی عمر ۶۰ سال ہے۔ سلیم التوارخ ۱۹۳۳ء میں مکمل ہوئی۔

حاجی الحرمین والشریفین حافظ مولوی قاری عبدالرحمٰن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مولانا امام الدین رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے ابتدائی عمر میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ ابتدائی کتب اپنے والد گرامی سے پڑھنے کے بعد ہندوستان کے دوسرے علماء کرام سے تکمیل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت ابوالخیر دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ تجوید میں سبع قرات کے ماہر تھے۔ تجوید کی تکمیل کے لئے تین سال تک مدینہ منورہ کے قراء سے فیضیاب ہوتے رہے۔ حج بیت اللہ کے بعد وطن واپس آئے۔ صاحب سلیم التوارخ سے دوران تصنیف آپ کی عمر ۲۶ سال بتائی ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ وانگوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

جن ایام میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے بے شمار فیض سے اہل دہلی مالا مال ہو رہے تھے۔ انہی ایام میں مولانا عبداللہ صاحب

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ دانگوئی ضلع جالندھر میں بڑے جید عالم اور معروف ولی تھے۔ صدہا انسان ان سے فیض حاصل کر کے علم باطن و ظاہر میں کامل و مکمل ہو گئے۔

حصول علم اور بیعت آپ نے چھوٹی عمر ہی میں عرصہ ڈھائی ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ ظاہری علوم مولانا جان محمد جالندھری رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کئے اور فیض باطنی میں آپ نے حضرت حاجی محمد لطف اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ (حضرت حاجی لطف اللہ حضرت میرزا جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے اور وہ خواجہ نور محمد بدایونی کے اور وہ خواجہ سیف الدین مجددی سرہندی کے اور وہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

آپ کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ قصیدہ بردہ شریف جو دو سو سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ دو مرتبہ سماعت فرمایا اور تیسری مرتبہ خود سنا دیا۔

آپ کے دفن کے بعد کسی وجہ سے قبر اکھاڑنا پڑی تو چالیس دن بعد بھی آپ کا جسم صحیح و سالم تھا۔ ناخن اور بال بدستور تھے۔

اولاد آپ کی ایک صاحبزادی تھیں۔ جن کا نکاح حکیم حافظ عبد الوارث صاحب سکنہ نوکھروال ضلع جالندھر سے ہوا۔ (ان کا شجرہ پیچھے بیان ہوا۔ حافظ عبد الوارث مولانا عبد العزیز کے دادا ہیں) ان سے دو فرزند ہوئے۔ مولانا عبد القادر (مورث خاندان مولویان لدھیانہ) اور میاں غلام نبی پیدا ہوئے۔ (سلیم التواریخ)

حضرت میاں غلام جیلانی خان رحمتہ اللہ علیہ

حضرت میاں غلام جیلانی خاں رحمتہ اللہ علیہ کوچہ داؤ دیال بستی دانشمند کے باشندے تھے۔ طبیعت میں جوہر قابل پنہاں تھا۔ بچپن ہی سے حقیقت کی تلاش میں سرگرداں رہے بالآخر سلسلہ نقشبندیہ سے فیضان حاصل کیا اور منزل حاصل کی۔ آپ مولانا مولوی عبد الحق رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی ماموں تھے۔ ہزاروں لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر آپ کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوئے۔ آپ نے ۱۹۱۷ء میں بعمر ۶۰ سال وفات پائی۔ آپ کا مزار آپ کے کنوئیں کی مسجد سے متصل ایک چھوٹے سے کمرہ (بستی دانشمند) میں تھا۔ ہر سال آپ کے مزار پر مریدوں اور عقیدت مندوں کا اجتماع ہوتا تھا۔

Marfat.com

آپ کی وصیت کے مطابق ختم مجید کی تلاوت ہوتی تھی۔ کسی قسم کی بدعت یا فروعات کو دخل نہیں تھا نیز آپ کے مزار پر مستورات کا داخلہ سخت ممنوع تھا۔

آقائے عبدالحق عباس بانی مدرستہ البنات

آپ حضرت میانجی غلام جیلانی خاں نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے تھے۔ ۱۸۸۶ء میں بستی دانشمند کے ایک معزز گھرانے ڈاکٹر عباس کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ڈاکٹر عباس کا سایہ بچپن ہی میں آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ اس لئے آپ کی پرورش اور تعلیم کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے ماموں صوفی باصفا میاں غلام جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے بطریق احسن انجام دیں۔ اس بزرگ ہستی کے روحانی اور پاکیزہ ماحول سے جب آپ پوری طرح بہرہ مند ہو چکے تو آپ کو مشن ہائی سکول میں داخل کیا گیا۔ یہ سکول تو مشنری مقاصد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ اس لئے یہاں بائیبل کا درس دیا جاتا تھا۔ پادری لوگ درس کے دوران اسلام پر رکیک حملے کرتے تھے۔ ہر طالب علم بامر مجبوری سنتا تھا لیکن آپ روز روز کے اس بے دینی ماحول کو قبول نہ کر سکے اور چونکہ اسلامی اور صوفی ماحول میں تربیت پائی تھی چنانچہ اس کے اثرات ظاہر ہوئے اور پادری کے سامنے اسلام کی حقانیت پر لیکچر دینے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشنری والوں نے آپ کو سکول سے خارج کر دیا۔ اس طرح آپ کا سلسلہ منقطع ہو کر رہ گیا۔ لیکن آپ نے ہمت نہیں ہاری بلکہ اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے عیسائیوں کی ریشہ دوانیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ ان دنوں علمائے اسلام آریہ سماج کے خلاف مناظرے کرنے میں مصروف تھے۔ آپ ان علماء سے وابستہ ہو گئے اور مناظروں میں حصہ لینا شروع کر دیا چنانچہ آپ کے مناظرے اور مباحثے اخبارات میں آنے لگے۔ آپ کی علمیت اور شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اسی دوران آپ کے ماموں رحلت فرما گئے۔ آپ کو ان کے مریدین نے مسند خلافت قبول کرنے کی دعوت دی لیکن چونکہ یہ وقت جہاد کا تھا اور خانقاہ سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے کا تھا لہٰذا آپ نے عیسائیوں' آریہ سماجیوں اور شدھی تحریک کے خلاف اپنا تبلیغی مشن جاری کیا۔ آپ کی پرخلوص کوششوں سے سینکڑوں ہندو' سکھ' عیسائی اور اچھوت اقوام کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان نو مسلموں کو اسلامی معاشرے کے باعزت افراد بنانے کے لئے ان

Marfat.com

کے کاروبار اور ملازمتوں کے علاوہ ہمہ نوع تحفظات کی ذمہ داری بھی اپنے سر لی۔ آپ نے اپنے مشن کو وسعت دینے اور اس کے استحکام و دوام کی خاطر ۱۹۰۸ء میں "انجمن خادمان اسلام" کی بنیاد رکھی۔ اب یہ کام انجمن کے تحت ہونے لگا۔

اسلامیہ ہائی سکول جالندھر مسلمان طلباء کی اہم ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے لئے ایک اسلامی درس گاہ قائم کرنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا۔ آخر جالندھر سے کپور تھلہ جانے والی شاہراہ کے کنارے بستی مٹھو صاحب سے متصل ۲۲ ایکڑ اراضی کچھ عطیات[ا] کی شکل میں اور کچھ زر نقد کے عوض خرید کر اسلامیہ ہائی سکول کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپ نے اس مشن کو کامیاب بنانے کے لئے گیرو رنگ کے کپڑے ملبوس کر کے لوگوں سے بھیک مانگنی شروع کی۔ جالندھر کے مسلمانوں کی غیرت جوش میں آئی اور ہر شخص نے آپ کے ہاتھ سے کاسہ گدائی چھین کر آپ سے تعاون کیا۔ اس طرح ایک نیک مقصد پایہ تکمیل کو پہنچا اور اسلامیہ ہائی سکول کی شاندار عمارت وجود میں آئی۔

دارالقرآن سکول کی تعمیر و تنظیم سے فارغ ہو کر اڈہ بستیات سے متصل جی۔ٹی۔ روڈ پر دارالقرآن کی ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی۔ آپ خود اس مدرسہ میں ایک مدت تک قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے۔ آپ کے اس درس کے تقدس کا یہ عالم تھا کہ دور دراز کے علاقوں سے جویان حق و صداقت اور طالبین علم و حقیقت اس میں آکر شمولیت کرتے اور فیضیاب ہوتے۔ ان اہم امور کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ آپ نے اسلامی تعلیمات کو عام کرنے اور مسلمانوں کو روزمرہ کے اہم مسائل سے آگاہ رکھنے کے لئے پندرہ روزہ "الفلاح" اور بعد میں ایک ماہوار مجلہ "پیام اسلام" کے نام سے جاری کیا۔

اصلاح قوم آپ جالندھر میں خلافت کمیٹی کے سربراہ اور ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کے اعلیٰ رکن کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے لیکن تحریک ترک موالات کے موقعہ پر آپ نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ مذہبی، سیاسی، تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیوں کے باوجود جس عظیم اور بلند ترین مقصد کو عملی شکل دینے کی فکر میں تھے۔ وہ قوم کی بچیوں کے لئے

ا۔ بستی مٹھو صاحب کے رئیس اعظم پیر خادم حسین رحمتہ اللہ علیہ نے زمین کا ایک قطعہ اراضی وقف کیا۔

Marfat.com

ایک جدید قسم کی اسلامی درس گاہ کا قیام تھا۔ آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ قوم کی بقا کا راز اس کے باشعور افراد کے فکر و عمل میں پوشیدہ ہوتا ہے لہٰذا جو بچے اوائل عمر ہی سے تربیت یافتہ ماؤں کی گود سے شعور حاصل کر کے جوان ہوتے ہیں وہی نوجوان جبین ملت کا مقدر سمجھے جاتے ہیں۔ اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پہلے اپنی بستی محلہ رستہ میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اپنی اہلیہ اور دونوں صاحبزادیوں محترمہ حمیرا خانم اور محترمہ زینت خانم کو تعلیم و تدریس کے قواعد و ضوابط اور سکول کے نظم و ضبط کی تربیت سے آراستہ کر کے "مدرستہ البنات" کے نام سے ۱۹۲۶ء میں اس کی ابتداء اپنے بزرگوں کی مقدس اور سب سے پہلی بستی محلہ رستہ جالندھر سے کی۔ بعد میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے اڈہ نکودر سے متصل محلہ سراج گنج میں تین چار نوساختہ کوٹھیاں لے کر تبدیل کرنا پڑا۔ یہ مدرسہ اس قدر مقبول ہوا کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ملک کی سینکڑوں طالبات نے اس مدرسہ میں آکر داخلہ لینا شروع کر دیا۔ آخر یہ جگہ بھی مدرسہ کی وسعتوں کے لئے ناکافی ہو گئی۔

عمارت مدرستہ البنات آقائے عبدالحق نے اسلامیہ ہائی سکول سے متصل کپور تھلہ روڈ پر ۲۶ ایکڑ اراضی حاصل کر کے "مدرستہ البنات" کے لئے ایک عالیشان عمارت تعمیر کرائی۔ جس میں ہوسٹل' سائنس لائبریری' ڈسپنسری' ڈاک خانہ وغیرہ کا اہتمام کیا۔ سر سکندر حیات خاں سابق وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس مدرسہ کی رسم افتتاح ادا فرمائی جالندھر میں دختران عالم اسلام کی یہ واحد اسلامی درس گاہ تھی۔ جس میں مصر و حجاز' ایران و عجم' افغانستان' ہندوستان کے علاوہ برما' ملایا' سنگاپور' جکارتہ اور رنگون ایسے علاقوں کی طالبات اسلامی تعلیمات و ادبیات کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہو کر نکلا کرتی تھیں۔

قائداعظم کی آمد اور ارشادات ۱۹۴۲ء[1] میں حضرت قائداعظم علیہ الرحمتہ اور آپ کی ہمشیرہ محترمہ جناب فاطمہ جناح علیھا الرحمتہ نے جب اس مدرسہ کا معائنہ کیا تو قائداعظم نے فرط مسرت سے فرمایا: "مجھے آج ایک درخشندہ ترین مقام دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ میں جالندھر کے مسلمانوں کی کوشش اور ہمت کی داد دیتا ہوں اور مبارک پیش کرتا

ا۔ مصنف کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی چونکہ ہماری بستی آدھ فرلانگ کے فاصلہ پر تھی ہم چند دوست ادھر آ نکلے تھے۔ یہ تقریب بڑے درخت کے نیچے منعقد ہوئی تھی۔ فقیر کو قائداعظم کا اس محفل سے اٹھنا اور تالیاں بجانا اب بھی یاد ہے وہ نشست بڑ کے ایک درخت کے نیچے تھی۔

Marfat.com

ہوں- میں اس درس گاہ کی یاد کبھی نہیں بھولوں گا- دنیا میں یہ ادارہ دختران اسلام کی تعلیم و تربیت کا واحد مرکز ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے عنقریب یہ درس گاہ عظیم یونیورسٹیوں میں ایک امتیازی یونیورسٹی ہو گی۔"

افسوس تقسیم ملک سے ایک عظیم درس گاہ ہم سے چھن گئی البتہ قیام پاکستان کے بعد اسی درس گاہ کو بھارتی حکومت نے مشرقی پنجاب کی حکومت کا سیکرٹریٹ بنا لیا اور یہ درس گاہ جالندھر سے منتقل ہو کر رائے بہادر سوہن لعل ٹریننگ سکول کی متروکہ عمارت واقعہ لیک روڈ (بالمقابل یونیورسٹی گراؤنڈ) لاہور میں "مدرسۃ البنات" کے نام سے عام سکولوں کی مانند جاری ہے۔ آقائے عبدالحق" اور قائداعظم" کا خواب پورا نہ ہو سکا۔

بہرحال آقائے ملت حضرت مولوی عبدالحق عباسی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی برگزیدہ ہستیوں کی صف اول میں ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ آپ کی زندگی کا واحد نصب العین بنائے ملت اور خدمت اسلام تھا۔ آپ صحیح معنوں میں خمستان حجاز کے پیمانہ بردار تھے اور آپ کا ہر عمل سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا تھا۔ آپ کا نام اور کام یوم النشور تک زندہ و پائندہ رہے گا' انشاء اللہ!

حضرت شیخ علی گجرات رحمتہ اللہ علیہ

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے مایہ ناز بزرگ تھے۔ آپ کا مزار بستی غزاں کو جانے والی پختہ سڑک کے دائیں جانب جھنڈیاں والے پیر کے بالمقابل ایک وسیع و عریض چار دیواری کے اندر واقع تھا۔ یہ جگہ افغاناں لودھی بزرگوں کے قبرستان کی تھی۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ آدم کے دو بیٹے محمد خاں اور احمد خاں حضرت شیخ علی گجرات رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ ان کی قبریں بھی اسی قبرستان میں تھیں۔

حضرت عبداللہ شاہ منڈھالوی رحمتہ اللہ علیہ

آپ قصبہ منڈھالی کے رہنے والے تھے۔ قصبہ منڈھالی جالندھر سے پندرہ میل کے فاصلے پر تھا۔ آپ صاحب ولایت و کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی بزرگی اور فیضان کا شہرہ گردونواح میں خوب تھا۔ آپ جلالی بزرگ تھے۔ آپ اکثر منڈھالی سے پیدل چل کر

Marfat.com

جالندھر شہر میں روضہ اقدس حضرت خواجہ امام ناصرالدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے اور جب واپس ہوتے تو بتقاضہ ادب پچھلے قدموں پر چل کر روضہ اقدس کی حدود سے باہر آتے تاکہ مزار شریف کو پیٹھ نہ ہو۔ (تذکرہ ذکرپاکاں صفحہ ۱۸)

صوفی غلام محی الدین لودھی چشتی صابری (ساکن ڈاکٹر چوک ڈی۔ ٹائپ کالونی۔ فیصل آباد) فرماتے ہیں کہ میرے نانا عظمت کے ہاں زینہ اولاد نہ تھی۔ وہ موسم گرما میں پیدل جالندھر سے قصبہ منڈھالی پہنچے۔ گرمی سے برا حال ہو گیا۔ جب بابا منڈھالی والوں کی خانقاہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے بیٹھنے نہ دیا اور فرمایا: "چلے جاؤ۔ چلے جاؤ) اللہ فضل کرے گا۔" ان کا پہلے ہی گرمی نے برا حال کر رکھا تھا۔ اب جو قیام کے بغیر ہی واپسی کی اجازت ہوئی تو سخت پریشان ہوئے لیکن قصبہ سے باہر نکلے ہی تھے کہ باران رحمت کا نزول شروع ہو گیا۔ پیاس اور گرمی کا احساس ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں باباجی کی دعا سے زینہ اولاد سے نوازا۔ اور میرے ماموں رحمت علی پیدا ہوئے۔ دوسرا واقعہ یوں سنایا کہ میری بیوی مجیداں بیگم شادی سے پیشتر بیمار تھیں۔ دوائی دارو کام نہ کرتا تھا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ دروازہ پر ایک بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے مریضہ سے ایک آنہ طلب کیا۔ مریضہ نے کہا کہ میرے پاس تو ایک روپیہ ہے چنانچہ وہی پیش کر دیا۔ باباجی نے روپیہ واپس کر دیا اور فرمایا کہ مجھے تو ایک آنہ چاہئے۔ پیار کیا اور دعا دے کر چلتے ہوئے۔ جب مریضہ مسماۃ مجیداں بیگم بیدار ہوئیں تو یہ خواب والا واقعہ بیداری میں اسی طرح پیش آیا۔ دروازہ پر دستک ہوئی۔ مریضہ کے والد جناب فتح محمد خاں باہر گئے۔ ایک باباجی موجود تھے۔ باباجی نے فرمایا: "مریضہ کو بلاؤ۔" مریضہ آہستہ آہستہ چل کر حاضر ہوئیں۔ باباجی نے مریضہ سے ایک آنہ مانگا۔ مریضہ نے ایک روپیہ جو پاس تھا پیش کر دیا۔ باباجی نے روپیہ واپس کرتے ہوئے فرمایا: "مجھے تو ایک آنہ چاہئے۔" پھر پانی منگوا کر دم کیا اور روپوش ہو گئے۔ مریضہ کے والد فتح محمد نے باہر نکل کر ادھر ادھر تلاش کیا لیکن بزرگ نہ تھے۔ مریضہ چند دنوں میں شفایاب ہو گئیں۔ یہ راز بہت دیر کے بعد کھلا۔ جب مولانا نواب دین صاحب رحمتہ اللہ علیہ خانصاحب کے گھر گئے اور ان کی والدہ بیعت ہوئیں۔ اور زبان پاک سے فرمایا: "بابا عبداللہ منڈھالی والے آئے تھے۔" بس اتنا ہی فرما کر خاموش ہو گئے۔ باباجی کا

Marfat.com

سن وفات معلوم نہ ہو سکا البتہ ان کا مزار قیام پاکستان سے پیشتر منڈھالی میں عام و خاص کے لئے فیض کا مرکز تھا۔ (خانصاحب اور ان کی زوجہ محترمہ مجیداں بیگم تاہنوز بقید حیات ہیں۔ ۱۹۹۶ء-۴-۲۵)

حضرت بابا عیسیٰ شاہ قدس سرہ

آپ کامل مست اور مجذوب تھے بلکہ شہنشاہ مجاذیب تھے۔ آپ کے بھائی عبداللہ شاہ (جو آپ کی قبر کے ساتھ ہی دفن ہیں) کے بیٹے محمد انور چند سال پیشتر اسلامیہ ہائی سکول موہنی روڈ' لاہور کے قریب جفت سازی کا کام کرتے تھے۔ فقیر جب چمڑے کی دوکان کرتا تھا۔ ان دنوں تقریباً روزانہ فقیر سے چمڑا خریدتے تھے۔ اکثر باباجی کی کرامات بیان کیا کرتے تھے۔

حضرت بابا عیسیٰ شاہ اکثر جنگلوں اور میدانوں میں بسیرا کرتے تھے۔ کئی کئی دن تک سوئے رہتے تھے۔ جفت سازی کا کام کرتے تھے چنانچہ جب کام کرنے لگتے تو سو سو جوتا بنا لیتے۔ بیوپاری موجود ہوتے تھے فوراً مال لے لیتے۔ آپ حاصل شدہ رقم کا بیشتر حصہ لوگوں میں تقسیم فرما دیتے تھے اور کبھی کبھی روئی کاتنے لگتے' منہ سے چرخے کی آواز نکالتے اور ہاتھوں سے دھاگہ بناتے جاتے' آناً فاناً دھاگے کے ڈھیر لگا دیتے' عجیب عجیب خوارق عادات آپ سے ظاہر ہوتی تھیں۔ کبھی اپنے گھر (بستی مٹھو صاحب) بھی تشریف لے جاتے لیکن اکثر و بیشتر بستی کے گرد ریت کے ٹبوں اور باغات میں بسیرا کرتے تھے۔

والدہ محترمہ فرماتی تھیں کہ ایک مرتبہ گرمیوں کے ایام میں ریت کے ٹبے پر تین دن تک سوتے رہے چونکہ تمام لوگ آپ کو جانتے تھے اس لئے ان کے قریب کوئی نہ جاتا تھا۔ اس مرتبہ کسی نااہل شرارتی لڑکے نے آپ کے ساتھ بے ادبی کی۔ جس سے آپ بیدار ہو گئے۔ آپ نے بیدار ہوتے ہی اس لڑکے کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور جلال میں آکر فرمایا: "ہم ایک جہاز کو منجدھار سے نکال رہے تھے وہ کنارے پر لگنے والا تھا' تم نے ہمیں اس کام کی تکمیل سے باز رکھا۔" آپ جسے گالی دیتے تھے اس کا بھلا ہوتا تھا اور جسے پیار کرتے اسے نقصان پہنچتا۔ چند دن بعد ہی بہت سے لوگ نذرانے لے کر بستی مٹھو صاحب جالندھر حاضر ہوئے اور بتایا کہ ہمارا جہاز منجدھار میں پھنس گیا تھا۔ باباجی اسے تین

Marfat.com

دن تک کھینچتے رہے۔ آخر منجدھار سے جہاز کو باہر نکال دیا۔ یہ لوگ ہر سال آپ کی زندگی میں اور بعد از وفات آپ کی خانقاہ میں بڑی عقیدت سے حاضر ہوتے تھے اور نذر نیاز پیش کرتے تھے۔ ان لوگوں میں بعض لاہور اور بعض فیصل آباد کے لوگ تھے۔ فیصل آباد میں اب بھی ان سے عقیدت رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ میاں محمد انور جو آپ کے بھتیجے ہیں۔ ان مریدین کے ہاں جایا کرتے تھے۔

بزرگ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور اولاد کے لئے دعا کی طالب ہوئی۔ آپ اس کو گالیاں دیتے ہوئے ایک کنوئیں پر لے گئے۔ پانی کا ڈول کنوئیں سے نکالتے اور اس عورت سے کہتے "پی پانی" وہ بے چاری ہاتھوں پر منہ لگائے پانی ہاتھوں پر ڈلواتی رہی۔ آپ نے کم و بیش سو ڈول اس کے ہاتھوں پر ڈالے پھر فرمایا: "جا اگلے سال منڈا لے کے آئیں۔" اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ عورت اگلے سال اپنا بچہ لے کر حاضر ہوئی اور نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے نذرانہ تو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور اسے گالیاں دے کر واپس کر دیا۔

فقیر کے والد محترم (علی بخش متوفی ۱۹۴۷ء) سے روایت ہے فرماتے تھے کہ میرا لڑکا حبیب احمد بیمار تھا۔ میں اسے لے کر باباجی کے پاس گیا۔ ابھی خانقاہ سے دور ہی تھا کہ شور مچانے لگے۔ "چلے جاؤ' چلے جاؤ! جنگل میں ایک سرسبز پودا تھا وہ سوکھ گیا ہے۔" فرماتے تھے کہ میں خانقاہ کے باہر ہی سے چلا آیا کیونکہ انہوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی تھی اور چلے جاؤ چلے جاؤ فرما رہے تھے۔ میں ابھی گھر نہیں پہنچا تھا کہ لڑکا راستہ ہی میں فوت ہو گیا۔ ایسے حالات لوگ بہت بیان کرتے تھے۔ حضرت بابا عیسیٰ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یکم شوال المکرم ۱۳۳۹ھ کو انتقال فرمایا۔ جالندھر سے کپور تھلہ جانے والی سڑک کے کنارے بستی مٹھو صاحب سے ایک فرلانگ پر آپ کا مزار پرانوار تھا۔ تقسیم ملک سے پیشتر ہر سال ۱۴ شوال کو عرس ہوتا تھا۔ عرس کے موقعہ پر ۱۰۰ فٹ کے قریب لمبا جھنڈا نصب ہوتا تھا۔

آپ کے مزار پر سائیں عصمت اللہ صاحب بطور خادم و مجاور متعین تھے۔ پاکستان بننے تک وہی موجود تھے۔ سائیں صاحب زندہ سانپ پکڑنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک شخص جو گونگا تھا' رہتا تھا۔ جو گداگری کر کے خورد و نوش کا سامان لاتا تھا۔ مسافر لوگ یہاں سے گزرتے اور رات بسر کرتے تو انہیں سونے کے لئے چارپائی اور

Marfat.com

کھانا ملتا تھا۔ ایک شخص جپ نامی سائیں جی سے سانپ پکڑنے کی مشق کرنے آیا تو خانقاہ کے مشرق میں کنوئیں میں سانپ کو پکڑنے کے لئے گیا تو سانپ نے اسے ڈس لیا اور وہ مر گیا۔ سائیں جی نے خانقاہ کے جنوب میں مزار سے متصل صحن میں اس کی خوبصورت قبر بنوائی۔ مزار کے جنوب میں ایک کھلا صحن تھا اور ساتھ ہی بہت بڑا مہمان خانہ تھا۔ مغرب میں مزار کے بالمقابل مسجد تھی۔ جس پر گنبد بنا ہوا تھا۔ مسجد کے جنوب میں لنگر خانہ اور سائیں جی کی قیام گاہ تھی۔

حضرت بابا فتح محمد المعروف بہ بابا فتے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

بابا جی فتے شاہ (جواہر والا) جالندھر شہر بازار بانسانوالہ میں ایک دوکان میں رہتے تھے۔ آپ ہمہ وقت سکر کی حالت میں رہتے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں سے لوگوں کو فیضیاب فرماتا تھا۔ آپ روزانہ روضہ اقدس امام صاحب پر آتے تھے۔ مسجد میں نمازیوں کے لئے لوٹے پانی سے بھرتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور ترجمہ بھی بیان کرتے تھے۔ دوران ترجمہ ٹانڈوں کا واڑنا اور چھلیوں کا توڑنا جیسے الفاظ استعمال کیا کرتے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ نماز باجماعت میں شرکت نہ کرتے اور تنہا نماز پڑھتے۔ اکثر لوگوں نے دیکھا کہ نیت باندھ کر الحمد شریف پڑھنے کے بعد ایسے ہی الفاظ کہتے۔ "ٹانڈوں کا واڑنا اور چھلیوں کا توڑنا" پھر کہتے یا اللہ تو نے کافروں کو سونے' چاندی کے پہاڑ دیئے ہیں اور ہمیں کچھ نہیں دیا۔ اتنا کہہ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے۔ غرضیکہ سکر و مستی میں عجیب عجیب باتیں کرتے تھے۔ مقدمات میں پھنسے ہوئے لوگ آپ کے پاس آتے اور اپنی روداد بیان کرتے۔ آپ خاموشی سے سنتے پھر کاغذ اور قلم اٹھاتے اور مقدمہ کا فیصلہ لکھ دیتے۔ جو فیصلہ لکھتے وہ اللہ کی رضا سے ہوتا تھا چنانچہ تاریخ پر عدالت وہی فیصلہ سناتی۔

آخری عمر میں موضع جواہر والا از مواضعات مہت پور (تحصیل نکودر ضلع جالندھر) جا کر اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ اسی گاؤں میں وصال ہوا۔ جواہر والا میں آپ کا مرقد مرجع خاص و عام تھا۔ (ذکر پاکاں)

Marfat.com

حضرت بابا فقر اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ فقیر (مولف) کے اجداد سے ہیں۔ صاحب تصرف تھے' کون سی پشت سے تھے معلوم نہیں والد صاحب کیونکہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری نسل میں مدت سے یوں سلسلہ رہا ہے کہ والد فوت ہو جاتے تھے۔ ان کی فوتگی کے بعد بچہ عالم ناسوت میں آتا ہے۔ ظاہر ہے ایسے حالات میں خاندانی معلومات نہیں ہو سکتیں۔ یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ نے کس سلسلہ طریقت سے فیضان حاصل کیا۔ خیال اغلب ہے کہ آپ نے حضرت شیخ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ سے جو سلسلہ قادریہ کے عظیم بزرگ تھے' فیضان حاصل کیا ہو۔ فقیر نے بچپن میں آپ کی قبر مطہرہ پر ۱۲ سو سے کچھ زائد سن ہجری لکھا دیکھا تھا۔ چند سال پیشتر فقیر نے خواب میں آپ کے مزار کی زیارت کی تو سن وفات ۱۲ سو سے کچھ زائد لکھا دیکھا۔ کچھ دن وہ سن یاد رہا پھر بھول گیا۔ لکھنا بھی یاد نہ رہا ان دنوں تذکرہ اولیائے جالندھر لکھنے کا ارادہ نہ تھا۔ تیرہویں صدی ہجری میں شہر جالندھر کی بستی مٹھو صاحب میں اس قدر تبلیغ حقہ زور پکڑ چکی تھی کہ سارے ہندوستان میں ایک شور تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بنارس کے متعصب ہندوؤں نے انگریزوں سے سازباز کر کے اس تبلیغی مرکز اسلام کو ختم کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ تاریخی واقعہ حضرت شیخ قطب الدین خان رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں سلسلہ قادریہ کے باب میں آ چکا ہے۔

بابا فقر اللہ شاہ کا تصرف اب جبکہ پاکستان بنا موجود تھا۔ لوگ گاہے گاہے آپ کے مزار پر حاضری دیتے تھے' چراغاں ہوتا تھا۔ آپ کا مزار بستی مٹھو صاحب سے بستی غزاں کو جانے والی گزرگاہ پر دائیں جانب تھا۔ مزار شریف کا چبوترہ سطح زمین سے تقریباً ڈیڑھ گز اونچا تھا۔ چونا گچ مزار تھا۔ ہر جمعرات کو نقارچی موجود ہوتے تھے۔ قیام پاکستان کے وقت آپ کے خادمان میں سے میاں علی بخش تھے۔ جو روضہ حضرت شیخ برہان الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ کے عقب میں مقیم تھے۔ حکیم محمد ہاشم جو معروف حکیم اور مبلغ تھے' بھی باباجی کے سجادہ نشینوں میں سے تھے۔ ہر سال عرس ہوتا تھا۔ (از قلم مولف)

Marfat.com

حضرت بابا سائیں منو شاہ قدس سرہ

حضرت بابا سائیں منو شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ جالندھر میں قلندری فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ کالا چوغہ پہنتے۔ چہرہ ایک طرف سے نیلے اور دوسری جانب سے زرد رنگتے تھے۔ زبان پر کالا رنگ لگایا ہوتا تھا۔ اسی ہیبت ناک شکل کے ساتھ شہر میں رقصاں پھرتے اور نعرے لگاتے۔ جب درگاہ حضرت امام صاحب میں آتے تو روضہ اقدس کی طرف منہ کر کے پھنکارتے اور زبان باہر نکال کر نعرے لگاتے۔

ایک مرتبہ جبکہ امام صاحب کا سالانہ رجبی[1] عرس تھا۔ سائیں لسوڑھی شاہ صاحب لائل پوری (فیصل آبادی) اپنے مرید پولیس آفیسر کی دعوت پر عرس میں شمولیت کے لئے آئے۔ کہتے ہیں سائیں لسوڑھی شاہ علوم سفلی کے ماہر تھے۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوسرے بزرگوں کے احوال سلب کر لیا کرتے تھے۔ محفل سماع منعقد تھی سائیں لسوڑھی شاہ محفل میں موجود تھے کہ اسی اثناء میں بابا منو شاہ بھی آ گئے اور مجلس سماع میں بیٹھ گئے۔ منشی شمس الدین صاحب بٹ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یونہی بابا منو شاہ نے لسوڑھی شاہ کو دیکھا جوش میں آ گئے اور زبان باہر نکال کر لسوڑھی شاہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ دیں۔ لسوڑھی شاہ نے بھی ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے احوال سلب کرنے کی کوشش جاری کر دی کچھ دیر بعد دونوں قلندر ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ آخر بابا منو نے نعرہ مارا اور جوش میں آ کر بابا لسوڑھی شاہ کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا "اٹھو" لیکن وہ بیٹھے رہے بابا منو شاہ نے دوبارہ گرج کر کہا۔ "اٹھو اور چلے جاؤ۔" بابا لسوڑھی شاہ بیٹھے رہے۔ اب بابا منو شاہ جوش و غضب میں آ کر اٹھے اور سائیں لسوڑھی شاہ کو حکما کہا۔

"اٹھو اور اسٹیشن پر چلو" بابا لسوڑھی شاہ اٹھ کر چل دیئے۔ بابا منو شاہ ان کے پیچھے پیچھے چلے اور سٹیشن تک چھوڑ آئے۔ یہ تماشہ دیکھ کر پولیس آفیسر آپ کا معتقد ہو گیا۔ کہتے ہیں بابا منو شاہ کے سامنے کوئی مجذوب نہ ٹھہرتا تھا۔" (تذکرہ ذکر پاکاں)

[1] سالانہ دو عرس ہوتے تھے۔ ایک ماہ اساڑھ میں جسے جھنڈوں کا میلہ کہتے تھے' دوسرا ۱۷-۱۶-۱۵ رجب کو جو عرس کہلاتا تھا۔

Marfat.com

حضرت بابا سوندھے شاہ نظام پوری رحمۃ اللہ علیہ

بابا سوندھے شاہ، بابا سائیں پیرے شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ ان کے ایک اور بھائی تھے۔ جن کا نام میاں غلام محمد تھا۔ سائیں سوندے شاہ اپنے خاندان میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا خاندان نظام پور میں آباد تھا۔ یہ گاؤں کپور تھلہ (ریاست) سے پانچ، چھ میل شمال کی جانب الراعین کے معروف گاؤں بوٹ (بوٹاں) سے چار میل مغرب کی جانب تھا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کا خاندان ضلع لائل پور (فیصل آباد) کے مشہور گاؤں چک نمبر۲۲ ج ب دھاندرہ میں مکمل طور پر آباد ہوگیا۔

حضرت سائیں سوندھے شاہ ایک پاکیزہ گوہر تابدار تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی خدا کی یاد اور عشق رسول مقبول میں بسر کر دی۔ لذات دینوی اور الائق دینوی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ آپ نے ساری عمر لباس فاخرہ زیب تن نہ کیا بلکہ جبہ درویشی ہی زیب تن رکھا۔ فقیرانہ زندگی سے آپ کو محبت تھی۔ حضرت سائیں سوندھے شاہ اپنے دور کے فقیر کامل، ریاضت و عبادت کے پیکر، عابد شب زندہ دار اور سیف زبان تھے۔

آپ کے ہاں اولاد نہ تھی۔ آپ نے اپنے برادر عزیز میاں غلام محمد کے فرزند میاں حافظ محمد عبداللہ کو اپنا متبنی بنایا تھا۔ ایک روایت ہے کہ حافظ عبداللہ کسی کام کی غرض سے سلطان پور لودھی گئے۔ وہاں ان کی ملاقات ایک مجذوب سے ہوئی۔ اس مجذوب درویش نے کہا "دیکھو حافظ صاحب سائیں سوندھے شاہ کی خدمت کیا کرو۔" حافظ صاحب نے عرض کیا "کیا آپ سائیں سوندھے شاہ سے واقف ہیں۔" مجذوب نے جواب دیا۔ "انہیں ظاہری آنکھوں سے تو نہیں دیکھا البتہ شہنشاہ بغداد حضور غوث پاک کی باطنی مجالس میں ان سے کئی بار ملاقات ہوئی ہے۔" آپ نے اسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اپنے آبائی گاؤں موضع نظام پور میں آسودہ خاک ہوئے۔ ان کے متبنی حافظ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے فرزند ارجمند شاہ سلیمان قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے حالات باب آسودگان سرزمین پاکستان میں بیان ہوں گے البتہ یہاں سائیں سوندھے شاہ کا سلسلہ نسب لکھا جاتا ہے۔ (گلزار قلندر از میاں بدر اخلاق بحوالہ تاریخ سلیمیہ صفحہ ۱۹۰)

Marfat.com

نسب نامہ سائیں سوندھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

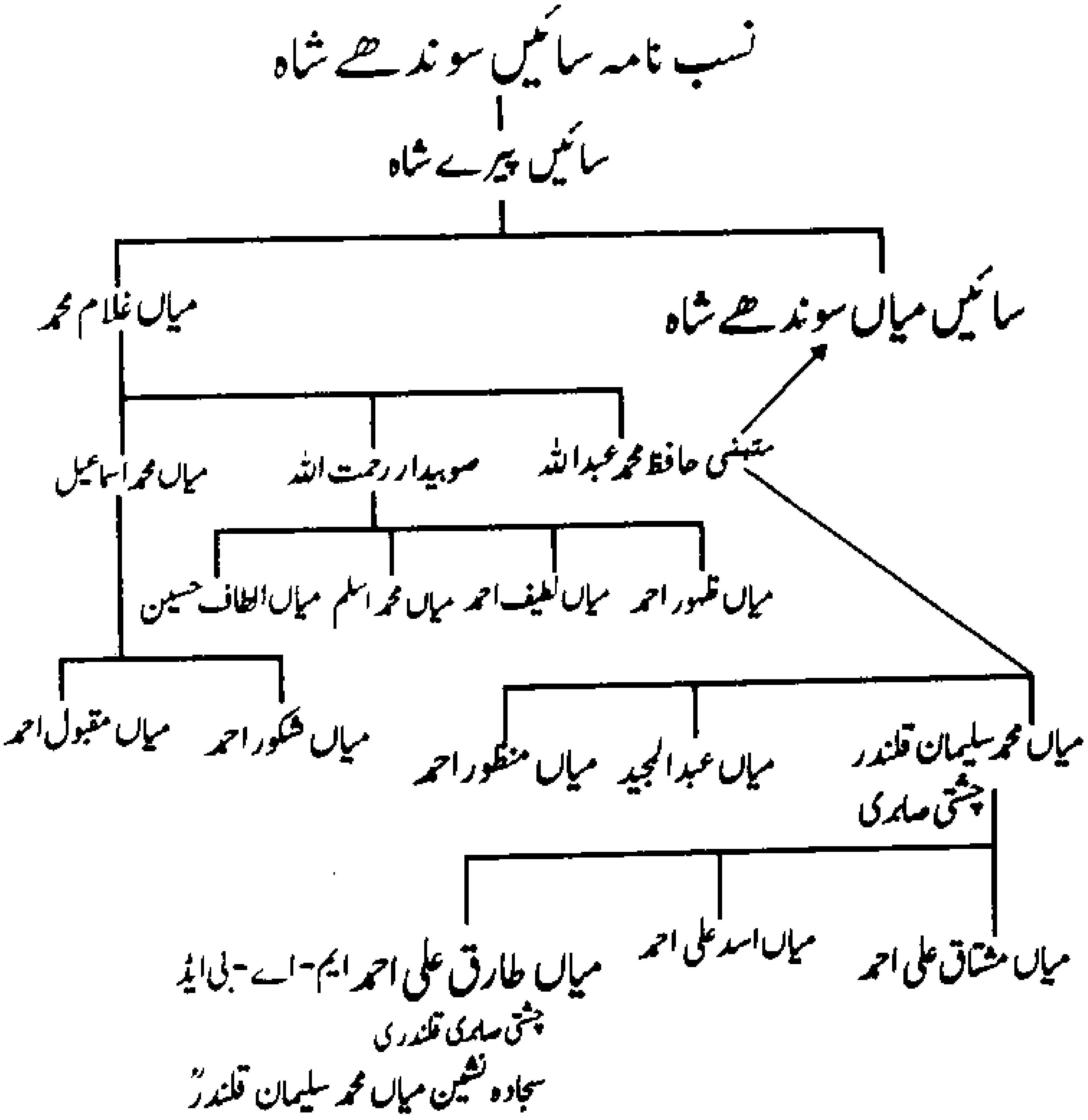

علماء جالندھر

مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری

ملا عبداللہ سلطان پوری نسبتاً انصاری تھے۔ ان کے بزرگ سلطان پور ا (ضلع جالندھر) میں سکونت رکھتے تھے۔ نامور عالم اور فاضل دہر تھے۔ علم فقہ اور عقلیات میں نہایت ممتاز تھے۔ عربی ادب، اصول، فقہ، تاریخ اور تمام علوم نقلی میں اعلیٰ اور لائق تھے۔ ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ ان میں سے عصمۃ الانبیاء اور شرح شمائل النبی صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم مشہور ہیں۔ ہمایوں بادشاہ نے انہیں مخدوم الملک اور شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ ملا عبداللہ شریعت کی اشاعت میں بہت کوشش کرتے تھے۔ مذہب اہل سنت میں نہایت متصلب تھے۔ یہاں تک کہ روضۃ الاحباب کے تیسرے دفتر کو کہتے تھے کہ یہ میر جمال الدین محدث کا نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں ان سے اور مولوی عبدالقادر بدایونی سے بھی مکالمہ ہوا جس کی تفصیل منتخب التواریخ میں مذکور ہے۔ ملا موصوف (عبداللہ سلطان پوری اکبر بادشاہ کے زمانے میں اس قدر مال دار ہوئے کہ ان کے مرنے کے بعد تین کروڑ روپیہ ان کے (گھریلو) خزانے سے برآمد ہوا بلکہ ان کے خاندانی قبرستان سے قبروں میں سے سونے کی تختیاں برآمد ہوئیں۔ یہ امر نہایت افسوسناک ہے۔ مصنف (چشتی) اسے تحریر میں لانا اچھا نہیں سمجھتا۔ بادشاہ اکبر نے انہیں بہانے کے ساتھ حج کے لئے بھیج دیا تھا لیکن یہ پھر واپس آگئے۔ مکہ معظمہ سے آکر احمد آباد (گجرات) میں بقیہ زندگی بسر کی اور یہیں ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء میں انتقال ہوا۔ ملاجی دیوان خانہ عالی کے عہدہ وکالت پر سرفراز رہے۔ سلطان پور لاہور کے مضافات میں ہے۔

(تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۲۶۴ تصنیف مولوی رحمٰن علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۰۷ء / ۱۳۲۵ھ) ملا عبدالقادر بدایونی نے ملا سلطان پوری سے پہلی ملاقات کا ذکر بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

ا ملا عبداللہ سلطان پوری کے بزرگ ٹھٹے ٹبے کے رہنے والے تھے۔ ٹھٹھہ ٹبہ سلطان پور سے آٹھ کوس پر واقع تھا اور سلطان پور کپورتھلہ سے آٹھ کوس تھا یعنی کپورتھلہ سے ٹھٹھہ اور سلطان پور آٹھ آٹھ کوس پر تھے۔ اعجاز الحق قدوسی نے تذکرہ علمائے پنجاب میں رود کوثر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ملاجی کے بزرگ ٹھٹھہ کے باسی تھے پھر جالندھر یعنی تحصیل سلطان پور ضلع جالندھر آکر آباد ہوئے۔ لیکن دوسرے تذکروں میں ان کو لاہوری لکھا ہے۔ اور سلطان پور نواح لاہور لکھا ہے۔ لاہور میں سلطان پورہ ایک محلہ مصری شاہ کے پاس موجود ہے لیکن ایک محلہ کے نام پر نسبت ہونا کچھ معنی نہیں رکھتی۔ جناب نذر صابری صاحب جالندھر (حال ساکن اٹک) بضد ہیں کہ انہیں تذکرہ جالندھر میں لکھا جائے۔ ملا عبداللہ کا کردار تو اس قابل نہیں کہ انہیں تذکرہ اولیائے جالندھر میں صف علماء میں شامل کیا جائے لیکن میں اپنے محترم بزرگ نذر صابری صاحب کے حکم پر مجبوراً انہیں تذکرے میں شامل کر رہا ہوں۔

Marfat.com

(۱) منتخب التواریخ صفحہ ۴۲۸ تا ۴۳۰ (۲) حدائق الحنفیہ صفحہ ۳۹۷ (۳) رود کوثر صفحہ ۸۸ تا ۹۱) (۴) نزہتہ الخواطر جلد چہارم ۲۰۶ تا ۲۰۸ (تذکرہ علمائے ہند)

ان کے صاحبزادے حضرت حاجی عبدالکریم چشتی صابری قدوسی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جو حضرت نظام الدین چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ تھانیسری ثم بلخی کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے سات پاپیادہ حج کئے۔ ۲۷۔ رجب ۱۰۴۵ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کا مزار شہر لاہور سے یتیم خانہ کو جاتے ہوئے چھپڑ سٹاپ پر اتر کر بائیں جانب ایک گلی نما بازار میں ہے۔ اس کے دائیں کونے پر مسجد ہے یہ تنگ بازار سمن آباد کو جاتا ہے۔ خواجہ عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ کے مکمل حالات فقیر کی تصنیف شمیم ولایت میں دیکھئے۔

اس بازار میں آگے جا کر بائیں جانب آپ کا مزار اقدس ہے۔ قبر پر حال ہی میں بہت بڑا گنبد بنا ہے اور ساتھ ہی ایک شاندار مسجد ہے۔ (شمیم ولایت صفحہ ۹۲۹ خزینۃ الاصفیاء وغیرہ) خواجہ عبدالکریم" کے مفصل حالات فقیر کی تصنیف شمیم ولایت میں دیکھئے۔

قاضی صدرالدین جالندھری ثم الاہوری قدس سرہ العزیز

قاضی صدرالدین جالندھر کے رہنے والے تھے۔ بعد میں لاہور چلے آئے۔ آپ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بندرگاہ بروج (علاقہ گجرات کاٹھیاواڑ) کے قاضی تھے۔ آپ فاضل تبحر تھے۔ مخدوم الملک ملا عبداللہ انصاری سلطان پوری کے شاگرد تھے۔ ا۔ لیکن تحقیقات میں اپنے استاد سے فائق تھے۔ اہل تصوف کے معتقد اور خوش مزاج تھے۔ اس کے باوجود اپنی سادہ لوحی سے ایسا حسن ظن رکھتے تھے کہ اگر کسی درویش کی صورت دیکھتے تو چاہے وہ بدعتی ہوتا مگر اس کے پاس ضرور جاتے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔

ایک دن ایک چالاک بدعتی نے آپ سے کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ قاضی صاحب ان کے پیروں پر گر گئے اور کہا کہ مجھے ان کی زیارت کرا

ا۔ قاضی صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ کا ملا انصاری عبداللہ سلطان پوری کا شاگرد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ عبداللہ انصاری سلطان پور جالندھر سے تعلق رکھتے تھے۔ نہ کہ سلطان پورہ لاہور سے۔ محلہ سلطانپورہ شاہ جہاں کے دور میں آباد ہوا جبکہ علامہ انصاری ہمایوں اور اکبر کے دور کے ہیں۔ (چشتی)

Marfat.com

دیجئے۔ اس چالاک آدمی نے کہا ابھی تو مجھے اپنی بیٹی کی شادی کی فکر ہے اور اس کے لئے ساٹ سو ٹنکوں (اس دور کا رائج الوقت سکہ تھا) کی ضرورت ہے میں اس کام سے فارغ ہو کر حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات کراؤں گا۔ قاضی صاحب نے اس چالاک درویش کو اسی وقت سات سو تنکے عطا فرما دیئے۔ دو دن کے بعد وہ شخص قاضی صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا آیئے میں آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف کروں۔ وہ قاضی صاحب کو دریا پر لے گیا وہ مکار طویل القامت اور قاضی صاحب کوتاہ قد تھے۔ وہ قاضی صاحب کو ایسے پانی میں لے گیا جہاں حلق تک پانی تھا اور قاضی صاحب سے کہا آیئے یہاں حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا میں تو تیرنا نہیں جانتا کیسے آؤں۔ اس نے کہا کہ میں نے تو آپ کو خضر علیہ السلام تک پہنچا دیا اگر تم نہیں آسکتے تو میرا کیا قصور ہے۔ آپ کی وفات گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں ہوئی۔ (تذکرہ علمائے ہند بحوالہ منتخب التواریخ' نزہتہ الخواطر صفحہ ۴۳۰ تا ۴۳۶/ صفحہ ۱۵۷/ ۱۵۸)

علامہ عبداللطیف سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ عبداللطیف سلطان پوری معقولات و منقولات میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ سلطان پور (ضلع جالندھر) میں ایک مدرسہ کے ناظم تھے۔ اورنگ زیب بادشاہ آپ کے شاگرد تھے۔ ایک روایت کے مطابق شہزادہ دارالشکوہ قدس سرہ العزیز نے بھی ان سے تعلیم حاصل کی۔

بڑے جید عالم تھے۔ آپ کا انتقال ۷-۱۲۲۶ء /۱۰۳۶ھ میں ہوا۔ آفتاب علم را آور کسوف /۱۰۳۶ سے تاریخ انتقال نکلتی ہے۔

(تذکرہ علمائے ہند بحوالہ بزم تیموریہ / ص ۲۱۶۔ مفتاح التواریخ/ ص ۲۳۱/۳۲۔ نزہتہ الخواطر جلد پنجم / ص ۴۸-۱۲۴۷ احوال مشائخ کبار صفحہ نمبر ۵

مولانا حکیم سید محمد علی دوکوہی قدس سرہ العزیز

مولانا سید محمد علی دوکوہی عرف امام علی بن سید غلام محی الدین ساکن دوکوہہ (دوکوہہ جالندھر شہر سے دو کوس کے فاصلے پر تھا) قیام پاکستان کے وقت جالندھر چھاؤنی میں شامل تھا۔ بہت بڑا ریلوے سٹیشن تھا۔ مہاجرین کا کیمپ تھا۔ فقیر اور اس کے خاندان نے ایک شب

Marfat.com

یہاں بسرکی اور دوسرے دن ٹرکوں کے ذریعہ پاکستان پہنچے۔) آپ عالم دین اور واعظ تھے۔ مولوی لطف اللہ ساکن علی گڑھ (متوفی ۱۹۱۶/ ۱۳۳۶ھ) مولانا حافظ محمد شوکت سندھلوی' مولوی محمد کمال عظیم آبادی مولوی محمد حسن پنجابی مدرس کانپور اور مولوی عبدالحمید عظیم آبادی کی خدمت میں علوم متعارفہ حاصل کئے۔ مطب کیا کرتے تھے۔ ۱۳۰۷ھ تک بقید حیات تھے۔ وفات کا سن نامعلوم (تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۴۵۰)

مولانا محمد مسلم رحمۃ اللہ علیہ گڑھ ونہداں

مولانا محمد مسلم صاحب مولانا محمد عظیم رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ مولانا محمد عظیم دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ لوگ انہیں بزرگ اور ولی سمجھتے تھے اور حد درجہ احترام کرتے تھے۔ دینداری اور پاکیزہ خصائل کے مالک تھے۔ شہزادہ سجاول جو لدھیانہ میں مقیم تھے' کے مصاحب تھے اور لدھیانہ ہی میں مقیم تھے۔

مولانا محمد عظیم کے دو بیٹے تھے۔ مولانا محمد مسلم بہت مشہور تھے۔ جالندھر میں تاجر کتب تھے۔ تصنیف و تالیف کا بھی مشغلہ تھا۔ آپ نے پنجابی نظم میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً قصہ ابراہیم' ادہم" گلزار آدم' گلزار موسیٰ' گلزار محمدی' گلزار سکندری' تقویۃ الاسلام' پنج خطبہ مسلم تاثیر الصلوۃ۔ آپ نے گلزار نامی کتابوں میں قصہ خوانی کی گلزار دکھائی ہے۔ تقویۃ الاسلام قابل قدر کتاب ہے۔ آپ کا انتقال ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء میں ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے پوتے میاں شمس الدین اور نواسے میاں فقیراللہ جالندھر میں مشہور تاجران کتب سے تھے۔ جالندھر چھاؤنی سے متصل گڑھ ونہداں میں دفن ہوئے۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے:

Marfat.com

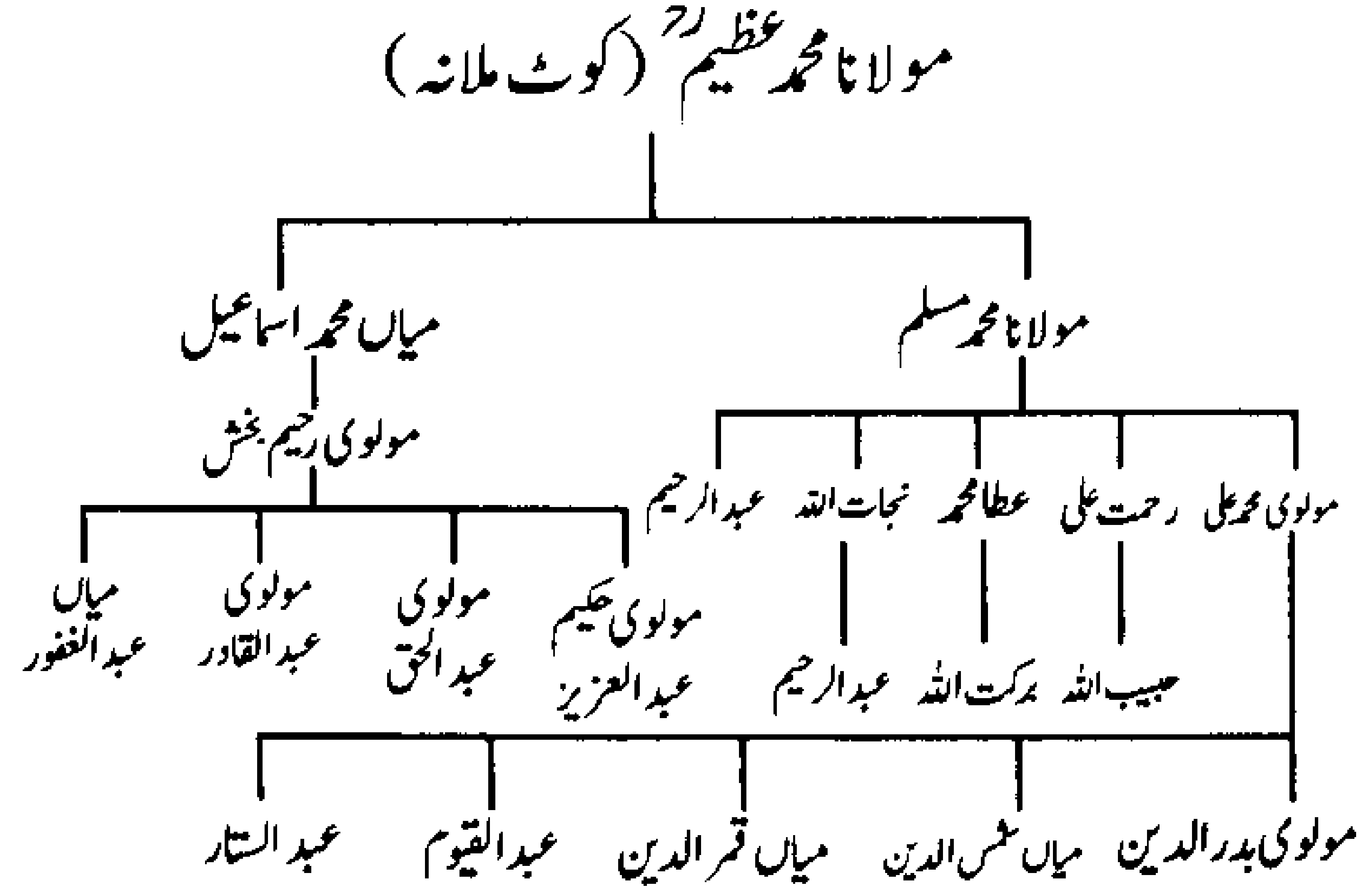

مولوی محمد علی | پہلے جالندھر میں کتب کی تجارت کرتے تھے۔ جب بزمرہ سفید پوشاں علاقہ بار چک نمبر ۱۲۲ میں ۴ مربع اراضی عطا ہوئی تو بار میں چلے گئے۔ ۱۳۳۲ھ میں انتقال ہوا۔ ان کا بیٹا میاں شمس الدین تاجر کتب تھا اور بڑا بیٹا مولوی بدرالدین ڈپٹی کمشنر کے محکمہ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تھے۔

میاں عطا محمد | پہلے کتب کی تجارت کرتے تھے۔ بعد میں چک نمبر ۲۴۱ ضلع لائل پور (فیصل آباد) چلے گئے۔

نجات اللہ | توپ خانہ میں حوالدار تھے۔ بعد میں پنجکورہ ملک بلوچستان میں چلے گئے۔ وہیں فوت ہوئے۔

مولوی حکیم عبدالعزیز | آپ زبردست عالم حکیم تھے۔ تحریر و تقریر میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ (سلیم التواریخ)

Marfat.com

مولانا محمد ابراہیم ؒ (بوٹ کپور تھلہ)

آپ کے والد صاحب کا نام میاں غلام حسین تھا۔ مولانا محمد ابراہیم نے ابتدائی تعلیم مولوی محمد اسماعیل صاحب سے حاصل کی تھی۔ اس کے بعد آپ سوات تشریف لے گئے اور مولوی اخوند علی احمد صاحب مغفور حنفی نقشبندیؒ سے تفاسیر کشاف زمخشری' کبیر' کثیر' معالم' بیضاوی اور مدارک وغیرہ پڑھیں۔ کتب حدیث میں صحاح ستہ اور دوسری کتب حدیث سبقا پڑھیں۔ پھر مراد آباد تشریف لے گئے اور حضرت علامہ فضل حق گنج مراد آبادی خلف مولانا فضل دین صاحب کے اجلاس تدریس میں بھی ایک سال رہ کر علم و حکمت کا درس لیا اور واپس بوٹ تشریف لائے۔ قرآن حدیث کے علاوہ علم فقہ' منطق فلسفہ' ریاضی و ہیئت جفرو نجوم کے بڑے ماہر تھے۔ زبان فارسی پر پوری دسترس حاصل تھی۔ علم طب میں خاص مہارت حاصل تھی۔

اول آپ کپور تھلہ کے وزیراعظم میاں غلام جیلانی کے لڑکوں کو درس دینے پر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں مہاراجہ کے اتالیق مقرر ہو گئے۔ اسی ملازمت میں ۱۹۳۵ء میں وفات پائی۔ آپ نے اپنے بعد تین لڑکے چھوڑے۔

(۱) مولوی غلام محمد صاحب (۲) مولوی غلام محی الدین صاحب (۳) مولوی محمد چراغ صاحب

مولانا غلام محی الدینؒ آپ کے بعد منجھلے بیٹے مولانا غلام محی الدین صاحب راجہ کپور تھلہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ راجہ کی طرف سے پانچ گھماؤں اراضی عطا ہوئی اور نسلا بعد نسل اتالیق' آپ سات زبانیں جانتے تھے۔ حکیم اور شاعر بھی تھے۔ غلامی تخلص رکھتے تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر اور دیگر رسائل تقسیم وراثت' فلسفہ' طبعیات اور الہیات بھی لکھے لیکن طبع نہ ہو سکے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تقسیم ملک کے وقت ضائع ہو گئے ہوں۔ آپ نے تقریبا (۷۰) ستر سال کی عمر پائی۔

مولانا غلام محمد شہیدؒ آپ والد کی زندگی میں ہی ملتان چلے گئے اور وہاں جا کر اپنا نام بھی تبدیل کر لیا اور زین العابدین رکھ لیا۔ اس امر کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ وہاں زین العابدین کے نام سے ہی معروف ہوئے۔ شیعہ' سنی کے مناظرہ میں آپ کامیاب ہوئے۔

Marfat.com

اسی بناء پر تحصیل کبیر والا ضلع ملتان کے گاؤں کوڈو وہر میں شہید کر دیا گیا۔ بد قسمتی سے مجرم بھی سزایاب نہ ہوئے۔

مولانا محمد چراغ | مولانا محمد ابراہیم کے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ عالم فاضل تھے۔ انتہا درجے کے ذہین تھے۔ جو بات ایک بار سن لیتے ہمیشہ یاد رکھتے۔ آپ نے چھوٹی عمر میں ہی کلام مجید پڑھ لیا تھا اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی۔ جب کبھی محفل و مجلس میں جاتے تو گھر آکر ہو بہو وہی نقشہ کھینچ دیتے۔ قوالوں سے جو غزلیں ایک دفعہ سن لیتے۔ گھر آکر پوری پوری لکھ لیتے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں یونہی حصول علوم سے فارغ ہوئے موت نے اپنا پیغام سنا کر اگلے جہاں کی طرف کوچ کا حکم دیا۔

نوٹ | مولانا محمد ابراہیم (ساکن بوٹ ریاست کپور تھلہ ضلع جالندھر) نے علم ہیئت اور ہندسہ پر ایک عجیب انداز سے کتاب لکھی۔ یہ قلمی نسخہ پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ اس کتاب سے آپ کا تبحر علمی ظاہر ہوتا ہے۔ (سلیم التواریخ صفحہ ۴۶۷-۴۶۸)

مولانا الٰہ بخش رحمۃ اللہ علیہ

مولانا الٰہ بخش ولد مولانا فقیر اللہ ساکن راونت تحصیل نکودر جید عالم اور بزرگ تھے۔ اپنے علاقہ میں ذی اثر تھے۔ آپ کا انتقال ۱۸۵۵ھ / ۱۹۱۱ بکرمی میں ہوا۔ مزار موضع کیمیاں خورد میں زیارت گاہ خلق عام و خاص تھا۔ آپ کے صاحبزادے میاں محکم الدین تھے۔ مشائخ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اولاد میں حافظ مولانا بخش معروف شخصیت تھے۔ ان کے پاس اپنے بزرگان کی دستخطی قلمی کتابیں ہر علم و فن کی نہایت خوشخط موجود تھیں۔ (سلیم التواریخ صفحہ ۴۶۴)

مولانا محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ (بوٹ ریاست کپور تھلہ)

آپ کے والد محمد عارف تھے۔ آپ مشہور عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم مولانا نجم الدین صاحب دو کوہہ والوں سے حاصل کی۔ بعد ازاں دہلی چلے گئے اور وہاں کے علماء سے تعلیم حاصل کر کے واپس وطن آئے اور درس تدریس کا شغل اختیار کیا۔ آپ ایک باعمل انسان تھے۔ زمینداری بھی کرتے تھے۔ آپ متوکل رہنا پسند کرتے تھے۔ امراء کی مجالس سے ہمیشہ گریزاں رہتے تھے۔ آپ کے والد گرامی بھی عالم اور نیک انسان تھے اور باعمل عالم صالح

Marfat.com

متوکل تھے۔

مولانا محمد عظیم نے سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ مولانا محمد عظیم کے بیٹے مولانا غلام محمد صاحب بڑے عالم فاضل اور علم حدیث کے ماہر تھے۔ مولانا صوفی اکبر علی قادری فاضل' جالندھری نے مولانا غلام محمد مرحوم کی صحبت سے اکتساب فیض کیا۔ تقریباً ۱۳۴۰ھ میں انتقال ہوا۔

شجرہ نسب

شجرہ نسب مولانا محمد عظیم

- مولانا عارف
  - مولانا محمد عظیم
    - مولانا غلام محمد (پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ)
      - مولانا عبدالحمید (ہیڈ ماسٹر مڈل سکول ٹڈالہ)
        - مولانا حکیم محمد یعقوب (طبیہ کالج دہلی کے سند یافتہ تھے کپورتھلہ میں مطب تھا)
        - مولانا محمد ایوب ایم-اے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس گوجرانوالہ
  - حبیب اللہ
  - فقیر اللہ
  - عزیز اللہ

مولانا غلام محمد صاحب | آدرمان ضلع جالندھر عالم فاضل تھے لیکن ذریعہ معاش زراعت تھا۔

مولانا علیم اللہ صاحب | آدرمان ضلع جالندھر علوم دینیہ پر مکمل دسترس تھی لیکن تعلیم و تعلم کا سلسلہ نہ تھا۔

Marfat.com

مولانا خیر محمد صاحب | آپ موضع پلے والا میں رہتے تھے۔ فارغ التحصیل تھے۔

مولانا عبداللہ صاحب خیر اللہ پور | آپ فقہ' حدیث' منطق' صرف و نحو اور تفسیر میں خوب دسترس رکھتے تھے۔ تلونڈی ڈڈیاں میں مولانا عبداللہ صاحب سے تعلیم پائی جو کہ علاقہ میں مشہور عالم تھا۔ منطق کنزالدقائق شرح جامی کا درس دیا کرتے تھے۔

مولوی شاہدین صاحب | آپ فقہ' حدیث' منطق' صرف و نحو اور تفسیر میں خوب ماہر تھے۔ کنزالدقائق اور شرح جامی کی تدریس کرتے تھے۔

مولوی عبدالحمید | خیر اللہ پور میں رہتے تھے۔ صحاح ستہ' فقہ' منطق' صرف و نحو اور تفسیر کے کامل عالم تھے۔ قصبہ گلوٹی ضلع بلند شہر میں تعلیم حاصل کی۔ منطق شرح جامی اور کنزالدقائق کا درس دیتے تھے۔

مولانا شہاب الدین حنفی صاحب کنیاں حسینہ | آپ کے والد میاں نظام الدین نیک سیرت بزرگ تھے۔ مولانا شہاب الدین نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مشہور عالم مولانا سید خیرالدین سے حاصل کی۔ پھر لدھیانہ جاکر مولوی خاندان کے بزرگان سے فیضان علوم کیا۔ فقہ' حدیث' صرف و نحو و تفسیر کے اچھے عالم تھے۔ پکے حنفی عالم تھے۔ اپنے گردونواح میں مشہور تھے۔ لوگ مسائل کے لئے انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے مولوی عبدالعزیز صاحب تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر سہارنپور گئے۔ مولوی خلیل احمد سے کچھ پڑھا لیکن عقائد کی بناء پر سہارنپور گلوٹی ضلع بلند شہر چلے گئے اور مولانا محمد یحیی سے تعلیم مکمل کی۔

مولانا عبدالکریم کنیاں حسینہ

آپ کے والد میاں اسماعیل تھے۔ ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں حاصل کی۔ بعد ازاں دہلی جاکر مولانا مولوی عبدالحق حقانی رحمتہ اللہ علیہ مولف تفسیر حقانی سے تعلیم پائی اور وطن تشریف لائے۔ عالم باعمل' پاکیزہ سیرت انسان تھے۔

مولانا حکیم عبدالعزیز گڑھا ویہنداں

آپ مولانا محمد مسلم کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جید عالم تھے۔ گویا خاندانی عالم تھے۔ تحریر و تقریر میں کمال حاصل تھا۔ ہر وقت حصول علم کی جستجو میں رہتے تھے۔ اپنے

Marfat.com

خاندان کے علاوہ مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ بیہ کالج دہلی کے سند یافتہ تھے۔

مولانا عبدالقادر (موضع باجا ریاست کپور تھلہ)

دہلی کے علماء سے تعلیم حاصل کی۔ آپ نے اپنے گھر میں اسلامیہ مدرسہ جاری کیا تھا۔ علوم دینیات لوگوں کو سکھاتے تھے۔ حدیث پر دسترس حاصل تھی۔ عوام الناس میں پرہیزگار عالم مشہور تھے۔

مولانا نور محمد (ٹھیکری والا ریاست کپور تھلہ)

آپ کے والد صاحب کا نام میاں جمال الدین تھا۔ آپ کا خاندان علم و فضل کا خاندان تھا۔ آپ کے خاندان میں مولانا حافظ محمد اکبر مشہور عالم اور بزرگ صاحب کشف و کرامت موضع بہاری پور واقع غربی کنارہ دریائے بیاس میں ہوئے ہیں۔ ان کی مشہور تصنیف کردہ کتاب "منظوم نص فرائض" تھی۔ پاکستان کے قیام سے قبل مولوی نور محمد کے کتب خانہ میں موجود تھی۔ مولانا نور احمد صاحب نے ابتدائی تعلیم مولانا محمد عظیم حنفی ساکن موضع بوٹ سے حاصل کی اور مولوی ابراہیم مولوی امام دین نقشبندی (خلیفہ حضرت ابوالخیر دہلوی) آدرمان سے بھی پڑھتے رہے۔

آخر دماغ جو چکرایا تو موضع لکھو کے جاکر حافظ محمد صاحب سے تعلق پیدا کر لیا اور اپنے خاندانی عقائد سے علیحدہ ہو گئے۔ (سلیم التواریخ صفحہ ۶۸۶ تا صفحہ ۶۸۹)

مولانا حاجی عبدالعزیز نقشبندی' چشتی' صابری

مولانا عبدالعزیز کے والد مولوی محمد اسماعیل مرحوم بڑے عالم فاضل تھے۔ موضع سوجوکالیہ سے نقل مکانی کر کے فتوڈھینگہ میں آکر آباد ہوئے۔ یہیں مولوی عبدالعزیز ۶۔ ذیقعد ۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ہی سے تعلیم پائی۔ پھر علم منطق مولانا ابراہیم موضع بوٹ سے حاصل کیا۔ اس کے بعد مولوی غلام رسول قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ سے مزید تعلیم حاصل کی۔ مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی مولوی ابو سعید و عبدالغنی مہاجر مکی متوطن دہلی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ مولوی غلام رسول قلعہ میاں سنگھ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی جس کا سلسلہ شاہ ولی اللہ سے ملتا تھا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ

Marfat.com

اللہ علیہ سے سلسلہ چشتیہ اور قادریہ میں بھی صاحب مجاز ہوئے۔ مولانا حنفی المذہب جید عالم پاکیزہ اخلاق تھے۔ آپ بیعت بھی کرتے تھے۔ تین حج کئے۔ ۱۹۱۹ء میں زندہ تھے۔ تاریخ و سن وفات معلوم نہیں۔ (تاریخ ارائیاں بحوالہ سلیم التواریخ)

شمس الہند مولانا ولی محمد قدس سرہ

فقیہہ اعظم شمس الہند شمس العلماء مولانا ولی محمد جالندھری قدس سرہ موضع پتارہ جالندھر میں حضرت میاں غلام بھیک چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ حضرت میاں غلام بھیک سلسلہ چشتیہ میں صاحب مجاز تھے۔ ہزارہا انسان آپ سے فیض یاب ہوئے۔

مولانا ولی محمد نے علم کس سے اور کہاں سے حاصل کیا۔ معلوم نہیں ہو سکا البتہ آپ کے علم و فضل کا آفتاب سرزمین ہند کے علاوہ عرب میں بھی طلوع ہو کر اپنی روشنی پھیلاتا رہا۔ آپ کے علم و فضل کو سب نے مانا۔ ہر ذی علم و غیر ذی علم آپ کے علم و فضل اور بزرگی کا قائل تھا۔ آپ اسلام کے زبردست مناظر تھے۔ میاں محمد طفیل ناصری جالندھری اپنی تصنیف "ذکر پاکاں" کے صفحہ نمبر ۹۳ پر رقمطراز ہیں:

> "جالندھر شہر میں مولانا ولی محمد صاحب ایک بزرگ اور بلند مرتبہ عالم گزرے ہیں۔ جن کے پایہ کا دور دور تک کوئی عالم نہ تھا۔ آپ اہلسنّت والجماعت کے زبردست مناظر بھی تھے۔ مخالف فرقوں کے بڑے بڑے علماء ان کے مقابل آنے سے جھجکتے تھے۔ ان کے بلند مرتبہ تبحر عالم ہونے کی یہ ایک بین دلیل ہے کہ مدینہ شریف میں مخالف فرقہ (وہابی) کے ایک بڑے عالم سے آپ کا عربی زبان میں مناظرہ ہوا اور آپ نے اسے شکست فاش دی چنانچہ آپ کو عرب حکومت کی جانب سے "شمس العلماء و شمس الہند" کا خطاب ملا۔ آپ کو خلعت فاخرہ بھی حکومت کی طرف سے پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ خلعت مجھے جالندھر بھیجی جائے چنانچہ آپ کے دیئے ہوئے پتہ پر کوٹ عبدالکریم جالندھر میں عبدالکریم خان کے پتہ پر بھیجی گئی۔
>
> مولانا نواب الدین صاحب سکوہی جب شروع میں جالندھر تشریف لائے تو مولانا ولی محمد صاحب سے ملاقات کی۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے علمی گفتگو کر

Marfat.com

کے بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد ان کی اکثر و بیشتر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔
مولانا نواب الدین اکثر مولانا ولی محمد صاحب کا ذکر کرتے اور فرماتے "آپ کے پایہ کا عالم اور بزرگ آج تک نہیں دیکھا۔" مولانا ولی محمد صاحب نے ایک مرتبہ ملاقات کے دوران فرمایا۔ "مجھے ڈر تھا کہ میرے بعد جالندھر سے علم رخصت ہو جائے گا مگر آپ سے مل کر یقین ہو گیا ہے کہ میرے بعد آپ جالندھر شہر میں علم و عرفان کی شمع مزید روشن کریں گے۔"

مرشدی مولانا عبدالغنی چشتی' صابری رحمتہ اللہ علیہ سے بارہا سنا کہ ایک مرتبہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا مناظرہ شمس الہند مولانا ولی محمد رحمتہ اللہ علیہ سے ہوا۔ مولانا ولی محمد صاحب نے فرمایا: "ثناء اللہ تو مجھ سے مناظرہ کیا کرے گا تجھے تو بسم اللہ شریف ہی نہیں آتی۔" مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا "مولانا آپ نے کیسی بات کہی۔" اور فوراً بسم اللہ شریف پڑھی۔ مولانا ولی محمد صاحب نے فرمایا: "چلو اس کا صغریٰ کبریٰ کرو۔" مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔ جواب نہ بن پڑا۔ آپ نے میرزا غلام احمد قادیانی کو بھی کئی بار لتاڑا۔

مناظرہ فریدکوٹ خاص فریدکوٹ میں کوئی مسلمان مرگیا۔ جس نے اپنی کچھ نمازیں قضا کی تھیں۔ مولوی حافظ محمد صاحب لکھو کے والے (جو غیر مقلدین کے جید عالم تھے) نے فتویٰ دیا کہ یہ شخص بے نماز تھا اس لئے جنازہ نہ پڑھا جائے۔ لہذا اسی پر عمل ہوا اور اس بے چارے کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا۔ فریدکوٹ میں ایک مدنی عرب آل رسول سے موجود تھے۔ انہیں ایک مسلمان کا بلا نماز جنازہ ادا کئے دفن کیا جانا ناگوار گزرا۔ انہوں نے علماء سے فتوے طلب کئے۔ علماء نے فتویٰ دیا کہ چونکہ وہ نماز کا منکر نہیں تھا۔ اس لئے اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔ آخر فریدکوٹ میں ایک مناظرہ ہوا۔ غیر مقلدین کی طرف سے مولوی محمد صاحب لکھو کے والے' مولوی قمرالدین' مولوی محی الدین اور اہلسنت کی طرف سے مولوی عبداللہ' مولوی عبدالعزیز لدھیانوی اور مولانا ولی محمد شمس الہند فاضل جالندھری اور چند دیگر علماء مقرر ہوئے۔ مہاراجہ فریدکوٹ خود منصف اور حکم بنے۔ دونوں طرف کی تحریریں' تقریریں سن کر اہلسنت کے حق میں فیصلہ صادر کیا کہ یہ فتویٰ اہلسنت درست ہے اور حکم دیا کہ آئندہ کوئی عالم میری ریاست میں اس طرح کی بات نہ

Marfat.com

کرے جس سے فساد پیدا ہو۔ آخر علماء حق (مولانا ولی محمد جالندھری' مولانا عبدالعزیز لدھیانوی وغیرہ) کو خلعت دے کر رخصت کیا۔ اس مباحثہ میں راجہ کا تقریباً تین ہزار روپیہ صرف ہوا۔ مگر آئندہ کے لئے ریاست میں امن پیدا ہو گیا۔ (سلیم التواریخ صفحہ ۴۷۶ /۴۷۷)

کتاب "تکملہ اسلامی نصاب تصنیف محمد عبدالحکیم قاضی ایم۔ اے فرید کوٹی" کے تعارف مولانا محمد منشا تابش قصوری نے ایک خاموش مبلغ کے نام سے لکھا ہے۔ "قاضی عبدالحکیم کے دادا جان حضرت مولانا رکن الدین قاضی علیہ الرحمتہ بہت بلند ہمت انسان تھے۔ اہلسنت والجماعت کی ترویج و اشاعت' تعمیر و ترقی کے لئے بڑی جدوجہد فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ والی ریاست نے غیر مقلدین کی شرارتوں سے تنگ آ کر آپ کے ایما پر مسئلہ تقلید پر تاریخی مناظرہ کرایا۔ جس میں حکم کے فرائض ایک صاحب علم غیر مسلم نے انجام دیئے اور میدان اہل سنت کے ہاتھ رہا اور وہابیہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس مناظرے میں احناف کی طرف سے مناظر (اعظم) شمس الہند مولانا ولی محمد رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ اس مناظرے کی روئیداد ابحاث فرید کوٹ کے نام سے اسی زمانہ میں چھپ گئی تھی۔ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمتہ اللہ علیہ نے ضمیمہ ابحاث فرید کوٹ کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی۔ اس وقت یہ دونوں کتابیں نایاب ہیں۔ (تکملہ اسلامی نصاب صفحہ ۸/۹ از محمد عبدالحکیم قاضی' ایم۔اے' الحکمت ۲۸ صدیق سٹریٹ' حیدر روڈ' اسلام پورہ' لاہور)

مولانا ولی محمد صاحب کا مناظرہ پنڈت دیانند بانی آریہ سماج سے سردار بکرماں سنگھ آہلووالیہ رئیس اعظم جالندھر کی کوٹھی پر ہوا لیکن سردار بکرماں سنگھ نے دانشمندی سے کام لیا اور مناظرہ کی بحث بغیر شکر رنجی کے ختم کرا دی۔ (سلیم التواریخ' حالات پیر الٰہی بخش)

ایک مرتبہ شمس الہند مولانا ولی محمد نے پیر شاہ الٰہی بخش فاضلی سے سوال کیا۔ "شاہ صاحب کیا باعث ہے کہ ہم مولویوں اور علماء کے شاگرد جب زیادہ علم پڑھ جاتے ہیں تو استاد سے اکثر مسائل میں اختلاف کرنے لگتے ہیں بلکہ بعض اوقات مقابلہ کے لئے سامنے آتے ہیں۔ آپ کے مرید آپ کے پاس زیادہ ٹھہرتے ہیں تو زیادہ مودب بن جاتے ہیں اور پابوسی کرتے ہیں۔" شاہ صاحب نے فرمایا "مولانا آپ شاگردوں میں تکبر کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے سامنے کہتے ہیں کہ تو بڑا عالم اور لائق ہو گیا ہے۔ آخر یہ تعلیم آہستہ آہستہ رنگ لاتی

Marfat.com

ہے اور شاگردوں میں انانیت پیدا ہو جاتی ہے اور ہمارے ہاں تو پہلے دن سے ہی لا کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جوں جوں مرید ترقی کرتا ہے فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ مولانا نے فرمایا: "حق ہے۔" (سلیم التواریخ صفحہ ۶۴۴)

فقیہہ اعظم عالم فاضل اور محدث بہت ہوتے ہیں لیکن فقیہہ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

"اللہ تعالیٰ جس کے لئے بہتری چاہتا ہے اسے دین میں تفقہ (سوجھ بوجھ) عطا فرماتا ہے۔"

فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

"ایک فقیہہ غالب ہے شیطان پر ہزار عابد سے (جو فقیہہ نہ ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے مولانا ولی محمد صاحب کو دین کا تفقہ عطا فرمایا تھا۔ قرآن و حدیث اور فقہ میں عمیق نظر رکھتے تھے۔ ہر فرقہ کے بڑے بڑے علماء آپ کے علم کا لوہا مانتے تھے۔ صاحب سلیم التواریخ اپنی شہرہ آفاق کتاب میں صفحہ نمبر ۶۸۴ پر لکھتے ہیں۔ "سچ پوچھو تو شمس السند مولانا ولی محمد صاحب کے مرنے سے علم فقہ کی اور مولانا عبدالکریم کی وفات سے علم حدیث کی شہر جالندھر میں کمی واقع ہو گئی۔ جالندھر کے لوگ آپ کے علم و فضل اور تقویٰ کی وجہ سے بہت احترام کرتے تھے۔ آپ جو فرما دیتے اسے فوراً تسلیم کر لیتے۔" سلیم التواریخ کے صفحہ ۶۸۳ پر صوفی اکبر علی جالندھری حضرت میر اسماعیل عرف چپ شاہ کا ذکر بیعت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب میر اسماعیل نے حضرت پیر الٰہی بخش صاحب سے بیعت کر لی تو ان کے والد قطب الدین جو نہایت متقی اور پرہیزگار اور حافظ قرآن تھے' اپنے بیٹے سے ناراض ہو گئے اور اس بیعت کی مخالفت کرنے لگے۔ اس کا ذکر حافظ صاحب نے مولانا ولی محمد صاحب سے کیا۔ مولانا نے فرمایا "اگرچہ پیر الٰہی بخش صاحب کا ظاہری علم نہیں لیکن باطنی علم میں اچھا مقام رکھتے ہیں۔" مولانا کے یہ الفاظ سن کر حافظ صاحب نے اپنے بیٹے کی بیعت کی مخالفت چھوڑ دی اور محبت کرنے لگے۔

مسجد بھونیاں و مسجد مولانا ولی محمدؒ جالندھر میں ایک مشہور مسجد "بھونیاں" کے نام سے مشہور تھی۔ مولانا ولی محمد صاحب نے اس مسجد میں خطبہ وعظ و نصیحت درس دینا

Marfat.com

شروع کیا۔ تو وہ مسجد آپ کے نام پر مشہور ہو گئی اور قیام پاکستان تک آپ کے نام سے معروف تھی۔

وفات مولانا کی تاریخ وفات اور سن صحیح معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ ستم ظریفی ہے کہ جو لوگ آسمان دنیا پر شمس کی طرح چمکے۔ ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے جلدی ہی بھلا دیا۔ چاہئے تھا کہ آپ کی حیات پر مکمل کتاب لکھی جاتی لیکن افسوس کہ ان کا تذکرہ ہی کہیں نہیں ملتا۔ فاتح مرزائیت مولانا نواب الدین چشتی' صابری سراجی سنکوی قدس سرہ العزیز ۱۹۱۰ء میں جالندھر گئے اور آپ سے ملاقات کی۔ اس وقت آپ آخری عمر میں تھے۔ انہیں اپنے گھر بلا کر علمی گفتگو کی اور ان کے علم کو سراہا یعنی ۱۹۱۰ء میں مولانا ولی محمد صاحب بقید حیات تھے۔ مولانا صوفی اکبر علی قادری فاضلی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "سلیم التواریخ" ۱۹۱۹ء میں شائع کروائی۔ اس کتاب میں پیچھے لکھا جاچکا ہے کہ آپ کی وفات پر علم فقہ کی کمی کو محسوس کیا گیا۔ ان دونوں واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی وفات ۱۹۱۵ء / ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنے انوار کی بارش فرمائے۔ آمین! دعا ہے ایسے مرد قلندر' مجاہد' فقیہ ہماری راہنمائی کے لئے اور پیدا فرمائے۔ آمین!

نوٹ (مولانا کے نامکمل اور مختصر حالات لکھ کر فقیر کی تشنگی باقی ہے۔ شاید کوئی ذی علم و فراست ان کی حیات پر قلم اٹھائے اور تشنگی باقی نہ رہے۔)

مولانا محمد سلیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام بہت سے لوگوں سے سنا لیکن تذکرے آپ کے نام سے خاموش اور محروم ہیں۔ آپ جید عالم تھے لیکن ہمیشہ آپ پر مجذوبیت کا غلبہ رہتا تھا۔ ایک واقعہ آپ کے ساتھ بہت معروف ہے۔ فقیر نے کئی بزرگوں سے سنا بلکہ صوفی علی محمد صاحب مرحوم بستی شیخ درویش نے جب یہ واقعہ سنایا تو یہ بھی فرمایا تھا کہ ان کے صاحبزادے بقید حیات ہیں۔ ان دنوں فقیر چمڑے کا کاروبار ہتہ بازار لاہور میں کرتا تھا۔ تذکروں کے پڑھنے کی خاص لگن نہ تھی چہ جائیکہ تذکرہ لکھنے کا تصور بھی ہوتا۔ کاش ان کے صاحبزادوں سے ملاقات کر لیتا تو مولانا کی پوری زندگی قلمبند کر سکتا۔

Marfat.com

سرسید احمد خان نے جہاں اپنے آقاؤں انگریز حکومت کے کہنے پر اپنی کتابوں میں دین اسلام اور علمائے دین کا مذاق اڑایا وہاں سرسید نے ان دنوں قرآن مجید کو مختصر کر کے اس کے خلاصہ لکھنے کی بھی جرات کی۔ جالندھر کے علماء نے سرسید کو اس سے منع کرنے اور کتابچہ ضائع کرنے کی کوشش میں ایک وفد تیار کیا جو علی گڑھ جانے کے لئے تیار ہوا۔ علماء میں سے بعض نے کہا کہ مولانا محمد سلیم صاحب سے اس معاملہ میں ضرور رابطہ قائم کرنا چاہئے لہٰذا مولانا کی خدمت میں علماء کا وفد حاضر ہوا اور مدعا عرض کیا اور آپ کو اپنے ساتھ جانے کے لئے آمادہ کر لیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ شخص یعنی سرسید ہر ایک کے قابو آنے والا نہیں بہتر ہے ایک عالم کو اپنا سربراہ بنایا جائے۔ وہی اس سے بات کرے۔" سب نے بیک زبان ہو کر کہا۔ "حضرت آپ سے بہتر کون ہو سکتا ہے جسے سربراہ بنایا جائے۔ آپ کو سربراہی کے لئے آمادہ کر لیا آپ نے فرمایا اس میں ایک شرط ہے وہ یہ کہ "جو کچھ میں کہوں یا کروں تم سب نے خاموش رہنا ہے۔" سب علماء اس پر راضی ہو گئے۔ وفد سرسید کے پاس پہنچا۔ جیسے ہی سرسید وفد سے ملاقات کے لئے سامنے آئے۔ مولانا محمد سلیم نے ان کے سامنے سر زمین پر رکھ دیا۔ علامہ بہت سٹپٹائے لیکن وعدہ پر قائم رہے۔ سرسید بہت گھبرایا اور آپ کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ آپ کچھ دیر کے بعد اٹھے۔ سرسید نے کہا۔ "حضرت! آپ نے یہ کیا کیا۔ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ روا نہیں۔" مولانا نے فرمایا۔ "دو ہی تو خدا ہیں۔ ایک وہ خدا جس نے قرآن مجید تفصیل کے ساتھ نازل کیا اور جگہ جگہ فرمایا کہ ہم کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور ایک تم خدا ہو اس خدا کے تفصیلی قرآن کو اختصار دے کر قرآن کا خلاصہ تیار کر دیا۔" سرسید لاجواب ہو گیا اور وہ خلاصہ قرآن ضائع کر دیا اور معافی مانگی۔ عزت و احترام کے ساتھ علماء اکرام کو رخصت کیا۔ علماء جو پہلے سٹپٹائے تھے۔ آپ کی اس حکمت عملی سے بہت خوش ہوئے اور فاتحانہ واپس آئے۔

آپ اپنے حجرہ ہی میں رہتے تھے' لوگوں سے ملاقات نہ کرتے تھے۔ ہمیشہ اللہ کی یاد میں مگن رہتے تھے۔ تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

مولانا دل محمد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا دل محمد جالندھر میں چودھویں صدی کے معروف علماء میں سے تھے۔ اصلاح عقائد پر ان کے متعدد رسائل شائع ہوئے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد سرگودھا میں رہائش اختیار کی پھر سمندری چلے گئے۔ ان کی اولاد سمندری میں آباد ہے۔ حضرت صوفی غلام محی الدین لودھی خانصاحب سے ان کی شناسائی ہے۔ آپ جالندھر کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ مدرسہ دیوبند سے فارغ التحصیل تھے۔ مشرباً چشتی' صابری مسلکاً حنفی سنی تھے۔ مسجد اخوان محلہ عالی کلاں میں طویل عرصہ تک خطابت فرماتے رہے۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو سمندری ضلع فیصل آباد تشریف لے گئے۔ یہاں مدرسۃ تجوید القرآن کی بنیاد رکھی جو آپ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد بشیر احمد کی زیر نگرانی بدستور قائم ہے۔ (۹۸-۸-۲۴)

مولانا کا مقام علماء کی نظر میں

ایک دفعہ قبلہ عالم خواجہ نواب دین جالندھر تشریف فرما تھے۔ مسلسل بول کی شکایت تھی۔ خان غلام محی الدین خان ان کی خدمت میں موجود تھے۔ نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے خانصاحب سے پوچھا "نماز جمعہ کہاں پڑھو گے۔" خانصاحب نے عرض کیا۔ "مسجد اخوان صاحب مولانا دل محمد صاحب کی مسجد میں" فرمایا۔ "یہ مہمان اجنبی ہے' اسے بھی لے چلو۔ نماز جمعہ ان کے پیچھے ہی پڑھا کرو' بڑے ہی واجب الاحترام خطیب ہیں۔"

مولانا محمد سردار احمد محدث پاکستان چشتی' صابری' قادری رحمتہ اللہ علیہ کے دور حیات کی بات ہے کہ سمندری سے آئے ہوئے چند احباب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ سمندری تشریف لے چلیں وہاں ایک خلق آپ کے وعظ کا اشتیاق رکھتی ہے۔ محدث پاکستان نے فرمایا: "بھئی! وہاں مولانا دل محمد صاحب کے ہوتے ہوئے اس فقیر کی کیا ضرورت ہے۔ وہ کافی ہیں۔" گویا یوں محدث صاحب نے برملا مولانا دل محمد صاحب کی علمی قابلیت اور پر اثر خطابت کی تعریف فرمائی۔

مسجد اخوان میں صرف آپ ہی کے وعظ ہوتے تھے لیکن جب بھی حضرت مولانا

Marfat.com

خواجہ نواب الدین صاحب تشریف لاتے تو ممدوح اپنی مسجد میں خاص طور پر ان کا اثر انگیز عارفانہ خطاب بڑے اشتیاق سے سماعت فرماتے۔ آپ بڑے خلیق' ملنسار' عابد' زاہد اور شب بیدار تھے۔ وعظ آپ کا بڑا پر اثر ہوتا تھا۔ کلام مختصر اور لہجہ پر وقار ہوتا تھا۔ فیوض العارفین دس حصوں پر مشتمل آپ کی بڑی معرکتہ الاراء تصنیف ہے۔ علاوہ ازیں ایک رسالہ موسومہ فتویٰ قرآن العظیم الشان بھی آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کی کتاب فیوض العارفین میں قرآن' قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسائل پر بحث کی گئی ہے اور براہین قاطعہ سے ان کو ثابت کیا گیا ہے۔ بعض متنازعہ امور میں فی الواقع یہ ایک رہبر تصنیف ہے۔ اس کتاب میں وسیلہ "علم غیب" فاتحہ یعنی ختم مروجہ اور بدعت حسنہ پر ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ندائے یارسول اللہ' ارواح کے اپنے اوطان کی طرف آنے اور شفاعت کے بارے میں ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ایمان' تقویٰ اور مجاہدات کی تشریحات تحریر ہیں۔ فضائل و تاکیدات نماز جمعہ' ثبوت احتیاط الظہر' قرآن مجید کی ضرورت و فضیلت' نماز تراویح کے احکام' نماز وتر' سجدہ تلاوت اور نماز کے مفسدات کے بارے میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ زکوٰۃ' صدقہ' فطر' روزہ' احکام حج اور زیارت روضہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ضروری اہم اور مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ گویا یہ کتاب عامتہ المسلمین کے لئے ہدایات و معلومات کا ایک عظیم خزانہ ہے۔ دعا ہے مولائے کریم مسلمانوں کو ان کی تصانیف کے پڑھنے اور اس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے' آمین!

(بشکریہ خان محی الدین خان' فیصل آباد)

نوٹ | خان صاحب نے تاریخ وفات کا ذکر نہیں کیا اور یہ مضمون بھی حضرت نذر صابری صاحب (اٹک) کی وساطت سے موصول ہوا۔

Marfat.com

باب بزرگان آسودگان سرزمین پاکستان

(یعنی جو جالندھر میں پیدا ہوئے اور پاکستان کی سرزمین میں آسودہ ہوئے۔)
(زیا بقید حیات ہیں۔)

حضرت ابر شاہ وارثی ﷫

آپ جالندھر میں پیدا ہوئے۔ پنجابی کے معروف نعت گو شاعر ہیں۔ ان کے کلام میں عشق رسول اللہ اولیائے کرام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ دنیا کی رنگینی آپ کے مزاج میں نہ تھی۔ آخرت کا شوق دامنگیر رہتا تھا۔ خود لکھتے ہیں:

"زمانہ کے نزدیک پچاس برس اور پچاس ہزار برس برابر ہیں اور دونوں کی ہستی فضول۔ آخر نیستی سے کام پڑنے والا ہے' چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ آج مجھ پر روشنی ہے' کل تجھ پر' مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اندھیرے سے بچ جائیں۔ دنیا کیا ہے؟ ہنگامہ جاہ بپا ہے اور کارگاہ ہستی کا نام "دنیا" رکھ دیا گیا ہے۔ یہاں رات دن عدم اور وجود میں لڑائی رہتی ہے۔" موت سے زیادہ ہستی کا کام جاری ہے۔ دنیا وہ جگہ ہے جہاں موت کو بھی زندگی سے لاچاری ہے۔ پیدائش کی وہ دھوم ہے کہ کسی کو موت کا خیال ہی نہیں آتا۔ ایک جاتا ہے تو دو آتے ہیں۔ زمین میں چھپا تو ایک دانہ مگر وہ سڑ کر ہزار دانے کو جنم دیتا ہے۔ ایک جسم بگڑتا ہے تو لاکھوں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔

موت اگرچہ نہایت تلخ چیز ہے مگر اسی وقت تک جب اس کا خیال ہو مگر جب وقت گزرا بس پھر کچھ نہیں۔ بالکل سانپ کی کینچلی کی مثال ہے۔ جب تک سانپ کینچلی میں رہا' نہ ایک مصیبت میں رہا اور اس کے اتارنے سے ڈرا اور جب اتار پھینکی ایک آسائش اور آرام محسوس کیا۔ اسی طرح انسان بھی جب تک زندہ رہا' مصیبت میں رہا اور موت کے خیال سے بھاگتا رہا لیکن جہاں موت آ گئی۔ بس اس سے بڑھ کر سبک روح کوئی نہیں۔ کائنات کا یہ ہنگامہ اور دنیا کی یہ رنگا رنگی آناً فاناً معدوم ہو جاتی ہے اور انسان محض ایک افسانہ بن کر رہ جاتا ہے۔

میں آخر انسان ہوں اور دوسروں کی طرح زندگی اور موت کی کشمکشوں میں جلا! یقیناً میں اپنی اس کوتاہ فہمی سے بے حد محجوب ہوں کہ انہی کشمکشوں کے باعث میں اپنے

Marfat.com

گلستان سخن سے پھول چن کر گلدستہ تیار نہ کر سکا جسے اپنے برادران طریقت کی خدمت بابرکت میں پیش کر سکوں۔ (۲ جون ۱۹۳۹ء)

بلبل گلستان سخن حضرت وزیر الدین آصف صابری لکھتے ہیں: "ابر شاہ وارثی پنجابی میں مشق سخن فرماتے ہیں یوں تو پنجابی سارے پنجاب میں بولی اور سمجھی جاتی ہے لیکن پنجاب کے بعض حصوں میں اس قسم کی پنجابی بھی رائج ہے جسے عوام الناس سمجھنے سے عاری ہوتے ہیں۔ برعکس اس کے ابر شاہ صاحب کی شاعری اتنی سلیس اور عام فہم ہوتی ہے کہ عوام نہایت آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ آپ کی شاعری کا آغاز تو کشمری ایجی ٹیشن سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ تاہم آپ کا اتنا چرچا نہ تھا جتنا کہ مداح سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے اور محبوب العارفین سراج الشعراء لسان الطریقت حضرت مولانا بیدم شاہ صاحب بیدم وارثی قدس سرہ العزیز کی غلامی میں آنے کے بعد ہوا------ میں تو اس طرح سے کہتا ہوں کہ

ابر شد ہرگز نہ یکتا در سخن
تا غلامے بیدم عالی نہ شد

(تعارف ابر رحمت ۲۹۔ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ)

جناب قمر صاحب جالندھری لکھتے ہیں:

کلام حضرت ابر شاہ وارثی کسی کا محتاج بیان نہیں۔ ہرکس و ناکس آپ کی گوہرافشانی سے خوب واقف ہے۔ زبان حال سے جب آپ ارشاد فرماتے ہیں تو سامعین کی حقیقی جھولیاں گوہر مقصود سے پر ہو جاتی ہیں۔ دلاویز نغموں سے روح پر کیفیت طاری ہوتی ہے۔ دلوں میں جذبات محبت تڑپتے ہیں۔ واحدانیت کے دور میں بے ساختہ زبان پر یہ شعر آتا ہے

وارث کی کرامت سے بیدم کی عنایت سے
اے ابر تجھے حق نے یہ عزو شرف بخشا

(تقریظ و تعارف ابر رحمت)

ابر شاہ وارثی، حضرت مولانا بیدم چشتی نظامی وارثی کے مرید صادق تھے۔ آپ کے کلام میں عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں پھیلتی ہیں۔ نعتیہ کلام پر آپ کی چھ تصنیفات شائع ہوئیں۔ پاکستان میں آ کر ملتان قیام کیا۔ ابر بہار، ابر کرم، ابر رحمت اور ابر

Marfat.com

پاکستان فقیر کی نظر سے گزریں ہیں۔ ابر پاکستان' پاکستان میں آکر لکھی۔ حاجی کریم بخش شاہ ولی تاجران کتب نے اول بازار شیخاں جالندھر اور پھر ۲۳- انار کلی لاہور سے آپ کی کتابیں شائع کیں۔

نمونہ کلام:

۱- وہی تفسیر قرآن ہے جو ہے صورت محمد کی
ملا دیتی ہے جو حق سے وہ ہے الفت محمد کی
جو پی لے زندگی میں ایک پیانہ محمد کا
رہے وہ عمر بھر واللہ مستانہ محمد کا
دیکھوں میں کبھی جو رخ زیبائے محمد
لوں آنکھوں سے بس چوم کف پائے محمد
میرے دل دا کعبہ ہے کوئے محمد
ہے دیدار حق مینوں روئے محمد
بوقت نزع ہے دعا یاالٰہی
کہ ہووے میرا رخ بسوئے محمد

۲- محمد دے در تے رسائی نہیں ہندی
کسے پل جدا اے جدائی نہیں ہندی
میرے دن رات دے ہوکے نہیں مکدے
کسے پل بھی اکھیاں تھیں انجو نہیں سکدے
میں درشن نوں پھڑکاں اوہ پردہ نہیں چکدے
نی خبرے میری کیوں سنائی نہیں ہندی

او غافل انسان جہاں اندر ذرا عجز تھیں گردن نوا کے چل
اچے ہون جیہڑے سرکاوندے نے اینتھے خودی ذرا مٹا کے چل
برایاں مجتاں تے فعلاں بھیڑیاں توں ذرا دیکھ توں اکھ بچا کے چل
اگے جا کے آوے شرمندگی نہ ابر نیک کوئی عمل کما کے چل

ابر شاہ وارثی رحمتہ اللہ علیہ نے تقسیم ملک کے بعد ملتان میں قیام کر لیا تھا۔ ملتان۔

Marfat.com

میں آپ کا انتقال جولائی / اگست ۱۹۶۳ء ہوا۔ ملتان ہی میں دفن ہوئے۔

سید چراغ دین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ قبلہ عالم شاہ سراج الحق رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ موضع خانقاہ کھو کھین ریاست کپورتھلہ (ضلع جالندھر) میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت موج دریا رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت جھنڈے شاہ رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جو کاملین میں سے تھے۔

حضرت حیرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حیرت شاہ وارثی رحمتہ اللہ علیہ حضرت بیدم شاہ وارثی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ اور شاگرد تھے۔ ایک طویل عرصہ تک درگاہ حضرت امام ناصر رحمتہ اللہ علیہ میں چلہ کش رہے۔ آپ بلند پایہ شاعر اور صوفی تھے۔ قوالی کے ازحد شائق تھے۔ محفل سماع میں آپ پر سکر کا غلبہ رہتا تھا اور وجد و حال میں جھومتے رہتے تھے۔

حضرت میاں خدا بخش قادری رزاقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء میں جالندھر میں ہوئی۔ آپ اوائل عمر سے ہی کم گو، سنجیدہ اور راست باز تھے۔ بچوں کے ساتھ کھیلنے سے احتراز فرماتے۔ مادر زاد ولی تھے۔ نوجوانی کے عالم میں اکثر ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ شب بیداری آپ کا معمول تھا۔ تمام رات عبادت الٰہیہ اور تلاوت کلام پاک میں گزرتی تھی۔

بغداد شریف کا سفر عالم نوجوانی میں آپ بغداد شریف تشریف لے گئے۔ چالیس سال تک روضہ غوث پاک پر قیام پذیر رہے۔ روضہ غوث پاک کے کلید بردار حضرت سید احمد شریف الدین سے بیعت کی۔ سلسلہ ارادت یوں ہے:

میاں خدا بخش، مرید سید احمد شریف الدین، مرید شیخ مصطفیٰ، مرید شیخ سید محمد، مرید شیخ سید عبدالعزیز، مرید سید عبداللہ تقی، مرید شیخ سید عبدالقادر، مرید شیخ سید عبدالرزاق، مرید سید محمود شاہ، مرید سید فرح اللہ، مرید شیخ سید محمد، مرید شیخ سید شمس الدین، مرید شیخ سید شرف الدین، مرید شیخ سید محی الدین، مرید سید علاؤ الدین بدر الدین، مرید سید شمس الدین، مرید

Marfat.com

شیخ شرف الدین یحیٰ' مرید سید شہاب الدین احمد' مرید حضرت شیخ سید صالح' مرید سید عبدالرزاق مرید حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ و علیہم اجمعین۔

مراجعت وطن آپ پیرو مرشد کے حکم سے جالندھر واپس تشریف لے آئے اور جالندھر کی نواحی بستی میں "سید کبیر[1]" میں مقیم ہوئے۔ پھر وہاں سے جالندھر کے قریب موضع آباد پورہ میں مقیم ہوئے۔ آباد پورہ جالندھر سے نکودر جانے والی سڑک پر واقع تھا۔ وہاں سے آپ ۱۹۴۷ء میں لاہور تشریف لائے اور ساہیوال میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ لاہور میں آپ کے خلفاء سے حضرت فضل شاہ قادری المعروف نور والے انفنٹری روڈ مصطفیٰ آباد (دھرم پورہ) میں مقیم تھے۔ انہوں نے میاں صاحب سے چودہ سال تک فیوض و برکات حاصل کئے۔

وفات آپ کی عمر ۱۵۴ سال ہوئی۔ (بحساب سن قمری) ۲۲- رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹- جولائی ۱۹۵۰ء بروز اتوار اوکاڑہ ضلع ساہیوال میں فوت ہوئے۔ مزار شریف ساہیوال شہر کے معروف قبرستان "پیر بخاری" میں ہے۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ از سرمیاں محمد دین کلیم)

حضرت میاں خدا بخش نقشبندی' جالندھری ثم شیخوپوری

میاں صاحب ۲۵- مارچ ۱۸۹۸ء بروز جمعہ تحصیل نکودر ضلع جالندھر کے ایک گاؤں خیرپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام میاں خیر محمد ابن میاں الٰہی بخش تھا۔ آپ ابھی مہد میں ہی تھے کہ والدہ فوت ہوگئیں۔ آپ کے والد نے تازندگی دوسری شادی نہ کی۔ آپ کی پرورش نانی نے فرمائی۔ سن شعور کو پہنچے تو گاؤں کی مسجد میں داخل ہوئے۔ بچپن سے ہی خاموش طبع تھے۔ بچوں کے ساتھ کھیل کود سے نفرت' طبیعت میں عاجزی اور انکساری بدرجہ اتم موجود تھی۔ والدہ تھی نہ دادی اس لئے گھر کا کام کاج خود ہی کرتے تھے۔ زمینداری میں بھی ہاتھ بٹاتے۔ جب فرصت کا کوئی لمحہ ملتا تو فوراً مسجد میں چلے جاتے۔

---

[1] جالندھر کی بارہ بستیوں میں سید کبیر کسی بستی کا نام نہیں ہے۔ شاید کسی چھوٹی آبادی یا محلّہ کا نام ہو۔ (چشتی)

Marfat.com

بچپن ہی سے نماز کے سخت پابند تھے۔ والد چاہتے کہ زمینداری میں میرا ہاتھ بٹائیں لیکن آپ بھاگ بھاگ کر مسجد میں ہی جایا کرتے۔ مسجد کے امام مولوی عبداللہ جو اپنے وقت کے ولی اللہ تھے۔ آپ سے خاص محبت فرمایا کرتے اور نمازیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ خدا بخش ایک سعادت مند اور ہونہار بچہ ہے۔ آپ نے مسجد میں قرآن شریف اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں۔ زمینداری کام کا بوجھ بڑھ گیا۔ حصول تعلیم کے شوق میں یہ ایک بڑی رکاوٹ تھی' جسے دور کرنے کے لئے میاں صاحب کو گھر والوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

تعلیم میاں صاحب نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اصرار کیا تو کسی نے آپ کی بات پر توجہ نہ کی لہذا آپ خیراللہ پور سے بھاگ کر شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ کے ایک درس میں آکر داخل ہو گئے۔ جب آپ کے دادا اور چچا نے آپ کا شوق دیکھا تو چچا نے اپنے بھتیجے کو اپنی کفالت میں لے لیا اور سکول میں داخل کرا دیا۔ ابھی آٹھویں جماعت پاس نہ کی تھی کہ آپ کی شادی کر دی گئی۔ ورنیکلر فائنل کا امتحان گورنمنٹ مڈل سکول شاہ کوٹ' تحصیل نکودر ضلع جالندھر سے پاس کیا۔ کچھ وقت بطور مدرس کام کیا۔ اسی دوران گورنمنٹ فارمل سکول دھرم شالہ ضلع کانگڑہ میں داخلہ مل گیا۔ ایک سال میں تربیتی کورس وہاں سے مکمل کیا۔ دنیوی علم کے ساتھ ساتھ دینی کتب کے مطالعہ کا شوق بھی پورا فرماتے رہے۔

ملازمت آپ کا گاؤں خیراللہ پور (شاہ کوٹ) دریائے ستلج کے کنارے پر واقع تھا۔ اراضی دریا برباد ہو گئی۔ آپ نے حصول ملازمت کے لئے صرف اس غرض سے ضلع شیخوپورہ کے تعلیمی افسران کے پاس درخواست گزاری کہ شاید اس بہانے میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے دربار تک رسائی ہو جائے۔ جلد ہی پروانہ ملازمت بطور اول مدرس گورنمنٹ پرائمری سکول چک نمبر ۱۷ (نہر اپر جناب) میں مل گیا۔ آپ اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں آ گئے۔ جائے تقرری شیخوپورہ سے صرف نو دس میل کے فاصلہ پر تھی۔

بیعت ۶۔ جولائی ۱۹۲۴ء میں پہلی مرتبہ حاضری دینے کے لئے شرقپور تشریف لائے تو ان دنوں میاں صاحب کی طبیعت ناساز تھی' زیارت نہ ہوئی۔ بیس دن بعد پھر شرقپور تشریف لائے لہذا ملاقات ہو گئی۔ میاں صاحب کمال شفقت سے پیش آئے پوچھا کہ کچھ علم رکھتے ہو۔ آپ نے اپنی تعلیم عرض کی۔ فرمایا کہ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے کتنے سال لگائے۔

Marfat.com

عرض کیا "نو سال" فرمایا: "قرآن مجید کو پڑھنے کے لئے کتنے سال لگے۔" اب خاموشی کے سوا کیا تھا۔ میاں شرقپوری نے شفقت فرمائی۔ نماز باجماعت پڑھنے اور اس کے بعد ۱۱ بار سورۃ اخلاص پڑھنے کا حکم دیا۔ میاں خدا بخش صاحب ہر جمعہ یا اتوار حاضری دیا کرتے تھے۔

۲- اکتوبر ۱۹۲۶ء بروز اتوار اشارہ خاص سے میاں خدا بخش کو طلب فرمایا اور ان کے دل پر اسم ذات نقش فرما دیا۔

معمولات میاں خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیرو مرشد کے معمولات کی مکمل اتباع کی۔ بعد نماز فجر درود شریف پڑھنے کا وہی معمول جاری رہا۔ جو میاں شرقپوری کا تھا۔ آپ کا ہر فعل و ہر کام' ہر بات 'اٹھنا' بیٹھنا' سونا' جاگنا' چلنا پھرنا غرضیکہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کرنے میں اپنے مرشد کی اتباع کرتے تھے۔ کرامات اس سے بڑھ کر کیا بیان ہو کہ ان کی زندگی عین سنت کے مطابق تھی اور اس پر گاؤں اور ارد گرد کے لوگ سب گواہ تھے۔

اولاد اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی۔ لڑکوں کے نام محمد اسحٰق اور محمد سعید ہیں۔

وصال ۲۸- جنوری ۱۹۷۷ء کو جمعتہ المبارک کے دن واصل بحق ہوئے۔ چک نمبر ۱۷ میں دفن ہوئے۔ آپ کے مزار کے ساتھ ہی شاندار مسجد اور مدرسہ ہے۔ (تاریخ ارائیاں از میاں احمد بدر اخلاق' بی-ایس-سی)

میاں محمد طفیل ناصری' جالندھری رحمتہ اللہ علیہ

میاں صاحب غالباً ۱۹۱۴ء میں خانوادہ سجادگان حضرت امام ناصر الدین چشتی جالندھری رحمتہ اللہ علیہ میں پیدا ہوئے۔ میاں صاحب بچپن اور طالب علمی کے زمانہ سے ہی علماء' صوفیاء اور ادباء کی صحبت میں بیٹھنے لگے۔ حضرت ماسٹر رحیم بخش رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ موصوف کی مجلس میں اکثر بڑے علماء' صوفی موجود ہوتے تھے۔ میاں صاحب بچپن ہی میں ماسٹر رحیم بخش کے گھر میں رہتے تھے۔ اس لئے عالم طفولیت ہی میں علم و ادب اور کیفیات سے فیض ہونے لگا تھا۔ ابھی چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے کہ حضرت میرن شاہ قادری دوسوہوی اور ان کے مرشد میاں حسین شاہ کی زیارت سے مشرف و مستفید ہوئے۔ آپ کے نانا پہلوان رحمت علی میاں حسین شاہ کے مرید تھے اور یہ دونوں بزرگ

Marfat.com

پہلوان جی کے گھر آیا کرتے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے میٹرک پاس کیا تو آپ کے دوست بابو جلال الدین بٹ (جو بعد میں خلیفہ مجاز ہوئے۔) نے بتایا کہ ضلع مظفر گڑھ سے ایک بزرگ خواجہ محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی تشریف لائے ہیں اور وہ محلہ سیداں کے باہر مسجد میں رونق افروز ہیں لہٰذا آپ وہاں گئے اور نماز عصران کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کی ادائیگی سے تسکین قلب نصیب ہوئی تو آپ ان سے سلسلہ نقشبندیہ میں مرید ہو گئے اور فیضیاب ہوئے۔ ان کے بعد ان کے خلیفہ حافظ اللہ بچایا سے عقیدت و محبت رہی کئی کئی دن ان کے ساتھ گزارتے۔

جب مولانا نواب الدین چشتی' صابری' سراجی' سکوہی کی آمد جالندھر میں ہوئی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ ان کی مجلس میں بیٹھنے لگے۔ کیف و سرور کی جو کیفیات اب حاصل ہوئیں۔ اس سے پہلے نہ ہوئی تھیں۔ خلیفہ محمد صدیق سجادہ نشین خانقاہ امام صاحب مولانا سے مرید ہو گئے۔ میاں صاحب خلیفہ صدیق صاحب کے داماد تھے۔ اس قرب کی وجہ سے بھی مولانا سے زیادہ عقیدت ہو گئی۔ ۱۹۴۵ء میں میاں صاحب بسلسلہ ملازمت لاہور تشریف لے آئے۔ اسی دوران فسادات شروع ہو گئے۔ میاں صاحب بوجہ مصروفیت جالندھر نہ جا سکے۔ قیام پاکستان کے بعد جب خلیفہ محمد صدیق صاحب لاہور میں آکر ماڈل ٹاؤن قیام پذیر ہوئے تو میاں صاحب کو ان سے معلوم ہوا کہ مولانا ۱۹۴۶ء میں انتقال فرما گئے ہیں۔ میاں صاحب مولانا سے بڑی عقیدت رکھتے تھے لہٰذا آخری عمر تک S-6-145 ۱۴۵ محلہ چاہ شیخاں۔ پیر غازی روڈ اچھرہ' لاہور میں حضرت امام ناصر الدین جالندھری اور مولانا نواب دین صاحب کا عرس کرواتے رہے۔ مولانا غلام ربانی صاحب بھی کبھی کبھار اس عرس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت امام صاحب' مولانا نواب الدین' خواجہ روشن الدین والا خلیفہ محمد صدیق' خواجہ محمد فضل علی قریشی' حافظ اللہ بچایا' مولوی محمد اسلم بابا میراں شاہ اور غنیمت علی شاعر کے حالات پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "تجلیات ناصری" یعنی "ذکر پاکاں" رکھا ہے۔

فقیر اور محمد اظہر سہیل ان کی ملاقات کے لئے ۲۰۔ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ / ۲۰۔ مئی ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ ان کے مکان واقعہ اچھرہ گئے تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ ۱۴ مئی ۱۹۹۵ء بروز اتوار کیم افتار سہ ۴۸ پ کو ہو گیا ہے۔ ان کے صاحبزادگان سے ملاقات

Marfat.com

ہوئی۔ نہایت کریم النفس اور اعلیٰ کردار کے انسان تھے۔ انہوں نے فقیر کو ایک کتاب "ذکر پاکاں" عنایت فرمائی۔

میاں حافظ عبداللہ نظامپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ میاں غلام محمد ابن سائیں پیرے شاہ نظام پوری کے بیٹے اور سائیں سوندھے شاہ نظام پوری کے بھتیجے اور متبنیٰ تھے۔ آپ کی تربیت سائیں سوندھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ نظام پور ریاست کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مزاج بھی درویشانہ تھا۔ آپ قادری سلسلہ کے ایک بزرگ ملیر کوٹلہ والوں کے مرید تھے۔ حافظ قرآن' عالم باعمل اور علماء و صوفیاء کے دل سے قدردان تھے۔ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت فرماتے تھے۔ دوران تلاوت قرآن مجید آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہوتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد ضلع لائیل پور (فیصل آباد) کے گاؤں چک ٦٦ ج ب دھاندرہ میں آ کر آباد ہوئے۔ دین کی تبلیغ جاری رکھی۔ آخر اسی گاؤں میں انتقال فرمایا اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ حافظ عبداللہ صاحب کے تین فرزند تھے:

۱- حضرت میاں محمد سلیمان قلندر چشتی' صابری بہاولپوری"

۲- میاں عبدالمجید'

۳- میاں منظور احمد (گلزار قلندر از میاں احمد بدر اخلاق)

نوٹ (میاں محمد سلیمان قلندر" کے حالات آئندہ صفحات پر درج ہیں۔)

حضرت صوفی غلام محی الدین خان لودھی چشتی صابری اللہ والے

آپ ۳- جون ۱۹۲۷ء کو مقام پھگواڑہ دروازہ محلہ رستہ تحصیل و ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خان فقیر محمد خان (متوفی ۱۹۶۵ء سرگودھا) تھا۔ آپ لودھی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ بستی محلہ رستہ لودھی خاندان کی بستی تھی۔ اس کا تذکرہ بستیاں میں کیا گیا ہے۔ آپ ایف۔اے کے متعلم تھے کہ آپ نے حضرت مولانا نواب الدین ننگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے ۱۹۴۵ء میں بیعت کی بی اے کی ڈگری کے لئے کوشاں تھے کہ مرشد کامل کا ۱۹۴۶ء میں انتقال ہوگیا۔ ان دنوں تحریک پاکستان زوروں پر تھی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان نقشہ دنیا میں ابھرا تو آپ ہجرت کر کے سرگودھا تشریف لے آئے اور یہاں آ کر بس۔

Marfat.com

اے کی ڈگری حاصل کی۔ جذب و مستی شروع سے ہی تھی۔ زیادہ تر عبادت میں ہی مشغول رہتے تھے۔ فیصل آباد میں راشننگ کنٹرولر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ہمیشہ حلال روزی کی فکر دامنگیر رہی۔ قبلہ عالم شاہ محمد سراج الحق کے عرس کے موقع پر حضرت مولانا نواب الدین کے صاحبزادے مولانا غلام ربانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ قادریہ' رزاقیہ' چشتیہ' صابریہ میں خلافت عطا فرمائی۔ آپ درد رکھنے والے' صاحب ذوق و شوق اور صاحب جذب و مستی میں آپ کی آنکھیں ہمہ وقت عشق الٰہی میں اشکبار رہتی تھیں۔ فقیر نے کبھی آپ کو ہنستے نہیں دیکھا آپ کا نورانی چہرہ ہے۔ سرخ اور سفید خدوخال اور اس پر نور نے آپ کے حسن کو اور زیادہ نکھار دیا ہے۔ حضرت نذر صابری جالندھری (اٹک) کو آپ سے عشق کی حد تک پیار ہے۔ الحمد للہ بقید حیات ہیں۔ ۱۹۹۹-۹-۲۶)

آپ کی صوفی خلیفہ محمد صدیق ناصری جالندھری' صوفی محمد عظیم' مولانا مرتضیٰ احمد میکش' صاحبزادہ مظہرالدین اور مولانا محمد عمر اچھروی سے خوب شناسائی رہی۔ آپ کے مریدین میں بھی عشق خداوندی کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان کے ہاں ہر جمعرات کو محفل ذکر ہوتی ہے۔ یہ محفل کیف و سرور کی اپنی مثال خود آپ ہے۔

حضرت علامہ مولانا صوفی محمد دین مسکین قادری' نوشاہی مدظلہ

آپ کے والد کا نام میاں قاسم علی ولد میاں غلام محمد ولد میاں عبدالقادر ولد میاں روشن دین تھا۔ قوم شیخ انصاری اور آبائی وطن موضع بوپا ارائیاں ضلع جالندھر تھا۔ آپ سال ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ گلزار اسلام لدھیانہ میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ لدھیانہ ہی میں شادی ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے لائل پور (موجودہ فیصل آباد) آباد ہوئے۔ مولانا صوفی محمد رمضان قادری نوشاہی لدھیانوی سے بیعت کی۔ جامع مسجد فاروقیہ کے خطیب مقرر ہوئے۔ محلہ ناظم آباد میں مدرسہ قادریہ نوشاہیہ قائم کیا۔ جس میں سینکڑوں طلباء قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ آپ مسجد کے متولی اور مدرسہ کے ناظم بھی ہیں۔ ہر روز ان کے پاس اہل طریقت کا مجمع لگا رہتا ہے۔ نوشاہیوں کا ڈیرہ مشہور ہے۔ ان کے صاحبزادے مولانا عبدالقیوم متخلص بے زر بھی جید عالم ہیں۔

Marfat.com

مولانا مسکین صاحب حضرت سید شریف احمد شرافت رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت رکھتے تھے اور ان سے خط و کتابت بھی تھی۔ مولانا مسکین صاحب نے غلام رسول برق ہاشمی کے جواب میں ایک تحقیقی مقالہ لکھا تھا۔ جس میں برق صاحب کی خوب علمی قلعی کھولی تھی۔ اردو' پنجابی میں شعر کہتے ہیں۔ مسکین تخلص ہے۔ (شریف التواریخ' جلد سوم' حصہ ہشتم صفحہ ۲۱۳ الف)

مندرجہ بالا حالات مختصر تھے۔ فقیر نے تفصیلی حالات کے لئے حضرت موصوف کو ۲۸- اگست ۱۹۹۶ء کو خط لکھا۔ آپ نے نہایت مہربانی فرماتے ہوئے ۳۱- اگست کو جواب مرحمت فرمایا جو فقیر کو ۲- ستمبر کو مل گیا۔ آپ کے صاحبزادے جناب مولانا علامہ عبدالقوی صاحب نوشاہی اویسی نے ادیبانہ پیرایہ میں اپنے والد گرامی کے حالات قلمبند فرمائے۔ فقیر چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ بعینہ اس کتاب میں حالات درج کرتا ہے۔ علامہ عبدالقوی صاحب نوشاہی اویسی لکھتے ہیں:

مکتوب مولانا محمد دین مسکین آپ جناب کے ارسال کردہ مراسلہ کے موصول ہوتے ہی والد صاحب کے فرمانے پر بندہ ناچیز نے اپنے والد صاحب جناب قبلہ مولانا محمد دین مسکین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے حالات ماضیہ کو رقم کیا ہے۔ امید ہے کہ آپ ادبی پیرائے کی غلطیوں کی اصلاح فرماتے ہوئے مشکور فرمائیں گے۔

"میرے والد صاحب جناب علامہ مولانا محمد دین مسکین نوشاہی صاحب [1] کے دادا جان غلام محمد صاحب موضع بوپا آرائیاں [2] سے سکونت ترک کر کے ضلع لدھیانہ میں محلہ چھاؤنی میں رہائش پذیر ہو گئے پھر وہاں سے محلہ رڑی [3] میں آگئے اور اسی محلہ مذکورہ میں آپ کی ۱۹۲۸ء میں پیدائش ہوئی۔ بعد ازاں اس محلہ کو چھوڑ کر محلہ فیل گنج کوچہ نمبر۱۰ میں سکونت اختیار کی۔ اور ہوش سنبھالنے پر آپ کو آپ کے والد صاحب نے پرائمری سکول "مدرسہ گلزار اسلام" میں داخل کروا دیا۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے ننھال کے ہاں آٹھ سال کا عرصہ دراز گزارا اور پھر واپس لدھیانہ میں آکر اپنے والدین کے ساتھ کام میں مشغول ہو گئے۔

بعد ازاں محلہ فیل گنج ہی میں آپ کی برادری کے ایک شریف النفس شخص مستری غلام حسن کی چھوٹی لڑکی سے منگنی ہو گئی اور پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے تقریباً چھ

Marfat.com

ماہ قبل نکاح مسنونہ کی ادائیگی کے بعد رخصتی ہوگئی۔ ۴

ہندوستان سے ہجرت کے نتیجہ میں کوچ کر کے شاہدرہ (لاہور) میں ایک ماہ قیام کیا پھر وہاں سے گوجرانوالہ میں ایک ماہ کی سکونت اختیار کرنے کے بعد جلال پور جٹاں میں اس لئے مقیم ہوئے کہ آپ کے سسرال والوں کے اکثر رشتہ دار وہاں رہتے تھے۔ تقریباً سات ماہ قیام کے بعد آپ نے لائل پور موجودہ فیصل آباد میں مستقل سکونت اختیار کی۔

چونکہ آپ کی طبیعت میں فقراء کی طرف فطرتی میلان تھا اور فقراء کی صحبت کے متلاشی تھے۔ اس لئے لائل پور پہنچ کر مفتی محمد عبدالحمید ۵ صاحب نقشبندی (جو کہ بہت بڑے عالم باعمل تھے اور بڑے زاہد اور درویش طبع انسان تھے۔) کی صحبت میسر آئی۔ انہوں نے آپ کی طبیعت کو دیکھ کر فرمایا: بیٹا! کہیں بیعت ہو جاؤ۔ چونکہ آپ نے حضرت پیر صوفی محمد رمضان کی پاک بازی کا شہرہ شہر لدھیانہ میں ہی سن رکھا تھا اور آپ کو ان کے

ایک دن آپ ان کی رہائش پر گئے تو انہوں نے ان سے خیریت پوچھی اور ایڈریس پوچھا اور پھر پوچھا کس لئے آئے ہو تو آپ نے اپنا مدعا پیش کیا تو آپ نے نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ تم مفتی محمد عبدالحمید صاحب کے بیعت ہو جاؤ اور یہ بھی کبھی فرماتے کہ مولانا محمد سردار صاحب محدث اعظم کے بیعت ہو جاؤ تو آپ عرض کرتے کہ "حضور مجھے ان کی ولایت کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن میری اور میرے والدین کی رضا آپ کی بیعت کے بارے میں ہے۔"

۹ سال کے عرصہ مدید کے بعد مستری عمر بخش صاحب جو کہ رشتے میں آپ کے دادا جان تھے کے کہنے پر حضرت پیر صوفی محمد رمضان" نے حلقہ ارادت میں داخل کر لیا۔ شب و روز حضرت پیرو مرشد کی صحبت میسر رہی اور لیل و نہار ان کے ساتھ گزارے ۶۔ بیعت کے بعد پیرو مرشد نے فرمایا: "علم حاصل کیا کرو تو پھر حضرت محدث اعظم پاکستان کے حضور حاضر ہو کر حصول علم کا مدعا عرض کیا ۷۔ تو آپ نے حضرت مولانا محمد عبدالقادر احمد آبادی سے فرمایا کہ جس وقت یہ آئیں ان کو سبق دے دیا کرو کیونکہ یہ ساتھ ساتھ اپنا کاروبار بھی کرتے ہیں۔

۱۹۷۸ء میں آپ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالشکور ہزاروی صاحب' شیخ الحدیث علامہ غلام رسول صاحب اور صاحبزادہ پیر فضل رسول صاحب حیدر رضوی کی

Marfat.com

زیر شفقت و نگرانی دستار فضیلت کے شرف سے نوازے گئے۔

دستار فضیلت سے پہلے ہی محدث اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ اور اپنے پیرو مرشد رحمتہ اللہ علیہ کی نصیحت و تاکید پر لائیل پور کی بے آباد آبادی "لال سنگھ والا" موجودہ ناظم آباد میں بوڑھ کے نیچے ایک شکستہ حال مسجد میں امامت و خطابت کا ۱۹۶۱ء میں عہدہ سنبھالا۔ بعدازاں آپ مسجد کی توسیع کے خواہاں ہوئے اور ۱۹۹۳ء میں موجودہ جامع مسجد فاروقیہ کی بنیاد رکھی۔ جو ایک مرکزی مسجد کی حیثیت رکھتی ہے اور اس مسجد سے ملحقہ مدرسہ قادریہ' نوشاہیہ' رضویہ کی بنیاد رکھ کر آپ نے طلباء کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اب اس مدرسہ میں سینکڑوں طلباء زیر تعلیم ہیں اور فارغ التحصیل طلباء کی شب قدر کو دستاربندی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ آپ ربیع الاول کی تیسری جمعرات و جمعتہ المبارک کو دو روزہ محفل میلاد کانفرنس کا انعقاد کرتے ہیں۔ جس میں ملک بھر سے جید علماء کرام آتے ہیں اور لنگر مصطفوی وسیع پیمانے پر تقسیم ہوتا ہے اور یہ سلسلہ آپ کی مسجد مذکورہ میں آمد سے اب تک جاری ہے۔

آپ کی ایک بہت بڑی ذاتی لائبریری ہے۔ جس کا شمار شہر کی بڑی لائبریریوں میں ہوتا ہے۔ جس میں عربی و اردو کی بہت نادر نایاب کتب ہر موضوع پر میسر ہیں۔ اور آپ تاحال مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور اپنے پیرو مرشد کے فرمان کے مطابق اسی مذکورہ ادارہ میں فرائض دینی انجام دے رہے ہیں۔

ا۔ آپ کے والد کا نام قاسم علی ہے۔
۲۔ "بوپارائیاں" ضلع جالندھر کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔
۳۔ اسی محلہ رڑی میں آپ کے پیرو مرشد قبلہ عالم حضرت صوفی محمد رمضان" رہائش پذیر تھے۔
۴۔ ان دنوں ہندو مسلم فسادات عروج پر تھے۔
۵۔ مفتی محمد عبدالحمید صاحب آپ کے پیرومرشد حضرت صوفی محمد رمضان کے بہت خاص دوست تھے۔
۶۔ حضرت پیر صوفی محمد رمضان" کے پیشوا غلام نبی" کے صاحبزادے باؤ خان (جوکہ ابھی حیات ہیں۔) ذکر فرماتے ہیں کہ مولانا محمد دین مسکین نوشاہی اپنے پیشوا کے ساتھ سائے کی طرح رہے ہیں۔

Marfat.com

معمولات آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور درویش صفت انسان ہیں۔ اپنے پیرو مرشد رحمتہ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے وظائف و ورد پر نہایت پابندی سے عمل کرتے ہیں اور دن کا زیادہ حصہ اوراق گردانی میں گزرتا ہے۔ خلوت نشینی آپ کا شیوہ ہے۔ ہر آنے والے کی خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اپنے پیرو مرشد کی نصیحت کے مطابق حسب توفیق خاطر و مدارت کرتے ہیں اور شہر کی منعقدہ محافل میں گاہے بگاہے صدارت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں لیکن عمر کے تقاضے کے موجب آپ احتراز کرتے ہوئے زیادہ وقت گھر میں ہی گزارتے ہیں۔

چونکہ آپ کو شاعری سے بھی خاصا شغف ہے۔ اس لئے پہلے پہل تو اکثر و بیشتر پنجابی مشاعروں میں شرکت کرتے تھے لیکن اب احتراز کرتے ہیں جبکہ شعر وکتا فوکتا کہتے رہتے ہیں اور آپ کے کمرے میں اکثر خاص و عام کی آمد و رفت رہتی ہے اور تصوف کے مسائل پر اکثر گفتگو جاری رہتی ہے۔

اولاد آپ کو اللہ عزوجل نے دو بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں۔ بڑے بیٹے محمد عبدالقیوم نوشاہی ہیں۔ آپ نے بندیال شریف' چکوال اور فیصل آباد کے مدارس میں علم حاصل کر کے اپنا تعلیمی دور مکمل کیا اور اب "الصحت یونانی کالج" میں بحیثیت پرنسپل کام کر رہے ہیں۔

بڑے بیٹے کے بعد تین بیٹیاں یکے بعد دیگرے ہوئیں۔ سب سے چھوٹے بیٹے محمد عبدالقوی نوشاہی اویسی ہیں۔ انہوں نے ایم۔اے عربی کا امتحان جامعہ پنجاب سے تفوق سے پاس کیا اور اس کے علاوہ ابتدائی درسی کتب جامعہ رضویہ سے پڑھیں اور دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں بحیثیت لیکچرر بھی کام کیا اور ابھی تک علم کی تشنگی محسوس کرتے ہوئے اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہے۔ والد محترم نے سال ۱۹۸۹ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

آپ کے مرشد برحق صوفی حضرت پیر صوفی محمد رمضان رحمتہ اللہ علیہ کے ختم چہلم شریف پر ان کے ارشاد عالیہ کے مطابق آپ کو دستار خلافت عطا کی گئی۔ مزید بر آں حضرت

ے بیت سے پہلے بھی آپ اکثر و بیشتر حضرت محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے حضور حاضری دیتے تھے اور ان کی صحبت میں کافی دیر تک بیٹھے رہتے تھے۔

Marfat.com

پیر شرافت نوشاہی صاحب نے بھی آپ کو سلسلہ نوشاہیہ برخوداریہ کی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ (تحریر ۳۱ اگست ۱۹۹۶ء)

فقیر کے نام خط

بخدمت اقدس حضرت علامہ مولانا علی اصغر چشتی صابری صاحب

سلام مسنون:

احوال آنکہ جناب کا گرامی نامہ موصول ہوا یاد آوری کا شکریہ! کہ آپ جیسے مؤرخ وقت نے اس بندہ ناچیز کو یاد فرمایا۔ آپ کا خط میں نے اپنے چھوٹے صاجزادے محمد عبدالقوی نوشاہی اویسی کو دیا اور انہوں نے چند صفحات رقم کرکے آپ کی خدمت میں پیش کردیئے کیونکہ اکثر وہ میرے حالات زندگی سے آشنائی رکھتے ہیں۔ ایک بات اس تحریر میں جو برخوردار سے رہ گئی وہ یہ کہ "میرا تعلق لاہور کے اور دیگر شہروں کے جن مؤرخین اور علماء سے ہے۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ شریف احمد صاحب شرافت نوشاہی
۲۔ محمد دین کلیم مؤرخ لاہور
۳۔ حکیم محمد موسیٰ' امرتسری حال سکونت لاہور۔
۴۔ جناب اخلاق احمد صاحب
۵۔ محمد لطیف عبدالحکیم شرف صاحب
۶۔ علامہ عبدالحکیم شرف صاحب
۷۔ مولانا غضنفر علی صاحب گولڑوی' سرگودھا
۸۔ مولانا ضیاء اللہ صاحب قادری' سیالکوٹ
۹۔ مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی آف سیال شریف
۱۰۔ ابوداؤد مولانا محمد صادق صاحب' گوجرنوالہ
۱۱۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید رضوی آف فیصل آباد
۱۲۔ علامہ فیض احمد صاحب اویسی' بہاولپور

انشاء اللہ العزیز یہ بندہ کسی وقت بھی آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل

Marfat.com

کرے گا۔

نیز آپ نے پہلے جو تذکرہ تصنیف کیا ہے۔ وہ وی پی ارسال کریں ہم وصول کرلیں گے۔

دعاگو

محمد دین مسکین نوشاہی، فیصل آباد، ناظم کالج

حضرت میاں محمد سلیمان قلندر چشتی، صابری، ثم بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ میاں حافظ محمد عبداللہ قادری نظام پوری کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب گزشتہ صفحات پر دیا گیا ہے۔ آپ کی پیدائش موضع نظام پور ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر میں ہوئی۔ آپ کا سن پیدائش غالباً ۱۹۰۰ء ہے۔ آپ قوم آرائیں سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے تعلیم اپنے وطن ہی میں پائی۔ دینی و روحانی تربیت والد گرامی سے پائی۔

آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ۱۹۲۲ء ریاست بہاولپور سے کیا اور فوج میں بھرتی ہوئے لیکن یہاں دل نہ لگا اور فوج کی ملازمت ترک کر کے ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی۔ آخر ۱۹۶۶ء میں ریلوے پاکستان سے گروپ انسپکٹر کے عہدہ سے ریٹائرمنٹ لی اور ۱۹۶۸ء میں اپنے فرزند میاں اسد علی احمد صاحب کے پاس رہائش اختیار کرلی۔

بیعت آپ نے سلسلہ چشتیہ، صابریہ، بھیکیہ میں حضرت محمد حسین شاہ فرد عالم رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت محمد حسین ۱۰۔ جمادی الاخر ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء بروز جمعرات فوت ہوئے۔ مزار شریف قبرستان آوابدھو بالمقابل انجینئرنگ یونیورسٹی جی۔ٹی۔ روڈ، لاہور میں ہے۔ حضرت محمد حسین شاہ فرد عالم مرید حضرت شاہ محمد پیر بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے متوفی ۲۱۔ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ / ۲۸ اگست ۱۹۲۹ء میں بروز بدھ مدفن قبرستان آوابدھو، لاہور۔

یہ مرید حضرت نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کے (ان کے حالات سلسلہ چشتیہ میں درج ہیں۔) تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔ ان کا مزار دولت آباد دھولیہ (جالندھر مشرقی پنجاب بھارت میں ہے۔ یہ مرید حضرت محمد حسین چشتی صابری پاک پتنی" کے تاریخ وفات اور مزار معلوم نہیں کہتے ہیں کہ دربھنگہ کلکتہ کے باہر مزار بنا ہوا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

Marfat.com

(یہ مرید شاہ محمد حسن رام پوری کے اور یہ مرید حضرت امیر شاہ رام پوری کے اور یہ مرید صاحبزادہ غلام شاہ ابن اخون عبدالکریم رام پوری کے اور یہ مرید و پسر حضرت اخون شاہ عبدالکریم اور یہ مرید حضرت شاہ عنایت اللہ جیو بہلول پوری کے اور یہ مرید حضرت سید محمد سعد میراں بھیک رحمتہ اللہ علیہم کے (ان حضرات شاہ محمد حسن تا میراں بھیک) کی تواریخ وفات اور حالات شمیم ولایت میں ملاحظہ ہوں یا میاں احمد بدر اخلاق کی کتاب "گلزار قلندر" میں ملاحظہ ہوں۔)

آپ نے آخری عمر میں بہاولپور ہی میں قیام فرمایا۔ بہاولپور میں آپ قلندر بابا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ نماز جمعہ کے بعد مسجد خضری ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور کے برآمدے میں بیٹھ جاتے تھے۔ آپ کے گرد عقیدت مندوں کا حلقہ بن جاتا۔ یہ حضرات اپنی اپنی تکالیف بیان فرماتے یا کوئی مسئلہ پوچھتے۔ محفل کے اختتام پر آپ دعا فرماتے۔ بابا قلندر شاعر مشرق اقبال کا کلام اکثر سنتے بعض اوقات شعر سنتے ہی دم بخود ہو جاتے۔

تقریباً نوے (۹۰) سال کی عمر میں آپ چاک و چوبند نظر آتے تھے۔ مسجد سے بے حد لگاؤ تھا۔ نماز ہمیشہ مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے۔ کمزور و نحیف ہونے کے باوجود مسجد میں اس چستی سے آتے کہ لوگ دنگ رہ جاتے۔ گفتگو میں بڑی نرمی تھی مگر حق بات پر پوری طرح ڈٹ جاتے تھے' دل میں کوئی کدورت نہ رکھتے تھے۔ قلندر بابا نے اپنی درویشی کو ہمیشہ مخفی رکھا مسجد میں بھی علیحدہ خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ عموماً لوگ ڈاکٹروں اور حکیموں سے مایوس ہو کر آتے اور باباجی سے دعا کے لئے عرض کرتے۔ آپ فرماتے: "اچھا بھائی! تم جاؤ۔ میں خاص وقت میں دعا کروں گا۔" سائل کے چلے جانے کے بعد آپ اپنے خلیفہ مولانا امان اللہ (سکنہ خان پور ضلع رحیم یار خاں) کے مرید جناب محمد صدیق اظہر سے کہتے صدیق بیٹا اس غریب بیمار کے لئے آج رات سلب مرض کی خاطر جو دعائیں بتائی ہوئی ہیں وہ ساری رات بیٹھ کر پڑھنی ہیں اور صبح پانی پر دم کر کے اس مریض کے گھر بھجوا دینا ہے۔" صدیق صاحب تعمیل حکم فرماتے۔ اکثر مریض پانی پی کر شفایاب ہو جاتے۔ ایک مریضہ سے ڈاکٹر نے کہا کہ اس کے گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے لیکن قلندر صاحب کی دعا سے وہ بفضلہ بقید حیات ہے۔ (۱۹۹۳ء) ایک مریضہ کو سانپ نے ڈس لیا۔ وہ بھی تندرست ہو گئی اور زندہ

Marfat.com

ہے۔

نصائح | آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ رزق حلال اور پاک روزی تلاش کرو اور کھاؤ مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ ہاتھ صرف رب العزت کے حضور دراز کرو۔ نماز پنجگانہ ادا کرو۔ خدائے قدوس اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی مکمل پیروی کرو۔ کسی کو اپنے قول و فعل سے نقصان نہ پہنچاؤ۔ آپ اول خویش بعد درویش کے قائل تھے۔ فرمایا کرتے کہ "اپنے بچوں کی بہترین تربیت کرو اور بعد میں دوسروں کی اولاد کو نیک راستہ دکھاؤ۔"

آپ نے ساری زندگی سنت کے مطابق گزاری اور اسی راہ میں ۳۰- شوال المکرم ۱۴۰۹ھ مطابق ۵- جون ۱۹۸۹ء شب دوشنبہ بوقت ڈیڑھ بجے بعد از نصف اللیل ۸۹ سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

فاروقیہ مسجد ماڈل ٹاؤن بی' بہاولپور کے قبرستان میں مسجد کی دیوار کے ساتھ آپ کو دفن کیا گیا۔ قبر پختہ ہے جو آپ کے فرزندوں کی مساعی سے تعمیر ہوئی۔ جناب محمد صدیق اظہر صاحب اور آپ کے صاحبزادے اسد علی احمد ہر سال آپ کا عرس نہایت عقیدت و احترام سے مناتے ہیں۔ حضرت مولانا محسن میرانی مدظلہ العالی نے مندرجہ تاریخ کہی ہیں: (تحریر ۱۹- اگست ۱۹۹۶ء) مرد قلندر جناب بابا محمد سلیمان چشتی' صابری ۱۹۸۹ء

۱- فارسی	۲- اردو
سلیمان عالی قلندر برفت	
بدہ بے گماں قدوۃ العارفین	اٹھے دہر سے آج بابا قلندر
حسن چیست تاریخ چوں از خرد	تربت پہ ان کے ہوں رحمت کے سائے
ندا از فلک داد روح الامین	ندا مجھ کو ہاتف نے دی یہ حسن
نہ حکم خداوند رفت از جہاں	کہ "باغ جناں میں سلیمان آئے" / ۱۴۰۹ھ
سلیمان قلندر بعرش بریں / ۱۴۰۹ھ	

باباجی کے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔

۱- **مشتاق احمد مرحوم** | ۲۷ سال کی عمر میں چک نمبر ۴۴' دھاندرہ ج ب فیصل آباد' سال ۱۹۷۱ء انتقال فرمایا۔ وہیں دفن ہوئے۔

Marfat.com

۲- حیدر علی احمد | ضلع بھاگل پور صوبہ بہار (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں حضرت سلیمان قلندرؒ بھاگل پور میں ملازم تھے۔ حیدر علی احمد قیام پاکستان سے قبل بھاگل پور میں فوت ہو گئے۔

۳- طاہر احمد علی | بھاگل پور میں پیدا ہوئے اور قیام پاکستان سے قبل وہیں انتقال فرمایا۔ آپ طارق علی احمد صاحب سے چھوٹے تھے۔

۴- جناب اسد علی احمد صاحب | آپ جناب طارق علی احمد صاحب کے برادر اکبر ہیں۔ ۱۶ جون ۱۹۴۰ء میں بھاگل پور پیدا ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستان آ گئے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی۔ ایس۔ سی، ایم۔ اے اور بی۔ ایڈ کے امتحانات پاس کئے۔ دوران ملازمت اعلیٰ تعلیم کے لئے حکومت کے خرچ پر امریکن یونیورسٹی آف بیروت گئے اور وہاں سے "ایجوکیشن" میں چار سالہ ماسٹرز ڈگری حاصل کی۔ آج کل (۲۔ ستمبر ۱۹۹۶ء) بہاولپور کے مشہور تعلیمی ادارے گورنمنٹ کینٹ ہائی سکول کے سربراہ ہیں۔ بہاولپور کے تعلیمی حلقوں میں ان کا نام جانا پہچانا ہے۔ جناب اسد علی احمد صاحب نے عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی ہے۔ جناب طارق علی احمد صاحب ان سے بمنزلہ باپ احترام کرتے ہیں۔ حضرت قلندر سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس پاک جناب اسد علی احمد صاحب کے زیر سرپرستی ہوتا ہے۔

۵- جناب طارق علی احمد | ۶۔ فروری ۱۹۴۴ء کو بھاگل پور شہر (صوبہ بہار، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کے ہمراہ پاکستان آ گئے۔ ابتدائی تعلیم بہاولپور میں حاصل کی۔ والد محترم کی صحبت میں دینی ذوق و شوق حاصل کیا۔ ۱۹۶۵ / ۱۹۶۶ء میں ایم اے اور بی۔ ایڈ کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کی۔ مندرجہ ذیل علماء و مشائخ کی زیارت کی اور مواعظ سے فیضان حاصل کیا۔ (۱) حضرت علامہ سید احمد محدث کچھوچھویؒ، (۲) علامہ ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خاں، لاہور، (۳) حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری، (۴) خطیب پاکستان مولانا غلام دین انجمن شید، لاہور، (۵) مبلغ اسلام مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے، (۶) شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی، (۷) مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب، گجراتی، (۸) حضرت صاحبزادہ پیر فیض الحسن آلومہار شریف" (۹) مجاہد ملت مئوید تحریک مولانا عبدالحامد، (۱۰) علامہ سید احمد سعید کاظمی عالم جوانی، ادھیڑ عمری اور پیرانہ سالی میں بار بار زیارت کی۔ اور تمام علماء کی مدرسہ جامعہ انوار العلوم ملتان میں زیارت

Marfat.com

کی۔ گویا طارق علی احمد صاحب کو مذہبی جلسوں میں جانے کا بہت شوق تھا۔ اب حضرت مولانا فیض احمد اویسی شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ بہاولپور کی خدمت اقدس حاضری دیتے ہیں۔ مولانا موصوف ان پر شفقت فرماتے ہیں۔

جناب طارق علی احمد صاحب کی تقریر و تحریر دلچسپ ہوتی ہے۔ ان سے ہم کلام ہونے والے میں اکتاہٹ پیدا نہیں ہوتی۔ دل چاہتا ہے کہ ان کے پاس بیٹھے رہیں اور گفتگو سنتے رہیں۔ فقیر (مولف) سے بہت محبت فرماتے ہیں۔ اکثر خط و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ ان کے اندر کسر نفسی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ حالیہ خط میں لکھتے ہیں۔ "حضرت کا گرامی نامہ ملا۔ حضور نے جن القابات سے فقیر کو یاد فرمایا ہے ان کا میں قطعی طور پر مستحق نہیں ہوں۔ یہ آپ کی شفقت عنایت اور محبت ہے۔ حضرت مرشد گرامی پروفیسر افتخار احمد چشتی مدظلہ العالی اور آپ کے سامنے میری حیثیت طفل مکتب سے زیادہ نہیں' ویسے یہ میری خوش بختی ہے کہ آپ جیسے عالی مرتبت بزرگ مجھ پر اتنا کرم فرماتے ہیں۔ عریضہ کافی عرصہ کے بعد حضور کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ اس کی وجہ کوتاہی غلطی اور کج فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ چھوٹے بڑوں کے سامنے سر جھکاتے ہوئے اچھے لگتے ہیں۔ مجھے اپنی غلطی اور کوتاہی کا برملا اعتراف ہے۔ حضرت میں کہاں کا صاحب نظر اور مسند نشین' مسند نشینی تو آپ جیسے بزرگوں کو زیبا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی عزت و توقیر عطا فرمائی ہے یہ سب بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ اللہ پاک آپ کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے' آمین! حضرت بہت سی نادر کتب تحریر فرما چکے ہیں۔ اللہ اللہ ایک کتاب کا شور ختم نہیں ہوتا کہ دوسری کتاب منظر عام پر آجاتی ہے۔ اللہ پاک آپ کے خامہ پاک میں مزید روانی اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آپ کے خط کا جواب میرے لئے بمنزلہ حکم کے ہوتا ہے۔ آپ کے خط کا جواب میرے لئے سعادت دارین کے زمرے میں آتا ہے۔ دعا فرمائیں دنیوی مصروفیات کم ہوں تاکہ آپ کی خدمت میں حاضری کا تسلسل برقرار رہے۔ جناب مفتی سہیل صاحب میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے اور خوشیاں عطا فرمائے' آمین!

والسلام

طارق علی احمد چشتی' نظامی' صابری محمدی سلیمانی ۲۷-اگست ۱۹۹۶ء

Marfat.com

خلافت | یوں تو طارق علی احمد صاحب کے والد گرامی ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ان کے قول کے مطابق والد صاحب کی عنایات اور شفقتیں اب بھی ان کے ساتھ ہیں۔ بعض اوقات والد صاحب کا تصرف براہ راست محسوس کرتے ہیں۔ خواب میں بارہا تشریف لاتے ہیں اور شفقت فرماتے ہیں۔ حضرت سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا امان اللہ خاں صاحب (خان پور) جو آج کل سڈنی آسٹریلیا میں مقیم ہیں' نے ۱۹۹۵ء میں جناب طارق علی احمد صاحب کو دستار خلافت عطا فرمائی اور اپنے دست مبارک سے سر پر باندھا۔ پروفیسر افتخار احمد چشتی مدظلہ العالی نے جن کے دست پاک پر آپ نے بیعت فرمائی ہے ارشاد فرمایا: "یہ دستار آپ کو آپ کے والد گرامی کی طرف سے سلسلہ عالیہ' چشتیہ' صابریہ میں عطا کی گئی ہے۔ پروفیسر صاحب آپ کو ہر خط میں چشتی' صابری نظامی لکھتے ہیں۔ دستار بندی کے بعد آپ کو پروفیسر صاحب نے خلافت نامہ بھی مرحمت فرمایا۔ اس کی نقل یوں ہے:

(۷۸۶) / ۷۹۷- ۳۱۳) خادم الفقراء حضرت خواجگان چشت کے مطابق خلیفہ طارق علی احمد صاحب چشتی کو خلافت و اجازت سلسلہ چشتیہ' نظامیہ' فخریہ' نوریہ' سلیمانیہ کی عطا کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خداوند کریم بطفیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات خواجگان ان کو اپنے والد گرامی اور ان کے سلسلہ کے مشائخ اور ہمارے سلسلہ کے مشائخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن و سنت کے مطابق تبلیغ و اخلاق اور ارشاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین' ثمہ آمین!

خادم الفقراء

افتخار احمد چشتی صدری سلیمانی عفی عنہ

۱۲- رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ جمعتہ المبارک ۲- فروری ۱۹۹۶ء)

Marfat.com

نوٹ: جناب طارق علی احمد صاحب اور ان کے برادران کے حالات خود طارق علی احمد صاحب نے فقیر کے نام ایک خط ۱۲ اگست ۱۹۹۶ء میں ارسال فرمائے۔ آپ فقیر کو گاہے گاہے خطوط بھی لکھتے رہتے ہیں۔ فقیر ۱۹۹۵ء میں بہاولپور ان سے ملا تھا اور بعد میں خود وہ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین (چشتی ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء)

۱۲- اکتوبر ۱۹۹۷ء طارق علی احمد صاحب نے مفتی محمد سہیل کی موجودگی میں حضرت مولانا مرشد عبدالغنی چشتی صابری قدس سرہ کے مزار شریف پر فقیر (علی اصغر چشتی) کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت سلسلہ ' چشتیہ ' صابریہ میں حاصل کی۔

حضرت بابا سلیمان قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز۔

حضرت مولانا محمد امان اللہ خان صاحب

قابل ذکر ہیں۔ ان کی عمر اس وقت ۱۹- اگست ۱۹۹۶ء) ۷۳ سال ہو گی۔ عالم فاضل صوفی باصفا' خوش بیان اور خوش نویس ہیں۔ ان کے مرید صادق اور خلیفہ مجاز جناب محمد صدیق اظہر چشتی' صابری ہیں۔ اظہر صاحب کو بابا قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے بھی جبہ و عمامہ عطا فرمایا ہوا ہے۔ (گلزار قلندر از میاں احمد بدر اخلاق)

مولانا مرتضیٰ احمد میکش چشتی' صابری" (ایڈووکیٹ)

آپ محرم ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء میں بمقام بهدم مضافات جالندھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام مرید احمد خان تھا۔ سلسلہ چشتیہ' صابریہ میں حضرت مولانا نواب الدین سنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے نامور صحافی تھے اور قادر الکلام تھے۔ آپ کا اکثر کلام فارسی میں ہے۔ آپ نے اپنے مرشد کی شان میں منقبت بھی کہی۔ آپ کی متعدد تصانیف تھیں۔ حضرت مولانا عبدالغنی دو سوہوی چشتی' صابری (بادامی باغ لاہور) رحمتہ اللہ علیہ سے اچھے مراسم تھے۔ حضرت علامہ ابوالحسنات کے دست راست اور تحریک ختم نبوت (۱۹۰۳ء) کے سیکرٹری تھے۔ تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ حکومت اور قوم نے آپ کی قدر نہیں کی۔ مفلسی کی زندگی بسر کی۔ اسی وجہ سے آپ کے صاحبزادہ کی تعلیم مکمل نہ ہو سکی۔ صاحبزادہ صاحب قوم اور ملک سے سخت نالاں ہیں۔ مولانا میکش

Marfat.com

قوم و ملت کا درد رکھنے والے انسان تھے۔ یہی درد لئے ہوئے ۲۷ جولائی ۱۹۵۹ء مطابق ۱۳۷۹ھ کو راہی ملک عدم ہوئے۔ فقیر راقم الحروف کو یہ فخر حاصل ہے کہ مولانا کی صاجزادی اور نواسی حصول پاکستان کیلنڈر کے لئے فقیر خانہ پر تشریف لائیں۔ فقیر نے پاکستان کیلنڈر جو تیار کیا ہے۔ اس میں آخری مہینے کا نام آپ کی خدمات کے پیش نظر میکش رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو قبر میں کروٹ کروٹ اپنی رحمت سے نوازے۔

حضرت صوفی مشتاق احمد چشتی' صابری' سراجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بستی شیخ درویش جالندھر میں پیدا ہوئے۔ قوم سے قصاب تھے۔ سلسلہ چشتیہ' صابریہ میں خواجہ محمد سراج الحق گورداسپوری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت اور صاحب مجاز تھے۔ صوفی نورالدین جسٹر والوں نے فرمایا کہ میں قبلہ عالم خواجہ سراج الحق رحمتہ اللہ علیہ کی تلاش میں جالندھر گیا۔ بستی شیخ درویش کی قبرستان والی (باہر والی مسجد) مسجد میں اوائل رات لیٹا رہا۔ آخری شب آخر اِلاَّ اللّٰہ کی آواز گونجی تو میں اس آواز پر چلتا گیا۔ قبلہ عالم صوفی مشتاق احمد صاحب کے گھر ذکر کروا رہے تھے۔ گویا مرشد کامل بھی آپ سے پیار رکھتے تھے کہ ان کے گھر تشریف فرما ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں محو تھے۔ آپ کو خواجہ سراج الحق رحمتہ اللہ علیہ سے ابھی خلافت نہ ملی تھی کہ خواجہ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا آپ نے مولانا نواب الدین سنکوہی اور بابا ظہور شاہ شکر گڑھی خلفاء شاہ سراج الحق رحمتہ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی لیکن شجرہ شریف میں اپنا سلسلہ خواجہ محمد سراج الحق سے ملاتے تھے۔

ہندوپاک کا شاید کوئی چشتی بزرگ کا مزار ہو گا جہاں آپ نے اعتکاف نہ کیا ہو۔ پاکستان سے قبل جب آپ داتا صاحبؒ کے مزار پر معتکف تھے تو ہر جمعرات صوفی لعل دین صاحب متوفی ۱۴۰۱ھ مدفن شاہدرہ لاہور) امرتسر سے آکر محفل میں شامل ہوتے تھے بلکہ ہم سفر رہتے تھے۔ صوفی لعل دین صاحب نے آپ کی بہت خدمت سرانجام دی۔ آپ وجیہ و جسیم اور عشق و مستی کے پیکر تھے۔ آپ کے مریدین کا سلسلہ لاکھ سے تجاوز کر گیا تھا۔ ایک مرتبہ فقیر مزار داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ پر آپ کی محفل میں حاضر تھا' تو میں نے آپ کو فرماتے سنا "چشتی اور قادری سلسلہ میں سوا لاکھ مرید کرنے کی اجازت ہے۔ فقیر نے لاکھ مرید کر لیا ہے۔ پچیس ہزار کی کمی ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی پوری ہو جائے گی۔ ۱۹۶۰ء مسجد

Marfat.com

وزیر خاں میں انجمن حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ کی صدارت کی۔ ان دنوں حضرت علامہ ابوالحسنات رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تھا۔ مولانا خلیل احمد قادری ابن علامہ ابوالحسنات اور علامہ محمود احمد رضوی صوفی مشتاق احمد صاحب سے بہت متاثر تھے۔

صوفی صاحب نے ۲۲ ذیقعد ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مدرسہ حزب الاحناف لاہور کے عقب اور مزار داتا صاحب کے جنوب میں واقع ہے۔ ہر سال دھوم دھام سے عرس ہوتا ہے۔ آپ کے خلفاء کثیر ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ محمد بشیر صاحب سجادہ نشین ہیں۔

کہا یہ نذر سے شرما کے حور نے "یارب!"
نظر نہ ہم سے ملائے غلام کس کا ہے؟

(نذر صابری' جالندھری ۱۹۴۵ء)

حضرت نذر صابری

حضرت نذر صابری مدظلہ العالی کا علمی' ادبی اور روحانی رعب و دبدبہ اس قدر ہے کہ ان سے مل کر آدمی کو اپنی بے بضاعتی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ مخاطب کے حواس پر چھا جانے کی اہلیت رکھتے ہیں اور اسے پوری طرح اپنی اثر پذیری کی گرفت میں لے لیتے ہیں اور غائبانہ رعب اور دبدبہ کا یہ عالم ہے کہ قلم کانپ رہا ہے دل میں ایک خوف ہے کہ شاید میں ان کی سیرت لکھنے کا حق ادا نہ کر سکوں۔ بہت فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت کی سیرت ان کے گھر کے قلم سے ابتداء کروں۔ آپ کے اشعار کا مجموعہ "واماندگی شوق" محفل شعر و ادب' اٹک نے شائع کیا ہے۔ اس کا تعارف آپ کے نور سے جناب عبدالستار صاحب نے "ایک تعارف" کے نام سے لکھا ہے۔ میں چند الفاظ کے تبدل سے آپ کے حالات پر کچھ تحریر کرتا ہوں۔

"ملتان سلوک و تصوف' علم و عرفان اور اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ اسی شہر ملتان میں جناب نذر صابری صاحب نے یکم نومبر ۱۹۲۳ء کو آنکھ کھولی۔ تصوف اور علم دوستی ملتان کی انہی ہواؤں کے ذریعے آپ کے سانسوں میں داخل ہوئی اور پھر آپ کے جسم و جان میں سرایت کرتی چلی گئی۔ دوسرے ہی سال یعنی ۱۹۲۴ء میں آپ کے والد

Marfat.com

صوفی علی بخش رحمتہ اللہ علیہ اپنے آبائی وطن موضع سنگھ پورہ جالندھر کی طرف لوٹ آئے۔ چنانچہ آپ کی تعلیم و تربیت کے تمام تر مراحل جالندھر میں ہی طے ہوئے۔ باقاعدہ تعلیم کے علاوہ "گلستان سعدی" اور قرآت و تجوید کے چند رسائل آپ نے اپنے والد گرامی سے سبقاً سبقاً پڑھے۔ آپ نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر سے پاس کیا۔ اس سکول میں سید دل محمد فضا اور مولانا عزیزالدین احمد عطائی سے اردو پڑھی۔ مزید تعلیم کے لئے ڈی۔ اے۔ وی کالج میں داخل ہوئے تو وہاں پروفیسر مولوی محمد عبداللہ (فاضل دیوبند) اور پروفیسر نند کشور نے زبان فارسی میں ادب سے گہرا ذوق پیدا کیا۔ پھر آپ اسلامیہ کالج میں آ گئے یہ دور آپ کی تعلیمی زندگی کے مختلف ادوار میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دور میں آپ نے اردو' فارسی اور انگریزی ادب میں پروفیسر حاجی محمد یعقوب (نثر) پروفیسر شیخ محمد یوسف (شعر) پروفیسر محمد ابراہیم (ڈرامہ) فارسی میں سید فیض الحسن فیضی اور اردو ادب میں ڈاکٹر سید صفدر حسین سے استفادہ کیا۔ ان دنوں ہم درسوں میں رشید ملک' ذوالقرنین' جمیل الزمان' سید منیر متقی اور سید امجد الطاف کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ جن سے پوری دنیائے ادب آشنا ہے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ اسلامیہ کالج جالندھر سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ میں پہلے بیج میں شامل تھے۔

قلمی نام اور بیعت | ستمبر ۱۹۴۴ء میں آپ نے اپنے چھوٹے بھائی نذر احمد کے ساتھ فاتح مزاریت حضرت خواجہ علامہ نواب الدین چشتی صابری' سراجی' رحمہ اسی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ چند ماہ بعد ہی آپ کے چھوٹے بھائی نذر احمد صاحب کا چودہ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا اور اپنی ذات کو اس کے بغیر نامکمل انسان سمجھنے لگے لہذا اپنے انسانی وجود کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے نام کے ساتھ اس کا نام ملا کر اپنا نام غلام محمد نذر صابری رکھ لیا۔ اب آپ نذر صابری کے نام سے ہی پہچانے جاتے ہیں' گویا اپنے نام پر بھائی مرحوم کے نام کو غالب کر لیا۔

ملازمت | سال ۱۹۴۵ء میں اسلامیہ کالج جالندھر سے بی۔ اے آنرز کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد دو برس تک اسی کالج میں بطور کتابدار خدمات سرانجام دیں۔ اسی دوران آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ڈی۔ ایل۔ ایس کا امتحان بھی پاس کیا۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں لاہور آ گئے اور اکتوبر تا دسمبر ۱۹۴۷ء پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں بطور

Marfat.com

اسسٹنٹ کیٹلاگر کام کیا۔ اسی دوران پروفیسر محمد رشید جو گورنمنٹ کالج اٹک کے پرنسپل تھے' کی جانب سے اٹک آنے کے دعوت نامے موصول ہونے لگے۔ آپ کا لاہور سے اٹک جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ آپ لاہور کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے مگر پروفیسر موصوف کی تحریروں کے صوری اور معنوی حسن نے بالآخر آپ کو اپنی جانب کھینچ ہی لیا۔ شروع شروع میں آپ مرغ نوگرفتار کی طرح لاہور کے لئے پھڑپھڑائے پھر طبیعت کو اٹک کی فضا کچھ ایسی راس آئی کہ آپ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ کو ڈنمارک اور ایران کے تین تین ماہ کے علمی سفر کی پیش کش بھی کی گئی لیکن آپ نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ۔

نمی دہند اجازت مرا بہ سیر و سفر
کنار رود اباسین و وادی نیلاب

حضرت نذر صابری نے اٹک ہی میں "زندہ دلان لاہور" تلاش کر لئے۔ آپ کے علم کی پیاس دوران ملازمت بھی نہ بجھی۔ سال ۱۹۵۳ء میں آپ نے پرائیویٹ طور پر ایم۔ اے فارسی کیا۔ اٹک میں آپ کی آمد ۳۔ جنوری ۱۹۴۸ء کو ہوئی تھی اور چھتیس (۳۶) سال آپ نے گورنمنٹ کالج اٹک میں بطور کتابدار علم کے پیاسوں کی آبیاری میں صرف کر دیئے۔ اس عہدہ سے آپ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو سبکدوش ہوئے۔ یوں پاکستان کے ساتھ شروع ہونے والی یہ طویل کہانی بخیرو بخوبی اپنے انجام تک پہنچی۔ اپنی ملازمت کے دوران مجموعی طور پر دس برس تک فارسی کی تدریس کا اضافی کام بھی سرانجام دیا اور اس کے لئے کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا۔

فروغ علم و ادب اَلْحَمْدُلِلّٰهِ آپ کی زندگی کا تیسرا دور تاحال جاری و ساری ہے اور وہ ہے علم و ادب کے فروغ کی کوشش۔ علم دوستی تو ملتان کی آب و ہوا کے ذریعے ان کے وجود میں اتر چکی تھی۔ گورنمنٹ کالج اٹک کے قیام نے اس کو اور بھی جلا بخشی اور یہ علم دوستی علم و ادب کی شمع کی صورت اختیار کر گئی۔ جس کے گرد پروانے جمع ہونے لگے مگر نذر صابری صاحب نے ان پروانوں کو نہ جلنے دیا اور نہ بکھرنے بلکہ انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے محفل شعروادب کے نام سے ایک فعال ادارہ کی شکل دی۔ یہ محفل ۱۹۵۷ء میں قائم ہوئی۔ بفضلہ تعالیٰ نذر صابری صاحب اب تک اس محفل کے بانی رکن اور سیکرٹری چلے آرہے ہیں۔ اس محفل کی زیر سرپرستی اٹک میں علمی و ادبی سرگرمیوں کو نئی زندگی ملی۔

Marfat.com

یہ محفل اب تک مندرجہ ذیل تالیفات بروئے کار لا چکی ہے۔

(۱) رومی و تبریزی' (۲) گلدستہ نعت' (چودہویں صدی کی آخری شام کا ایک یادگار مشاعرہ)' (۳) عکس رخ یار (اکتیس رباعیات خیام کا منظوم اردو ترجمہ) (۴) آبروئے ہردو سرا (مضامین سیرت)

محفل شعر و ادب کا مقصد نئی تخلیقات کی حوصلہ افزائی تھا۔ اب یہ ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ ضلع کے نادر مخطوطات کے حصول' ان کے تحفظ اور اشاعت کے لئے بھی کوئی کوشش ہو چنانچہ ۱۹۶۳ء میں مجلس نوادرات علمیہ اٹک کا قیام عمل میں لایا گیا۔ محترم و مکرم جناب نذر صابری صاحب اس کے بانی اور سیکرٹری ہیں۔ اس مجلس کے تحت شائع شدہ تالیفات حسب ذیل ہیں:

۱- نوادرات علمیہ (۱۹۶۳ء) کی نمائش مخطوطات کی ایک فہرست

۲- دیوان شاکر اٹکی (فارسی)

۳- مجمل فہرست مخطوطات فارسی کتب خانہ مولانا کھڈی

۴- نمایۃ الامکان فی معرفتہ الزمان والمکان (اشنوی)

۵- قصہ مشائخ (محمد زاہد اٹکی)

محترم نذر صابری صاحب اور ان کے رفقاء کار کی مخلصانہ کوششوں کے باعث مجلس نوادرات اٹک ۱۹۶۳ء اور ۱۹۸۰ء میں ضلع کے نادر مخطوطات کی نمائش کے انعقاد کا اعزاز حاصل کر چکی ہے ایک اور اہم دریافت جو اس مجلس کی وساطت سے ممکن ہوئی وہ کتبہ کامرہ ہے جو راجہ کنشک کی یوم پیدائش پر خصوصی روشنی ڈال رہا ہے۔ مجلس نے اسے ۱۹۶۵ء میں ایک باوقار تقریب میں ٹیکسلا میوزیم کو بلامعاوضہ پیش کیا۔

یہ علمی اور ادبی سرگرمیاں اس وقت سے جاری ہیں جب سے محترم نذر صابری نے اٹک میں قدم رکھا۔ محترم اور ان کے رفقائے کار کی انتھک کوششوں سے آج اٹک علم و ادب کی دنیا میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔ محفل اور مجلس ہردو کی سرگرمیاں اور کامرانیاں روز بروز ترقی پر ہیں۔ جب تک شمع موجود ہے۔ روشنی رہے گی' راہنمائی رہے گی' پروانے رہیں گے اور پرانوں کی دعا ہے کہ یہ شمع یونہی جلتی رہے کیونکہ اس کے وجود سے ان کا وجود ہے اور ان کے لئے روشنی ہے۔ (بشکریہ جناب عبدالستار صاحب نواسہ حضرت

Marfat.com

نذر صابری از واماندگی شوق (ایک تعارف)

فقیر سے ملاقات سن ۱۹۹۰/۱۹۸۹ء ماہ جون کی ایک دوپہر تھی کہ تین نوجوان مدرسہ میں داخل ہوئے اور ایک دلائل الخیرات دو دوسری کتابیں تھما کر کہا کہ یہ ملک حبیب الرحمٰن صاحب نے اٹک سے بھیجی ہیں اور ہم گورنمنٹ کالج میں اردو ایم۔اے کی تیاری کر رہے ہیں۔ فقیر نے ان کا استقبال کیا جو بن سکا خاطر مدارت کی۔ وہ چلے گئے۔ ان میں ایک عبدالعزیز ساحر تھے جو خاص اٹک سے تعلق رکھتے تھے۔ باقی نوجوان شہر لاہور کے رہنے والے تھے۔ اس کے بعد عبدالعزیز ساحر ہفتہ عشرہ کے بعد آنے لگے۔ کبھی اکیلے ہی ہوتے اور کبھی ان کے ساتھ اور دوست ہوتے۔ گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو انہوں نے نذر صابری صاحب کا تذکرہ کیا۔ ان کے تذکرے کے ساتھ ساتھ مولانا دولت علی مرحوم اور حضرت خواجہ نواب الدین" مرشد پاکاں صوفی محمد حسین' قبلہ عالم شاہ سراج الحق کا ذکر خیر بھی ہونے لگا۔ ساحر صاحب کی زبان بہت شستہ تھی۔ ان سے لگاؤ پیدا ہو گیا۔ مندرجہ بالا حضرات کے حالات پر قدرے مواد بھی حاصل کیا۔ جناب نذر صابری کا تذکرہ ہوتا تو ساحر فرماتے "اکثر ہوٹل پر بیٹھتے ہیں۔ شاعرانہ مزاج ہے۔ درویش منش انسان ہیں۔" فقیر ان الفاظ سے متاثر نہ ہوا اور نہ ہی ان کی طرف کوئی لگاؤ پیدا ہوا۔ ساحر صاحب نے فقیر کو اٹک آنے کی کئی مرتبہ دعوت دی۔ آخر فقیر نے انہیں ایک خط لکھا اور اس میں اطلاع دی کہ میں فلاں تاریخ کو آ رہا ہوں۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس مقررہ تاریخ کو فقیر اسلام آباد تک گیا۔ عزیز مفتی محمد سہیل سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا۔ جب ساحر صاحب نے آپ کے خط کا جواب ہی نہیں دیا تو ایسی حالت میں جانا مناسب نہیں۔ مفتی صاحب مجھے اسلام آباد سے واپس لاہور لے آئے۔ یہ ۱۹۹۴ء مارچ کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد میں نے ساحر صاحب کو کئی خط لکھے لیکن کوئی جواب نہ آیا اور خود بھی آنا موقوف کر دیا۔

غالباً اکتوبر ۱۹۹۴ء میں ایک خط موصول ہوا۔ اس کا مضمون کچھ یوں تھا:

"شمیم ولایت نظر سے گزری۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بزرگان کا خوب تذکرہ کیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ اسے مفت تقسیم کرتے ہیں۔ مجھے بھی----- اس لسٹ میں شمار کیا ہوتا--------"

فقیر نے اس خط کو پڑھ کر کافی تاثر لیا اور دل میں اچانک ان کی محبت نے گھر کر لیا۔

Marfat.com

ساحر صاحب کئی سال سے یہ حالت پیدا نہ کر سکے تھے۔ ۶۔ رجب ۱۴۱۵ھ ۱۰ دسمبر ۱۹۹۴ء بروز ہفتہ بسلسلہ عرس خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز محمد اظہر سہیل کے ہاں سمن آباد میں محفل تھی۔ اس محفل میں احباب کو کتاب شمیم ولایت تقسیم کی گئی تو ایک جلد میں نے خصوصی طور پر مفتی محمد سہیل کو دی کہ یہ کتاب اٹک جا کر نذر صابری کو دے آنا۔ مفتی صاحب کتاب لے کر اسلام آباد چلے گئے اور کسی دن وقت نکال کر کتاب شمیم ولایت (ا) میونسپل پلازہ اٹک پر چھوڑ آئے۔ صابری صاحب سے ملاقات نہ ہوئی اور نہ ہی مفتی صاحب نے ان کے انتظار یا ملاقات کی زحمت گوارا کی۔ اس واقعہ کو تین ماہ گزر گئے۔ ۶۔ رجب ۱۴۱۵ھ کا دن کئی لحاظ سے ایک تاریخی دن تھا۔)

"اندر کی بات یا تم جانتا ہے یا ہم جانتا ہے۔" (حاجی اسماعیل مرحوم)

شمیم ولایت پر تبصرہ اب تو خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱۹۹۵ء جنوری کے اوائل میں ایک خط موصول ہوا۔ محترمی مولانا! سلام مسنون۔ شمیم ولایت موصول ہوئی۔ بے حد شکریہ۔ کتاب ظاہر و باطنی محاسن سے آراستہ ہے۔ جس قدر بھی قدر افزائی ہو کم ہے اور اتنی بڑی کتاب کو تحفتہً تقسیم کر دینا ایک اور بھی خوب بات ہے میں تو اس پر حیرت زدہ ہوں۔ بہرحال مردان باکمال کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔ عشق تمام مشکلوں کو آسان کر دیتا ہے۔ اللہ کریم اس میں اور اضافہ کرے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں مفتی سہیل صاحب سے مل نہیں سکا۔ انہوں نے رقعہ پر اپنا پتہ بھی تو نہ چھوڑا ورنہ ان کا شکریہ پہلے ادا کرتا امید کرتا ہوں کہ آپ ان کے اسلام آباد کے پتہ سے نوازیں گے۔

آپ کی کتاب زندہ رود ہے صحیح معنوں میں زندہ رود۔ کتنے ہی اکابر کو آپ نے پہلی بار باقاعدہ طور پر تذکار دیا ہے۔ خاص کر چشتیہ (صابریہ) سراجیہ کی طرف آپ کے بہار آفریں قلم کا تموج دیدنی ہے۔ قلم کی اپنی فتوحات ہیں۔ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ تذکرہ نگاری بھی اسی کا ایک اعجاز ہے۔ رشحات قلم دراصل آب حیات کے قطرے ہیں۔ اسلام نے اس فن کو جس طرح نوازا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ چراغ سے چراغ جلتا چلا آ رہا ہے۔ قلم سے قلم پیالہ گیر ہے اور خدا کے بندوں کا ذکر تا قیامت اسی طرح خلوت بہ خلوت اور جلوت بہ جلوت جاری رہے گا۔ اہل قلم کا فرض ہے کہ وہ ان خدا مستوں کے ناموں کو ضائع نہ ہونے دیں۔ آپ نے اس فرض کو بخوبی نبھایا ہے۔ اللہ کریم آپ کو جزاء خیر دے۔ آمین!

Marfat.com

شاید عجلت میں بعض مقامات ضروری اطلاعات سے پر نہیں ہو سکے۔ کوشش کر رہا ہوں کہ ان کو پر کر سکوں۔ آپ کے پیرو مرشد (مولانا عبدالغنی صابری") میرے والد کے دوست تھے۔ گھر پر کئی بار تشریف لائے۔ مجھے بھی ان کا پیار ملا۔ اللہ کریم ان کے درجات کو بلند کرے۔ ایک بار پھر شکریہ! والسلام بچوں کو دعا اور پیار (نذر صابری ۱۰- جنوری ۱۹۹۵ء)

دوسرا خط اسی سال دوران اعتکاف ملا۔ مفتی محمد سہیل فقیر کے ساتھ معتکف تھا۔ میں نے اسے خط دیا اس نے بغور پڑھا اور اٹک جانے کے لئے پروگرام بنا۔

مکرمی مولانا!

زاد اللہ عنایت کم۔ سلام مسنون۔ آپ کا نوازش نامہ ملا جو کچھ سوالات کا حامل تھا۔ تعلق کے بڑھنے کے ساتھ ان سوالات کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ حیرت ہے کہ میرے بارے میں خان صاحب (غلام محی الدین خاں فیصل آباد) نے ابھی تک آپ کو کچھ نہیں بتایا اور نہ ہی ساحر نے کوئی بات کی۔ ذکر پاک ان میں جہاں جہاں پر فضل حسین اور صوفی علی بخش کا نام آیا ہے۔ ان میں اول الذکر میرے بڑے بھائی ہیں جو واقعات کے راوی ہیں اور ثانی الذکر میرے والد بزرگوار جو قبلہ عالم (مولانا نواب دین") کے اولین مریدوں میں شمار ہوتے ہیں اور انہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ آپ کی زیارت کرنے والے آخری مرید باصفا بھی ہیں۔ اسی نسبت سے ہمارا گھر آفتابوں اور مہتابوں کا کبھی کبھار جلوہ زار ہو جایا کرتا تھا چنانچہ آپ کے مرشد گرامی (مولانا عبدالغنی") کا گھر آنا جانا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ ہمارا گاؤں جالندھر کے شمال میں ۱۴ میل کے فاصلے پر واقع تھا اور انشاء اللہ رہے گا وہ میرے پیرو مرشد کی قدم گاہ ہے اور ان کے صاحبزادوں کا جولاں کدہ ہے۔ وہ میرا وطن ہے اور ہمارا وطن ہے۔ تاریخ پھر کروٹ لے گی کسی اور محمود اور غوری کو پیدا کرے گی۔ کسی اور امام ناصرالدین" اور شاہ نور جمال کو میدان میں لائے گی اور ان علاقوں سے گھٹا ٹوپ اندھیرے کو کافور کرے گی۔ گاؤں کا نام سنگھ پورہ تھا........ اسلامیہ کالج جالندھر سے میں نے ۱۹۴۵ء میں بی-اے کیا۔ آپ کی بستی (مٹھو صاحب) وہاں سے چند سو گز کے فاصلے پر نظر آتی تھی۔ ایک بڑا گنبد ۲ نہ جانے کس کا تھا۔ آپ نے محلہ کا پوچھا ہے کیا بتاؤں؟ وہ ایسی جگہ ہے جہاں بیک وقت میرے تین معشوق رہتے تھے۔ ایک تو آپ کے خانصاحب غلام محی الدین خاں ہی ہیں۔ ایک اور لڑکا تھا جو دسویں کلاس میں سارا سال

Marfat.com

میرے دل دماغ پر چھایا رہا' بہت ذہین بہت ہی خوبصورت اور خوش ادا تھا۔ تیسرا معشوق میرے گھر میں ہے۔ ان سے یہ مقام میرے لئے فردوس نظر ہو گیا تھا اور اب جنت خیال ہو کر رہ گیا ہے۔ نام محلہ کا کرار خاں تھا اور خدا کرے کہ رہے۔ خدا تعالیٰ اس سرزمین کی پھر سنے اور جلد وہاں اسلام کے پرچم لہرائیں۔

حضرت مولانا عبدالغنی رحمتہ اللہ علیہ ایک باریہاں (اٹک) آکر ملے۔ بہت شروع کا دور تھا۔ نہ جانے ان کو میرا پتہ کس نے بتادیا۔ خود ان کا اپنا کشف ہی کام کر رہا ہو گا۔ اس سے ایک خیال کو تقویت ملتی ہے۔ اس نفسا نفسی کے دور میں بھی کچھ نفوس کس طرح اپنے نسبت برداروں کی خبرگیری کرتے رہے ہیں۔ حشر میں بھی ہم گنہگاروں کو ان کی نگاہ التفات میسر ہو گی اور یہ سیاہ کاران ان کو اس عالم میں بھی یاد رہیں گے۔

آپ کا ایک اور خوبصورت سوال یہ ہے کہ میں کدھر نکل آیا ہوں اگر میرے بس کی بات ہوتی تو جالندھر سے ہی کیوں آتا۔ مقدر کے چکر ہیں چل رہے ہیں۔ بے نیازی کے جھکڑ ہیں۔ رواں دواں ہیں۔ ایک خشک تنکا کیا کر سکتا ہے۔ "مشائخ ہوشیار" کے نام سے ایک ساگر وارثی کی کتاب منظر عام پر آچکی ہے نظر سے گزری ہو گی۔ اچھی کوشش ہے۔ اسی نہج پر اگر آپ کے قلم سے "مشائخ جالندھر" کے عنوان سے ایک کتاب آجائے تو کتنا اچھا ہو۔ بہت سا کام تو آپ شمیم ولایت میں کر چکے ہیں تھوڑا سا باقی رہ گیا ہے۔ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ والسلام

(۱۹۹۵-۲-۲۳ نذر صابری)

اس خط کے آنے پر مفتی کے ساتھ اٹک پہنچنے کا ایک پروگرام مرتب کیا۔ اس پروگرام اور سفر کی پوری تفصیل "مفتی نامہ" کے دوسرے حصہ میں ہے۔ یہ کتاب مفتی اور فقیر کے درمیان ایک راز ہے۔ مفتی کے پاس ہی موجود ہے۔ شاید وہ اختصار کر کے

ا۔ جالندھر کے بزرگان کا تذکرہ ہے جس کے مصنف محمد طفیل ناصری ہیں۔

۲۔ یہ گنبد مسجد کا تھا جو پیر برہان الدین" نے بنوائی تھی۔ ان کا ذکر پیچھے ہوا۔ باکمال صوفی منش انسان ہیں۔ بارہ بستیوں میں ایک بستی کا نام بستی کرار خان تھا جو شہر میں شامل ہونے پر محلہ کرار خان کہلانے لگا۔

Marfat.com

منظرِعام پر لے آئیں۔ یہ ان کا ایک کرم ہو گا۔

۲۰- شوال المکرم ۱۴۱۵/ ۲۲ مارچ ۱۹۹۵ء بدھ کو بذریعہ کار مغرب کے وقت ا- میونسپل پلازہ' اٹک پہنچ گئے۔ مفتی محمد سہیل اور بلال میرے ہمراہ تھے۔ وہاں سے پتہ چلا کہ آتے ضرور ہیں لیکن وقت مقرر نہیں نماز مغرب پڑھ کر اِدھر اُدھر سے پوچھا تو سامنے والے دوکاندار نے دو لڑکے ہمارے ساتھ کر دیئے۔ وہ ہمیں نذر صابری صاحب کے مکان تک لے گئے۔ نذر صابری صاحب برآمد ہوئے' خوب ملے گویا کہ دیرینہ شناسائی ہے اور واپس انڈس ہوٹل تک لے آئے چونکہ نماز عشاء کا وقت تھا۔ ساتھ ہی سکول والی مسجد میں نماز ادا کی پھر انڈس ہوٹل میں بیٹھے۔ نذر صابری نے کھانا کھلایا۔ فقیر نے مفتی کا تعارف کرایا۔ نذر صابری صاحب بہت متاثر ہوئے۔ کھانے کے بعد قہوہ میز پر آگیا۔ سب نے پی لیا لیکن نذر صابری صاحب بہت دیر میں ایک جرعہ لیتے تھے۔ ان کے دوست جلدی میں تھے۔ آپ نے فرمایا: "میں جو ٹھہر ٹھہر کر قہوہ پیتا ہوں اسے مولانا خوب سمجھتے ہیں۔ میں نے جونہی قہوہ ختم کر لیا۔ بس اجازت کی طلب ہو گی۔ میں چاہتا ہوں دیر تک ملاقات رہے۔ اس دوران آپ نے بچپن' بیعت اور تعلیم کا تذکرہ کیا۔" جونہی قہوہ ختم ہوا' ہم نے اجازت چاہی' نذر صابری صاحب میونسپل پلازہ تک الوداع کہنے آئے۔ سوا نو بجے ہم آپ سے پہلی ملاقات کرنے کے بعد واپس لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ .بفضلہٖ تعالیٰ دوسرے دن ۸ بجے شاہ عالمی' لاہور پہنچ گئے۔

۲۳- مارچ کو جونہی ہم لاہور پہنچے۔ نذر صابری صاحب کا خط جو ملاقات سے پہلے ہی لکھ چکے تھے' موصول ہوا۔ سلام مسنون۔ آپ کو خط لکھنا کتنا مشکل ہو گیا ہے۔ کئی بار آپ کا محبت نامہ پڑھ چکا ہوں۔ اس وقت بھی روبرو ہے............ ساحر نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ اپریل کے پہلے ہفتہ میں تشریف لائیں۔ اس کو ان دنوں چھٹیاں ہوں گی۔ وہ آپ کی موجودگی میں ایک مضمون پڑھے گا۔ قاضی طاہر مسعود بھی سورۃ الضحیٰ کے مضامین نعت پر ایک مقالہ پیش کرے گا اور ایک نعتیہ محفل مشاعرہ بھی ہو گی۔ انشاء اللہ! ۳۱- مارچ اور یکم اپریل کو میرا بڑا بیٹا گھر پر ہو گا...... آپ کی تشریف آوری سے چار چاند لگ جائیں گے اور ہاں ۳۱ مارچ ۴۸ء کو میری شادی ہوئی تھی۔ اس کی سالگرہ بھی ہے اور یکم اپریل اس کا پہلا دن۔ دیکھئے! ہم نے اپنے اس دور کا آغاز کس تاریخ سے کیا۔ امید رکھتا ہوں کہ

Marfat.com

آپ میرے غریب خانہ کو ان تاریخوں میں رونق عطا کریں گے........ اسماء النبی کی فہرستیں تو مل جاتی ہیں۔ ان پر مختصر تبصرے بھی نظر سے گزرے ہیں مگر شرح اسماء النبی پر کوئی کتاب کسی فہرست میں نہیں ملی۔ آپ کا قلم گوہر نگار اس اچھوتے موضوع پر بھی اپنی بہار دکھائے گا۔ میں جالندھر کے نعت گو شعراء پر کچھ کام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بھی یاد وطن کی ایک مبارک صورت ہی ہوگی۔ (نذر جالندھری ۹۵-۳-۲۱)

اس خط کو پا کر ۹۵-۳-۲۵ کو مفتی سے پھر پروگرام بنایا۔ اول اس نے انکار کیا اور کہا کہ پرسوں ہی تو آئے ہیں۔ اتنی بھی جلدی کیا ہے' پھر بھی سہی' میں مفتی سے ناراض ہوا۔ کافی دیر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی حیات طیبہ' آپس کے تعلقات پر لیکچر جھاڑتا رہا۔ آخر وہ بے جان ہو کر مان گیا۔ پھر مفتی سے ہی صابری صاحب کو خط لکھوایا کہ ہم یکم اپریل کی صبح ۹ بجے تک پہنچ جائیں گے۔ ۲۹/ ۲۸ شوال کو قبلہ عالم شاہ سراج الحق قدس سرہ العزیز کا عرس پاک تھا۔ ۳۱- مارچ ۱۹۹۵ء کو عرس سے فارغ ہو کر اٹک کے لئے بس میں بیٹھے جو ساڑھے بارہ بجے چلی اور ۶ بجے میستی گیٹ' راولپنڈی پہنچایا۔ وہاں نماز فجر ادا کی۔ سوا سات بجے اٹک والی بس میں بیٹھے۔ ۸/۴۰ بجے صبح میونسپل پلازہ پہنچ گئے۔ طاہر مسعود غازی سے ملاقات ہوئی۔ وہ چند منٹ ٹھہرے اور کہا کہ میں حضرو جا رہا ہوں۔ مفتی اور میں آگے بڑھے تو سرراہ نذر صابری صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ وہ ہمیں ۶۶ جی اٹک لے گئے۔ رانا افضال علی کے وہاں ناشتہ کیا۔ اتنے میں خالد صاحب (ابن نذر صابری) تشریف لائے وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ سارا دن نذر صابری صاحب ہمیں احباب کے ہاں گھماتے رہے۔ آخر مغرب کے بعد رانا افضال علی صاحب کے ہاں ساڑھے سات بجے فقیر کی صدارت میں نعتیہ مشاعرہ ہوا۔ نذر صابری صاحب اور مسعود طاہر غازی نے فقیر کا تعارف کرایا۔ مفتی صاحب نے دو نعتیں پڑھیں۔ مولانا اذکار الحق' مسعود غازی اور ارشد ناشاد وغیرہ نے اپنا اپنا نعتیہ کلام سنایا۔ ۱۰ بجے یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔ قبلہ نذر صابری صاحب ۱۱ بجے شب تک موجود رہے اور پھر اپنے گھر چلے گئے۔ ہم افضال رانا کے ہاں ٹھہرے رہے۔ ۲ اپریل اذان فجر کے وقت رانا صاحب نے ناشتہ دیا اور ہم راولپنڈی کے لئے روانہ ہوئے۔ مفتی پنڈی ٹھہر گئے اور میں نذر صابری صاحب سے دوسری ملاقات کر کے لاہور آ گیا۔ اس سفر میں شیخ الیاس ابن شیخ رحمت اللہ ہمراہ تھے۔

Marfat.com

مکتوبات سے اقتباسات | صلاح الدین وہی نوجوان ہے جو محفل میں مفتی سہیل کے بالکل ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ مفتی سہیل نے ٹھیک کہا ہے۔ یہاں کے ایک بڑے عالم دین کا بیٹا ہے۔ درس نظامی کا طالب علم ہے۔ اس وقت وہ ایف۔اے کا امتحان دے رہا ہے۔ ان کے والد کا نام مولانا ریاض الدین ہے۔ جو ایک درس گاہ کے بانی اور مدرس اعلیٰ ہیں۔ محنتی ' ذہین اور مکتب بریلوی کے فرد ہیں......... لائبریری کا ایک اصول ہے کہ اس کی کسی کتاب پر کسی قسم کا نشان نہ چھوڑا جائے جو کچھ اس میں طبع ہوا ہے اس کو من و عن برقرار رہنے دیا جائے۔ ہم کسی کو بھی متن کو صحیح کرنے کا حق نہیں دیتے خواہ وہ کتنا ہی فاضل ہو اور اپنی جگہ سو فیصد درست ہو...... آپ اس اصول کی عمدگی پر نظر ڈالیں۔ مجھے سب سے برا وہ شخص لگتا تھا خواہ وہ ڈاکٹر برق ہو یا ڈاکٹر سعد اللہ جو کتاب کے متن پر اپنی تحریروں کو ثبت کرتا تھا۔ میں تو اس درجہ محتاط ہوں کہ اپنی کتاب پر بھی کچھ نہیں لکھتا۔ اگر لکھنا ہے تو الگ کاغذ پر لکھ کر کتاب کے اندر رکھ دیا جائے۔ تاکہ آپ کے ارشادات قاری تک پہنچ جائیں۔ مفتی اگر پاس ہو تو سلام محبت (نذر صابری ۹۵-۵-۲۷)

سلام مسنون! پرسوں ایک خط ارسال کر چکا ہوں۔ آج گو آپ کا خط روبرو نہیں ہے۔ پھر بھی جواب رقم کرنے کی سعی کر رہا ہوں۔ جو لوگ امرتسر کے کسی موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ ان کے روبرو تقسیم ملک کے وقت کے امرتسر کا ایک نقشہ ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے اندر کے مشہور اور اہم مقامات، کی نشاندہی کی جائے اور وہاں کی مشاہیر کی ایک فہرست تیار ہو۔ یہ علاقہ زیادہ تر سکھوں کے تسلط میں رہا۔ ان کی آبادیاں بکثرت ملتی ہیں۔ اٹاری' شام سنگھ' ترن تارن' کھیم کرن' ڈیرہ بابا نانک' رام داس اور خود شہر امرتسر سکھوں کی نام نہاد آبادیاں ہیں۔ ان کی عمر اتنی دراز نہیں۔ جہانگیر عہد سے قبل کی آبادیاں کون کون سی ہیں۔ چند ایک ہی ملیں گی۔ اس علاقہ کی تاریخ کیا ہو گی جب مقام ہی اتنا پرانا نہ ہو تو پھر مقیم پرانے کہاں سے ملیں گے۔ اس کا دارومدار اس علاقہ کے مقامات کی تاریخ ہے۔ پروفیسر گلزار احمد کو میں نے کافی دن ہوئے ایک خط لکھ دیا تھا اور اس میں کچھ شخصیات اور کتابوں کی ایک فہرست درج کر دی تھی۔ چونکہ امرتسر میرا ضلع نہیں لہٰذا اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا پھر بھی تعاون کر رہا ہوں اور آئندہ بھی تعاون کا وعدہ کر رہا ہوں۔ چراغ سے چراغ جلتا جاتا ہے۔ بات سے بات پیدا ہوتی جاتی ہے۔ جوئندہ پائندہ کا اصول کام

Marfat.com

کر رہا ہے۔ میرے اندر کا کتابدار ابھی تک زندہ ہے وہ اپنا کام کر رہا ہے۔

کیا امرتسر کے لئے حکیم محمد موسیٰ مدظلہ کافی نہیں۔ یہ لوگ جو امرتسر پر کام کر رہے ہیں۔ خود مجھ سے رابطہ کریں۔ میں یکطرفہ خط و کتابت کو پسند نہیں کروں گا۔ مفتی سہیل عید پر آپ کے پاس ہوں گے' ان کو سلام پہنچے۔ رانا افضال علی خان کا بھی سلام قبول ہو۔ طالب دعا غلام محمد / نذر صابری ۹۵-۵-۹)

سلام مسنون! آپ کی یاد بھی کیا چیز ہے' رہ رہ کر آتی ہے اور خط پر خط لکھواتی ہے۔ عزیزم صلاح الدین میرے پہلو میں ہیں۔ اس سے آپ ان کے بارے میں میرے پیار کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ایسا پیار تو میں نے لاکھوں طاہر مسعود اور ساحر کے ساتھ بھی کیا ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ۱ "لظم الوداع" ان کے لئے ضرور روانہ فرمادیں۔ ممنون ہوں گا۔

۱۴۱۶ھ کی تاریخ قرآن مجید سے بہت اچھی کوشش ہے۔ مگر اس کو نظم میں ڈھالنا مشکل اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ نظر آتا ہے۔ اگر کوئی صورت نکل آئی تو حاضر خدمت کروں گا۔ صلاح الدین اور اس احقر کی جانب سے سلام شوق لیجئے۔ افضال کا بھی سلام لیجئے۔ (نذر صابری ۱۹۹۵-۶- ۱۲)

بہت ہی محترم مولانا۔ سلام مسنون! خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرْ کا انمول گر سامنے ہے مگر ہزار احتیاط کے باوجود اہل غرض کا شکار ہو جاتا ہوں۔ ایسے لوگوں سے دوری کا ایک گر یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان کو کچھ دے دو یا ان سے کچھ مانگ لو۔ دے دینے سے تو ان کی غرض پوری ہوتی ہے کہ وہ دور نہیں ہوں گے۔ یہ گر غالباً ان لوگوں کے

---

۱ "لظم الوداع" قصیدہ بردہ شریف ترجمہ و مخمس عربی' فارسی' اردو اور پنجابی میں حضرت علامہ ابوالرجاء فقیر محمد عزیز الدین" نے ۱۳۰۱ھ میں مطبع بمبئی سے شائع کرایا۔ اب نایاب ہے البتہ فقیر کی لائبریری میں ہے۔

Marfat.com

لئے ہے جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سہیل (مفتی) نے جو بات کہی ہے وہ بڑی کام کی ہے مگر میں ایسی محبت کر ہی نہیں سکتا۔ کیا کروں؟ آپ نے اہل وفا اور بندگان ہوا پر جو گفتگو فرمائی ہے۔ بہت خوب ہے۔ کالج میں تو ہر نیک و بد' خوب و ناخوب سے اچھی طرح ملنے کا اخلاقیات کی بناء پر پیشہ وارانہ پابند تھا وہ بڑا کٹھن تجربہ تھا اور یوں لگتا تھا کہ سلوک کی کوئی منزل ہے۔ ضبط نفس کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ کبھی تنگ بھی آجاتا تھا۔ آپ نے مودت کی جس منزل کی طرف اشارہ کیا ہے خاصان خدا کی منزل ہے۔ میں اس راستہ کی خاک ہوں' میں کوشش کرتا ہوں کہ اشک ندامت سے خاک وجود کو تر رکھوں تاکہ کوئی گردباد اور جھکڑ مجھے اس راہ سے دور نہ لے جا سکے۔

آپ کا خط بار بار اپنے خوبصورت اور دلپذیر ہونے کا احساس دلا رہا ہے۔ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھنے والوں کی گفتگو ایسی ہی ہونا چاہئے۔ ہر شخص مسند وعظ کا حقدار نہیں ہوتا۔ زیادہ تر برگشتگی خاطر ہی حاصل ہوتی ہے۔ اصل میں صاحب نسبت محراب منبر والوں کی دنیا ہی اور ہوتی ہے۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْ بَثِّیْ (وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ) پھر ایک ایسا سخن دل نواز ہے اور ایسی دید کشا تشریح کے ساتھ آیا ہے کہ دل گویا ہزار بار کوثر و تسنیم کی موجوں میں ڈبکیاں لگا رہا ہے۔

مفتی سہیل آپ کے عتاب کا کم اور محبت کا زیادہ حقدار ہے کہ مستحق کرامت گناہ گاراں اند۔ میری وطن کی ایک نعت کا شعر ہے۔

عتاب میں بھی رہا رنگ پیار کا ورنہ
وہ آزمائیں تو بچ جائے کام کس کا ہے

یہ صرف ان کی عنایت ہے اور کچھ نہیں اور جب ان کی نظر عنایت ہوتی ہے تو پھر من مانی کا مخمصہ ختم ہو جاتا ہے۔

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

عرصہ ہوا جبکہ ہمارے درمیان کوئی سلسلہ رسل و رسائل نہ تھا۔ ایک بات کا علم ہوا تھا کہ "مشاہدات قادیان" نام کی کتاب میں میرے شیخ کے بارے میں مصنف نے کچھ منفی تاثرات کا اظہار خیال کیا ہے۔ وہ کتاب افسوس ہے کہ آپ کے پاس نہیں رہی۔

Marfat.com

مخالف کی عجب بے ڈھنگی سی گفتار ہوتی ہے

بہرحال اس کا جواب ملنا چاہئے تھا۔ مجھے تو کوشش کے باوجود کتاب ہی نہیں مل رہی۔ سعی فرمائے گا کسی نے کیچڑ اچھالا ہے تو اس کے دھبہ کو دھونا ہمارا فرض بن جاتا ہے۔ لاہور کے کسی اور کتب خانہ میں ہو گی۔ دو اور کتابوں کا علم ہوا۔ جن میں حضرت مرشد کا ذکر خیر ہوا ہے۔ ایک تاریخ "مشائخ ارائیاں" ایک اسی قسم کی اور ایک دوست کے ذریعہ عبارت متعلقہ کی نقل حاصل کر رہا ہوں۔ یہ کتابیں مشاہیر جالندھر پر بھی درکار ہوں گی۔ عرصہ دراز سے جالندھر کے ایک بزرگ کی "تاریخ ارائیاں" پر ایک کتاب کا سن رکھا تھا۔ ممکن ہے مذکورہ دو کتابوں میں یہ بھی شامل ہو۔ لاہور میں ونگ کمانڈر صوفی اور جسٹس صوفی کا نام گونجتا رہا ہے۔ یہ جالندھری کے ایک ارائیں فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ میاں بشیر احمد وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی بھی اس خاندان سے تھے۔ آپ نے جس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مصنف محمد اکبر صوفی ہیں اور ۱۹۱۹ء میں ان کی کتاب "سلیم التواریخ" امرتسر سے طبع ہوئی تھی۔ ہمارے پاس کتاب نہیں۔ ان کا بڑا علمی اور روحانی خاندان تھا۔ ان میں پیری و مریدی کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ (نذر صابری ۱۹۹۵ء-۶-۲۱)

سلام مسنون! میرے والد بزرگوار کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ آخری مرید ہیں۔ جو حضور مرشد سے رمداس جا کر ملے۔ ایک ساری رات کی شیخ سے خلوت میسر آئی۔ اس کی کیفیات والد بزرگوار پر بہت زیادہ تھیں۔ اس ملاقات کے ہفتہ عشرہ بعد مرشد گرامی کا وصال ہو گیا۔ آپ (مولانا نواب دین صاحب) جب لٹھ چلاتے تھے تو مخالف کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ گستاخان رسول پر ہی پڑتا تھا۔ کوئی اہل حق اس کی زد میں نہ آتا تھا............ افضال کا سلام لیجئے۔ (نذر صابری ۹۵-۷-۱۳)

۲- اگست ۹۵ء کا خط فقیر کے ایک طویل خط کا جواب ہے۔ جس میں کتاب "مشاہدات قادیان" کے مصنف کی شرانگیزی بیان کی گئی ہے۔ خط اور اس کا جواب دونوں محفوظ ہیں۔ منظر عام پر لانے والے نہیں البتہ پچھلے خط میں جو فقیر نے قرآن مجید سے تاریخ نکال کر بھیجی تھی۔ اس پر حضرت نے رباعی بھیجی۔

عرش و کرسی و لوح و قلم بالیقین
سب ہوئے خلق تیرے لئے شاہ دین

Marfat.com

بہرامت ملا مژدہ جانفزاء

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ

یوں لکھنے سے تحریف نہ ہو گی اور وزن بھی پورا ہو جائے گا۔ (نذر صابری ۹۵-۸-۲)

سلام شوق و نیاز۔ حاشا وکلا میرے ذہن میں ایسی کوئی بات ہو جو آپ کی شایان شان نہ ہو۔ میں نے جو باتیں کہی تھیں۔ آپ نے ان کی تائید کردی ہے۔ اختلاف تو کہیں بھی پیدا نہیں ہوا۔ یہ لطف اور سلامتی طبع کی دلیل ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بہت کم کام ہوا ہے اور وہ بھی پچھلے چند سالوں میں۔ مسلک بریلوں پر کچھ کام کرنے والے ڈاکٹر مسعود ایسے اب پیدا ہو رہے ہیں۔ حکیم صاحب کا کام شائع ہونا چاہئے۔ آپ نے جو شمیم ولایت لکھی ہے یہ اعزاز آپ ہی کو ملا ہے کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ آپ اس پر جتنا ناز کریں کم ہے۔ آپ سلسلہ سراجیہ کے نازنین بن گئے اور ہم نازبردار الحمدللہ! آپ نے عرصہ دراز کی ایک کمی پوری کردی ہے۔ خدا آپ کو صحت و تندرستی دے اور مزید کام کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے' آمین!

عرش و کرسی و لوح و قلم بالیقین
سب ہوئے خلق تیرے لئے شاہ دین
بہرامت ملا مژدہ جانفزاء
اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ○

آیت شعری وزن میں نہیں تھی۔ اسی لئے سابقا معذرت کردی تھی۔ اب کہ ذہن نے جو صورت پیدا کی وہ بڑی پیاری ہے' صرف لکھنے کا ایک انداز ہے اگر آپ سیدھا پڑھیں گے تو یہ مصرعہ موزوں ہوں گا۔ پھر اعتراض کو رفع کرنے کے لئے ہم نے رحمت اور قریب کے درمیان ۸ ڈال کر اوپر اللّٰہ لکھ دیا ہے اور اب یہ اعتراض مرتفع ہو گیا۔ آپ کی رباعی خوبصورت ہو گئی۔ الحمدللہ علٰی ذٰلِكَ

۱۲- ربیع الاول تک پیاروں کو خط لکھا کرتا ہوں۔ عرصہ سے یہ عادت بنالی ہے۔ آپ کو دوسرا خط لکھ ڈالا۔ اس سے اندازہ لگالیں کہ آپ سے کتنا پیار ہے۔ آپ سے پیار کر کے یوں سمجھتا ہوں کہ (گویا) خود سے پیار کرتا ہوں۔ آپ کی ساعات سعیدہ شروع ہو

Marfat.com

چکی ہوں گی۔ اَللّٰہُ غَنِیٌ کیا مبارک دن ہے۔ ہم نے افضال کے گھر ۱۴۔ اگست (۱۹۹۵ء) بروز پیر نماز مغرب کے بعد اجلاس رکھا ہے۔ اس میں ان احادیث پر گفتگو ہو گی۔ جن میں لافخر کے کلمات آئے ہیں۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِی کا جملہ سنا ہے۔ مگر ملا نہیں۔ فقر جو حضور کے لئے مایہ فخر ہے۔ یہاں کن معنوں میں آیا ہے۔ اگر کچھ فرصت ملے تو کچھ نہ کچھ لکھ کر روانہ کر دیجئے گا محفل میں پڑھ دوں گا۔ آپ کی موجودگی محسوس ہو گی۔ ایک آدھ صفحہ کافی رہے گا' شکریہ! دعاؤں میں یاد رکھیئے گا۔ مقبولیت اور رحمت کے دن ہیں۔ خدا سب پر کرم فرمائے اور سب کی مرادیں برلائے۔ (نذر صابری ۹۵ء-۸-۶)

تیسری ملاقات ۱۶۔ ربیع الاول شریف مطابق ۱۴۔ اگست بروز پیر ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء بمقام چونگ ملتان روڈ لاہور عزیز محمد سہیل افضال کے ہاں بسلسلہ ربیع الاول شریف صبح اشراق کے بعد محفل میلاد تھی۔ اول قرآن خوانی ہوئی پھر نعت خوانی آخر میں مفتی محمد سہیل صاحب نے اسلام میں عورت کا مقام' پر پر سیر درس دیا۔ صلوٰۃ و سلام اور ختم شریف کے بعد فقیر نے مفتی صاحب سے اٹک کے سفر کا ذکر کیا۔ وہ چھٹیاں لے کر گھر رہنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے پہلے انکار کیا۔ اس کا جملہ انکار پا کر میں بلا کھائے پیئے اٹھ کھڑا ہوا اور علانیہ کہا۔ "بس میں جا رہا ہوں۔" میں محفل سے باہر آیا تو مفتی صاحب بھی پیچھے تھے۔ پوچھا "تم کہاں؟" "میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔" مفتی نے کہا۔ سٹیشن پر آ کر ایک ویگن میں بیٹھے جو ۱۱:۴۰ دوپہر کو روانہ ہوئی۔ نماز ظہر کھاریاں میں ادا کی اور نماز عصر راولپنڈی اڈا بس مریڑھ ریلوے لائن کے قریب ایک مسجد میں ادا کی اور اٹک والی بس میں سوار ہوئے۔ مغرب کے وقت ہم اٹک میں تھے۔ نماز ادا کی اور رانا افضال صاحب کی جانب رخ کیا۔ راستہ بھول گئے۔ آخر اللہ اللہ کر کے رانا افضال صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ محفل شروع تھی۔ صابری صاحب تشریف فرما تھے وہی میر محفل ہوتے ہیں۔ ساحر صاحب بھی تھے ہم بھی بیٹھ گئے۔ نعت گوئی جاری تھی اور تبصرے بھی۔ ۱۱ بجے رات کا عمل ہوا' میں نے مفتی کو گھڑی دکھائی تو وہ اوہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مسجدیں سب بند تھیں۔ ایک مسجد کھلوا کر نماز ادا

ے فقیر نے ایک پر سیر مضمون لکھ کر بھیجا۔ جو محترم صابری صاحب کے پاس موجود ہو گا۔ یہ تحریر صابری صاحب نے محفل میں پڑھ کر سنایا۔ سامعین نے اس پر کیا تبصرہ کیا۔ واللہ اعلم' (چشتی)

Marfat.com

کی' پھر محفل میں جانے کے لئے طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ مفتی نے بھی میری تائید کی۔ اس مرتبہ محترم نذر صابری سے کوئی بات نہ ہوئی۔ ساحری صاحب بغیر ملاقات کئے کھسک گئے۔ ہم نے ملک حبیب الرحمٰن کا پتہ پوچھا تو کسی نے نہ بتایا۔ ساحر کے چلے جانے سے بہت طبیعت اچاٹ ہوئی۔ یہ ساحر وہی تھا جو مجھے خطوط میں مخدوم لکھتا تھا۔ آج مخزول کر دیا۔ آخر ایک ہوٹل میں جا کر پناہ لی۔ گرمی نے سونے نہ دیا۔ صبح نماز پڑھی اور پنڈی کے لئے رخت سفر باندھا۔ باقی تفصیلی واقعہ "مفتی نامہ حصہ دوم میں ہے۔"

اس ملاقات یا زیارت کے بعد خامشی رہی۔ نومبر کے آخر میں مہر سکوت ٹوٹ گئی...... مکرمی مولانا! سلام مسنون۔ "اسماء النبی" (شمیم رسالت) کی دو کاپیاں پچھلے دنوں وصول ہوئیں۔ ان کے اندر کوئی خط نہ تھا اور نہ کسی جلد پر آپ کی کوئی تحریر تھی۔ ارسال کرنے والے کا نام غالباً بلال احمد تھا۔ جس کو میں نہیں پہچان سکا۔ خیر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کتابیں تو ظاہراً آپ کی طرف سے تھیں۔ سو آپ کا شکریہ مجھ پر لازم ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے خوبصورت ہے۔ اس سے ایک اور اچھا اضافہ ہوا کہ اس موضوع پر بہت کم کتابیں موجود ہیں۔ اردو میں شاید دوسری کتاب ہے۔ پہلی سید آل احمد کی ہے۔ اس پر مولانا نصیر الدین نصیر گولڑوی کا مقدمہ ہے۔ بہرحال ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ ایک کاپی ارشد ناشاد کو دے دی گئی ہے۔

ایک بات اس دوران سامنے آئی ہے اور روز روشن کی طرح آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ بہت لاابالی اور مدوجذری طرز کے فرد واقع ہوئے ہیں۔ آپ سے رابطہ کرتے اب ڈر لگنے لگا ہے۔ تفصیل اس کی آپ کو معلوم ہے میں صرف اشارہ کر رہا ہوں اور گستاخی سے ڈرتا ہوں۔ والسلام نذر صابری ۹۵-۱۱-۲۷)

سلام مسنون! اٹک کا موسم برشگالی ہے۔ (ہاں) جس بناء پر میں نے آپ کے لئے مدوجذر کا لفظ استعمال کیا تھا۔ وہ آپ کی ۱۴- اگست کی اچانک آمد اور پھر آن واحد میں غیوبت اور پوشیدگی ہی تھی۔ میں تو اس پر حیرت زدہ ہی تھا۔ نہیں آئے تو سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے اہتمام کے لئے مہمان خصوصی کے طور پر دعوت کو منظور نہیں کیا اور آ گئے تو اچانک ہمارے ایک فقیرانہ اجلاس میں آ گئے۔ اب میں اس روشن اور طرز عمل کو مدوجذری نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ اسی بے نیازی اور لاابالی پن سے ڈر لگنے لگا ہے۔ اچانک

Marfat.com

منظر سے روپوش ہو جانے کی وجہ بھی بلاجواز ہی رہی۔ آپ عبدالعزیز کے گھر نہیں آئے تھے اور نہ وہ اجلاس عبدالعزیز کا تھا۔ وہ اجلاس میرا بھی نہ تھا' وہ تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل تھی۔ آپ تو آپ اس محفل میں اگر کوئی میرا دشمن بھی آجائے تو اس پر ناجانتگ ہوگی اور نہ دل آپ نے یوں جاکر اچھا نہیں کیا۔ بس اس سے زیادہ کیا کہوں؟

عبدالعزیز اگلے روز علی الصبح انٹرویو کے لئے پنڈی جا رہا تھا۔ اس لئے جلد اٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے آیا تھا۔ یہ سب آپ کے برخوردار اور عزیز ہیں۔ آپ کا رویہ مشفقانہ ہونا چاہیے۔ ان کے لئے دعا کیجئے۔ آپ کو اچھا رویہ ہی زیب دیتا ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ ان دنوں عبدالعزیز سرکار کا ملازم ہو گیا ہے اور گوجرانوالہ سے گورنمنٹ کالج مری چلا گیا ہے۔ ارشد ناشاد (ساحر کا بھانجا) ایم-اے اردو اچھے نمبروں میں پاس کر چکا ہے۔ قاضی طاہر مسعود وکالت کر رہے ہیں اور ملک حبیب الرحمٰن مکان بنا رہے ہیں۔ رانا افضال علی دوکانداری کر رہا ہے۔ کچھ لوگ بھی کہہ دیتے ہیں کہ دوکان کیوں نہیں کر لیتے' نہ جانے ان کو میرے اندر کون چھپا ہوا نظر آتا ہے۔ میں نے تو ملازمت میں بھی دینداری ہی کی ہے' کوئی دنیاداری اور دوکانداری نہیں کی۔ الحمدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

کتاب شرح اسماء النبی (شمیم رسالت) کی دو کاپیاں بذریعہ ڈاک مل گئی تھیں۔ ان کا ذکر / رسید پچھلے خط میں کر دیا تھا۔ آپ کا دوسرا پیکٹ کھلی کتابوں کی صورت میں مجھے اٹک میونسپل پلازہ سے موصول ہوا۔ اس میں ایک سرخ اور تین سنہری جلدیں تھیں۔ کل ملا کر چار عدد تھیں۔ پانچ نہ تھیں۔ آپ ریاض صاحب سے پتہ کیجئے گا مجھے وہ نہیں ملے تھے۔ کتابیں دوسرے روز میونسپل پلازہ سے ملی تھیں۔ بہرحال آپ کا پھر بے حد شکریہ!

اس پیکٹ میں آٹھ عدد فتاویٰ کرامات غوثیہ بھی موصول ہوئیں اور ایک میلاد رضوی بھی۔ ان سب کے لئے آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ اللہ کریم آپ کو اجر عظیم عطا کرے۔ آمین! آپ کی تحریر میں ایک اشارہ بلیغ ملتا ہے کیا زیارت حرمین سے سرفراز ہوئے ہیں اگر میرا اندازہ صحیح ہے تو ہدیہ تبریک قبول فرمایئے اور اپنے نصاب حسن سے اس فقیر کو بھی زکوٰۃ ملے۔

مشاہدات قادیاں کا کیا بنا۔ مظفر صاحب مسخر ہوئے ہیں یا نہیں۔ ان کو کون بتائے کہ مسخر ہونے کا ایک نیا مزہ ہے۔ یہ رویہ اعتراف شکست کے مترادف نہ ہو جائے۔ اینٹ کا

Marfat.com

جواب پتھر سے دینا چاہئے۔ گستاخ کا منہ توڑنا چاہئے۔ عصائے کلیمی ایسے پاگلوں (مصنف مشاہدات' قادیاں) کے لئے ہے اور حضور مرشد نے اس کو خوب استعمال کیا ہے۔ وہ جلال تو کجا جمال بھی کہیں نظر آئے تو مانیں۔ کہتے ہیں جمال اپنے انتہا پر پہنچ کر جلال بن جاتا ہے اور وادی سینا کا جلال دَنٰی فَتَدلّٰی پر جمال بن جاتا ہے۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میں بہرطور پر جمال پرست ہوں اور آپ سے جمال ہی کا امیدوار ہوں۔ مختصر نویسی کا گلہ تھا۔ امید ہے دور ہو گیا ہو گا۔ بچوں کو پیار۔ احباب کو سلام۔ نذر صابری ۱۹۹۵-۱۲-۷)

مولانا محترم! سلام مسنون۔ مکتوب گرامی مورخہ ۷- رمضان پیش نظر ہے۔ آخری سطر پر نظر ہے۔ مجھے شک ہے کہ آپ نے کوئی طریق علاج نہیں اپنایا اور توکل پر زور دے رہے ہے۔ آپ کے پیرومرشد تو خود حکیم تھے اور ان کی حکیم مطلق سے یاری تھی۔ ٹھیک کیوں نہیں ہو رہے۔ شاید آپ پرہیز نہیں کرتے۔

یہ بالکل درست ہے کہ جالندھر پر سلسلہ صابریہ کا بڑا فیضان ہے۔ ہوشیار پور میں سلسلہ نظامیہ کا غلبہ ہے۔ کیا سلسلہ وارثیہ صابریہ ہے یا نظامیہ جو بھی ہو ان کو بھی شامل کیجئے گا۔ یہ فقط شاعر ہی نہ تھے بلکہ درویش بھی تھے اور ان سے اس سلسلہ کو فروغ ملا۔ ابر شاہ' حیرت شاہ" کو مشائخ جالندھر میں شامل کریں۔ میرا کام بہت سست رفتار ہے' محنت تلاش اور تحقیق سے لکھیں۔ تاکہ کتاب حوالہ بن جائے۔ اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں ہے' بہت مقبول ہو گی' انشاء اللہ!

جن اکابرین کے حالات شمیم ولایت میں تفصیل سے آ چکے ہیں ان کو تھوڑا سا رنگ دے کر پیش کر دیں۔ ان کی تصانیف کا اچھا سا تعارف کر دیں اور خلفاء میں جن کو مختصر رکھا ہے تھوڑا سا مزید بڑھا دیں۔ عالیہ' قادریہ' اوہابیہ کون ہیں۔ ان سے کب کا یارانہ ہو گیا ہے۔ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

میرے والد کو مشائخ میں شامل نہ کریں۔ وہ فقط قبلہ عالم (خواجہ نوابدین") کے پروانے تھے۔ آپ کے مرشد گرامی کے احباب سے تھے۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کو خوب اچھی طرح سمجھے ہوئے تھے۔ درو کا کوروی کے عاشق تھے۔ قبلہ عالم کے ساتھ کوہستان شوارک کے بعض اسفار میں شریک سفر تھے۔ عربی اور فارسی پر اچھا عبور حاصل تھا۔ سعدی اور رومی کا بطور خاص مطالعہ رکھتے تھے۔ شیخ نے ان کو سعدی کا خطاب دے رکھا تھا۔ طب

Marfat.com

میں تپ دق اور دیوانگی تک کے کامیاب معالج تھے اور حکیم غلام قادر جالندھری کے دوستوں میں سے تھے۔ ان کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ قبلہ عالم سے ملاقات کرنے والے آخری مرید تھے۔ اس واقعہ (ملاقات) کے چند روز بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ والد گرامی (علی بخشؒ) ستمبر ۱۹۴۶ء میں بعارضہ ہیضہ فوت ہوئے۔

مولانا ولی محمدؒ جالندھری کا نام سنا ہے۔ مولانا محمد سلیم بھی میرے لئے نئے ہیں۔ کچھ ملا تو عرض خدمت کروں گا۔ مولانا ولی محمد جالندھر شہر کے مشہور علماء میں سے ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد سرگودھا چلے آئے۔ مسجد اخون بازار شیخاں کے خطیب تھے۔ اصلاح عقائد پر ان کے متعدد رسائل شائع ہوئے تھے۔ ان کے لئے خانصاحب (صوفی غلام محی الدین خان) کی طرف رجوع کیجئے۔ وہ ابتداء میں سرگودھا میں مقیم رہے ہیں۔ بستیوں کے علماء و مشائخ کا تذکرہ کریں۔ اڈہ نکودر سے کچھ آگے ایک پرانا قبرستان دائیں ہاتھ پر واقع تھا۔ وہاں مخدوم الملک سلطان پوری کا مزار تھا۔ ان کے فرزند شیخ عبدالکریم لاہور میں جو بہت بلند پایہ عالم اور سلسلہ صابریہ کے غالبًا ۲ پہلے شیخ ہیں۔ جن کا تعلق جالندھر سے تھا۔ وہ فصوص الحکم کے عربی زبان میں شارح ہیں۔ (نذر صابری ۹۶-۲-۱۳)

مکرمی مولانا! سلام مسنون۔ آپ ہر کتاب کو بڑی عجلت میں تصنیف کرتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ کتاب کے چھپنے اور شائع ہونے میں کوئی رکاوٹ انہیں ہوتی۔ یہ سہولت صرف مصنف کو حاصل نہیں ہوتی۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ ماشاء اللہ! رانا افضال علی خان کو شام تک ٹھہرایا ہوتا اتنی جلدی میں ان کو فارغ کر دیا۔ بہرحال مرضی کے مالک ہیں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ اپنا اول تو لاہور آنا ہی نہیں ہوتا۔ ہوا بھی تو شاید افضال سے بھی زیادہ عجلت میں فارغ کر دیں گے۔ آپ کی عجیب افتادگی اور سرشاری طبع سے ڈر لگتا ہے۔
مولانا ولی محمد جالندھری کے بیٹے سمندری میں رہتے ہیں۔ (نذر صابری ۹۶-۴-۱۱)

۔ ا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے دو لڑکوں سے سلسلہ قادریہ جاری ہوا۔ حضرت عبدالوہابؒ ان سے سلسلہ قادریہ وہابیہ جاری ہوا۔ جو بعد میں قادریہ نوشاہیہ کہلایا چونکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلقین کو وہابیہ کہنے لگے اس لئے روحانیت والوں نے وہابیہ کہلانا بند کر دیا۔ (ب) حضرت عبدالرزاق سے سلسلہ قادریہ رزاقیہ جاری ہوا۔ لاہور میں سلسلہ صابریہ کے پہلے شیخ خواجہ ضیاء الدین حضرت سربانیؒ ہیں جو حافظ شمس الدین پانی پتیؒ کے خلیفہ تھے۔ فین روڈ پر مزار ہے۔ (چشتی) ۔ ۱۱ اس خط کے آنے کے بعد تین ماہ تک ایک صفحہ بھی نہ لکھ سکا۔

Marfat.com

رانا افضال صاحب جمعہ کے دن نماز کے بعد تشریف لائے۔ انہیں چائے پلائی وہ بضد تھے کہ میں نے جلدی جانا ہے اور شام کا کھانا اپنے برادر نسبتی کے گھر جا کر کھانا ہے۔ فقیر نے اجازت دے دی۔ اس پر صابری صاحب نے شکوہ فرمایا۔ میں نے تفصیلا دو خط لکھے۔ جس میں حقیقت حال کو ظاہر کیا اپنا طریقہ و مہمان نوازی لکھا۔ اس کے بعد صابری صاحب نے ذیل کا خط لکھا۔

مکرمی مولانا' زاداللہ لطفکم۔ سلام مسنون۔ علم میں کیا روشنی ہے اور تحریر میں کیا لذتیں ہیں۔ آپ کے دونوں خط اس پر شاہد ہیں۔ جو لوگ اہل علم اور پھر اہل دل کی محبت سے محروم ہیں اور یہ محرومی ان کی اپنی پیدا کردہ ہے وہ بہت بدنصیب ہیں اگر اہل دل سے کسی وجہ سے دور ہو تو ان سے مکاتیب کا سلسلہ جاری رکھے کچھ نہ کچھ تلافی مافات ہوتی رہے گی۔ دونوں خطوں کا بے حد شکریہ! ایک میں محبت ہی محبت ہے اور دوسرے میں علم ہی علم ایک گر آفتاب تھا تو دوسرا ماہتاب۔ دونوں میری شب و روز کی ضرورت۔ مولانا عبدالنبی شامی" شام چوراسی کے ہیں۔ ۱۰۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۴۶ء ان کی تاریخ وفات ہے اور نقشبندیہ نسبت کے حامل ہیں۔ نومسلم ہیں۔ ان کے کچھ رسائل اور مکتوبات بھی ہیں۔ جو ان کی اولاد کے پاس ہیں وہ لوگ لاہور میں رہتے ہیں۔ ان کے بارے میں قندیل پریس یا اقبال مجددی سے پتہ کریں۔ اکبری دور کے عبدالنبی صدرالصدور تھے اور شیخ عبدالقدوس، انگوہی کے پوتے تھے۔ شام چوراسی بھی ضلع جالندھر کی سرحد پر واقعہ ہے۔ ٹانڈہ اڑمڑ اور عالم پور کی بھی یہی کیفیت ہے۔ مولانا عمرالدین چشتی نظامی تونسوی اور افضال علی کے خاندان کے بزرگ اور پیرو مرشد علی معظم قادری کو بھی شامل کیجئے۔ (نذر صابری ۹۶-۴-۲۵)

مولانا محترم! سلام شوق و محبت۔ آپ کا گرامی نامہ ۲۲۔ جولائی کو موصول ہوا۔ سب سے پہلے یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کے خط پر دو روپیہ کا جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے اور یہ مسلسل ہو رہا ہے۔ (Air Ways) کے لفافوں پر ایک روپیہ کا اور ٹکٹ لگایئے

۔ا شاہ عبدالقدوس" کے پوتے اور پھر نو مسلم عجیب سی بات ہے۔

Marfat.com

(یعنی ۳ روپیہ کا ٹکٹ) بہتر تو یہ ہے کہ درختوں والا لفافہ کام لائیں۔ السلام علیکم اور وعلیکم السلام کوئی کہے تو اس کا جواب دینا واجب ہو جاتا ہے اگر مختلف لوگ بہ یک بار سلام کہیں تو ان کا جواب ایک شخص دے' دے تو کافی ہے ہر ایک کا سلام کرنا ضروری نہیں۔ یہ ایک اجتماعی انداز ہے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ آنے والوں کے لئے بھی یہی آداب ہیں کہ ان میں کا ایک سلام کہے ہر ایک نہ کہے۔ ایک کا سلام سب کا سلام ہو گا۔ کیا ہمارے اجتماعی انداز کی تعلیم دی گئی ہے۔ اب رہا تحریراً کسی کو سلام علیکم کہنا اس کا جواب تحریراً دینا ضروری نہ ہو گا۔ اب اس کا جواب خط وصول کرتے وقت دے دیں تو بات بن جائے گی۔
آپ خط کا جواب ترکی بہ ترکی دیں تو چلو ایک بات بھی ہے کہ وعلیکم السلام لکھ دیں لیکن عرصہ کے بعد ایسا لکھنا اچھا نہیں لگے گا لہذا ہمیں پھر سے السلام علیکم لکھنا ہی ہوتا ہے۔ جس کا مطلب ظاہر ہے کہ وعلیکم السلام کا مرحلہ طے ہو چکا ہے۔ آپ عالم دین ہیں۔ ماشاء اللہ! میں تو اپنے ذوق و لطف کے زور پر یہ بات کر رہا ہوں۔ اسلام میں خط و کتابت کے آداب پر کوئی مستقل کتاب نظر سے نہیں گزری۔

جس میں مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہو۔ بہت سی باتوں کا آپ نے اس ضمن میں ذکر کر دیا ہے۔ یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اس پر ایک خوبصورت کتاب وجود میں آ سکتی ہے مگر پہلے علماء و مشائخ جالندھر سے عہدہ برآ تو ہو لیں۔ کتاب کس مرحلہ میں ہے اب کسی خط میں اشارتاً بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔ خدا کرے یہ کتاب دسمبر (۱۹۹۶ء) تک بازار میں آ جائے جو لوگ جالندھر کو نہیں بھولے ان کے لئے گرانمایہ تحفہ اور سوغات ہو گی۔ یہ کتاب اہم ضرورت کو بھی پورا کرے گی۔ جس کا میں نے اپنے محرک خط میں ذکر کیا تھا۔
خط کے ایک حصہ میں چاء (چائے) کا بار بار ذکر آیا ہے۔ دل للچایا ہے کہ آپ کے ساتھ میں بھی ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوتا۔ چلو آپ نے پی لی اور ہم نے پی لی ایک ہی بات ہے۔ مفتی صاحب آپ کی میزبانی کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ خدا ان کے دسترخوان کو اور وسیع کرے۔ ان کے لئے دعاؤں سے بھرا ہوا سلام۔ رانا افضال آج کل خانہ خدا (مسجد) کی بڑی خدمت کر رہا ہے۔

(مولانا) غلام رسول عالم پوری کا بہت پیارا ذکر نوادرات عرشی میں ہے۔ اسی ماہ اس کو پڑھا بڑا لطف آیا۔ آپ بھی کتاب کو اتمام و کمال تک پہنچانے سے پہلے اس کو ایک نظر

Marfat.com

دیکھ لیں۔ بالکل جدید اور خوبصورت کتاب ہے۔ مولانا محمد موسیٰ مدظلہ العالی کا بھی اس میں ذکر خیر موجود ہے۔ مصنف پروفیسر تصدق حسین راجا ہیں' اور کیا لکھوں۔ خط افضال کو پڑھ کر سنا دیا ہے آپ کو سلام پہنچا رہا ہے۔

بچوں کو پیار اور احباب کو سلام دعا' دعاؤں کا طالب نذر صابری۔ (۹۶-۶-۲۶)

سلام مسنون! چاہا کہ کل آپ کو خط تحریر کروں مگر اٹڈس میں تنہائی نہ مل سکی۔ (عبدالعزیز) صاحب جب ملتا ہے تو اس سے گفتگو بہت طویل ہو جاتی ہے۔ نماز جمعہ کے بعد بھی تین بجے تک بیٹھے رہے اور خط کے پوسٹ کرنے کا شہر کا وقت جاتا رہا۔ گرمی بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ دور جا کر پوسٹ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ ورنہ یہ خط آپ کو ۱۲- ربیع الاول شریف سے قبل مل جاتا۔ اب یہ لاہور تو آئے گا مگر آپ کو ۲۹ جولائی کے بعد ملے گا۔ تاہم مجھے امید واثق ہے کہ آپ نے عید سعید کی مبارک ساعتوں میں اس سیاہ کار کو ضرور یاد کیا ہو گا۔ مطلوب بھی یہی تھا' باقی ساری تمہیدات ہی ہیں۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ جن احباب سے خط و کتابت کا سلسلہ رواں دواں ہوتا ہے۔ ان کو اس مسعود گھڑی میں ضرور خط لکھوں اور یاد کروں۔

رانا افضال پچھلے ہفتے پیر علی معظمؒ کے عرس پر گیا تھا۔ ایک سوالنامہ اور کیسٹ ان کو دے آیا ہے۔ انشاء اللہ اس سلسلہ میں پیش رفت ہو گی اور جلد معمولات آپ تک پہنچ جائیں گی۔ آپ نے اولیائے جالندھر کا عنوان لکھ کر موضوع کچھ تنگ نہیں کر دیا۔ علماء کو فارغ نہیں کر دیا۔ بہر حال اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہو گی۔ لوگ اس کا ابھی سے انتظار کر رہے ہیں۔ میں انشاء اللہ اس کتاب کی رونمائی کا انتظام کروں گا۔ افضال کا تعاون حاصل ہو گا۔ جالندھر اور ہوشیارپور ایک جگہ ہوں گے۔ آپ کی کتاب کو تاریخی حیثیت حاصل ہو گی اور دوسروں کے لئے تحریک کا کام دے گی۔

ہماری محفل شعر و ادب کا سالانہ اجلاس جو میلاد النبی پر مشتمل ہوتا ہے۔ ۲۹- جولائی / ۱۲ ربیع الاول کو رانا افضال کے ہاں ہو رہا ہے۔ اس میں درود پاک اور قرآن شریف کی تلاوت کا دربار رسالت میں ایصال ہو گا۔ ارشد ناشاد کی ایک نعت پر تنقید اور تبصرہ ہو گا۔ ایک عام دور نعت ہو گا۔ اس سے قبل اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا) پر ایک نشست تھی۔ اس میں مولانا (ملک) حبیب الرحمٰن کی گفتگو بہت عمدہ تھی۔ ان کی لائبریری

Marfat.com

اس شخصیت کے بارے میں بقول ان کے بڑی مکمل ہے۔ ماشاء اللہ! ان لوگوں کی صحبت میں بڑا کچھ ملتا ہے۔ یہ ہماری دولت تھی۔ جو مدت دراز (۳۰ سال) کے بعد ہمیں واپس ملی۔ کافی دنوں سے ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ڈر ہے کہ کہیں میلاد کی محفل ان کے بغیر نہ رہ جائے۔

لفافوں کی بات میں بڑا لطف پیدا ہوا۔ یہ کیا فرمایا: "اٹک سے خدا نزدیک ہے کیا خدا برفانی پہاڑوں پر رہتا ہے۔ [illegible]
[illegible] میلادالنبی کی محفلیں، جلوس اور جشن مہاجرین اپنے ساتھ لائے ہیں۔ سیرت اراکین کے تمام اراکین مہاجر ہیں۔ اب آپ کا مصرع ان کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ امیں رات کو گھر ہوتا ہوں۔ شام سے پہلے گھر آجاتا ہوں۔ "موسم کی کافری اور چھتوں کا رونا اور بندوں کا خدا خدا کرنا اسی لئے ہے کہ موسم کافر ہے، ہوا کافر ہے، گھٹا بھی کافر ہے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو سلام علیکم" کیا خوبصورت بات کہی ہے۔ جس قدر داد دوں کم ہے۔

مفتی کے بارے میں میرا انداز مزاحیہ ہے۔ یہ میرا مزاج ہی نہیں اگر یوں محسوس ہوا تو آپ سے اور سہیل سے بھی معذرت خواہ ہوں۔ (مفتی صاحب کے کسی نے چار ہزار روپے چھین لئے۔ میں نے اس کا ذکر خط میں جناب نذر صابری صاحب سے کیا تو آپ نے تحریراً فرمایا کہ کہیں کسی کی نظر تو نہیں کر آیا۔ جواباً میں نے عرض کیا۔ بچہ شریف النفس ہے۔ یہ فعل اس سے سرزد نہیں ہو سکتا۔ اس بے چارے کا نقصان ہوا ہے اور آپ مذاق فرماتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے مندرجہ بالا جملے لکھے۔ (میں تو خود بیزار رہتا ہوں۔ میں شوخیاں کیوں کروں گا۔ خدا دل آزادی سے محفوظ رکھے۔ آپ کے توسط سے (مفتی) سہیل، یاران محفل اور نواسی کو بہت بہت سلام اور پیار

والسلام

(نذر صابری ۹۶-۷-۲۷)

ـ اعلائے حق ہی اولیائے کرام کہلاتے ہیں۔ علماء کا بھی ذکر موجود ہے چشتی)
ـ یعنی مغرور نہیں ہوں گے۔

Marfat.com

اس کے بعد ۲۲- اگست ۹۶ء کا تحریر کردہ خط مولانا غلام رسول عالم پوری" کے حالات پر تھا۔ میں نے اس خط سے مولانا کے حالات لکھے۔ کچھ زائد کئے اور نقل نذر صابری کو بھیجی مکمل ایک ماہ ہوا۔ ۹۶-۹-۲۲) تادم تحریر جواب نہیں آیا۔ آپ کے بعض خطوط مفتی کے پاس ہیں۔ جن سے اقتباسات پیش نہیں کر سکا۔ مفتی سے کوئی چیز واپس لینا کار دارد ہے۔ خط کے واپس کرنے اور بعض ایسے ہی معاملات میں وہ بخیل ہی نہیں۔ ابخل ثابت ہوئے ہیں۔ یہ بھی بعض شخصیات کے روشن پہلو کہلاتے ہیں۔ واللہ اعلم (چشتی ۲۲ ستمبر ۱۹۹۶ء)

۱۰ جمادی الثانی / ۱۴۱۷ / ۲۴ ستمبر ۱۹۹۶ء / ۱۱ قائداعظم / ۵۰ بروز پیر فقیر اور سید محمد منظور الحق قادری چشتی، صابری ۸ بجے صبح شین باغ ملک حبیب الرحمٰن چشتی، نظامی، گولڑوی کے پاس پہنچے۔ ظہر کے بعد ہم دونوں کے علاوہ ملک حبیب صاحب اور ان کے بھائی علامہ عبدالغفار صاحب جناب نذر صابری کی زیارت، کے لئے ان کے مکان پر حاضر ہوئے۔ آپ کی طبیعت ناساز تھی۔ نمونیہ کی وجہ سے چھاتی میں درد تھا۔ ایک گھنٹہ کی ملاقات میں فقط بیماری کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد ہم نے اجازت چاہی اور شین باغ چلے گئے۔ دوسرے دن بروز منگل صبح ۱۰ بجے تحسین صاحب کی دوکان پر ملاقات ہوئی۔ کوئی خاص گفتگو نہ ہوئی۔ مختلف پہلوؤں پر بات چیت ہوتی رہی۔ گفتگو میں حبیب صاحب پیش پیش تھے۔ کتب خانہ مقبول عام سے آپ نے "نوادرات عرشی" اور دس جلد، "حدائق بخشش" دلوائیں۔ یہ جلدیں بریلی شریف کی چھپی ہوئی ہیں۔ ۱۲ بجے دو گھنٹہ کی ملاقات کے بعد اجازت چاہی۔ فرمایا۔ میں نے خط لکھا ہوا ہے لاہور پہنچ گیا ہوگا۔ لاہور آنے پر خط موصول ہوا۔

سلام مسنون! آپ کے دو مکتوب گرامی مل گئے۔ مولانا غلام رسول کے کوائف کو ابھی آخری شکل نہ دیں۔ آپ نے بار بار اس میں میرا نام دیا۔ اس کی کچھ اصلاح درکار ہے۔ سلیم التواریخ کی جو عبارت آپ نے دی ہے۔ وہ بہت اہم اور مفید ہے۔ شاید ہی کسی نے اس حوالہ کو استعمال کیا ہو۔ آپ کی تلاش قابل داد ہے۔

تازہ لفافہ میں حافظ مظہرالدین کے خطوط بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کو دو تین مرتبہ پڑھا۔ کیا حکیم صاحب اس کو اپنی کسی کتاب کا حصہ بنا رہے ہیں۔ عرصہ ہوا سنا تھا کہ وہ

Marfat.com

امرتسر کے مشاہیر پر قلم اٹھا رہے ہیں پھر کوئی خبر نہیں آئی۔ مولانا (میاں) علی محمدؒ بسی شریف کی "راہ فردا" جس کا ایک خط میں ذکر ہوا ہے۔ اب کہاں سے دستیاب ہے' پڑھنا چاہتا ہوں۔ حضرت کا تعلق نظامی سلسلہ سے تھا اور غالباً پاک پتن شریف میں مدفون ہیں.......

ایک اور بات جس روز یہ خط وصول ہوا۔ میں ازحد غمناک تھا۔ سینہ میں تکلیف تھی۔ اس روز (X-Ray) کرایا۔ ڈاکٹر کے پاس گیا۔ نسخہ لیا' زندگی میں یہ پہلی بار ہوا۔ ایکس۔ رے ہلکے سے نمونیہ کا پتہ دے رہا تھا۔ اس عالم میں آپ کے خط کی آمد ایک مژدہ جانفزاء سے کم نہ تھی۔ میں نے اس کو نیک شگون سمجھا اور آپ کو اور حافظ صاحب کو اپنی طرف گویا نہ نگاہ کرم متوجہ پایا اور بڑی ڈھارس ہوئی' علاج جاری ہے' کافی افاقہ ہے۔ آپ بزرگوں کی دعائیں ہیں۔ میں تو اتنا سیاہ کار ہوں کہ پاک باز لوگوں کا زبان پر نام لاتا ہوا شرماتا ہوں۔ آپ کی خاصی توجہ کا محتاج ہوں اور کیا عرض کیا کروں۔ مفتی سہیل کو سلام' یاران محفل کو سلام اور (عقیلہ) نواسی کو پیار اور دعا

والسلام

(محتاج دعا نذر صابری ۹۶-۹-۲۳)

سید منظور الحق قادری جو میرے ساتھ اٹک گئے تھے اور انہوں نے جناب نذر صابری صاحب سے پہلی ملاقات سے متاثر ہو کر یہ نظم کہی۔

مجذوب علم و حلم و غنا نذر صابری
محبوب دلپذیر وفا نذر صابری
مداح جس کے ہیں علی اصغر وہ کیا ہے شخص
مجنون دوستان ہدا نذر صابری
سیراب بحر صابری سے وہ بھی ہے ہوا
ہر دم ہے محو حمد و ثنا نذر صابری
نازاں اٹک نہ کیوں ہو بھلا اپنے فخر پر
ہے مہرباں اس پر ہوا نذر صابری
اس نے دیا ہے شعر و ادب کو نیا فروغ
یاروں کا یار کیف فزا نذر صابری

Marfat.com

ہے ارض پاک ایسے سپوتوں سے ارجمند
کیا سپوت ماں نے جنا نذر صابری
یہ ہے دعا کہ روشنی اس کی سدا رہے
روشن کیا جو تو نے دیا نذر صابری
منظور بھی ہوا ہے زیارت سے بہرہ مند
فیضان پیر چشتی کا نذر صابری

حکیم وزیرالدین آصف صابری مدظلہ العالی

حکیم وزیرالدین آصف یکم مارچ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۱۷ء بروز جمعرات حکیم شہاب الدین چشتی' نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر محلہ سید کبیر" جالندھر پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی سکول جالندھر (نزد بستی مٹھو صاحب) سے میٹرک پاس کیا۔ آپ نے پروفیسر انوارالحق شیرکوٹی فاضل دیوبند' ماسٹر وزیر علی خاں (پہلی تا تیسری جماعت) مولوی نبی بخش مرحوم' ماسٹر علی گوہر' ماسٹر سلطان علی خاں' قاری محمد کامل' مولوی محمد شعیب' مولانا عماد الدین شیرکوٹی سے علمی استفادہ کیا۔

قصبہ ہردو تھلہ ضلع ہوشیارپور میں حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ ۳ جیٹھ مطابق ۱۶ مئی کو ہر سال اپنے پیران عظام کا عرس منعقد کرایا کرتے تھے۔ ۱۹۳۸ء کو حکیم آصف صاحب جالندھر سے سید انور علی شاہ جالندھری کی معیت میں عرس پاک میں شامل ہوئے۔ وہاں عرس پر خواجہ محمد دیوان رحمتہ اللہ علیہ کے پیشوا خواجہ حافظ کرم بخش' چشتی صابری (متوفی ۱۳۱۷ھ) کے صاحبزادے میاں دولت علی چشتی' صابری رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۲۵ رمضان ۱۳۷۹ھ مدفون قبرستان نزد والہ فیصل آباد) بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ حکیم آصف صاحب ان کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے بلکہ عرس سے فراغت پر انہیں الوداع کہنے کے لئے خواجہ محمد دیوان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی گئے۔ حکیم آصف صاحب خواجہ محمد دیوان رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی شخصیت سے متاثر ہو کر سلسلہ چشتیہ' صابریہ میں ان سے بیعت ہو گئے۔

سلسلہ طریقت اس طرح ہے۔ حکیم وزیرالدین آصف سلمہ اللہ مرید خواجہ دیوان،

Marfat.com

محمد ہردو تھلوی ہوشیارپوری مرید حافظ کرم بخش ہوشیارپوری مرید خواجہ امیر شاہ ٹانڈوی مرید خواجہ جلال الدین ٹانڈوی مرید خواجہ یار محمد ٹانڈوی مرید خواجہ محمد افضل ٹانڈوی مرید خواجہ محمد یوسف سبزہندی مرید خواجہ ابوالفتح سنوری مرید خواجہ عبدالقادر سنوری مرید شیخ داؤد گنگوہی مرید شیخ محمد صادق گنگوہی مرید شیخ بوسعید گنگوہی' مرید شیخ نظام الدین تھانیسری ثم بلخی' مرید شیخ جلال الدین تھانیسری اور مرید قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی' صابری رحمتہ اللہ علیہ و علیہم۔

مرشد کامل کے انتقال ۱۹۴۰ء/ ۱۳۵۹ھ کے دس سال بعد ان کے خلیفہ و سجادہ نشین بابا رسم علی رحمتہ اللہ علیہ سے ۱۹۵۰ء میں خلافت حاصل کی۔ سلسلہ بیعت محدود ہے۔ حکمت آپ کا شغل ہے۔

۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں رہائش اختیار کی۔ تادم تحریر یہیں رہائش پذیر ہیں۔

تصنیفات

۱- ترتیب گرنامہ صابری تصنیف لطیف خواجہ دیوان محمد چشتی' صابری
۲- گلدستہ چشتی حافظ کرم بخش۔ میاں دولت علی اور خواجہ دیوان محمد ہردو تھلوی کے حالات اور شجرہ شریف) ۶۴ صفحات پر مشتمل مطبوعہ ۱۹۶۵ء)
۳- باب بہشت بدرگاہ چشت مطبوعہ ۱۹۵۵ء ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ (شجرہ شریف اور وظائف)
۴- باب حرم (نعت اور منقبت) مطبوعہ ۱۹۵۵ء ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔
۵- تذکرہ صابری (مفصل حالات پیران سلسلہ)

آپ نے ۲۷- ربیع الاول ۱۴۱۸ھ مطابق ۲-۱ اگست ۱۹۹۷ء بروز اتوار انتقال فرمایا۔

خواجہ دیوان محمد چشتی' صابری" موضع کیتھاں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار کے ایک معزز راجپوت ہندو گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام لالہ پوہلو رام تھا۔ پیشہ زرگری تھا۔ لالہ پوہلو رام کے نرینہ اولاد نہ تھی تین لڑکیاں تھیں۔ لالہ جی کے ہمسائے سلطان محمد خان ذیلدار (کیتھاں دوسوہہ) حضرت بابا عبداللہ شاہ" منڈھالی شریف والوں کے مرید تھے۔ ان کے ہاں ہر ماہ ۱۱ تاریخ کو حضور غوث پاک کا عرس ہوتا تھا۔ ایک دن لالہ پوہلو رام کی بیوی

Marfat.com

نے ذیلدار صاحب کی بیوی سے پوچھا "تم ہر ماہ اتنا کھانا کیوں پکاتی ہو۔" انہوں نے جواب دیا۔ "ہمارے بڑے پیر کا ختم شریف ہوتا ہے۔ اس سے خیر و برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حاجت پوری کرتا ہے۔ لالہ کی اہلیہ نے اجازت لے کر خود بھی ختم کرانا شروع کر دیا۔ ایک دن صبح کے وقت ان کے گھر کے باہر ایک درویش آیا۔ لالہ کی اہلیہ نے انہیں کھانا کھلایا۔ درویش نے دعا دی۔ "اللہ تعالیٰ تمہاری مراد پوری کرے گا۔" اسی سال دیوان صاحب پیدا ہوئے۔ والدین نے دیوان چند نام رکھا۔ آپ نے اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیا۔ رحمت علی رنگریز کی والدہ انہیں مبارکباد دینے آئیں تو آپ کی والدہ نے بچے کے دودھ نہ پینے کی بات کی۔ والدہ رحمت علی نے اپنی چھاتی بچے کے منہ میں دی تو وہ دودھ پینے لگے۔ بچے کی والدہ نے اپنی چھاتی سے لگایا تو بچے نے دودھ نہ پیا۔ آخر رحمت علی کی والدہ ہی دودھ پلانے لگیں۔

آپ میں بچپن ہی سے مسلمانوں کی عادتیں موجود تھیں۔ سات سال کی عمر میں والدین سے چوری رمضان شریف کے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ والدین کو معلوم تو ہو گیا لیکن وہ آپ کو کچھ نہ کہتے تھے۔ شاید ان کے دل میں یہ بات ہو کہ مسلمان فقیر کی دعا سے پیدا ہوا ہے۔ وہی مذہب اسے پسند ہے۔ آپ ابھی نابالغ ہی تھے کہ والدین فوت ہو گئے۔ آپ ذیلدار صاحب کے گھر رہنے لگے۔ ۱۴ سال کی عمر میں آپ علی الاعلان مسلمان کہلانے لگے۔ اسلامی نام محمد دیوان رکھ لیا اور درویشوں کی تلاش شروع کر دی۔ اسی سلسلہ میں سب سے پہلے آپ مائی بھاگن کے پاس میکریاں گئے۔ مائی صاحبہ نے بڑی شفقت فرمائی ۱۶/۱۷ سال کی عمر میں آپ نے رمضان شریف کے روزے سبزہ کھا کر رکھے۔ عید کے دن بھی آپ نے کھانے کی طرف رغبت نہ فرمائی۔ ذیلدار صاحب نے فرمایا۔ "آج روزہ تو نہیں عید ہے کچھ کھا لو۔" آپ نے پانی پی لیا اور کہا "میں سر دے کر کھاؤں گا۔" ذیلدار صاحب نے یہ حکیمانہ بات سن کر آپ کو اپنے مرشد حضرت عبداللہ منڈھیالی والوں کے پاس بھیجا۔ "باباجی نے دیوان محمد کو دیکھ کر فرمایا۔ "یہ لڑکا اب جس مقام پر ہے۔ ہماری وہاں تک رسائی نہیں۔" کئی درویشوں کے پاس حاضری دی لیکن مقصود حاصل نہ ہوا۔ مائی صاحبہ کے پاس دوبارہ گئے تو فرمایا۔ "تم میرے بھائی حافظ کرم بخش کے پاس جاؤ۔" پہلے تو حافظ صاحب نے التفات نہ فرمائی۔ آخر شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس وقت حافظ

Marfat.com

صاحب جھنڈی بابا فرید میں چلہ فرما رہے تھے۔ بیعت کے بعد دیوان صاحب کو اپنے ساتھ لیکر یہاں آئے۔ آپ پانچ سال اپنے مرشد کی بارگاہ میں خدمت پر مامور رہے۔ حکم ملنے پر آپ اپنی جگہ ہردو تھلہ تشریف لے آئے۔ بابا رستم علی بھی آپ کے پاس حاضر ہو گئے۔ مرشد کی وفات کے بعد پاک پتن شریف تشریف لے گئے اور ۱۲ سال تک ترک اناج کیا۔ صرف افطار کے وقت ایک پیالہ لسی اور تھوڑی سی سبزی' تناول فرماتے۔ انہی ایام میں بابا لسوڑھی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے۔ آپ اپنے مرشد پاک حافظ صاحب کا عرس ۳ جیٹھ کو کرواتے تھے اور ۶ رجب کو خواجہ غریب نواز سلطان الہند معین الدین چشتی کا عرس کرواتے تھے۔ ۶ رجب ۱۳۵۹/ ۱۹۴۰ء کو آپ بسلسلہ عرس ڈھوگڑی تشریف لے گئے وہاں طبیعت علیل ہو گئی واپسی پر دو تھلہ آ گئے۔ ۲۰ رمضان کو خاموشی اختیار کر لی۔ ۲۳ رمضان ۱۳۵۹ھ بروز ہفتہ آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ و سجادہ نشین بابا رستم علی" مقرر ہوئے۔ ہردو تھلہ تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیارپور (بھارت) میں مزار شریف ہے۔ حضرت دیوان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد خواجہ حافظ کرم بخش ہوشیارپوری تھے۔

خواجہ حافظ کرم بخش ہوشیاری" آپ محلہ کمیٹی گنج شہر ہوشیارپور کے مغل گھرانے میں تقریباً ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ والدین چونکہ پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ اس لئے سکول کی بجائے مسجد میں تعلیم شروع ہوئی۔ چند برسوں میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ تجوید بھی پڑھی۔ عربی و فارسی میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ بعض عربی کتب تو حفظ تھیں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بلند پایہ تصنیف "مراۃ العارفین" آپ نے خواجہ دیوان محمد کے لئے زبانی تحریر کروائی۔ مرشد کی تلاش ہوئی تو ٹانڈہ میں حضرت امیر شاہ جو خواجہ محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے' کے دست اقدس پر بیعت فرمائی۔ آپ ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ عبادت و ریاضت میں منہمک ہونے کے باوجود آپ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ پر عمل پیرا تھے۔ بارہ سال تک آپ ہوشیارپور سے ٹانڈہ روزانہ پیرو مرشد کی بارگاہ میں جاتے تھے اور یہ عمل رات کو ہوتا تھا۔ ہوشیارپور سے ٹانڈہ (۲۰) بیس میل کے فاصلے پر تھا۔ آپ آنے جانے میں دو قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ ٹانڈہ سے جب

Marfat.com

آمدورفت کی چھٹی ہو گئی تو آپ رات کو روزانہ جھڑی بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ (ہوشیارپور شہر سے شمال جانب ایک گھنا جنگل تھا۔ جہاں باباجی چلہ کشی کر رہے تھے۔) میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ کے دو خلیفہ تھے۔ (۱) خواجہ دیوان محمد صاحب ہردو تھلوی' (۲) شیخ برکت علی ہوشیارپوری

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ (۱) میاں فخرالدین محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔ قیام پاکستان کے بعد گوجرانوالہ آ گئے اور ۱۹۸۰ء میں گوجرانوالہ میں ہی فوت ہوئے۔ (۲) میاں دولت علی قیام پاکستان کے بعد پہلے گوجرانوالہ میں سکونت اختیار کی۔ پھر قلعہ دیدار سنگھ اور آخر فیصل آباد میں منتقل ہو گئے۔ لائل پور میں غلام آباد کالونی کوارٹر ۱۴۴ میں قیام کیا۔ ۲۵ رمضان ۱۳۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ حافظ صاحب ۲۳ ذیعقد ۱۳۱۷ھ پیر کے دن فوت ہوئے۔ حافظ قاری جید سے مادہ تاریخ ہجری نکلتا ہے۔ (گلدستہ چشت از آصف صابری جالندھری)

جالندھر کا صوفی خاندان

بستی باباخیل سے تعلق رکھنے والا افاغنہ جالندھر کا معروف اور منفرد خاندان جو کئی پشتوں سے دنیاوی جاہ و جلال اور اپنے اکابر صوفیاء کے فیوض و برکات کی وجہ سے ضلع بھر میں معروف تھا۔ وہ صوفی خاندان کے نام سے معروف تھا۔ اس خاندان کے صوفی بزرگ صوفی شیخ عمرؒ سولہویں صدی عیسوی کے معروف صوفی تھے۔ آپ کا تعلق کانی کرم میں آباد خرمیجانی برکیوں کے ایک ممتاز قبیلے سے تھا۔ جن کی رشتہ داریاں خاندان سادات کے ساتھ بھی تھیں۔

صوفی شیخ عمر رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت میں اوائل عمری سے قبولیت حق کی صلاحیت اور خداشناسی کی نعمت موجود تھی۔ آپ ایک قافلہ کے ہمراہ سفر سمرقند پر روانہ ہوئے تو اس جگہ سلسلہ نقشبندیہ کی معروف شخصیت حضرت مولانا خواجگی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور ان کی محفلوں میں شمولیت کا موقع ملا۔ آپ کو مولانا خواجگی رحمتہ اللہ علیہ کی محفلوں سے ایک ایسی خوشبو محسوس ہوئی کہ آپ تمام خلائق دنیا سے منہ موڑ کر انہی کے ہو رہے اور ان کے دست پاک پر بیعت کر لی اور تازیست ان کی خدمت کرتے رہے۔

Marfat.com

صوفی شیخ عمر رحمتہ اللہ علیہ والی توران عبداللہ خان ازبک کے پیر بھائی تھے اور خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہم درس اور ہم سبق بھی تھے۔

حضرت مولانا خواجگی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد عبداللہ خان مذکور نے آپ کو اپنے پاس توران میں قیام کرنے اور درس و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے کی دعوت دی جو آپ نے قبول کرلی اور آپ سمرقند سے توران تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ یہاں کام کیا پھر آپ ہرات میں تشریف لائے اور آخری دم تک یہیں مقیم رہے۔ آپ کی نماز جنازہ عبداللہ خان ازبک نے خود پڑھائی۔ آپ کے ہزاروں عقیدت مندوں نے بعد احترام آپ کو ہرات میں دفن کردیا۔

صوفی محمد شیخ عمر رحمتہ اللہ علیہ کے اکلوتے بیٹے صوفی عبداللہ خاں تھے۔ والد کی وفات کے بعد والی توران عبداللہ ازبک نے آپ کو اپنی حکومت میں "امین مملکت" کے عہدے کی پیشکش کی مگر آپ نے اپنی ضعیف العمر والدہ کی خدمت کو مقدم خیال کرتے ہوئے معذرت کرلی اور اپنے آبائی وطن کانی کرم میں تشریف لے گئے۔

صوفی عبداللہ خاں نے شیخ الاعظم حضرت شیخ پیرولی رحمتہ اللہ علیہ کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا اور علوم مروجہ میں فیض حاصل کیا۔ عمر کے آخری حصے میں آپ ریاضت و عبادت میں اس قدر مشغول ہوئے کہ پھر حجرہ سے باہر نہ نکلے اور اسی عالم میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حضرت صوفی الہ داد رحمتہ اللہ علیہ

حضرت صوفی شیخ عمر کے پوتے اور صوفی عبداللہ کے اکلوتے بیٹے صوفی الہ داد تھے۔ آپ اس خاندان کے پہلے بزرگ ہیں جو کانی کرم سے نقل مکانی کرکے جالندھر میں تشریف لائے۔ آپ بچپن ہی میں اپنے والد مکرم کے ہمراہ حضرت شیخ الاعظم پیرولی کی مجلس ارشاد و ہدایت میں بیٹھا کرتے تھے لہٰذا اس پاکیزہ ماحول سے آپ نے دینی حرارت اور روحانی سعادت حاصل کی۔ آپ متقی، متشرع اور زاہد متورع تھے۔ شیخ الاعظم اور والد کی وفات کے بعد آپ ایک تجارتی قافلے کے ہمراہ اپنے اہل و عیال کو لے کر جالندھر کی سرزمین میں داخل ہوئے۔ ان دنوں جالندھر میں قطب الاقطاب شیخ عثمان انصاری نقشبندی" (متوفی

Marfat.com

۱۰۴۰ھ) کا دربار فیض بستی رستہ میں جاری تھا۔ آپ ان کی خدمت میں بیعت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ نے آپ کے حسب و نسب اور بزرگوں کی عظمت کا احترام کرتے ہوئے آپ کو بیعت نہیں کیا لیکن انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ حقیقت و معرفت کے رموز و اسرار سے پوری طرح آراستہ کر کے آپ کو ارشاد و ہدایت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

انہی دنوں بجواڑہ کی بزرگ ہستی حضرت احمد سون غرغشیؒ ابن شیخ محمد الیاس سون جو افغانستان سے آکر بجواڑہ میں سکونت پذیر ہوئے تھے' کا انتقال ہو گیا۔ یہاں کے لوگ حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا سلسلہ فیضان جو ظاہراً منقطع ہو گیا ہے۔ اسے دوبارہ جاری کیا جائے چنانچہ قطب الاقطاب نے ان لوگوں کے مسلسل اصرار پر شیخ الہ داد سے فرمایا کہ "عزیزم اگر آپ بطیب خاطر بجواڑہ میں رہتے ہوئے تلقین و ہدایت کا درس دینا پسند فرمائیں تو آپ کا یہ ایثار اور عمل نہ صرف جویان علم و فضل ہی کے لئے بلکہ جملہ اسلامیان بجواڑہ کے لئے بھی موجب خیر و برکت ہو گا۔" لہٰذا حضرت قطب الاقطب کے ارشاد پر صوفی الہ داد بجواڑے میں تشریف فرما ہوئے اور اس جگہ نور ہدایت کی شمع روشن کی۔ آپ کی عمر طویل ہوئی۔ آپ کے دو صاحبزادے جنہوں نے اورنگ زیب کی فوج میں اعلیٰ مناسب پر فائز رہتے ہوئے مرہٹوں کی شورش کو دبایا تھا اور دکن کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ دکن میں سکونت اختیار کرنے کے بعد وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

حضرت صوفی شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ صوفی الہ دادؒ کے فرزند رشید تھے۔ اٹھارہویں صدی کے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے حضرت سید عبدالوہاب نقشبندیؒ سے مروجہ علوم متداولہ میں دسترس حاصل کی اور والد محترم سے سلوک معرفت کے مدارج طے کئے۔ آپ کی شادی' ایک افغان شادی خیل باشرع اور متمول کی دختر سے ہوئی جو پابند صوم و صلوٰۃ اور حافظہ قرآن تھیں۔ آپ نے والد کی وفات کے بعد عرصہ ساٹھ سال تک سجادہ مشیخت کو زینت بخشے رکھی۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ والد گرامی نے جن لوگوں کو مسلمان بنایا تھا۔ اسلام کے

Marfat.com

دشمن عناصران کو مرتد کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو آپ بجواڑے سے نقل مکانی کر کے جہاں آباد میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے لوگوں کے اندر دوبارہ اسلام کی روح پیدا کی اور مدرسہ قائم کیا۔ ہندوؤں اور برہمنوں نے اسلام کی ارتقاء کو دیکھا تو انہوں نے متعصب سکھ بندہ براگی کو (جو ان دنوں جالندھر دواب کے نظام شمس خاں سے شکست کھا کر بہاولپور کی غاروں میں چھپا بیٹھا تھا اور قافلوں پر حملہ کرتا تھا۔) اکسایا کہ وہ صوفی شیخ احمدؒ کے مدرسہ پر حملہ کرے۔ اس نے سکھوں کی جمعیت سے مدرسہ پر حملہ کر دیا۔ آپ کے صاحبزادوں اور ارادتمندوں نے اس کا خوب مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔ اس معرکہ میں آپ کے تین بیٹے اور کئی ارادتمند شہید ہوئے۔

اس المیہ کے بعد حضرت موصوف نے بادشاہ فرخ سید کے دربار میں ایک درخواست بھیجی۔ جس میں بندہ براگی کے ظلم کے بارے میں لکھ کر اس سے نجات دلانے کی درخواست کی۔ بادشاہ فرخ سید نے گورنر پنجاب عبدالصمد خان کو حکم دیا کہ اسے زندہ پکڑ کر دہلی بھیجا جائے۔ گورنر پنجاب نے سکھ بندہ براگی کو گرفتار کر کے اور آہنی پنجرے میں بند کر کے دہلی روانہ کیا۔ جسے بادشاہ نے قتل کروا دیا۔

حضرت شیخ احمدؒ محراب منبر سے خلق خدا کو ہدایت و تلقین بھی کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف میدان جہاد میں رسم شبیری ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ ایک ایسے باشریعت اور باعمل صوفی بزرگ تھے۔ جن کے چشمہ فیض سے علماء و فضلاء کے علاوہ سینکڑوں لوگ اپنی تشنگی دور کرتے تھے۔

مہرو نشان میر عزیز خان | حضرت صوفی شیخ احمدؒ کے سات بیٹے تھے۔ تین صاحبزادے بندہ براگی کے حملے کے دوران شہید ہو گئے تھے۔ باقی چار صاحبزادوں میں سے ماسوائے غلام مصطفیٰ خان کے کسی کی نسل ایک دو پشت سے زیادہ نہ بڑھی۔ صوفی غلام مصطفیٰ خاں کی شادی جالندھر میں ہوئی تھی۔ آپ کے قرابتداروں نے آپ کو جالندھر سکونت اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ جالندھر آئے اور بستی بابا خیل میں اراضی خرید کر کے زمیندارہ کو فروغ دیا۔ غلام مصطفیٰ خاں کا اکلوتا بیٹا عزیز خاں تھا جو بڑا ہو کر شہرت کی بلندیوں پر پہنچا اور میر عزیز خان کا لقب اختیار کیا۔ عالمگیر کے عہد حکومت کے زمانہ میں منشی ملازم ہوئے۔ ترقی کر کے شاہ عالم ثانی (عالی گوہر) کے دربار میں میر منشی بن گئے بعد میں ملازمت چھوڑ دی اور تجارت شروع کر

Marfat.com

دی۔ ان کے تجارتی قافلے کابل اور ماوراء نہر تک جاتے تھے۔ میر کارواں ہونے کی وجہ سے میر عزیز خاں کہلائے۔ ان کے حسن اخلاق کو دیکھ کر سردار قبیلہ براہیم خاں (انہی کے نام پر براہیم خاں بستی تھی) نے اپنی لڑکی کا رشتہ دے دیا۔ انہوں نے سکھوں کے حملہ سے بچاؤ کے لئے بستی بابا خیل میں پختہ قلعہ تعمیر کیا۔ جب کرتار پور کے گورو بڑبھاگ سنگھ نے اس بستی پر حملہ کیا تو یہی قلعہ ان کی جانیں بچانے کا سبب بنا۔ مرور زمانہ سے قلعہ کی ہیت ترکیبی بدل چکی تھی لیکن بقیہ آثار قیام پاکستان تک میر عزیز خاں کی عظمت کے بدستور قائم تھے۔

خان امیر غلام مصطفیٰ ثانی خاں میر عزیز خان کے بیٹے تھے۔ انیسویں صدی کے افاغنہ جالندھر سے تعلق رکھنے والی اہم ترین شخصیات میں سے تھے۔ آپ کی سیادت و قیادت اور شرافت و نجابت کے اعتبار سے آپ کا پایہ بلند تھا۔ ان کی زندگی کے حالات "تذکرہ افاغنہ جالندھر" میں مفصل لکھے ہیں۔

شجرہ نسب خاندان صوفیاں بستی بابا خیل

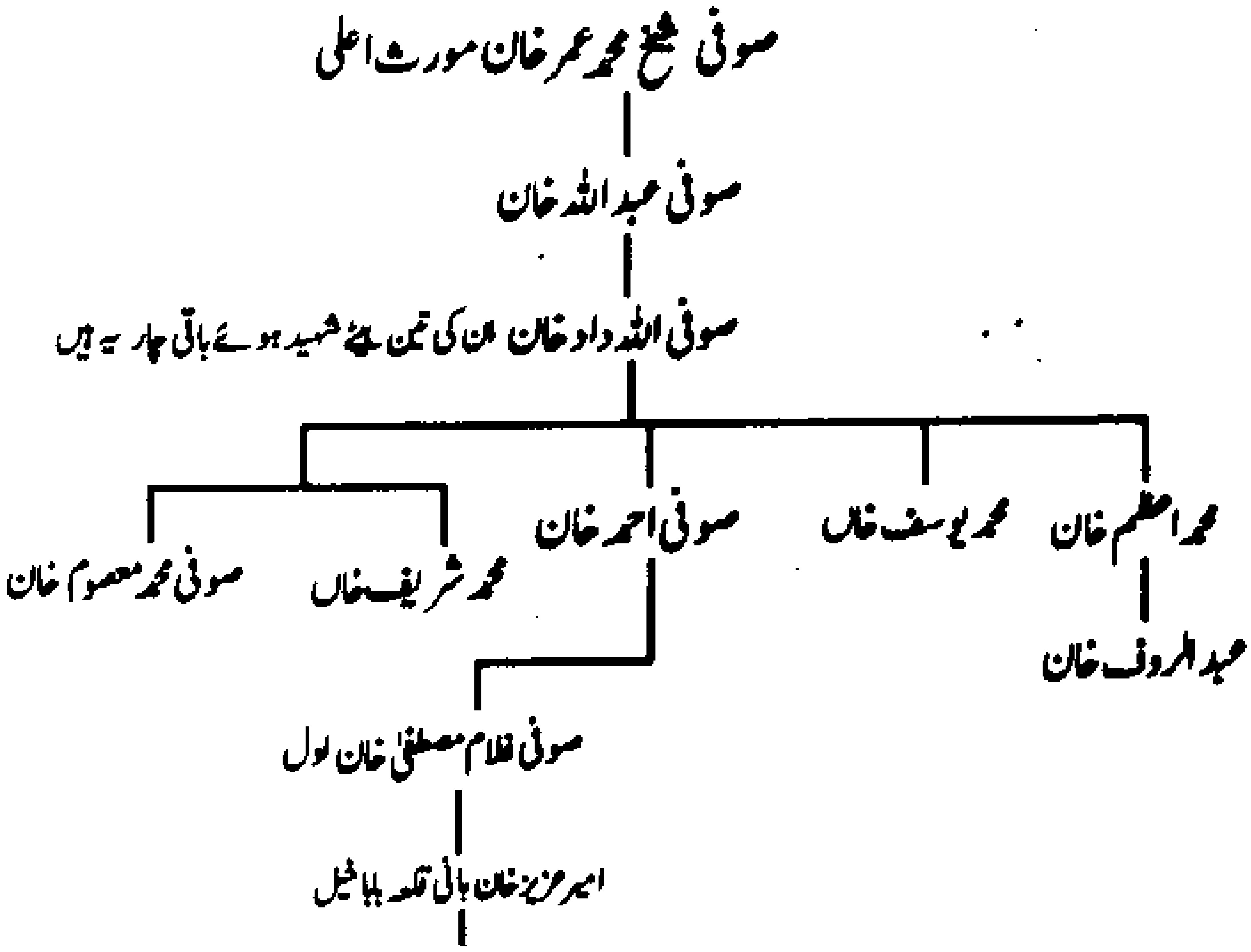

Marfat.com

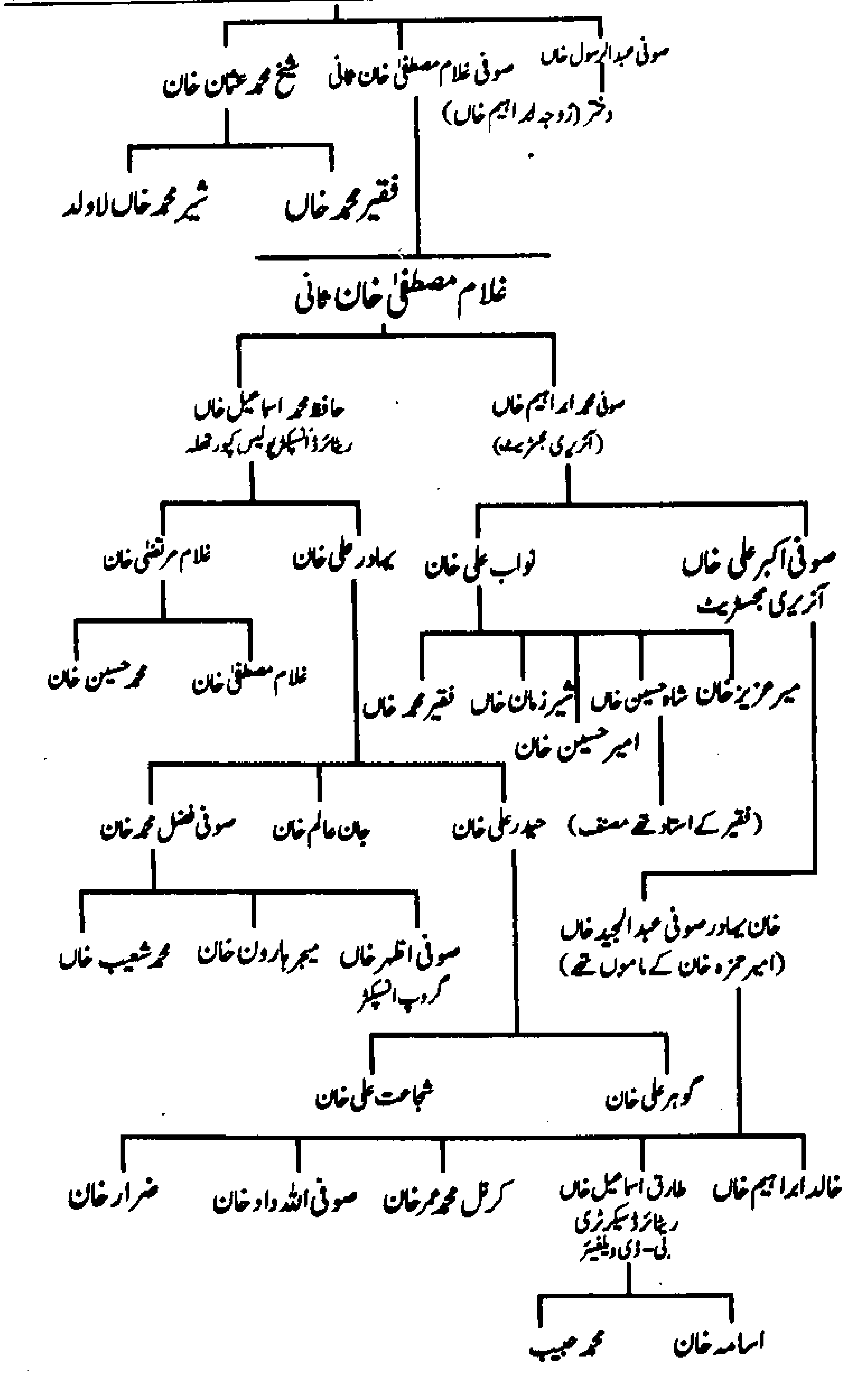
صوفی عبدالرسول خاں
دختر (زوجہ ابراہیم خاں)
صوفی غلام مصطفیٰ خان ثانی
شیخ محمد عثمان خان
فقیر محمد خاں
شیر محمد خاں لاولد
غلام مصطفیٰ خان ثانی
صوفی محمد ابراہیم خاں
(آنریری مجسٹریٹ)
حافظ محمد اسماعیل خاں
ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس کپورتھلہ
صوفی اکبر علی خاں
آنریری مجسٹریٹ
نواب علی خان
بہادر علی خان
غلام مرتضیٰ خان
میر عزیز خان
شاہ حسین خاں
شیر زمان خاں
فقیر محمد خاں
امیر حسین خان
غلام مصطفیٰ خان
محمد حسین خان
(فقیر کے استاد تھے مصنف)
حیدر علی خان
جان عالم خان
صوفی فضل محمد خان
خان بہادر صوفی عبدالمجید خاں
(امیر حمزہ خان کے ماموں تھے)
صوفی اظہر خاں
گروپ انسپکٹر
میجر ہارون خان
محمد شعیب خاں
گوہر علی خان
شجاعت علی خان
خالد ابراہیم خاں
طارق اسماعیل خاں
ریٹائرڈ سیکرٹری
بی۔ڈی ویلفیئر
کرنل محمد عمر خان
صوفی اللہ داد خان
ضرار خان
اسامہ خان
محمد حبیب

Marfat.com

جالندھر شہر کی بستیات اور کوٹ

یہ شہر ہندوستان کے قدیم ترین تاریخی شہروں میں سے ایک اہم شہر تھا۔ جو ایک اونچے ٹیلے پر قلعہ کے اندر آباد تھا۔ اب اس جگہ کو محلہ قلعہ کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اس کے گردگرد دیگر شہر کے تمام محلے آباد تھے۔ جن کی تعداد چونتیس (۳۴) کے قریب تھی۔ اسی طرح اس شہر کے بائیس کے قریب مشہور بازار تھے۔ پٹھانوں کی آباد کردہ بارہ (۱۲) بستیات اور بارہ کوٹ موجود تھے۔ جن کے نام مندرجہ ذیل تھے:

کوٹ

۱- کوٹ بہادر خاں

۲- کوٹ اچھی

۳- کوٹ پشکر

۴- کوٹ محمد امین خان

۵- کوٹ قاسم خاں میں اسے کوٹ کشن چند کہنے لگے۔

۶- کوٹ فضل کریم خاں

۷- کوٹ سعادت خاں

یہ ۷ کوٹ تو موجود تھے۔ جن میں آبادیاں تھیں۔

۸- کوٹ بھورے خاں

۹- کوٹ پہاڑ خاں

۱۰- کوٹ خاں جہان خاں

۱۱- کوٹ بلند خاں نابود ہو چکے تھے اور ۱۲ اویں کاغذات میں کوٹ محمد افضل نام آتا ہے۔

بستیات

۱- بستی رستہ اخوند

۲- بستی کرار خاں جسے محلہ برک بھی کہتے تھے۔

۳- بستی دانشمند

۴- بستی شیخ درویش

Marfat.com

۵- بستی غزاں

۶- بستی ابراہیم خاں

۷- بستی باباخیل

۸- بستی پیرداد خاں

۹- بستی شاح قلی

۱۰- بستی مٹھو صاحب

۱۱- بستی نوریا بستی نو

قیام پاکستان تک یہ بستیاں قائم تھیں۔ بارہویں بستی جسے قرخنہ یا کھڑکنیان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ سکھوں کے ساتھ جنگ کے دوران تباہ ہو چکی تھی۔ وہ دوبارہ آباد نہ ہو سکی۔ اس کے کھنڈرات بدستور موجود تھے۔

اڈے لاہور' امرتسر' لدھیانہ اور ہوشیار پور کپور تھلہ وغیرہ مقامات کی طرف جانے والی بسوں کے مشہور اڈوں کے علاوہ تانگوں کے مشہور اڈے یہ تھے:

اڈا بستیات' اڈا کپور تھلہ' اڈا کرتار پور' اڈا نکودر' اڈا چھاؤنی' اڈا ہوشیار پور اڈا ٹانڈہ۔ شہر کے جنوب کی طرف تین میل کے فاصلے پر چھاؤنی تھی۔

اسکول (لڑکوں کیلئے) اسلامیہ ہائی سکول دو عدد شہر اور بستیات کے لئے ا۔لنگر سنسکرت ہائی سکول' مشن ہائی سکول' خالصہ ہائی سکول' دوابہ ہائی سکول گورنمنٹ ہائی سکول' وکٹر ہائی سکول' نارمل ہائی سکول' (استادوں کی تربیت کے لئے) (لڑکیوں کیلئے) مدرستہ البنات' کنیامہاودیالہ' گورنمنٹ گرلز ہائی سکول۔

کالج اسلامیہ کالج' دوآبہ کالج' ڈی۔اے۔وی کالج

درگاہیں درگاہیں تو بہت تھیں چند مشہور تھیں۔ جن میں عرس اور میلے لگتے تھے۔ امام ناصرالدین" پنج پیر' سید علیم الدین چشتی' شاہ سکندر' شیخ احمد غوث' شیخ درویش' بابا محمد جمال' میاں عبدالغفور' بابا عیسیٰ شاہ' روڑے شاہ' مخدوم جہانیاں وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

کوٹوں کی تفصیلات

جالندھر میں لودھیوں کے وہ مشہور خاندان جن کے بزرگوں کی عظمت و شوکت کے چراغ جالندھر کی سرزمین میں روشن تھے۔ ان کے تعمیر کردہ باغات و کوٹ بدستور قیام پاکستان تک ان کی گم گشتہ یادوں کو تازہ رکھے ہوئے تھے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

جالندھر میں پٹھانوں کے بارہ کوٹ مشہور تھے۔ جو سترہویں صدی عیسوی میں تعمیر کئے گئے۔ ان میں سے دو کوٹ خان جہان خاں اور کوٹ فضل کریم خاں تو برکیوں کے تعمیر کردہ تھے۔ ایک کوٹ محمد امین خاں غز پٹھانوں کا تعمیر کردہ تھا۔ باقی آٹھ کوٹ لودھیوں کے تھے۔ ان میں سے کوٹ اچھی، کوٹ بہادر خاں اور کوٹ فضل کریم خاں پر مسلمانوں کا پورا قبضہ تھا۔ کوٹ محمد افضل خاں کا کاغذات میں ذکر آتا ہے لیکن اس کی تفصیل کا کچھ علم نہیں۔ باقی تمام کوٹوں پر ہندوؤں کا قبضہ تھا۔

۱۔ **کوٹ بھورے خان** یہ کوٹ شہر جالندھر کے شمال میں واقع تھا جسے ایک لودھی سردار بھورے خان نے تعمیر کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ کوٹ سب سے پہلے آباد ہوا تھا۔ اس کوٹ کے نشانات تو مرور زمانہ کے ہاتھوں مٹ چکے تھے مگر مسجد بھورے خان کی وجہ سے اس کا نام بدستور زندہ تھا۔ یہ مسجد ایک یادگار تھی لیکن چونکہ شہر سے دور تھی اس لئے اس میں کبھی کسی نے اذان نہیں دی اور نہ ہی کبھی مسلمانوں نے جا کر اس میں سجدہ کرنا گوارا کیا۔ ہاں! اس مسجد کی حفاظت ایک مرد مومن غلام محمد لاٹھی مار ارائیں کرتا تھا۔ جو ۱۹۴۷ء میں بعمر ۷۰ سال مسجد کی حفاظت کرتا ہوا سکھوں سے لڑا اور شہید ہوا۔ غلام محمد لاٹھی مار" شہید پٹھانوں کا مزارعہ تھا۔ اس کی تمام زندگی اسی جگہ گزری۔ قیام پاکستان سے قبل ہندو اور سکھوں کی قتل و غارت گری کے دوران اس کے تمام رشتہ داروں نے اسے محفوظ جگہ منتقل ہونے کا مشورہ دیا لیکن اس مسجد سے عقیدت کی بناء پر اس نے اس جگہ کو چھوڑنا پسند نہ کیا آخر سکھ حملہ آوروں سے اکیلا ہی لڑتا ہوا شہید ہوا۔

۲۔ **کوٹ پہاڑ خان** یہ کوٹ محلہ کرار خاں میں واقع تھا۔ محلہ کرار خاں برکی یا انصار دانشمندی افاغنہ کی آمد سے پہلے لودھیوں کا مضبوط مرکز متصور ہوتا تھا لیکن جب برکیوں نے اسے اپنا مسکن بنایا تو اس جگہ کے قدیم مالکان لودھیوں نے یہ کوٹ اور باغات نئے آباد

Marfat.com

کاروں کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔ کوٹ پہاڑ کی خستہ حالت دیکھ کر بریکوں نے یہاں ایک اور کوٹ تعمیر کیا جسے تعمیر کنندہ کی نسبت سے کوٹ خان جہان خان کہہ کر پکارا جانے لگا لیکن سکھوں کے حملہ سے یہ کوٹ جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔ اسی جگہ خان جہان خان کے پوتے فضل کریم خان سودا خیل نے ایک نئی عمارت تعمیر کی جو کوٹ فضل کریم خان کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس جگہ نہ تو کوئی لودھیوں کا گھر آباد تھا نہ ہی اس محلے میں کوئی ہندو رہائش پذیر تھا۔ یہ کوٹ مسلمانوں کی واحد ملکیت تھا۔

۳- **کوٹ قاسم خان** لودھی افغانوں کا یہ کوٹ شہر کے شمال میں مسجد بھورے خان سے متصل سڑک رونده ہوشیار پوره پر واقع تھا۔ جب ہندوؤں نے اس کوٹ پر زر کثیر خرچ کرنے کے بعد قبضہ کیا تو اس کا نام تبدیل کر کے کوٹ کشن چند رکھ دیا۔ اس کوٹ میں صرف دو تین گھر مسلمانوں کے تھے جو مزدور پیشہ تھے۔ ۱۹۴۷ء میں ان کی ایک پردہ نشین عورت کو شہادت کا جام نصیب ہوا۔ مرد لڑتے لڑاتے اس کوٹ سے باہر نکل آئے۔

۴- **کوٹ محمد امین خان** یہ کوٹ پنج پیر دروازہ سے متصل اور محلہ رستہ سے ملحق مشرق کی جانب واقع تھا۔ اس کوٹ کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے اصل مالکان کون تھے۔ لودھی خاندان کے لوگ اور نہ ہی جالندھر کے دانشمندی انصار تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے کسی بزرگ محمد امین نے یہ کوٹ تعمیر کیا۔ ہاں! ڈاکٹر جہانگیر خاں کی یہ رائے ہے کہ یہ کوٹ غز افغانوں کا تعمیر کردہ تھا اگر ڈاکٹر صاحب کی یہ روایت تسلیم کر لی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کوٹ میں ہندوؤں کی اکثریت کیسے ہو گئی کیونکہ غز افغانان روایت کے مطابق مر تو سکتے ہیں لیکن اپنی بنی ہوئی چیز فروخت نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں ایسا کرنا کفر ہے۔ اس کوٹ میں مسلمانوں کے چند میراثی لوگ آباد تھے۔ جنہیں ۱۹۴۷ء میں بروقت نکال کر محفوظ جگہ منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس کوٹ میں دو مسجدیں تھیں۔ جن میں اذان اور نماز باجماعت ہوتی تھی۔

۵- **کوٹ پشکہ** یہ کوٹ لودھیوں کی ایک شاخ پشکہ افغانوں کے مورث اعلیٰ عبداللہ خان پشکہ نے سترہویں صدی عیسوی میں تعمیر کیا تھا۔ عبداللہ خاں ایک جابر قسم کا سردار تھا۔ جس نے اپنی فوج کے ساتھ مغلوں کے خلاف بغاوت کر کے جالندھر کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ کوٹ شہر جالندھر سے جنوب کی طرف محلہ رستہ سے متصل واقع تھا۔

Marfat.com

عبداللہ خان کی نسل کے یہ پشکہ پٹھان تمام لودھیوں سے زیادہ سرخ اور سفید اور صابر قسم کے لوگ تھے۔ ۱۹۳۸ء میں ان پشکہ افغانوں کا ہندوؤں' سکھوں سے خوب مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں سے صرف محمد ایوب خاں مؤرخ جالندھر اور اقبال نیاز احمد خان پشکہ تھے اور ہندوؤں کا جتھہ تھا۔ خوب مقابلہ ہوا' مقدمہ چلا اس کی تفصیل "تذکرہ افاغنہ جالندھر" میں پڑھیئے۔

۶۔ کوٹ بہادر خاں | اسے بہادر خاں لودھی نے آباد کیا۔ یہ کوٹ جالندھر شہر سے جنوب کی طرف اڈا نکودر کے متصل واقع تھا۔ بہادر خاں کون تھا' صحیح علم نہیں۔ ایک روایت کے مطابق عبداللہ پشکہ اور بہادر خاں باہم رشتہ دار اور معروف مقتدر انسان تھے۔ ایک عرب سیاح نے لکھا کہ سترہویں صدی کے آخر ایام میں جب اس کا گزر جالندھر سے ہوا تو ان دنوں جالندھر کا ایک منصب دار بہادر خاں اپنے پورے عروج پر تھا۔ اس کے علاوہ "تذکرہ الانصار" میں بھی حضرت شیخ میرداد خاں متوفی ۱۱۰۵ھ مطابق ۱۶۹۵ء خلف حضرت شیخ درویش" کے حالات میں بہادر خان کا ذکر ملتا ہے۔ جو آپ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر خان' اورنگ زیب اور اس کے بیٹے معظم بہادر شاہ یعنی شاہ عالم کے عہد میں ہوا ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ عالمگیر کی وفات کے بعد جب مغلیہ حکومت زوال پذیر تھی اور ہر طرف طوائف الملوکی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ بہادر خاں اور عبداللہ خاں پشکہ نے جو کہ ان دنوں جالندھر میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اپنی فوج تیار کر کے جالندھر کے بیشتر حصوں پر قبضہ کر لیا۔ بہادر خاں کے متعلق پٹھان بچیاں گیند کے ساتھ کھیلتے وقت عام طور پر یہ گایا کرتی تھیں۔

ماراں گے جی ماراں گے دہلی کوٹ سنواراں گے
بہادر خاں نے ماری چوٹ دلی ہو گئی لوٹ پوٹ

س بہادر خان کا مقبرہ کوٹ کے جنوب کی طرف چوکی پولیس رسالہ والی عقب عدالت تحصیلدار ایک قدیم باغ میں بلند چبوترہ کی صورت میں تھا۔ کوٹ بہادر خاں میں تمام تر مسلمان آباد تھے۔

۷۔ کوٹ بوا اچھی | بہادر خان کی دختر "اچھی" جسے بعد میں عرف عام میں بوا اچھی

Marfat.com

کہا جانے لگا' کی شادی لودھیوں کے گھرانہ میں ہوئی۔ برات کے رخصت ہوتے وقت خاندانی قوالوں نے دلہن کے سسرال کے ایماء پر جب وداع کے چند حسب ذیل بول ادا کئے ہے

دھیاں دے ہوئے لیکھ پرائے
نہ کوئی آئے نہ کوئی جائے
ویرے دے سب قول نبھائے
مینوں دتا پردیس میرے بابلا
اج میں تیری پروہنی ہوئی میرے بابلا

یہ بول سن کر بہادر خان نے ڈولی کو روک لیا اور حکم دیا کہ جب تک "اچھی" کی رہائش کے لئے عالیشان عمارت تیار نہیں ہو جاتی برأت رخصت نہیں ہوگی چنانچہ بہار خاں نے بیٹی کی خواہش پر کوٹ بہادر خاں کے متصل ایک عالیشان عمارت تیار کی اور "اچھی" کی برأت کو رخصت کیا۔ یہ کوٹ بوا "اچھی" کے نام سے قیام پاکستان تک مشہور تھا۔ اس کوٹ سے ملحق ایک بہت بڑا باغ تھا

پکا باغ جسے پکا باغ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہ پختہ باغ بھی اچھی کی نسل سے تعلق رکھنے والے لودھی افغانوں کی ملکیت تھا جو ایک خوبصورت محلہ کی شکل میں تبدیل ہو کر محلہ "پکا باغ" کہلاتا تھا۔ اگرچہ اس کوٹ اور پکا باغ میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ تاہم ہندو رئیس بھی آباد تھے۔ بوا اچھی کا مقبرہ بابو غلام محی الدین وکیل کے دیوان خانے سے متصل پختہ چار دیواری کے اندر واقع تھا۔ بوا اچھی کی نسل سے تعلق رکھنے والے لودھی افغانوں کے علاوہ متعدد دوسرے افغان بھی آباد تھے۔ لودھیوں کے اس خاندان میں معروف شخصیات یہ تھیں۔ خان رائے حسین خاں سب انسپکٹر پولیس' ان کے تین بیٹے محمد صادق خاں' محمد اسلم خاں انسپکٹر پولیس' خان محمد ارشد بی۔اے' ایل۔ایل۔بی ایڈوکیٹ دیگر افغان سے مولوی فتح محمد خاں اور بابو غلام محی الدین خاں ایڈوکیٹ دانشمندی۔

مولوی فتح محمد خان آپ ۱۸۶۴ء میں ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ جالندھر شہر میں پرورش پائی۔ اس لئے جالندھری معروف ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ مصباح القواعد' صرف

Marfat.com

و نحو' ارشاد القرآن' منہاج القواعد وغیرہ کی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کے پانچ لڑکے تھے۔
(۱) نذیر احمد خاں' (۲) محمد افضل خاں' (۳) محمد احمد خاں' (۴) اقبال احمد خاں' (۵) اسحاق احمد خاں۔ نذیر احمد خاں کے لڑکے فقیراللہ خاں منہاس۔ اقبال احمد خاں کے پانچ بیٹے
(۱) اعجاز احمد خاں' (۲) فیاض احمد خاں' (۳) الیاس احمد خاں' (۴) ارشاد احمد خاں'
(۵) احمد رضا خان۔

بابو غلام محی الدین خان ایڈوکیٹ آپ بستی دانشمند کے معروف بزرگ حضرت میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی بھائی میاں نور احمد خاں کی چوتھی پشت پر خان شرف الدین خان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان پاس کر کے جالندھر شہر میں وکالت شروع کی۔ آپ پہلے مسلمان وکیل تھے۔ جو ہندوؤں کے مقابلے میں اپنی علمی قابلیت کے جوہر دکھانے کے لئے میدان میں آئے۔ جج صاحبان آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ کے اکلوتے بیٹے غیاث الدین خان جالندھر کی معروف شخصیت تھے۔ ان کے اکلوتے بیٹے کرنل اعجاز احمد خاں ہیں۔

۱۰۔ افاغنہ کوٹ بلند خان یہ کوٹ جالندھر شہر کے شمال مغرب میں (بستی) محلہ کرار خاں اور دروازہ ملکاں سے متصل تھا۔ پرانی دستاویزات کی رو سے اس کوٹ کو بلند خاں نامی ایک لودھی سردار نے سترہویں صدی عیسوی میں تعمیر کر کے اس جگہ اپنی رہائش اختیار کی تھی۔ کوٹ کے چار برج اور ایک صدر دروازہ تھا۔ سکھوں کے پے درپے حملوں سے اگرچہ کوٹ تقریباً مسمار ہو چکا تھا۔ تاہم اس کے آثار قیام پاکستان تک موجود تھے۔ بلند خاں کے ہمراہ جاٹ قوم کی خاصی تعداد بھی یہاں آباد ہوئی تھی۔ اس لئے اس کوٹ کو محلہ جٹ پورہ بھی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اس خاندان کی ایک معروف شخصیت پیر محمد خاں گھوڑوں کی تجارت کر کے باعث جالندھر میں ممتاز ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔

۱۱۔ افاغنہ کوٹ سعادت خان کوٹ سعادت خاں روضہ مبارک حضرت امام ناصرالدین ابو یوسف چشتی' جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کے جنوب مشرق کی سمت میں واقع تھا۔ یہ جگہ اٹھارہویں صدی کے نواب سعادت خاں گورنر جالندھر نے اپنی رہائش کے لئے تعمیر کی تھی اور اس کے گرداگرد بڑے عالیشان باغات تھے۔ جو بعد میں آبادیوں میں تبدیل ہو گئے لیکن یہ کوٹ بدستور قیام پاکستان تک اپنی عظمت رفتہ کی یاد تازہ کئے ہوئے تھا اگرچہ

Marfat.com

اس کا بیشتر حصہ ہندو ساہوکاروں نے خرید لیا تھا لیکن کچھ حصے پر لودھی پٹھانوں کا بدستور قبضہ تھا۔ جو نواب سعادت خاں کی دختری اولاد تھے۔

نواب سعادت خان نواب سعادت خان لودھی ایک بہادر، دوراندیش، حکومت کے کاروبار میں حد درجہ صلاحیتوں کا مالک انسان تھا۔ نواب سعادت خان میر منور گورنر لاہور کے عہد میں ایک فوجدار کی حیثیت سے ملازم ہوا۔ آدینہ بیگ ناظم جالندھر نے اس کی صلاحیتوں کے پیش نظر اپنے پاس جالندھر بلا لیا۔ آدینہ بیگ اور میر منور کی وفات کے بعد سردار تیمور خلف احمد شاہ ابدالی نے جو پنجاب کا حکمران تھا۔ شورش پسند اور باغی سکھوں کی یورش و یلغار سے جالندھر کو محفوظ رکھنے کے لئے سعادت خان کو نواب کا خطاب دیا اور ناظم مقرر کر دیا لہٰذا یہ وہی بہادر ناظم تھا۔ جس نے جسا سنگھ اہلووالیہ کو جالندھر کی سرزمین پر قدم رکھنے نہیں دیا تھا۔ سعادت خاں کے نرینہ اولاد نہ تھا۔ افاغنہ سعات خاں دختری اولاد سے ہیں۔ سعادت خان کی نواسی اماں بھاگن تھی۔ اس نے فتح دین خاں کو اپنا متبنیٰ بنایا تھا۔ سعادت خاں کی وراثت کا یہی مالک بنا۔ یہی مورث اعلیٰ خاندان سعادت خان کہلایا۔ اسی کی نسل افغاناں سعادت خان کہلائی۔

۱۲- **کوٹ افضل خان** صرف کاغذات میں نام ہے۔ کھنڈرات تک موجود نہیں ہیں۔ (تذکرہ افاغنہ از محمد ایوب)

بستیات جالندھر اور شخصیات

جالندھر کی شوکت و عظمت اور رفعت و حشمت بستیات کے افغان بزرگوں کے حسن عمل اور علم و فضل ہی کی رہن منت تھی۔ جالندھر کی سرزمین سے جو شخصیت بھی شہرت کی بلندیوں پر آفتاب و ماہتاب بن کر جلوہ گر ہوئی ان میں اکثریت فرزندان افاغنہ کی تھی یا پھر وہ لوگ تھے جو ان کی قائم کردہ درسگاہوں سے فیض یافتہ تھے۔ ان بستیات کی کل تعداد بارہ (۱۲) تھی۔ جن کے متعلق عام طور پر ایک ضرب المثل "بارہ بستیات تیرہواں شہر" ہر جگہ مستعمل تھی۔ ان تمام بستیوں میں سے نو بستیات یعنی (۱) بستی شیخ درویش، (۲) بستی دانشمند، (۳) بستی باباخیل، (۴) بستی پیرداد خاں، (۵) بستی غزاں، (۶) بستی ابراہیم خاں، (۷) بستی شاہ قلی، (۸) بستی نور یا بستی نو، (۹) بستی مٹھو صاحب......... تو

Marfat.com

اپنی روایات دیرینہ کے ساتھ قیام پاکستان تک قائم تھیں۔ ایک بستی "کھڑکنیاں" سکھوں کے حملہ کی وجہ سے برباد ہو کر رہ گئی تھی اور دوبارہ آباد نہ ہو سکی لیکن باقی دو بستیات کے متعلق مختلف قسم کی قیاس آرائیوں سے کام لیا جاتا ہے۔ بعض لوگ "آدھی کھوئی" (جالندھر اور کپور تھلہ کے درمیان تھی) اور موضع شاہو بکہ کو شمار کر کے بارہ بستیات بتاتے ہیں۔ ان کے خیال میں مضافات جالندھر کا نام بستیاں ہے۔ ان قدیم بستیوں کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے جو پٹھانوں کا اصل مرکز اور منبع تھیں۔ یہ دونوں قدیم بستیاں راستہ اخوند (محلّہ راستہ) اور محلہ برک (محلّہ کرار خاں) تھیں' جو شروع شروع میں قدیم شہر جالندھر کے مضافات میں آباد تھیں۔ بعد میں شہر کی آبادی پھیلنے سے اس کی الگ حیثیت ختم ہو گئی اور شہر میں شامل ہو گئیں۔ جس طرح شہر کی آبادی بستی نو بستی غذاں اور بستی شاہ قلی ۱۹۴۷ء تک تقریباً مل چکی تھیں اور شاید اب بالکل شہر بن چکی ہوں گی۔ بستی راستہ اخوند اور بستی کرار خاں کو ملا کر بارہ بستیاں شمار ہوتی تھیں۔ ان کی تفصیل آئندہ سطور میں بیان کی جائے گی۔ (تذکرہ افاغنہ جالندھر)

۱- بستی رستہ اخوند (محلّہ رستہ) جناب محمد ایوب خاں لکھتے ہیں کہ:

دانشمندی انصار اور برکی افاغنہ کی آباد کردہ بستیات کے سلسلہ میں سب سے پہلی بستی اور افغانوں کے اسلاف کی یہ اولین قیام گاہ تقسیم پنجاب تک "محلّہ راستہ" کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ شروع شروع میں یہ جگہ قدیم شہر جالندھر کے جنوب میں واقع "بستی اخون انصار" کے نام سے مشہور تھی لیکن اکبر کے عہد حکومت میں اس کا نام "رستہ اخوند" پکارا جانے لگا اور بعد میں یہ نام بگڑ کر "رستہ محلّہ" مشہور ہو گیا۔ یہ بستی کانی گرام سے آنے والے افاغنہ انصار دانشمندی اور برکیوں کے قافلوں کی اولین قیام گاہ تھی نیز افغانوں کے سب سے پہلے بزرگ حضرت میاں علی شیر ارحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے اس جگہ کو آباد کر کے اس کا نام بستی "اخون انصار" رکھا تھا۔ جالندھر گزیٹر ۱۹۰۵ء میں محلّہ بستی کرار خاں اور اس بستی کا آباد ہونے کا زمانہ ایک ہی بیان ہوا ہے۔

"تذکرۃ الانصار" کے حوالے سے معلوم ہوا ہے کہ یہ بستی بہلول لودھی (۱۴۵۱ تا ۱۴۸۹ء) یا سکندر لودھی (۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۶ء) کے عہد میں آباد ہو چکی تھی۔ پہلے یہ بستی شہر سے الگ تھلگ تھی لیکن شہر کی آبادی میں اضافہ کے باعث شہر کا ایک حصہ بن گئی۔

Marfat.com

ان پٹھانوں کی اس بستی میں پانچ مسجدیں تھیں۔ (۱) مسجد حوض والی (۲) مسجد شیخ حسین ؒ، (۳) مسجد حافظ باقرؒ، (۴) مسجد انصاریاں، مسجد پتھروالی، مسجد حوض والی صدیوں سے علم کا گہوارہ تھی۔ اس میں مولوی جان محمد نقشبندیؒ کا جاری کردہ درس قیام پاکستان تک قائم تھا۔ مسجد باقر میں افغان خواتین کے مزار تھے۔ مسجد حوض والی کے بالمقابل مولوی جان محمدؒ کا گنبد نما روضہ تھا۔ اسی روضہ سے متصل مشرق کی جانب محلہ کمہاراں کے عین وسط میں حاجی حسین غازیؒ کا مزار تھا۔ اس روضہ کے شمال میں دروازہ پنج پیر سے متصل مسجد شیخ حسین غازی واقع تھی۔ شروع میں اس مسجد کو اکبر بادشاہ کے اخوند (استاد) نے تعمیر کیا تھا۔ حضرت مولوی پیر محمد چشتی یہاں مستقل طور پر امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔ مسجد حوض والی اور روضہ میاں جان محمدؒ کے درمیان ایک کشادہ سڑک تھی جسے کوچہ اخون انصار کہتے تھے۔ اس جگہ ہر سال عیدین کے دو بڑے میلے لگتے تھے۔ اس بستی سے چند مندرجہ ذیل شخصیات تھیں:

(۱) مولوی جان محمدؒ، (۲) حافظ حاجی شیخ حسین غازیؒ ابن مولوی جان محمدؒ، (۳) شیخ نظام الدینؒ (ان کے حالات سلسلہ نقشبندیہ میں بیان ہوئے۔) خان فضل محمد خان ابن خان محمد خاں (میاں جان محمدؒ کی نسل سے تھے۔ ایک منفرد اور ممتاز بزرگ تھے۔ مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا ظفر علی خان کے شاگرد تھے۔ ۱۴ اپریل ۱۹۷۳ء کو فوت ہوئے۔) خان احمد خاں برادر خورد خان فضل محمد خاں متوفی ۱۹۵۵ء، خان صوبے خاں، شاہ نواز المعروف بہ شاہسوار خاں، حکیم فوجدار خاں، عثمان خاں، شاہ عالم خاں، عمر دراز خان، میاں امیریار خاں (خان محمد ایوب خان مصنف تذکرہ افاغنہ جالندھر کے دادا محترم ہیں۔)

نہایت نیک، شب بیدار اور فن پہلوانی کے استاد تھے۔ خلیفہ محمود خاں بن میاں امیرباز خان (آپ بھی پہلوانی میں استاد الاساتذہ مانے جاتے تھے۔ ۱۷ اپریل ۱۹۶۷ء میں ایک سو نو (۱۰۹) کی عمر میں وفات پائی تمام عمر مجرد رہے۔) خلیفہ محمد یعقوب خاں ابن میاں امیر باز خاں (خاں محمد ایوب خان مصنف تذکرہ افاغنہ جالندھر کے والد گرامی تھے۔ ہر دلعزیز انسان تھے۔ پہلوانی کا شوق خاندانی ورثے میں ملا تھا۔ معروف انسان تھے۔ جوانی کے آخری

۱۔ حضرت میاں علی شیرؒ کے حالات پیچھے لکھے جا چکے ہیں۔ (چشتی)

Marfat.com

ایام ڈھاکہ میں نواب سلیم اللہ خاں کی رفاقت میں گزارے۔ ۲۴ جون ۱۹۴۰ء میں فوت ہوئے۔ اپنے خاندانی بزرگ حضرت شیخ عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں کی جانب دفن ہوئے۔) خان ابو احمد خان۔ خان محمد امین خان۔ مولوی شمس الدین خان ان کے اور ان کے صاجزادوں کے حالات لکھے جاچکے ہیں۔ مولوی صاحب شیخ درویش کی اولاد سے ہیں۔ میاں غلام محمد عرف گامی خان مفصل حالات تذکرہ افاغنا جالندھر صفحہ ۱۲۴ تا ۱۹۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۲- بستی محلہ کرار خان | افغانوں کی یہ قدیم بستی شہر جالندھر سے شمال کی طرف محلہ کرار خاں کے نام سے مشہور تھی۔ اس بستی کو شیخ الاکرام شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے سکندر لودھی کے دور میں آباد کیا۔ اس کا ابتدائی نام محلہ (البرک) رکھا۔

تذکرۃ الانصار کے حوالے سے خان محمد ایوب خان نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ احمد غوثؒ تشریف لا کر برکی افغانوں کے پاس مقیم ہوئے تھے۔ گویا یہ جگہ پہلے سے آباد تھی اور لودھی افاغنہ یہاں آباد تھے۔ اس جگہ لودھی امراء کا تعمیر کردہ ایک کوٹ حویلی امیر خاں اور موجودہ محلہ کرار خاں کے وسط میں واقع "کوٹ پہاڑ خاں" تھا۔ اس کے شمال میں تھوڑے فاصلے پر "کوٹ بھورے خاں" تھا۔ اگرچہ ان کوٹوں کے آثار مرور زمانہ سے ختم ہو چکے تھے لیکن کچھ نہ کچھ آثار باقی تھے۔

یہی جگہ برکی افاغنہ کا مسکن بنی اور بعدہ شیخ الاکرام شیخ احمد غوثؒ نے اپنے افراد خاندان اور مریدین کے ساتھ اس جگہ نزول اجلال فرما کر اسلام کی شمع فروزاں کی۔ اس جگہ (بستی) کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ یہاں حضرت بایزید انصاریؒ پیر روشاں جنہوں نے اکبر کے دین الٰہی کی مخالفت کی اور مابعد پشاور کی طرف جا کر وفات پائی۔) پیدا ہوئے۔ اسی جگہ حضرت شیخ الاکرم شیخ احمد غوثؒ کا مزار واقع ہے اور اس مزار سے متصل اسی خاک میں روشنائی تحریک (جس کے روئے رواں حضرت پیر روشاں بایزید انصاری تھے) کے مجاہدوں کے جسم اور سراور احداد خان روشنائی کا سر مدفون ہیں۔ احمد شاہ ابدالی جب تین لاکھ مرہٹوں کو شکست دے کر واپس لوٹا تو اسی بستی کے امراء نے اسے مہمان ٹھہرایا۔ جالندھر گزیٹر میں لکھا ہے کہ عثمان خاں سداخیل کے دو پوتوں کرار خاں اور اس کے چھوٹے بھائی خان جہاں خاں کی بدولت اس بستی کو فروغ حاصل ہوا۔ خاں کرار خاں کے نام سے محلہ

Marfat.com

کرار خاں موسوم ہوا اور خان جہان خان نے اس جگہ ایک کوٹ تعمیر کیا۔ جو کوٹ خان جہان خان کے نام سے مشہور تھا۔ ۱۷۵۷ء میں جب کرتار پور کے گرو بڑبھاگ سنگھ نے اس بستی پر حملہ کیا تو اس کوٹ کو نذر آتش کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد خان جہان خان کے پڑپوتے میاں فضل کریم خاں نے ایک دوسرا کوٹ تعمیر کیا جو قیام پاکستان تک آباد تھا۔ قیام پاکستان سے قبل کچھ برکیوں کے خاندان اس جگہ بدستور آباد تھے اور کچھ لودھی خاندان بھی موجود تھے۔ جو اس محلے کے مالکان متصور ہوتے تھے اور انہی لوگوں کی بدولت بزرگوں کے نام روشن اور منور تھے۔

شخصیات

محمد جہانگیر خاں | برکی سداخیل خاندان کے مورث اعلیٰ تھے۔ آپ نے لودھیوں سے باغات اور اراضیات خرید کر اپنے خاندان میں تقسیم کیے۔

آصف خاں | آپ نے اس محلے کی آبادی میں اضافہ کر کے رعایا آباد کی۔

خان کرار خاں | آپ نے دوبارہ اس بستی کو پختہ تعمیر کیا۔ آپ سداخیلوں کے سربراہ تھے۔ سرکار و دربار میں آپ کا دبدبہ و وقار قائم تھا۔

خان جہان خاں | آپ نے کوٹ اور باغات تعمیر کیے جو آپ کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔

فضل کریم خاں | آپ آنریری مجسٹریٹ تھے۔ شرفاء شہر میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت پیر غلام محی الدین قادری فاضلیؒ | ان کے حالات سلسلہ قادریہ میں مذکور ہوئے۔

میاں باگھے خاں | آنریری مجسٹریٹ تھے۔

میاں محمد عثمان خاں اور میاں فتح محمد خاں سداخیلوں کے ممتاز اور معروف انسان تھے۔ اول الذکر سب سے زیادہ دولت مند تھے۔

۴۔ بستی دانشمنداں | انصار دانشمندوں کی یہ بستی شہر جالندھر سے تقریباً دو میل اور بستی غزاں سے آدھ میل کے فاصلے پر مغرب کی جانب تھی۔ اس بستی میں افغانوں کی تعداد بمقابلہ دوسری بستیات کے زیادہ تھی۔ اس بستی کے لوگ علم و ادب، شجاعت و بسالت، خوبصورتی اور رعنائی کے اعتبار سے بھی اپنی مخصوص روایات کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ یہ

Marfat.com

افغان حضرات حضرت شیخ یوسف" بن حضرت مولانا ابراہیم دانشمند" کی اولاد سے بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ بستی کب آباد ہوئی مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے تاریخ تعمیر ۱۶۰۶ء مطابق ۱۰۱۵ھ اور بعض نے ۱۶۰۹ء مطابق ۱۰۱۸ھ بیان کی ہے لیکن خان نفیس الدین خان مصنف کتاب "بستی دانشمنداں" نے ۱۰۲۶ھ تاریخ تعمیر درج کی ہے۔

پہلے اس بستی کا نام حضرت مولانا ابراہیم دانشمند" کے نام پر "ابراہیم پور" رکھا گیا۔ لیکن چونکہ ایک دوسرے پٹھان نے ایک نئی بستی آباد کر کے اس کا نام "بستی ابراہیم خاں" رکھا۔ غلط فہمی دور کرنے کے لئے اور امتیاز قائم رکھنے کے لئے بعد میں "ابراہیم پور" کی بجائے اس کو "بستی دانشمنداں" کہنے لگے اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ اولاً یہ لوگ کانی گرام سے آکر بستی محلہ اخوند میں اپنے عزیزوں کے پاس سکونت پذیر ہوئے پھر ہندو ڈوگروں سے یہ جگہ خرید کر بستی آباد کی بستی غداں سے مغرب کی جانب ہرے بھرے کھیتوں رنگا رنگ کیاریوں کا طویل سلسلہ تھا۔

سبز درختوں میں لہراتی اور بل کھاتی ہوئی پختہ سڑک اس بستی کی حدود میں جا کر داخل ہو جاتی ہے۔ بستی میں داخل ہوتے ہی بائیں ہاتھ امیرالدین خاں کی کوٹھی ہے اور شمال میں خان صدرالدین خاں کا عالیشان بنگلہ۔ بنگلہ کے جنوبی سمت میں کھیلوں کا میدان' بائیں ہاتھ میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ آپ کے پاؤں کی طرف بارہ دری ہے۔ تقریباً یہاں سے آدھ فرلانگ کے فاصلے پر اس بستی کی جامع مسجد جس کا گنبد اپنی عظمت کا اعلان کر رہا ہے۔ اس مسجد میں حضرت میاں شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ شروع شروع میں نماز صبح باجماعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ مسجد کے قریب ہی بازار ہے۔ بازار کے مغرب میں تمام قومیں آباد تھیں اور مشرق میں تمام آبادی پٹھانوں کی تھی۔ مسجد سے متصل بازار کے مغربی کنارے پر ایک عالیشان مخروطی اور بلند دروازہ ہے۔ یہ خان نیازالدین خان کی نشست گاہ اور مشہور تاریخی دیوان خانہ ہے۔ اس میں کم و بیش پنجاب کی تمام تاریخی اور ادبی شخصیات نے حاضری دی ہے۔ اس جگہ علامہ اقبال اور مولانا گرامی جیسی بلند پایہ

۔ اصاحب مراۃ الغفوریہ نے حضرت عبدالغفور رحمتہ اللہ کے بزرگ کے نام اس بستی کو موسوم کیا ہے۔ شاید ان سے سہو گیا ہے۔ (چشتی)

Marfat.com

شخصیات کے علم و فضل اور زبان و بیان کے لاکھوں موتی بکھرے پڑے ہیں۔ مسجد سے مغرب کی طرف قدیم قبرستان ہے۔ اس بستی کے لوگ نہ تو تاجر تھے نہ ہی مستاجر نہ ہی لوگ سرمایہ دار تھے اور نہ ہی جاگیردار بلکہ چھوٹے زمیندار تھے۔ ان کی زرعی اراضیات میں ہر قسم کی فصلیں پیدا ہوتی تھیں۔

شخصیات

(۱) حضرت میاں عبدالغفور قادری' نوشاہی"

(۲) خلیفہ محمد ابراہیم خان" (۳) میاں غلام جیلانی" ' (۴) حضرت میاں غوث محمد خان چشتی' (۵) اسرار محمد خان بن میاں غوث محمد خاں تحریک پاکستان کے مجاہد لفظ پاکستان کے موجد اور بانی چوہدری رحمت علی ہوشیار پوری کے بااعتماد اور مخلص دوست تھے۔ (۶) نیاز محمد خاں بی اے علیگ میاں غلام محی الدین المعروف بہ باگے خاں' خان نیاز الدین خاں

ڈاکٹر یار محمد خاں ایم ڈی پروفیسر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج' لاہور متوفی ۱۹ ستمبر ۱۹۶۸ء لیفٹننٹ کرنل ڈاکٹر رفیق احمد خاں ایم ڈی۔ کیپٹن مسعود احمد ایم۔ اے۔ سی پسران ڈاکٹر یار احمد خاں' خان رحیم الدین عرف سندھی خاں' خان شیر محمد شاہ بی۔ اے علیگ' خاں امیرالدین خاں' ایڈووکیٹ علیگ' الحاج خان بشیرالدین خان' خان صدرالدین خاں' خلیفہ اصغر علی خانصاحب سجادہ نشین میاں عبدالغفور صاحب' خان گلزار محمد خاں' آقائے عبدالحق خاں' خلیفہ یحیٰی خاں سجادہ نشین میاں عبدالغفور' میاں خلیفہ عبداللہ' سید کرم الٰہی شاہ

۴۔ بستی شیخ درویش | انصار دانشمند افغانوں کی یہ سب سے بڑی بستی شہر جالندھر سے مغرب کی تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھی۔ تذکرۃ الانصار و دیگر کتب و رسائل کے حوالہ سے خان محمد ایوب خاں لکھتے ہیں کہ یہ بستی حضرت میاں شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۶۱۷ مطابق ۱۰۲۶ھ میں آباد کی تھی اور اس کا نام ابتداً اپنے جد مکرم حضرت شیخ سراج دین رحمتہ اللہ علیہ بن حضرت مولانا محمد ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ دانشمند کے نام پر "سراج آباد" رکھا تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد اس بستی کو آپ ہی کے نام پر "شیخ درویش پکارا" جانے لگا۔ آپ کی تعمیر کردہ مسجد کی تاریخ ۱۰۳۰ھ مطابق ۱۶۲۱ء ہے۔ آپ کے روضہ مبارک اور گنبد کی تاریخ تعمیر ۱۱۰۵/ ۱۶۹۴ ہے۔ اس گنبد کے لئے مرغ بادنما اور مسجد کا

Marfat.com

ارائشی سامان یعنی جھاڑ فانوس وغیرہ نواب رشید خان روشنائی نے دکن سے تیار کروا کر بھیجے تھے۔ اس گنبد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں آج تک کہیں اس گنبد سے بڑا گنبد دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ بستی چاروں طرف سے وسیع و عریض شہرپناہ کے اندر واقع تھی۔ اس کے چار برج اور دو صدر دروازے تھے چنانچہ جب اٹھارہویں صدی کے پہلے عشرہ میں مرہٹوں کے ایک پیشوا مسمی بھاؤ نے اس بستی پر حملہ کیا تو اسی شہرپناہ نے پٹھانوں کو محفوظ رکھا۔ حملہ آور مرہٹے تین روزہ محاصرہ کے بعد ناکام واپس لوٹ گئے۔ اب یہ شہرپناہ اور دیگر آثار بالکل نابود ہو چکے ہیں۔ اس بستی میں افغانوں کے علاوہ تمام قومیں آباد تھیں۔

اس بستی میں چند ایسے خاندان بھی آباد تھے جو اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک منفرد اور ممتاز حیثیت کے مالک سمجھے جاتے تھے مثلاً خاندان پیرزادگان گکے زئی۔ برصغیر کے مشہور دھرپدیئے قوال' خاندان پیرزادگان میں فارسی کے مشہور صاحب دیوان شاعر (دیوان اشعر کے مصنف مولانا حکیم غلام قادر اثر قادری نوشاہی' آپ کے فرزند پیرزادہ عبدالحمید ایڈوکیٹ جالندھر کی معروف اور ممتاز شخصیات میں سے تھے۔ اسی طرح گکے زئی خاندان میں خان بہادر ڈاکٹر دیوان علی' کرنل ڈاکٹر فرزند علی' شیخ سرور علی رئیس جالندھر' خان بہادر نور نبی آئی۔ سی۔ ایس ڈپٹی کمشنر شیخ غلام دستگیر ایڈوکیٹ (پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی) یہ پانچوں حضرت شیخ غلام محی الدین گکے زئی کے بیٹے تھے۔ یہ لوگ کانگڑہ کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۰۵ء میں زلزلہ سے متاثر ہو کر جالندھر آئے اور اس بستی میں قیام کیا۔ بیالیس سال بعد یہ بستی بھی چھوڑنی پڑی اور پاکستان چلے آئے۔ دھرپدیئے خاندان کا مورث اعلیٰ حاجی بابا تھا۔ یہ عہد مغلیہ کے نامور موسیقاروں میں شمار ہوتے تھے۔ حاجی بابا موصوف حضرت میاں پیرداد خان رحمتہ اللہ علیہ بن حضرت میاں شیخ درویش کے مرید تھے اور بیعت کے بعد اسی بستی میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ حاجی بابا کی پانچویں پشت میں صاحب داد' خلق داد دھرپد وغیرہ خیال اور دھمار نگ کی گائیکی کے نامور استاد ہوئے ہیں۔ اسی خاندان سے فتح علی خان مسرور' سلامت علی' مبارک علی اور دین محمد عرف دینا معروف قوال ہوئے ہیں۔

اس بستی میں کئی ایک میلے لگتے تھے مثلاً محرم کے تعزیے تعزیہ ہر قوم کا علیحدہ ہوتا تھا۔ عرس بابا محمد جمال' دسہرہ' رام لیلا' عیدین کے دو معروف میلے مردوں اور عورتوں کے

Marfat.com

علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے۔ مردوں کا میلہ عید روڈ پر لگتا تھا۔ روڈ سے شمال کی طرف عید گاہ تھی۔ عید گاہ کے شمال کنارہ پر بلند چبوترہ پر ایک مزار تھا۔ ان بزرگوں کا نام حضرت محمد صفا رحمتہ اللہ علیہ بتایا جاتا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا جوہڑ تھا جسے ڈھار کہتے تھے۔ برسات کے موسم میں اس میں پیراکی کے مقابلے ہوتے تھے۔ بڑے بازار کے بائیں جانب ایک مزار تھا۔ ایک شہزادہ صاحب" کا مزار تھا۔ اس مزار کے متولی و مجاہد سائیں عبداللہ عرف سائیں دلاتے۔ جو پاکستان میں آکر اندرون شیرانوالہ لاہور فوت ہوئے۔ انہوں نے یہاں آکر بھی ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی۔ سائیں جی وہاں تعزیہ بناتے تھے اور لاہور میں بھی جب تک زندہ رہے تعزیہ بناتے رہے۔

شخصیات

میاں شرف الدین خانؒ بن شیخ میاں محمد سعید خاں بن میاں شیخ میرداد خاں بن حضرت میاں شیخ درویش رحمہم اللہ۔ آپ مذہبی شخصیت کے علاوہ تاریخی شخصیت بھی ہیں۔ انہوں نے قوم و ملت کے بہت کام سرانجام دیئے۔ ایک تاریخی کام ایسا کیا کہ پنجاب کے سب سے بڑے سکھ سردار مثلدار جسا سنگھ اہلوالیہ کو جالندھر میں شکست فاش دے کر اس کے سرغرور کو ہمیشہ کے لئے جھکا دیا۔ یہ متکبر سکھ پھر کبھی بھی سر نہ اٹھا سکا۔ جسا سنگھ بڑا متکبر متعصب سکھ تھا۔ اس نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ یہ نادر شاہ افشار احمد شاہ ابدالی کا ہمعصر تھا۔ میاں شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ ۱۱۹۷ھ / ۱۷۸۲ء میں فوت ہوئے۔

خان سلام الدین خاں ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سربلند خاں تھا۔ جن کا سلسلہ نسب ساتھ آٹھ پشتوں پر حضرت میاں ولی داد خاں ابن حضرت میاں شیخ درویش خاں رحمتہ اللہ علیہما سے ملتا ہے۔ (مکمل حالات کے لئے تذکرہ افاغنہ جالندھر صفحہ ۲۵۸ تا ۲۶۵)

مسعود صلاح الدین خاں خان سلام الدین خان کے بیٹے تھے۔ ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۶۵ تا ۲۶۶

خان فضل محمد خاں خان فضل محمد خاں ابن خان جعفر خاں ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے بزرگوں کا اصل مسکن بستی دانشمنداں تھا لیکن وراثت میں جائیداد کے حصول کی بناء پر آپ کے اسلاف بستی شیخ درویش میں آباد ہو گئے۔ آپ نس کھ' شریف النفس'

Marfat.com

سنجیدہ' سچائی اور سادگی کا مجسمہ تھے۔ انسان دوستی آپ کا معمول تھا۔ علی گڑھ سے بی۔ اے کر کے محکمہ جنگلات میں ملازم ہوئے۔ نواب آف بہاولپور کے کہنے پر بہاولپور چلے گئے۔ ہر جگہ باغات جنگلات سڑکوں کے دو رویہ درخت لگوائے۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۶۷ء لاہور میں فوت ہوئے۔

خان۔ اے۔ رحمٰن خان | اصل نام عبدالرحمٰن ہے۔ ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ کیمبرج یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر کے اول اسی جگہ پروفیسر رہے۔ ۱۹۴۷ء زراعتی کالج فیصل آباد میں پرنسپل مقرر ہوئے۔ محکمہ زراعت مغربی پاکستان سے ڈائریکٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ لاہور میں فوت ہوئے۔

گل محمد خاں پلیڈر | معروف شخصیت تھے۔ اپنے عہد کے بلند پایہ وکلاء میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں آپ نے فیروزپور مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ ہر معاملہ میں مسلمانوں کی نمائندگی کی۔ اپنی آمدنی کا وافر حصہ غرباء و مساکین میں تقسیم کرتے تھے۔

عطا محمد خان نمبردار | بستی شیخ درویش کی معروف شخصیت تھے۔ متشرع و متورع ہونے کی بناء پر ہر جگہ اور ہر طبقہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے چھوٹی بھائی۔

محمد یوسف خاں | سادہ لوح اور درویش صفت بزرگ تھے۔ پہلے پولیس میں ملازم تھے۔ مابعد بستی کی بڑی مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔

خواجہ محمد اکرم خان | آپ خواجہ محمد حسن بن خواجہ احمد علی بن خواجہ احمد رضا کے گھر ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب سات آٹھ واسطوں سے حضرت میاں ولی داد خاں بن حضرت میاں شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہما سے ملتا ہے۔ حضرت میاں ولی داد خاں رحمتہ اللہ علیہ کی شادی نواب ہادی داد خاں بن جلال الدین جلالہ روشنائی رحمتہ اللہ علیہ بن بایزید مسکین پیر روشاں کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی لہٰذا اس نسبت سے آپ میں روشنائی مجاہدوں کے خون کی امیزش تھی۔ علی گڑھ کالج سے پڑھ کر ڈپٹی سپریڈنڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ دھیرے سنگھ جو خوفناک ڈاکو تھا۔ اسے مقابلہ میں گرفتار کر کے تختہ دار پر لٹکایا۔ یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

لیفٹننٹ جنرل خواجہ محمد اظہر خان | یہ خواجہ محمد اکرم کے بیٹے تھے۔ ۲۱ مئی ۱۹۱۸ء

Marfat.com

میں ساگر سی۔ پی مدھیا پردیش میں جبکہ ان کے والد وہاں تعینات تھے' پیدا ہوئے۔ انہوں نے پاکستان اور بھارت کے مابین ہونے والی تین جنگوں میں حصہ لیا۔

پائلٹ آفیسر شمیم الظفر شہید شمیم صاحب سلام الدین خاں کے بیٹے ہیں۔ مارچ ۱۹۴۶ء میں جب اپنے ہوائی جہاز کی پرواز پر بستی شیخ درویش سے گزر رہے تھے تو جہاز میں خرابی پیدا ہوگئی۔ جہاز قابو میں نہ رہا۔ انہوں نے انتہائی کوشش کی کہ ایک قریبی شاہراہ پر اتاریں لیکن وہ جہاز ایک درخت سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ شمیم الظفر اس حادثہ میں شہید ہوئے۔ (تذکرہ افاغنہ جالندھر)

۵۔ بستی غزاں غزا افغانوں کی یہ بستی جالندھر شہر سے مغرب کی جانب تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھی۔ یہ بستی تمام بستیوں کے درمیان میں تھی۔ عہد شاہ جہانی میں موسیٰ خاں غز رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹوں نے آباد کی تھی۔ موسیٰ خاں غز حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سہروردیہ میں مرید تھے اور ان کا مدفن بھی بستی شیخ درویش میں اپنے مرشد کے پاس تھا۔ اس بستی کے چاروں اطراف پختہ فصیل دو صدر دروازے اور درمیان میں پر رونق بازار تھا۔ اس بازار میں ضروریات کی تمام اشیاء ملتی تھیں۔ فصیل کے اندر پٹھانوں کی بڑی بڑی حویلیاں تھیں۔ اس کے باہر دوسری قومیں آباد تھیں۔ ہندو کھتری بھی آباد تھے جنوبی صدر دروازے کے باہر تانگوں کا اڈہ تھا وہاں سے لوگ شہر جاتے تھے یا بستی دانشمند کی طرف تانگے جاتے تھے۔ شمالی صدر دروازہ کے اندر دائیں جانب مسجد تھی اور باہر اسی جانب ہندوؤں کا مندر تھا جو بعد میں تعصب کی بناء پر تعمیر ہوا تھا۔ اسی دروازہ سے باہر بستی مٹھو صاحب کے لہلہاتے کھیت اور باغات شروع ہو جاتے تھے۔ اس بستی کے قلعہ نے جسا سنگھ اہلو والیہ کے خلاف جنگ میں پٹھانوں کی حفاظت کی تھی۔ بستی کی کل آبادی ۱۹۴۷ء میں دس ہزار کے قریب تھی۔ جنوبی دروازہ کے میدان میں جوہڑ کے کنارے مغرب کی جانب عید کے دوسرے دن نزو کا میلہ لگتا تھا اور ہر سال شب براٗت کے موقعہ پر آتش بازی کو خوفناک کھیل کھیلا جاتا تھا۔ محرم کے دنوں میں اس بستی میں تعزیہ بھی بنتے تھے۔ جو شام کے وقت اسی میدان میں لا کر کھڑے کیے جاتے تھے۔ اس بستی کے بانی موسیٰ خاں کے اسلاف ابتداً غزنی کے باشندے تھے جو نقل مکانی کر کے کانی گرام میں آ بسے تھے اور حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے تھے۔ جب شیخ درویش رحمتہ

Marfat.com

اللہ علیہ جالندھر تشریف لائے تو یہ بھی آپ کے ہمراہ آگئے۔ لودھی' لوہانی اور سادات کرام سے اراضی خرید کر کے اپنے قبیلے کی نسبت سے یہاں بستی غزاں آباد کی۔ یہ لوگ بڑے دولت مند تھے لیکن دولت خرچ کرنے میں نہایت بخیل تھے۔ انہوں نے کبھی سیاسی' سماجی' ادبی و ثقافتی زندگی کے کسی گوشے میں نمایاں حصہ نہیں لیا۔ چند لوگوں نے حصہ لیا۔ جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

محمد کبیر خاں رسا جالندھری آپ جالندھر کے مشہور شاعر تھے۔ آپ صفی لکھنوی کے شاگرد تھے اور رسا تخلص تھا۔ آپ کے کلام میں استادوں کا سا رنگ تھا۔ آپ کو شاعری کی ہر صنف میں مثلاً غزل' رباعی' مثنوی' قطعہ' فرد' ترجیع' بند' مخمس' مسدس' تاریخ' سہرا مرثیہ اور مولود و اسلام پر پوری طرح عبور حاصل تھا۔ شاعر حضرات ان سے اصلاح لیتے تھے۔ آپ نے اپنی شاعری میں قوم کے نام کوئی پیغام نہیں دیا۔ مقدمہ بازی ان کا مشغلہ تھا۔ چالیس سال تک مقدمہ بازی کرتے رہے۔ اولاد سے محروم تھے البتہ شریف اور بے ضرر انسان تھے۔

نمبردار خان اسرار محمد خاں جالندھر کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ غز افغانوں کی ممتاز شخصیت تھے۔ شہر کے علاوہ بستیات میں بھی اراضی تھی۔ شرافت' متانت اور سادگی آپ کا خاصہ تھا۔ ماہانہ ہزاروں روپیہ کی آمدنی تھی لیکن خود کو مصروف و مشغول رکھنے کی خاطر لکڑی کا ٹال کر رکھا تھا۔ خود ہی لکڑیاں پھاڑتے تھے اور خود ہی لوگوں کے گھر گٹھا سر پر اٹھا کر چھوڑ آتے تھے۔ اپنی بستی کے نمبردار بھی تھے۔

خان کریم داد خاں بی۔ اے غز پٹھانوں میں پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے بی۔ اے تک تعلیم حاصل کر کے ملازمت اختیار کی گورنمنٹ آف انڈیا کے مرکزی دفتر سے بحیثیت سپرنٹنڈنٹ ریٹائر ہوئے۔ آپ کو اپنے ماموں عثمان خاں سدا خیل (بستی کرار خاں) کی بہت بڑی جائیداد ورثہ میں حاصل ہوئی۔ سادگی پسند اور دور اندیش انسان تھے۔ ان بزرگوں کے علاوہ خان فضل حسین خان' خاں مبارک علی خان' امیر حسین خاں غزوں کی معروف شخصیات متصور ہوتے تھے۔

شیخ المشائخ حضرت پیر غلام محی الدین قادری المعروف بہ پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ کے اور آپ کے صاحبزادوں کے حالات پیچھے بیان ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

نوٹ | یہ پانچ بستیاں، (۱) بستی رستہ، (۲) بستی کرار خاں، (۳) بستی دانشمند، (۴) بستی شیخ درویش"، (۵) بستی غزاں حدود کمیٹی جالندھر میں شامل تھیں۔

۶- بستی بابا خیل | بہادروں، دلاوروں، شاہ زوروں اور شاہکاروں کی یہ بستی شہر سے جانب غرب تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ریاست کپور تھلہ جانے والی سڑک کے عین دائیں کنارے واقع تھی۔ "بحوالہ تذکرہ الانصار" یہ لوگ عہد جہانگیری میں حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ جالندھر میں وارد ہوئے۔ بستی شیخ درویش کی تعمیر کے کچھ عرصہ بعد ۲۱/ ۱۶۲۰ء میں ان برکی لوگوں نے اس بستی کو آباد کیا اور اس کا نام اپنے ایک صوفی بزرگ بابا واصل رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت سے واصل پور رکھا۔ بعد میں بابا پور اور بابا خیل مشہور ہوا۔ ان برکیوں نے اس جگہ آباد ہو کر شاہ پور، دونی ننگل اور اطراف و جوانب کے دیگر مواضعات کے مالکان سے ان کی اراضیات خرید کر اس بستی کے رقبہ اور حدود اربعہ میں کافی حد تک توسیع و اضافہ کیا۔

برکی | یہ بستی جالندھر میں برکیوں کی سب سے بڑی بستی ہونے کے باوصف برصغیر پاک و ہند میں ان برکی افغانوں کی واحد جولا نگاہ تھی۔ ان کے اسلاف و اجداد کے محیرالعقول تاریخی اور جنگی کارنامے ابھی بھی عالم میں مشہور ہیں۔ تاریخی اسناد سے ان برکیوں کا تعلق ان قبائل سے تھا جو ابو مسلم خراسانی کی ہمراہی میں امویوں کے خلاف عباسیوں کی حمایت میں لڑتے تھے۔ انہوں نے محمود غزنوی کا پرچم بلند کیا۔ شہاب الدین محمد غوری کے ہمراہ بھی یہی تھے۔ جنہوں نے پرتھوی راج کو شکست دی۔ یہی لوگ تھے۔ جو حضرت بایزید احمد خان انصاری" (پیروشاں) اور ان کی اولاد کی سرپرستی میں مغلوں کے خلاف تقریباً پچاس سال تک جہاد کرتے رہے۔

فارسی زبان کے قدیم مخطوطہ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم دانشمند رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان برکی افغانوں کا اصل تعلق یمن اور یمن کے علاقوں سے تھا۔ وہاں برک نام کی ایک بستی تھی جس کی نسبت سے یہ برکی کہلائے۔ (مراۃ الغفوریہ)

۱۷۶۱ء میں دوسری بار کرتار پور کے سکھ گورو بڈھاگ سنگھ کی ایک زبردست جمعیت نے اس بستی پر شبخون مار کر اسے نذر آتش کر دیا۔ جس سے ماسوائے بستی کی بڑی مسجد اور میر عزیز خان کے تعمیر کردہ کوٹ کے باقی تمام آبادی کھنڈرات کا ایک ڈھیر بن گیا۔

Marfat.com

ان لوگوں نے اس بستی کو دوبارہ تعمیر کیا۔ علاوہ ازیں جن سکھوں نے بستی پر شبخون مارا تھا۔ ان کی سب بستیوں کو اجاڑ دیا۔ یہ بستی اگرچہ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے باقی تمام بستیوں سے بالکل الگ تھلگ تھی۔ تاہم اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ اس کی مجموعی آبادی کم و بیش ڈیڑھ دو ہزار افراد پر مشتمل تھی لیکن پٹھان مالکان کی آبادی کا تناسب ۱/۳ تھا۔ باقی تمام آبادی دوسری قوموں کی تھی۔

اس بستی کے مشرق میں میر مصطفیٰ خاں کی تعمیر کردہ وسیع و عریض قلعہ نما حویلی تھی۔ بستی کے مغربی حصے میں دیگر تمام افاغنہ اور دوسرے لوگوں کے مکانات تھے۔ کبھی اس جگہ میر عزیز خاں کا پختہ پرانا قلعہ' حویلی حسن خاں قدیم بڑی مسجد بکی خیل اور میراں خیل برکیوں کے مکانات اور دیوان خانے تھے۔ مسجد کے عین مغرب میں ان بہادر شہداء کے مزارات تھے۔ جنہوں نے مرہٹوں اور سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا تھا۔ اس بستی میں برکیوں کے تین ممتاز خاندان صدیوں سے آباد تھے۔

(۱) بکی خیل' (۲) میراں خیل' (۳) صوفی خاندان

بکی خیل خاندان کا مورث اعلیٰ خواجہ ہادی داد خان تھا اور میراں خیل کا مورث اعلیٰ ولی داد خان تھا۔ صوفی خاندان کا مورث اعلیٰ حضرت شیخ عمر رحمتہ اللہ علیہ جن کا شمار سولہویں صدی کے اکابر صوفیاء میں ہوتا تھا۔

شخصیات

میاں داد خان ماضی قریب میں یہ شخصیت خاندان کی ممتاز اور بے نیاز ہستی تھی۔ ان کے متعلق واقعہ مشہور ہے کہ جن دنوں انگریز فاتحین نے مسلمانوں کی اراضیات جو سکھوں نے جبراً اپنے قبضہ میں کر رکھی تھی واگذار کرنے کے لئے ایک کمشن مقرر کیا تھا تو میاں داد خاں نے بھی اپنے اقرباء کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کمشن کے ہاں درخواست گزاری چنانچہ کمشن نے آپ کی دستاویزات وغیرہ پیش کرنے کے لئے آپ کو طلب کیا آپ بڑی بے نیازی سے اراکین کمیشن کے روبرو پیش ہوئے اور رعب دار آواز میں ہم کلام ہوئے۔ انگریز افسر کو آپ کی بے نیازی پسند نہ آئی اور باہر کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ آپ نے غضبناک ہو کر افسر کے سامنے سے درخواست اٹھالی اور اسے پھاڑ دیا اور یہ کہتے

Marfat.com

ہوئے واپس گھر آ گئے۔ "شیر بھوکا رہنا تو گوارا کر لیتا ہے لیکن کتوں کا جھوٹا کھانا پسند نہیں کرتا۔" اقرباء نے جب درخواست پیش ہو کر منظور نہ ہونے پر افسوس کیا تو آپ نے کہا۔ بھائیو! جس چیز کو ہم زور بازو یا قوت عمل سے حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کی بھیک مانگنا شرف انسانیت کے خلاف ہے۔"

خان جہان خاں میاں داد خان کے پوتے میاں فتح محمد خاں الملقب بہ جہان خاں جالندھر کی ایک معروف شخصیت تھے۔ نہایت سادہ، مخلص اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ آپ نے ۱۸۹۴ء میں پانچ مربعہ اراضی جڑانوالہ چک نمبر ۲۴ میں حاصل کی۔ ایک تقریب میں ایک بزرگ نے کہا۔ خان جہان! "آپ کو ایک پختہ خوبصورت حویلی تعمیر کرنی چاہئے تاکہ آپ کا نام زندہ رہے۔" آپ نے کہا۔ "میں ایسی تعمیر میں معروف ہوں جس کا فائدہ ایک عالم کو ہو گا۔" آپ کا اشارہ اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف تھا چنانچہ آپ چھ نامور بیٹوں کے باپ تھے۔ (۱) خان فضل علی خاں، (۲) خاں فرزند علی خاں، (۳) لیفٹیننٹ جنرل واجد علی خاں، (۴) خان عبدالشافی خاں، (۵) خان محمد صدیق خاں، (۶) خان حمید اللہ خان برکی، (۷) خان محمد اسد اللہ خان، (۸) فضل محمد خاں برکی، (۹) میر منصب علی خان، (۱۰) سلامت علی خان، (۱۱) کرنل فرحت علی برکی، (۱۲) شاہد جاوید برکی، (۱۳) بشارت علی خاں وغیرہ بستی بابا خیل کی معروف شخصیات تھیں۔

صوفی اکبر علی خان آپ صوفی خاندان سے تھے۔ عربی، فارسی کے جید عالم، بستی کے نمبردار، جالندھر کے آنریری مجسٹریٹ تھے۔ اسلام کی برتری اور مسلمانوں کی بہبودگی کی خاطر ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ آپ شب بیدار، مخیر اور حد درجہ متواضع تھے۔

خان بہادر صوفی عبدالمجید خاں آپ صوفی اکبر علی خان کے صاحبزادے تھے۔ عظیم انسان تھے۔ علی گڑھ سے بی۔ اے کی امتیازی ڈگری حاصل کی اور براہ راست تحصیلدار ہو گئے۔ جلد ہی ترقی کر کے مال افسر بن گئے۔ پھر آپ نظام دکن میر عثمان علی خان کے بلانے پر حیدر آباد دکن چلے گئے۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں فوت ہوئے۔ آپ کا دامن نہ صرف باطنی محاسن کی دولت سے مالا مال تھا بلکہ ظاہری طور پر بھی وہ خوبیاں تھیں جو چند مخصوص لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے پانچ صاحبزادے تھے۔

(۱) خالد ابراہیم خاں، (۲) طارق اسماعیل خاں، (۳) کرنل محمد عمر خاں،

Marfat.com

(۴) صوفی اللہ داد خاں' (۵) ضرار خاں۔ پانچوں ہی عظیم انسان تھے۔ جن میں طارق اسماعیل وہ شخصیت ہیں۔ جنہوں نے مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کے انخلاء میں انتہائی محنت و کوشش کی اور اس میں حد درجہ کامیاب رہے۔ ان کا شجرہ صوفی خاندان میں درج ہے۔

۷۔ **بستی براہم خان (یعنی بستی ابراہیم خاں)** یہ بستی جالندھر شہر سے پانچ میل اور بستی باباخیل سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر مغرب کی جانب کپور تھلہ روڈ کے بائیں جانب تھی۔ اس بستی کی تاریخ متعلق یوں لکھا ہے کہ یہ بستی اور بستی شاہ قلی ایک ہی وقت میں یعنی شاہ جہان کے دور میں آباد ہوئی تھیں۔ یہ بستی تین ناموں سے پکاری جاتی تھی۔

(۱) بستی براہم خان (۲) بستی ابراہیم خاں' (۳) کوٹلی

اس بستی کے مقامی لوگ اسے کوٹلی یعنی چھوٹا کوٹ کہہ کر پکارتے تھے۔ اس بستی کے دو ممتاز خاندان تھے۔ ایک کا تعلق ابراہیم خان سے تھا' دوسرے خاندان کا تعلق امداد خان کی نسل سے تھا۔ ان دونوں خاندانوں کا سلسلہ جاری تھا۔ امداد خان کی نسل کا سلسلہ تو چند پشتوں پر جاکر کالعدم ہوگیا لیکن ابراہیم خان کی نسل اب تک جاری تھی۔

ابراہیم خان براہم خان ایک روایت کے مطابق ابراہیم خاں حضرت شیخ درویش" کے مرید تھے۔ اپنے قبیلے کے چند افراد کے ساتھ جالندھر میں وارد ہوئے۔ انہوں نے اس بستی کو آباد کیا لہذا یہ بستی ان کے نام کی نسبت سے بستی ابراہیم خان کہلاتی۔ دوسری روایت یہ کہ سکھوں کے دور میں سکھوں کے حملے سے بچنے کے لئے براہم خاں بن عمر خاں اور داؤد خاں نے اس بستی کو از سر نو قلعہ نما شکل میں تعمیر کیا تھا۔ اس لئے اسے بستی براہم خاں کہتے تھے۔ اس بستی سے متصل جہاں جالندھر شہر اور ریاست کپور تھلہ کی حد بندی ہے۔ اس جگہ ایک قدیم پانی کا کنواں واقع تھا۔ اس کنوئیں کے متعلق روایت تھی کہ اسے بستی آباد ہونے سے قبل امداد خاں نے اپنے خاندان اور گھوڑوں کے پانی پینے کے لئے بنایا تھا۔ ابتداً مقامی زبان میں "امداد دا کھو" مشہور تھا۔ بعد میں قیام پاکستان تک "امدد دی کھوئی" کہنے لگے۔ جبکہ عام لوگ "ادمی کھوئی" کہتے تھے۔ چونکہ یہ جالندھر شہر اور ریاست کپور تھلہ کے درمیان میں تھی اس لئے لوگ "ادمی دی کھوئی" (یعنی نصف راستہ ہوگیا) کہتے تھے۔ یہاں تانگوں کا اڈا تھا۔ خرید و فروخت کا بھی ایک مرکز تھا۔ ریاستی اور انگریزی دونوں حکومتوں کی چوکیاں قائم تھیں۔ امداد خاں اور ابراہیم خان دونوں حضرت شیخ

Marfat.com

درویش" کے مرید تھے۔

۸۔ بستی پیر داد خان | یہ بستی جالندھر سے مغرب کی جانب ۲ میل بستی مٹھو صاحب سے مغرب کی جانب چار فرلانگ اور بستی باباخیل سے جنوب کی طرف ۲ فرلانگ پر واقع تھی۔ یہ بستی سرسبز و شاداب تھی۔ اردگرد باغات تھے۔ اس بستی کی آبادی کے بارے میں مختلف روایات ہیں مثلاً (ا) اس بستی کو پیر داد خان نے تعمیر کیا اور اس کے لڑکے ولی داد خان نے آباد کیا۔ (۲) اس بستی کے گرداگرد ایک اونچی فصیل تھی۔ جس میں کئی ایک برج تھے لیکن پیر داد خان ولدار محمد خان ابن فضل کریم خان کا بیان ہے کہ پیر داد کے بیٹے کا نام ولی داد نہیں تھا بلکہ پیر داد کے باپ کا نام ولی داد تھا۔ جو برکی قبیلے کا سردار تھا اور اپنی معیت میں بکی خیل برکیوں اور ملا زادوں کو لے کر جالندھر آیا تھا۔ اس شخص نے جو بستی آباد کی تھی۔ اس کا نام شہباز پورہ تھا اور اس کے متصل بستی باباخیل ایک کچے قلعے کی شکل میں آباد ہوئی تھی۔ ولی داد خاں کو احمد شاہ ابدالی نے اپنے ہمراہ شامل کر کے مرہٹوں کے خلاف جنگوں کا آغاز کیا تھا۔ ایک شکست خوردہ مرہٹہ سردار نے راہ فرار اختیار کرتے وقت اس بستی شہباز پورہ کو نذر آتش کر دیا تھا اور اس جگہ کے پٹھانوں نے قلعہ باباخیل میں پناہ لی تھی۔ تاریخی حقائق اس کو جھٹلاتے ہیں کیونکہ احمد شاہ ابدالی اور حضرت شیخ درویش" کے زمانہ میں بہت بعد ہے۔ پہلی روایت ہی درست ہو گئی ہے۔ بستی کے ایک تہائی کے مالک پیر داد خان کی نسل کے لوگ تھے۔ یہ اپنے اخلاق کی بناء پر بڑے شریف اور نفس لکھ تھے۔

میاں فضل کریم خان نمبردار' خان سردار محمد خان تحصیلدار' خان یار محمد انسپکٹر پولیس' سی پی برابر خان دارو خاں' افتخار احمد خاں رئیس چیچہ وطنی' شوکت رحمٰن خاں ایڈووکیٹ و دیگر حضرت اس بستی کے روح رواں تھے۔

۹۔ بستی شاہ قلی خان | بستی شاہ قلی شہر سے جانب غرب ایک میل کے فاصلے پر بستی نور (بستی نو) کے بالمقابل بستی غزاں اور بستی دانشنداں کو جانے والی سڑک پر واقعہ تھی۔ اس بستی کو برکی افغانوں کے ممتاز تاجر حاجی شاہ قلی خان" نے عہد شاہ جہانی میں آباد کیا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ بستی براہم اور بستی شاہ قلی ایک ہی سال میں آباد ہوئی تھیں۔ یہ بستی ریاست کپورتھلہ کی جاگیر میں شامل تھی۔ اس بستی میں ریاستی قانون کا اطلاق ہوتا تھا۔ اس بستی میں بڑے بڑے زمیندار بستے تھے اور سبھی خوش حال تھے۔ بستی کی بڑی بڑی

Marfat.com

فصلیں مسمار ہو چکی تھیں البتہ صدر دروازہ قیام پاکستان تک موجود تھا۔

حاجی شاہ قلی" کی اولاد میں ایک لڑکا اور لڑکی تھے۔ لڑکی کی شادی بستی مٹھو صاحب کے افغانان خیل سے زئیوں میں ہوئی تھی۔ بستی مٹھو صاحب کے پٹھان پردے کے بڑے پابند تھے چنانچہ حاجی شاہ قلی خان مذکور کی مبینہ لڑکی سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ وہ اپنے ہمسائے کے گھر چلی گئی۔ اس کے شوہر نے اس جرم کی پاداش میں اسے قتل کر دیا اور حاجی شاہ قلی خان" کا اکلوتا بیٹا باپ کے ساتھ نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلا تو باپ سے چند قدم آگے نکل گیا۔ اس جرم کے ارتکاب میں شاہ قلی خان نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ادھر بیٹی قتل کر دی گئی ادھر اپنے ہی ہاتھوں سے بیٹا قتل ہو گیا۔ اولاد کے اس غم نے حاجی شاہ قلی" کے دل و دماغ پر بہت اثر کیا لہٰذا وہ وارفتگی کی حالت میں خود بھی جان بحق ہو گئے۔ ڈاکٹر محمد جہانگیر خان کی تحقیقات کے مطابق بستی شاہ قلی کے موجودہ مالکان زندہ محمد خاں کی نسل سے تھے جو حاجی شاہ قلی خان" کا رشتہ دار تھا اور ہمعصر تھا۔ (ایک روایت کے مطابق حاجی صاحب کا بھتیجا تھا۔)

شخصیات

(۱) فضل کریم خاں' (۲) ممتاز خاں' (۳) شاہ قلی خاں ثانی (یہ بزرگ اول پولیس میں ملازم تھے پھر محکمہ تعلیم میں اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کے عہدے پر رہے۔ سنجیدہ اور صاف گو انسان تھے۔ شعائر اسلامی پر کاربند اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ آپ اس بستی کے پہلے بزرگ تھے۔ جنہوں نے حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔ آپ ۱۹۶۱ء میں لاہور میں فوت ہوئے۔) (۵) محمد بقا جیلانی خاں'(۶) محمد ضیاء جیلانی خان پسران شاہ قلی خان ثانی۔

۱۰۔ **بستی قرخنہ یا کھڑکنیاں** | یہ بستی بھی جالندھر سے کپورتھلہ جانے والی سڑک کے کنارے بستی بابا خیل سے چند فرلانگ پر آباد تھی۔ ۱۷۶۱ء میں کرتارپور کے سکھ گورو بڈھاگ سنگھ نے اس بستی باباخیل اور بستی قرخنہ پر حملہ کیا۔ دونوں بستیوں کو جلا کر رکھ دیا۔ بستی باباخیل کے افغانوں نے اپنی بستی کو دوبارہ آباد کر لیا لیکن بستی قرخنہ کے افغان زیادہ تر اس جنگ میں کام آئے چند جو باقی بچے وہ نقل مکانی کر گئے۔ اس لئے یہ بستی دوبارہ آباد نہ

Marfat.com

ہو سکی۔ فقط نام ہی باقی ہے۔ (تذکرہ افاغنہ جالندھر)

۱۱۔ **بستی مٹھو صاحب** افغانان خلیل متے زئیوں کی یہ بستی شہر جالندھر سے مغرب کی طرف تقریباً سوا میل کے فاصلے پر اسلامیہ ہائی سکول اور اسلامیہ کالج سے متصل واقع تھی۔ اس خاندان کے تمام لوگ جن کا تعلق پشاور کے پٹھانوں سے تھا' اپنی اس آباد کردہ بستی مٹھو صاحب میں آباد تھے۔ اس بستی کے بزرگان کے حالات سلسلہ قادریہ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں۔ اس بستی کے بانی سلسلہ قادریہ کے اعلیٰ ترین بزرگ شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ پہلے اس بستی کا نام ان کے نام نامی پر رکھا گیا۔ بعد میں ان کے بیٹے میاں مٹھو صاحب" کے نام سے بستی مشہور ہوئی۔ یہ بستی لہلہاتے کھیتوں اور سرسبز و شاداب باغات کے اندر گھری ہوئی تھی۔ پاکیزہ آب و ہوا تھی۔ ایک کوٹ تھا باقی محلات مغرب کی طرف تھے۔ کوٹ کے چار برج تھے اور دو صدر دروازے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی آزادی کے بعد انگریز حکمرانوں نے جالندھر دواب میں ۳۷۰ کچے اور پکے قلعے مسمار کر دیئے تھے چنانچہ انہی ایام میں بستیات کی کچھ فصیلیں اور برج گرائے گئے۔ (تذکرہ افاغنہ جالندھر) چنانچہ بستی مٹھو صاحب کے دو صدر دروازے دو برج' فصیل بھی انہی ایام میں گرائی گئی اور شاید حضرت برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ (حضرت میاں مٹھو" صاحب ابن شیخ برہان الدین") کے روضے کا گنبد بھی اسی دوران مسمار کر دیا گیا تھا۔ قلعے کے دو برج اور بڑی مسجد جس کا ذکر پہلے ہو چکا' موجود تھے۔

۱۹۴۶ء میں حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے شمال مغربی برج بھی آدھا گر گیا۔ جو دوبارہ تعمیر نہ کیا گیا۔ اس برج کی حالت دیکھ کر شیخ محمد دیوان نے چوتھے برج کی از سرنو مرمت کروائی اور محفوظ کر لیا۔ یہ برج قیام پاکستان تک قائم اور محفوظ تھا۔ قلعہ کے اندر بڑی مسجد تھی جو حضرت پیر قطب الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بعد سے بے آباد ہو گئی۔ وہ حضرت شاہ ولی اللہ خاں جو حضرت برہان الدین قادری کے بیٹے حضرت محمد مسلم" کی اولاد سے تھے' نے دوبارہ آباد کی تھی اور قیام پاکستان تک آباد تھی۔ بستی کے مشرق میں مسجد بلوچاں تھی۔ جس کا احاطہ تو بہت زیادہ تھا لیکن مسجد مختصر تھی۔ چھت پر تین گنبد اور آگے برآمدہ و صحن اور باغیچہ تھا۔ یہاں میاں جی محمد رمضان امام تھے۔ جو محنت مزدوری کر کے اپنا گزارہ کرتے تھے۔ ان کا لڑکا غلام مرتضیٰ تھا جو فقیر مصنف کا ہم جماعت تھا۔ نہایت سادہ

Marfat.com

لوح شریف النفس اور نیک تھا۔ کوٹ (قلعہ) کے شمال میں ایک قبرستان تھا۔ قبرستان کے درمیان ایک روضہ تھا۔ جس کی چار دیواری مسمار ہو چکی تھی لیکن آثار باقی تھے۔ اس روضے کے اندر دو قبور تھیں۔ ایک پر نام لکھا تھا جو پڑھا جاتا تھا۔ "حضرت محمد عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ" دوسری قبر پر نام مٹ چکا تھا۔ ہمارے بزرگ میاں نتھو سردیوں میں دہاں دھوپ سینکتے تھے تو روزانہ ہی پوچھا کرتے تھے۔ ان کو کتنا عرصہ ہو گیا۔ ہم اس وقت بچے تھے تو انہیں سن پڑھ کر تقریباً ۱۵۰ سال بتایا کرتے تھے۔ اصل سن بھول گیا۔ گویا اب (۲۳ ذیقعد ۱۴۱۶ھ / ۱۲ اپریل ۱۹۹۶ء) ان بزرگوں کی وفات کو تقریباً دو سو سال گزر چکے ہیں۔ قلعہ کے اندر صدر دروازے کے دائیں ہاتھ برکت علی کی والدہ مسماۃ مالن وہاں چراغاں کیا کرتی تھیں۔ اب وہ نابینا ہو گئی تھی چنانچہ چراغ جلانے والا کوئی نہ تھا۔ قبرستان کے ساتھ ہی ایک پرانا جوہڑ تھا جس میں برسات کا پانی جمع ہوتا تھا اور سارا سال رہتا تھا۔ اسے ٹیسی ٹوبہ کہتے تھے۔ ساتھ ہی بائیں جانب پیر امیر حمزہ خاں کا بیریوں کا باغ تھا اور اسی سمت کپورتھلہ کی سڑک کے کنارے بابا عیسیٰ شاہ کا مزار تھا۔ جہاں ہر سال ۱۴ شوال کو عرس ہوتا تھا۔ ان کا تذکرہ علیحدہ ہو گا۔ مزار شریف میں مزار سے متصل پیر امیر حمزہ خاں کا چمڑے کا کارخانہ تھا۔ چاروں اطراف کھیت اور باغات تھے۔ میاں مٹھو صاحب ابن شیخ برہان الدینؒ کا روضہ بستی کے درمیان میں تھا۔ جنوب میں بستی غذاں کو جانے والی ناپختہ سڑک پر دائیں جانب حضرت بابا فقراللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار تھا۔ جو زمین سے ڈیڑھ گز گز بلند تھا۔ ان کے سر کی طرف مزار پر برنے کا درخت سایہ فگن تھا۔ مزار کے باہر بھی کچھ قبور تھیں۔ بستی کے بزرگوں اور شخصیات کے نام سلسلہ قادریہ میں دیئے جا چکے ہیں۔ چند دیگر شخصیات کے نام لکھے جاتے ہیں۔ مشرق کی طرف کنوئیں کے قریب اسلامیہ ہائی سکول کی پشت پر چونا گچ چار دیواری کے اندر قبور تھیں جو پیر صفدر حسین پیر اقبال الدین اور پیر محمد حسین کے بزرگان کی تھیں۔ مقبرے کی پائنتی کی طرف ایک مضبوط چونا گچ چبوترا مسجد نما بنا ہوا تھا۔ تھکے ماندے لوگ وہاں آرام بھی کرتے اور نماز بھی پڑھتے تھے۔ اس سے چند گز شہر کی طرف ایک مزار تھا جو ہمیشہ سفید ہی رہتا تھا۔ ان بزرگوں کے معتقدین سال میں دو مرتبہ سفیدی کراتے تھے۔ اس مزار کو پیر کوڈیا کا مزار کہتے تھے۔ لوگ کوڈیا کی منت مانتے پھر کوڈیاں چڑھاتے تھے۔ اسلامیہ ہائی سکول میں ایک وسیع مسجد بغیر چھت کے تھی۔ سردیوں

Marfat.com

میں طلبہ نماز ظہر ادا کرتے تھے۔ عیدین کے موقعوں پر بستی غذاں کے لوگ یہاں آ کر عید ادا کرتے تھے۔

بستی مٹھو صاحب کی معروف شخصیات

۱- پیر خادم حسین خاں (حالات پیچھے سلسلہ قادریہ میں گزرے۔)
۲- الحاج پیر امیر حمزہ خاں " " "ان کے دو فرزند
۳- امیر ازور خاں
۴- شاہ قاسم شاہ " " "
۵- مولانا پیر شاہ ولی خاں" " " ان کا فرزند ارجمند
۶- خان بازید احمد خان " " جو آج کل شیخوپورہ میں آباد ہے۔
۷- خان محمد حسین خان باپ کا نام خان صدر الدین تھا۔ ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ مشن ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ آپ کا ایک بھائی اقبال دین خان تھا جس کو پوست پینے کی لت پڑ گئی تھی۔ انہیں بابا بالدین کہتے تھے ان کا ایک لڑکا علاؤ الدین عرف لالی تھا۔ ایک لڑکی بی بی انور تھیں جو بستی دانشمند کے افغان سے بیاہی گئیں۔ وہ شیخوپورہ میں ڈپٹی کمشنر بھی رہے۔ خان محمد حسین خاں تھتھلا کر بولتے تھے۔ مصنف کے والد صاحب کے دوست تھے۔ کبھی کبھی گھر میں آ جایا کرتے تھے۔ غیرت مند انسان تھے۔ ان کے بھائی خاں اقبال دین خاں ۱۹۵۲ء میں سیالکوٹ میں فوت ہوئے۔ علاؤ الدین عرف لالی چند مرتبہ اسلامیہ ہائی سکول موہنی روڈ لاہور مجھے ملنے کے لئے آیا۔ یہ افغان لوگ مصنف کے اہل خانہ سے خاص انس رکھتے تھے۔ خان محمد حسین خان کے دوسرے بھائی صفدر حسین خاں تھے۔ اپنے زمانے کے مشہور کھلاڑی تھے۔
۸- خان محمد اسلم خاں۔ آپ خان محمد حسین خان کے بیٹے ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ ایف۔ اے' ڈی۔ اے۔ وی کالج جالندھر سے کیا۔ ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری لاہور سے حاصل کی۔ بعد میں ملازمت اختیار کی اور راشننگ کنٹرولر کے عہدے پر فائز رہے۔ شریف النفس انسان تھے۔ مصنف ۱۹۵۴ء میں ان کے پاس بسلسلہ ملازمت گیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

Marfat.com

۹- فضل کریم خاں پیچھے سلسلہ قادریہ میں ذکر ہو چکا ہے۔
۱۰- خان فضل محمد خاں' خان فضل کریم کے بیٹے تھے۔ ان کے بیٹے
۱۱- شیخ عمر تھے۔ ان شیخ عمر خاں کے لڑکے
۱۲- ڈاکٹر محمد عاصم خان ہیں۔
۱۳- احمد شاہ خان
۱۴- پیر حسام الدین خاں تھے از روسائے ملتان' دیگر غیر افغان شخصیات میں مولوی شیخ دین محمد صوبیدار دہلی' شیخ محمد بشیر لاہور میں لیور برادر میں منیجر تھے۔ چوہدری حاجی لہنا متوفی ۱۹۴۵ء' چوہدری قاسم علی' چوہدری پیر محمد' (امیر حمزہ کے جگری دوست تھے۔)
۱۲- بستی نور (یا بستی نو) یہ بستی جالندھر شہر سے بجانب مغرب ایک میل کے فاصلے پر بستی شاہ قلی اور بستی غزاں سے ملحق تھی۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ درویش رحمتہ اللہ علیہ کے ارادتمندوں میں سے ایک شخص "نور محمد خان" آپ کے ہمراہ کانی گرام سے جالندھر آیا تھا۔ نور محمد خان نے حضرت شیخ درویش" سے علوم ظاہری و باطنی میں کسب فیضان کیا۔ حضرت شیخ نے ان کے حسب نسب' ان کی تربیت اور مکارم اخلاق کی بناء پر اپنی دختر نیک اختر سے ان کا ازدواجی رشتہ کر دیا لہٰذا نور محمد خاں نے اس بستی کو آباد کیا اور انہی کے نام پر بستی "نور" کہلائی لیکن بعد میں صوتی تبدیلی (زبان کی تبدیلی) سے بستی نو کے نام سے پکارا جانے لگا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ چونکہ یہ بستی تمام بستیات کے بعد عالم وجود میں آئی۔ اس لئے اسے "بستی نو یا نویں بستی" کہتے ہیں۔ (تذکرہ افاغنہ جالندھر)

اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخری دور میں جبکہ پٹھانوں اور سکھوں کی جنگوں کا آغاز تھا۔ جسا سنگھ ہلووالیہ نے بزور شمشیر بستی شاہ قلی کے ساتھ بستی نور پر بھی قبضہ کر لیا تھا لیکن میاں شرف الدین خان" نے خوشحال سنگھ فیضلپور کی اعانت سے جب جسا سنگھ کو شکست دے کر جالندھر سے نکالا۔ تو ان دونوں بستیوں پر دوبارہ پٹھانوں کا قبضہ بحال ہو گیا۔

Marfat.com

شخصیات

گولے خاں' غلام محمد عرف غلامی شہید' خان غلام رسول خاں (ان کا خاندان ہی صدیوں سے اس بستی میں آباد تھا۔) احمد داد خاں' خان بہادر احمد شاہ خاں' خان بہادر شاہ خاں' خان بہادر احمد حسن خان' خان بہادر محمد زمان خاں' آغا رضا خان کمشنر' خالد احمد خاں' خان محمد حسین خان برکی' ڈاکٹر خان سعید حمید خان۔

نوٹ (ان حضرات کے حالات سے آگاہی کرنا مطلوب ہو تو "تذکرہ افاغنہ جالندھر" کا مطالعہ مفید ہو گا۔)

Marfat.com

شمیم جالندھر
المعروف بہ تذکرہ
اولیائے جالندھر
(حصہ دوئم)

از

علی اصغر چشتی صابری جالندھری

Marfat.com

قدوۃ السالکین امام الواصلین حضرت امام

ناصرالدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

نسب نامہ | حضرت خواجہ ناصرالدین چشتی جالندھری بن خواجہ عبدالمالک بن شیخ صادق بن شیخ میراں بن شیخ جنید بن قاضی شمس الدین بن شیخ احمد بن شیخ محمد بن شیخ ابی معاذ بن شیخ ابو المنصور بن شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری بن خواجہ ہاشم بزرگ بن خواجہ منہاج الدین بن خواجہ تاج الدین بن خواجہ شرف الدین بن عبد عوف بن خواجہ محلبہ بن خواجہ کلیب بن حضرت زید بن سیدنا ابوایوب انصاری مدنی خزرجی صحابی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ وعنہم

حضرت امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حالات بمطابق "تجلیات ناصری" معروف بہ ذکر پاکاں از میاں محمد طفیل جالندھری مرحوم ہم تذکرہ کے حصہ اول میں لکھ چکے ہیں۔ میاں محمد طفیل درگاہ شریف امام صاحب کے سجادہ نشینوں سے ہیں۔ ان کے اجداد سے جو حالات حضرت امام صاحب چلے آتے ہیں انہوں نے وہی قلمبند کئے ہیں۔ لیکن میاں عطاء اللہ ساگر وارثی ہوشیار پوری نے جو کتابی نسخہ انوار الوارثین کے نام سے لکھا ہے اس میں تاریخی حوالوں سے کچھ اس طرح حالات لکھے ہیں۔ وہی قارئین کی معلومات کے لئے شمیم جالندھر کے دوسرے حصے میں درج کئے جاتے ہیں۔ (مولف چشتی)

ساگر وارثی نے جالندھر گزیٹر (۱۹۰۴ء) صفحہ ۱۳۳ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ شہر نخشب کے رہنے والے تھے جو فارس میں واقع ہے۔ (آج کل کارشی کے نام سے پکارا جاتا ہے اور بخارا میں ہے) پھر وارثی صاحب لکھتے ہیں کہ بخارا کا مصنف مسٹر ویمبر نے لکھا ہے کہ نخشب بخارا کے ایک شہر کا نام ہے اور امام صاحب ۲۵۲ھ تا ۳۳۴ وہاں اقامت پذیر رہے۔ {اب وارثی صاحب مسٹر ویمبر کے اس قول کو قبول نہیں کرتے کیونکہ وہ امام صاحب کو امام علی الحق سیالکوٹی کا بھائی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ویمبر کے قول کے مطابق امام علی الحق صاحب ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے لہٰذا وارثی صاحب نے صاف لکھا ہے۔ "مذکورہ تاریخوں میں حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کی آمد بیان کرنا درست نہیں۔" انوار الوارثین صفحہ ۸۱)۔ چشتی)} وارثی صاحب

Marfat.com

اسی صفحہ ۸۱ پر لکھتے ہیں "مفتی علی الدین "عبرت نامہ" صفحہ ۹ پر تحریر فرماتے ہیں ' "در شہر جالندھر درگاہ حضرت شیخ امام ناصر کہ در عہد سلطان شمس الدین غوری تشریف آوردہ جوگی جالندھر را بدر کردہ تصرف خود فرمود۔" (شہر جالندھر میں سلطان شمس الدین غوری کے عہد حکومت میں امام صاحب تشریف لائے اور جوگی جالندھر (بگندر) کو شہر سے بدر کر کے خود اس شہر میں تصرف فرمایا)

سلطان شمس الدین محمد' سلطان فخرالدین مسعود بن عزالدین کا فرزند تھا۔ سلطان فخر الدین مسعود نے ۵۴۰ھ تا ۵۵۷ حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان شمس الدین محمد ۵۵۷ میں تخت نشین ہوا۔ (طبقات ناصری صفحہ ۳۲۱) مذکورہ بالا قول سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ حضرت امام ناصر رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام علی الحق رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے اور چھٹی صدی ہجری میں (بقید) حیات تھے۔ (یہاں وارثی صاحب نے امام صاحب کو امام علی الاحق کا ہم عصر لکھا ہے۔ چشتی) وارثی صاحب اپنے کتابی نسخہ فوٹوسٹیٹ کے صفحہ ۷۸ پر لکھتے ہیں۔ سل کوٹ (سیالکوٹ) میں راجہ ساہن پال حکمران تھا اور لاہور سے لیکر پہاڑوں کے دامن تک سارا علاقہ اس کے زیر نگیں تھا۔ یہ بڑا ظالم اور جابر حکمران تھا۔ ہندوستان کے کسی راجہ کی بالادستی کو قبول نہیں کرتا تھا۔ مسلمان اس کے ظلم و تشدد سے عاجز آچکے تھے مگر اقلیت کے باعث بے بس تھے'

راجہ نے قلعہ سیالکوٹ کو از سرنو تعمیر کروانا چاہا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ایک جوتشی نے راجہ کو مشورہ دیا کہ اگر کسی مسلمان کا خون قلعہ کی دیواروں میں چھڑک دیا جائے تو قلعہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ ہو جائیگا۔ راجہ نے ایسا ہی کیا۔ اس نے ایک مسلمان بڑھیا جس کا نام راستی تھا کے بے گناہ بیٹے مراد نامی کو قتل (شہید) کر کے اس کے مقدس خون کو قلعے کی دیواروں پر چھڑکا اور جسم کو قلعہ کی بنیاد میں دفن کر دیا گیا۔ غریب بڑھیا کسی وسیلہ سے حضرت امام علی الحق رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقی ہوئی تو آپ نے غریب بڑھیا کی فریاد بادشاہ تک پہنچائی۔ بادشاہ وقت کو راجہ کے اس ظلم پر بہت غصہ آیا۔

حضرت امام علی الحق (علی لاحق) کو امیر بنا کر ان کی قیادت میں ایک لشکر کو سیالکوٹ روانہ کیا تاکہ راجہ کو اس ظالمانہ حرکت کی سزا دی جائے۔ یہ اسلامی لشکر حفاظ' علمائے کرام اور غازیوں پر مشتمل تھا۔ ان میں ایک قابل جرنیل میر سید برخوردار علیہ الرحمہ (جن کا

Marfat.com

مزار قصبہ پسرور میں واقع ہے) حضرت امام علی الحق خود اور آپ کے بھائی حضرت امام ناصرالدین علیہ الرحمتہ بھی شامل تھے۔ ان کے علاوہ دیگر سپہ سالار فوج سید محمد ہمایوں' سید طالب علی غازی' شیخ نصیر محمد' سید محمد عباس' سید محمد جعفر' سید صمصام' عبداللہ بختاور محمد سعید اور سید سرخ رو بھی تھے۔

وقائع سیالکوٹ صفحہ ا قلمی نسخہ میں لکھا ہے یہ اسلامی لشکر جو جہاد کے نشہ میں سرشار تھا۔ مقام ردولی سے روانہ ہوا اور جب جالندھر پہنچا تو آپ کے بھائی امام ناصرالدین بیمار ہوگئے اور چند دن کی علالت کے بعد رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے۔ بھائی کی تجہیز و تکفین کے بعد امام (علی الحق) صاحب رحمتہ اللہ علیہ سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوئے۔

ا یہ بات ذہن میں رکھ کر آپ آگے پڑھیں اور پیچھے لکھے ہوئے جملہ "تشریف آوردہ جوگی جالندھر را بدر کردہ تصرف خود فرمود" پر غور فرمائیں۔

ساگر وارثی صاحب صفحہ ۹۷ پر رقمطراز ہیں

حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ مشاہیر و اکابر اور صاحب کشف و کرامت تھے۔ عبادت و ریاضت اور زہد و وراع میں یکتائے روزگار تھے۔ حق کی خاطر جہاد بالسیف سے دریغ نہ کیا اور امام علی الحق کے لشکر اسلامی میں شامل ہوگئے۔ آپ کا اصل وطن ترکستان تھا۔ ترکستان سے ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں قیام کیا اور پھر دہلی میں اقامت پذیر ہوئے۔ آپ کس شہر یا قصبہ میں پیدا ہوئے کس جگہ تعلیم پائی آپ کے استاد گرامی کون تھے وغیرہ وغیرہ اس بارے میں سوانح نگار اور مورخین مکمل طور پر خاموش ہیں۔ راقم (ساگر وارثی) کی تحقیق کے مطابق حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کی ترکستان سے ہجرت کا سبب ان کے آبائی علاقوں میں سیاسی بدامنی اور بے چینی تھی۔ یہ دور ۵۰۰ تا ۶۰۴ ہے۔ اس دور میں غور کے حاکم علاؤالدین جہانسوز نے غزنوی حکمران بہرام شاہ غزنوی کو غزنی سے مار بھگایا تھا اور غزنی کو جلا کر راکھ کر دیا۔ بہرام شاہ نے اپنا دارالخلافہ لاہور کو قرار دیا اور یہاں مستقل حکومت قائم کرلی۔ اسی دور میں جہانسوز کے ظلم و ستم کی بنا پر حکومت کے علاقوں سے علماء اور شعراء و ادبا کثیر تعداد میں ہجرت کر کے لاہور میں آگئے۔

• حضرت امام صاحب کا اسم گرامی ناصرالدین اور خطاب امام تھا۔ ساگر وارثی

Marfat.com

صاحب صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں۔ جب (حضرت امام) ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ جالندھر آئے تو لوگوں کی گزارش پر یہیں مقیم ہو گئے۔ تا آخر۔

اس سے آگے ساگر وارثی صاحب نے جالندھر میں آپ کا قیام اور کرامات کا ذکر کیا ہے۔ کرامات وہی ذکر کی ہیں جو درگاہ عالیہ امام صاحب کے سجادہ نشین میاں محمد طفیل صاحب ناصری نے اپنی کتاب "تجلیات ناصری" میں بیان کی ہیں۔ پیچھے انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت امام ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ امام علی الحق رحمتہ اللہ علیہ کے لشکر میں تھے اور جالندھر آکر بیمار ہوئے اور چند دن بعد رحلت فرمائی۔ صفحہ ۸۲ کی تحریر نے آپ کی ساری تحقیق غلط ملط کر دی ہے۔ اگر چند دن جالندھر میں رہائش پذیر رہے اور وہ بھی بحالت بیماری۔ پھر لوگوں کا گذارش کر کے آپ کو جالندھر ٹھہرانا۔ کرامات کا سرزد ہونا لوگوں کا جمع ہو کر اسلام قبول کرنا جوگی کے ساتھ مقابلہ کرنا ایک عجیب و غریب تحریر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ساگر وارثی صاحب قبلہ کی تحقیق و تحریر نے شبہات پیدا کر دیئے ہیں۔ البتہ جو حالات حضرت میاں محمد طفیل ناصری صاحب نے لکھے ہیں ان میں شبہات نہیں پائے جاتے۔ تحریر اور حالات میں ایک ربط قائم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(علی اصغر چشتی صابری جالندھری ۲۷ ذی قعد ۱۴۱۹ھ / ۹۹۔ ۳۔ ۱۵ء)

شیخ یوسف بن شیخ ابی بکر برکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ الاعظم شیخ پیر ولی کے مرید تھے۔ شیخ العالم شیخ درویش آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ اثنائے سلوک میں آپ کو ارشاد و ہدایت کی آرزو پیدا ہوئی۔ اپنے پیر سے اجازت کے لئے کہا لیکن نہ ملی۔ اپنے مرشد کی وفات کے بعد شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ابن شیخ عبدالواحد فاروقی چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہما کی صحبت میں داخل ہو گئے اور ہدایت حاصل کی۔ چار روز بعد شیخ احمد نے طلب کر کے فرمایا "ارادے سے ذکر کیا کرو دل خود بخود ذکر کرنے لگے گا۔" آپ قصبہ ابراہیم پور میں رہتے تھے۔ ۱۰۳۴ھ میں انتقال فرمایا۔

(انوار الوارثین از ساگر وارثی)

Marfat.com

شیخ محمد سنگتوئی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ پیرولی رحمتہ اللہ علیہ کے مقبول اور منظور نظر مرید تھے۔ ایک دن آپ نے حالت وجد میں فرمایا "میں کرتا نہیں۔ اگر کروں تو ہر روز بارہ اشخاص کو اللہ تعالیٰ سے آشنا کرا سکتا ہوں۔" آپ حاجی موسیٰ بن شیخ بایزید سنگتوئی کے چچا تھے۔ شیخ محمد سنگتوئی شیخ بایزید اور حاجی موسیٰ تینوں ہی صاحب ولایت بزرگ تھے۔ جب شیخ الاعظم شیخ پیرولی اپنے مرشد حضرت غوث الاکرم سے رخصت ہو کر ایک جماعت کے ساتھ جالندھر سے کانی گرام کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں احباب سے فرمایا "میں نے ایک سنگتوئی بچے (شیخ محمد) کو شکار کیا ہے۔ اس پر نظر کرم رکھنا۔" آپ کا ایک عقید تمند کدائی بنب حسن بن نظام ملتانی تھا۔ اس نے شیخ محمد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں اولاد کے لئے عرض کیا۔ آپ نے دعا فرمائی وہ صاحب اولاد ہوا۔ (انوار الوارثین)

۴۔ شیخ بدرالدین سلطانپوری رحمتہ اللہ علیہ۔ شیخ انور نور سرائی رحمتہ اللہ علیہ

دونوں بزرگ حضرت سید احمد مجدد الف ثانی کے فرزند سوم حضرت محمد معصوم سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ حضرت محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں خلافت سے نوازا۔ شیخ بدرالدین کو سلطانپور اور شیخ انور نور سرائی کو اشاعت طریقت سلسلہ نقشبندیہ کے لئے نور محل بھیجا۔ ان دونوں سے ضلع جالندھر کے دونوں علاقوں میں سلسلہ نقشبندیہ جاری ہوا۔ (انوار الوارثین)

حضرت میاں حیرت شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں حیرت شاہ جنوری ۱۸۹۴ء میں بمقام جالندھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میاں احمد بخش ایک صوفی منش صاحب ریاضت بزرگ تھے۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ کے نامور بزرگ سراج الشعراء لسان الطریقت میاں بیدم شاہ وارثی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور وہ سلسلہ وارثیہ کے بانی حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دیوا شریف کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جالندھر شہر میں ہی حاصل کی اور اس کے بعد لاہور آکر سلسلہ تعلیم جاری رکھا۔ بی اے کرنے کے بعد محکمہ تعلیم گورنمنٹ پنجاب میں سرکاری ملازمت اختیار کی۔ چند سال محکمہ مال و پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف

Marfat.com

میں بھی معزز عہدے پر قائم رہے۔

۱۹۲۷ء میں آپ دہلی سے بغرض زیارت و حاضری سرکار سیدنا وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ اقدس پر تشریف لے گئے۔ اسی سال آپ نے حضرت بیدم شاہ وارثی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ احرام پوشی کے بعد ملازمت اور گھربار چھوڑ دیا اور روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ بقول ساگر وارثی آٹھ آٹھ دن بعد افطار کرتے۔ اکثر موج میں آکر فرماتے کہ کپور تھلہ (ریاست ضلع جالندھر۔ بھارت) کے جنگلوں میں اکثر راتیں بسر ہوتی تھیں اور ریاضت و عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت بیدم شاہ وارثی کی تشریف آوری جالندھر شہر میں اکثر ہوتی تھی۔ انہی کے توسط سے بہت سے لوگ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ میں داخل ہوئے۔ انہی میں حضرت میاں ابر شاہ وارثی جالندھری بھی ہیں۔

ابر شاہ وارثی کا سن وفات (ابر شاہ وارثی پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ملتان میں رہائش پذیر ہوئے اور ملتان ہی میں ماہ جولائی یا اگست ۱۹۶۳ء میں وفات پائی۔ چشتی)

میاں حیرت شاہ وارثی کا معمول تھا کہ جب تک حضرت بیدم شاہ جالندھر شہر میں قیام کرتے تو آپ روزانہ شام سے صبح تک درگاہ امام ناصرالدین اور رنج پیر رت جگا فرماتے اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ آپ نے سلسلہ وارثیہ کی اشاعت کے لئے "جمعیتہ الوارثیہ" کی بنیاد جالندھر شہر اور کرتارپور (بھارت) پاک پتن شریف' ملتان بہاولپور اور کراچی میں رکھی اور مراکز کھولے۔

میاں انوار علی امرتسری میاں حیرت شاہ کے ہمعصر میاں انوار علی شاہ امرتسری تھے۔ یہ حضرت اوگھٹ شاہ کے مرید تھے۔ صحیح معنوں میں درویش تھے۔ ان کی زندگی کا زیادہ حصہ میاں حیرت شاہ کے ساتھ گزرا۔ ان کی ملاقات میاں حیرت شاہ سے دیوا شریف میں ہوئی تھی۔ ان کا وصال ۲۵ مئی ۱۹۶۹ء میں بہاولپور ہوا۔ جسد کو لاہور لاکر سوتر مل جی ٹی روڈ لاہور میں دفن کیا گیا۔ حضرت حیرت شاہ نے غالباً ۱۹۳۷/۱۹۳۶ء میں فریضہ حج ادا کیا اور افغانستان' ایران' عراق' مصر' اردن' شام' دمشق تقریباً تمام عرب ممالک کی سیاحت کی۔ خانقاہوں پر بھی حاضری دی۔ حضرت حیرت شاہ نے کل ستائیس حج کیے۔ ہندوپاک کے

Marfat.com

تقریباً تمام معروف مزارات پر حاضری دی۔ پشاور، بمبئی اور کلکتہ تک حاضریاں دیں۔
پاکستان کے قیام سے قبل ۱۹۴۳ء میں آپ کا قیام زیادہ تر امیر علی بلڈنگ ریلوے روڈ لاہور میں رہا۔ حضور داتا گنج بخش کے مزار کی حاضری معمول میں شامل تھی۔ ۱۹۴۷ء میں آپ کا قیام سعدی پارک مزنگ لاہور میں رہا۔ بعد از قیام پاکستان برلب دریائے چناب نزد چنیوٹ ایک مندر میں قیام فرمایا۔ اس جگہ کا نام "مقام حیرت" رکھا۔ ۱۹۵۸ء میں کراچی میں قیام کیا۔ وہاں سے دیوا شریف (ضلع بارہ بنکی) تشریف لے جاتے تھے۔ آخری عمر میں ڈھاکہ چلے گئے تھے۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو کراچی تشریف لائے۔ بیمار تھے۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء بمطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۳۸۳ بروز جمعرات انتقال فرمایا۔ پاپوش نگر کے قبرستان کراچی میں مدفون ہوئے۔ (انوار الوارثین)

حضرت عبدالقادر نقشبندی المعروف بہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (تولیڑے والے)

آپ کی ولادت باسعادت ۲ ربیع الاول ۱۲۶۸ بروز ہفتہ صبح صادق کے وقت شر پھلور ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب۔ بھارت) میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۱۱۳ سال ہوئی یعنی آپ کا وصل ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۶۱ء میں ہوا۔ حیدر آباد سندھ میں مدفون ہیں۔

آپ نے اپنے پیرو مرشد حاجی کریم بخش پھلواری نقشبندی مجددی سے تعلیم و تربیت اور روحانی فیضان حاصل کیا اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ کی شادی اپنے ہی خاندان میں ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد بیوی کا انتقال ہو گیا اس کے دس بارہ سال بعد تک جذب و مستی کی حالت رہی۔ گڑ گاؤں (مشرقی پنجاب۔ بھارت) کے جنگلوں میں مستانہ وار پھرتے رہے۔ آپ کے پہلے مرشد حاجی کریم بخش پھلواری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ رمضان ۱۳۰۱ کو وفات پا گئے اس کے بعد آپ نے سائیں توکل شاہ صاحب کی صحبت اختیار کی۔

سائیں توکل شاہ صاحب ۴ ربیع الاول ۱۳۱۴ میں فوت ہو گئے۔ اب آپ نے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔

Marfat.com

وہاں آپ نے مجاہدات کئے۔ خواجہ صاحب کا ارشاد ہوا کہ قصبہ تولیڑہ ریاست الور (بھارت) چلے جاؤ۔ آپ وہاں پہنچے تو مینو قوم کے لوگوں نے آپ کو پریشان کیا۔ آپ نے قصبہ سے دو میل دور ایک درخت کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا اور ریاضت و عبادت میں مشغول ہوگئے۔ جب آپ نے قصبہ تولیڑا کو چھوڑا تو اس قصبہ میں طاعون پھوٹ پڑا۔ کسی اللہ والے نے کہا کہ تم لوگوں نے اس درویش کو تنگ کر کے نکالا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی طاعون کی شکل میں وارد ہوئی ہے۔ اہل قصبہ آپ کی منت سماجت کر کے واپس قصبہ میں لائے۔ طاعون کی وبا ختم ہوگئی۔ دوران ہندو سکھ فساد حضرت عبدالقادر صاحب جولائی ۱۹۴۷ء میں قصبہ تولیڑہ سے دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں سے پھلور (ضلع جالندھر) ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔ لاہور میں پندرہ بیس دن کے قیام کے بعد قصبہ ٹھٹھہ مانک نزد نوشہرہ ضلع گوجرانوالہ میں اہل تولیڑہ کے ہمراہ قیام پذیر ہوئے۔ ۲ صفرالمظفر ۱۳۶۷ھ کو آپ کے حقیقی برادر بزرگ حضرت امیرالدین المعروف بہ میراں بخش وصال کر گئے۔ آپ نے ان کا مزار بنایا۔ ۱۹۴۹ء میں اپنے خاص مرید رحیم بخش عرف میگھ مل کے فوت ہونے کے بعد آپ حیدر آباد سندھ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک خلق خدا آپ سے فیضیاب ہوئی۔

ایک مرتبہ ایک انگریز حیدر آباد شہر میں جاسوسی کر رہا تھا۔ آپ نے روحانی طور پر اسے منع کیا۔ وہ آپ کی تلاش کرتا ہوا خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوگیا۔ اس کا اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ آپ نے ۱۹۶۱ء میں پنجاب میں سیاحت فرمائی اور واپسی پر غسل فرمایا۔ اسی روز آپ کا انتقال ہوا۔

(انوار الوارثین صفحہ ۱۷۸/۱۷۹/۔ چشتی)

(نوٹ) سن اور تاریخ میں بہت گڑبڑ ہے شاید کمپیوٹر کی غلطیاں ہیں۔

حضرت شاہ محمد غوث چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ نے بھٹکے ہوئے لوگوں کو .فیضان چہار سلسلہ راہ ہدایت بتائی۔ آپ کے مریدین خاص میں حضرت قطب عالم سید فضل شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی سید نبی بخش بھی تھے۔ آپ کا مزار اقدس بستی نو کی قریب قبرستان سید کبیر رحمتہ اللہ علیہ مزار مرجع خلائق تھا...... (انوار الوارثین)

Marfat.com

نوٹ۔ سن وفات۔ مرشد کا نام نہیں لکھا۔
(بستی نو نزد بستی شیخ درویش جالندھر۔ قبرستان شہر جالندھر کے مغرب میں بستی شیخ درویش آنے والی شاہراہ پر تھا۔ بستی نوشال میں تھی)

قطب عالم حضرت سید فضل شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے اباؤاجداد دو سوہہ ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب۔ بھارت) کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے جالندھر آگئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید نبی بخش تھا (جو شاہ محمد غوث چشتی کے مرید تھے) اور والدہ ماجدہ کا نام عمر بی بی تھا۔ دونوں درویشانہ صفت کے حامل تھے۔ آپ کی ولادت تقریباً ۱۸۷۷ میں شہر جالندھر میں ہوئی۔ اپ کی رہائش محلہ سراج گنج (بستی شیخ درویش) میں تھی۔ بچپن سے ہی گفت و شنید اور نشست و برخاست ایک غیر معمولی شخصیت کی نشاندہی کرتی تھی۔ اکثر اوقات مسجد میں گزارتے تھے۔ غرباو مساکین کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہر طرح سے ان کی مدد فرماتے۔ آپ نے کسی مدرسہ اسکول یا کالج میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ چودہ سال کی عمر میں آپ پر مستانہ کیفیت طاری ہوئی اور بارہ سال تک اسی حال میں رہے۔ اس کے بعد حضرت میاں خدا بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ (جو حضور غوث پاک بغداد شریف کے کلید بردار حضرت احمد شرف الدین گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ میاں خدا بخش قادری (حالات اسی کتاب کے حصہ اول میں لکھے جا چکے ہیں۔) سے بیعت فرمائی اور سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک ہوئے۔ وقت بیعت عرض کیا "حضور! آپ جو مجھے کھلایا کریں گے کھالیا کروں گا۔ جو پلائیں گے پی لیا کروں گا۔ جو کپڑا پہننے کے لئے حکم ہوگا پہن لیا کرونگا۔ جس جگہ ٹھہرنے کا حکم ہوگا وہی میری قیامگاہ ہوگی۔"
آپ چودہ سال مرشد کی خدمت میں رہے' ان باتوں پر کاربند رہے۔ آخر مرشد کی جانب سے ہر چہار سلاسل میں صاحب مجاز ہوئے۔ مخلوق خدا نے آپ کی طرف رجوع کیا اور فیض پایا۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد آپ پاکستان تشریف لائے اور ماموں کانجن تحصیل سمندری ضلع لائیلپور (فیصل آباد) میں عارضی سکونت اختیار کی اور ۱۹۵۲ء میں لاہور تشریف فرما ہوئے اور دین اسلام کی اشاعت فرماتے رہے۔ چالیس سال کی عمر میں شادی کی چار لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

آپ بڑے عابد' زاہد' متقی اور پرہیزگار تھے۔ متحمل مزاج بلند حوصلہ' صبرو شکر اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کا وصال ۳ جولائی ۱۹۷۸ء میں ہوا۔ مزار شریف آستانہ عالیہ قادریہ کے نام سے انفنٹری روڈ دھرم پورہ (مصطفیٰ آباد) لاہور میں ہے۔ (انوار الوارثین)

حضرت سید میراں شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۳۹ میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت ولی محمد رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ (کس سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے معلوم نہیں) اور صاحب مجاز ہوئے۔ جالندھر شہر محلہ سیداں میں بوھڑ والی مسجد میں بیٹھ کر تبلیغ دین حقہ فرماتے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ نے ہیر رانجھا' میرزا صاحباں' سوہنی مہینوال اور کلیات میراں شاہ' گلدستہ میراں شاہ کتابیں تصنیف فرمائیں جو اب نایاب ہیں۔

نمونہ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قادری نوشاہی سلسلہ سے منسلک تھے۔

بابا گپی شاہ نوشاہی حجروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ پیر محمد غریب نوا (ساکن حجرہ متصل آدم پور ضلع جالندھر) کے مرید تھے اور وہ مرید اور خلیفہ بخت جمال تیر انداز جھنگی والے کے تھے۔ خلیفہ بخت جمال بڑے صاحب کمال فقیر اور اہل کلام درویش تھے۔ نواب معشوق یار جنگ بہادر بی اے علیگ کمشنر حیدر آباد دکن نے "مقامات محمود" میں ایک جگہ ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

مولوی نیاز محمد خاں وکیل جالندھر اور ٹرسٹی ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ' غریب نواز (یعنی قاضی سلطان محمود صاحب اعوان شریف) کے گہرے دوست تھے۔ ان کی (مولوی صاحب) اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ غم نے دل کو دبا لیا۔ مرحومہ سے روحانی تعلق قائم کرنے کی (قاضی صاحب سے) درخواست کی۔ شیخ کریم (قاضی صاحب) نے منظور فرمائی۔ پھر تو ان کو (مولوی صاحب) کشف القبور پر اتنا ملکہ حاصل ہوا کہ چلتے چلتے اہل مزار سے اشارے کنایے ہوجاتے تھے۔ (ایک دفعہ مولوی صاحب) فرمانے لگے کہ میں آدم پور کی مجلس سماع میں شرکت کے لئے جا رہا تھا راستے میں بابا گپی شاہ نوشاہی کا مزار پڑا۔ سلام کیا۔ (کشف میں) ارشاد ہوا (یعنی گپی شاہ نے فرمایا) "مار دے کالے کتے کو ڈنڈا" مفہوم (مولوی صاحب کی)

Marfat.com

سمجھ نہ آیا۔ چلتے گئے۔ مجلس سماع جمی اتفاقاً ایک شخص مجذوب کا سا حلیہ بنائے کچھ پی کر آنکھیں سرخ کئے کالا کمبل اوڑھے مجلس کے عین وسط میں آ بیٹھا۔ اوا توا بولنے لگا۔ خان صاحب (مولوی صاحب) نے پہلے تو تحمل اور تامل سے کام لیا۔ پھر یکایک موٹا ڈنڈا اٹھا اس شخص پر برس پڑے۔ (انوار الوارثین) گویا باباجی نے جو کشف میں ارشاد فرمایا پورا ہوگیا۔ گویا باباجی ایک باکمال درویش تھے۔

میاں مجنون شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ جالندھر کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ حضرت شیخ عبدالغفور صاحب رحمتہ اللہ علیہ بستی دانشمند والوں کے مقبول مرید و خلیفہ تھے۔ مرشد پاک نے اپنی نگاہ سے انہیں سیف اللسان بنا دیا تھا۔ مقام فقر میں بلند مقام رکھتے تھے۔ کہتے ہیں بستی دانشمند کے کسی پٹھان نے آپ کے مرشد کے مزار شریف سے بلند تین منزلہ مکان بنالیا۔ آپ کو اس کا یہ فعل اچھا نہ لگا۔ ایک چھڑی اٹھائی اور چھڑی کی نوک اس کے مکان کی طرف بطور نشانہ کر کے تین بار کہا۔ ٹھاہ۔ ٹھاہ۔ ٹھاہ اسی آن وہ مکان زمین بوس ہوگیا۔ پھر وہ کبھی بھی تعمیر نہ ہوسکا۔ ایک مرتبہ آپ گاؤں سے بستی دانشمند آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مرشد کے باغیچہ کے چند درخت کاٹے پڑے ہیں۔ پوچھا یہ کس نے کاٹے ہیں لوگوں نے کہا کہ صاجزادوں نے کاٹے ہیں۔ آپ درختوں سے لپٹ کر روتے اور فرماتے جاتے "اے میاں صاحب کے باغ کے درختو! تمہیں کاٹ دیا گیا۔" پھر جلال میں آگئے۔ چھڑی کا رخ صاجزادوں کی طرف کر کے تین مرتبہ فرمایا ٹھاہ۔ ٹھاہ۔ ٹھاہ۔ اسی وقت صاجزادے انتقال کر گئے۔ (انوار الوارثین)

(نوٹ) حضرت میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ہی صاجزادے تھے اور وہ بے اولاد فوت ہوگئے تھے۔ آپ محبوب مرید و خلیفہ حضرت مرزا علی خاں مرحوم سجادہ نشین ہوئے اور ان کے بعد ان کی اولاد سجادہ نشین ہوتی چلی آئی۔ آخری سجادہ نشین حضرت یحیٰی خاں تھے۔ اسی کتاب کے پہلے حصہ میں تفصیلی ذکر ہے۔ (چشتی)

Marfat.com

حضرت بابا پیر کناہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ موضع کورالہ ضلع جالندھر میں سکونت رکھتے تھے۔ ان کے مرید خاص الف دین عرف الفو شاہ تھے۔ پیر کناہ شاہ اکثر اپنے مرید الف دین سے ملنے ان کے گاؤں اٹل گڑھ ضلع ہوشیار پور (۵ میل بجانب جنوب) جایا کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ پانچ سات گھڑ سوار منجملہ علماء و فقراء ہوتے تھے۔ قوال بھی ہمراہ ہوتے تھے۔ موضع اٹل گڑھ جتنے دن ٹھہرتے الف دین کے پاس ہی رہتے۔ لنگر اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتے۔ ان کی محفل میں ایک شخص ہیرا غازی' بھی حاضری دیتا تھا۔ ایک دن موقع پا کر ہیرا غازی نے پیر کناہ شاہ سے درخواست کی کہ مجھے بھی اپنی غلامی میں قبول کر لیں۔ آپ نے فرمایا "تمہارا فیض الفو شاہ کے پاس ہے۔ ان کی خدمت میں رہا کرو اور روحانی فیضان حاصل کرو۔"

جب دوسری مرتبہ پیر کناہ ساہ اٹل گڑھ میں تشریف لائے تو انہوں نے الف دین کے کھیتوں میں ڈیرہ لگایا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو الف دین نے مرشد سے عرض کیا۔ "حضور، پیرو مرشد! میرا خیال ہے کہ ہیرے شاہ (ہیرا غازی) کا یہاں ڈیرہ لگوا دوں۔ پھر باجازت مرشد ہیرے شاہ کے نام تاحین حیات اراضی وقف کر دی۔ اس زمین میں باغ لگایا گیا اور اس کے بعد یہاں پر تعلیمی ادارہ توحید و تصوف فلسفہ اسلام قائم کیا گیا۔ دور و نزدیک سے یہاں مشائخ کرام آتے اور دینی و دنیوی تعلیم حاصل کرتے۔ (انوار الوارثین بحوالہ تاریخ جٹاں از چوہدری غلام رسول)

میاں ملک شاہ ملک پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع ملک پور ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ بابا ملنگ شاہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی۔ آپ کے مریدین کا سلسلہ جالندھر فیروز پور اور ہوشیار پور وغیرہ میں کافی تھا۔ زیادہ تر سیاحت میں زندگی بسر کی۔ ایک درویش کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ جو سامان وغیرہ اٹھاتا تھا۔ ایک دفعہ موضع تلونڈی ضلع فیروز پور جانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک سکھ جاٹ سے تکرار ہو گئی۔ سکھ نے آپ پر حملہ کرنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو آپ کی نگاہ جلالت سے اس کا بازو شل ہو گیا۔ ایک دوسرے شخص نے بازو سیدھا کرنا چاہا تو

Marfat.com

بازو سیدھا نہ ہوا بلکہ ٹوٹ گیا۔

آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

سادھو من کی مالا پھیر پنتھ کو سب سے نیارا
تینوں بھر بھر دیوے. جام وصل دے مرشد پیارا
چوبیں ھزار مالا لما منکا ناں حساب دے پھیریں
توں تاں کتے بھل نہ جائیں ایہ حساب شارا

انوار الوار ثین بحوالہ ارشاد مرشد مخطوطہ

(سید شریف احمد شرارفت)

حضرت محمد غوث چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وطن کرتار پور ضلع جالندھر تھا۔ آپ حضرت فخرالدین فخرجہاں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ و مرید تھے۔ حالات دستیاب نہیں ہوئے۔ (انوار الوار ثین)

حافظ محمد عبداللہ نظامی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد عبداللہ چشتی نظامی جالندھر کے رہنے والے تھے۔ خلق خدا کو ان سے بہت فیضان ہوا۔ اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرتے تھے۔ لوگوں کو بھی محنت مزدوری کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ سے لوگ متاثر ہو کر آپ سے اپنے لئے نیکی کے راستہ پر چلنے کی دعا کرواتے۔ آپ کے مریدین بہت تھے۔ آپ کے مریدین سے آپ کے خلیفہ سائیں فتح علی شاہ چشتی نظامی جالندھری تھے۔ آپ کا مزار اقدس تکیہ حاکم شاہ (برلب سڑک ٹانڈہ) قبرستان حضرت شاہ سکندر میں مرجع خلائق تھا۔

حافظ عبداللہ صاحب حافظ قادر بخش چشتی نظامی لدھیانوی کے مرید تھے۔ مخلوق خدا آپ کی عاشق اور گرویدہ تھی۔ حافظ قادر بخش لدھیانوی حضرت حافظ غلام چشت رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حافظ غلام چشت نے ہوشیار پور میں خلق خدا کو صراط مستقیم سے آشنا کیا۔ ان کا مزار محلہ کمیٹی گنج ہوشیار پور میں تھا۔

شجرہ طریقت: حافظ محمد عبداللہ جالندھری مرید و خلیفہ ' حافظ غلام قاعر لدھیانوی مرید و خلیفہ ' سید حافظ غلام چشت ہوشیارپوری مرید و خلیفہ ' عالم یقین علی شاہ مرید و خلیفہ ' حضرت

Marfat.com

عبدالرزاق مرید وخلیفہ' حضرت عبدالباقی (وفات ۱۱ محرم الحرام ۱۲۰۲ھ بروز چہار شنبہ بوقت عصر۔ مزار لکھنؤ میں ہے) مرید و خلیفہ' خواجہ محمد صادق مرید وخلیفہ۔ خواجہ محمد عاشق مرید' حضرت محمد فرخ شاہ مرید' سید قطب الدین شاہ مرید' خواجہ نظام الدین بن عمر نارنولی مرید' خواجہ حضرت علی ناگوری مرید' خواجہ اسماعیل مرید' خواجہ محمد حسن مرید' خواجہ سالار مست مرید' خواجہ سالار فاروقی مرید' خواجہ افتیار الدین مرید و خلیفہ' خواجہ برہان الدین محمد ساوی مرید' خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی مرید وخلیفہ' نظام المشائخ حضرت خواجہ علام الدین دہلوی مرید و خلیفہ' شیخ الاسلام زہد الانبیاء حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ و علیہم اجمعین

(انوار الوارثین)

حضرت سائیں فتح علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

سائیں جی قوم روہیلہ پٹھان سے تعلق رکھتے تھے۔ حافظ محمد عبداللہ چشتی نظامی کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ کی سکونت بمقام بڑا پنڈ پٹی کمال پور تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں تھی۔ آپ حکیم حاذق تھے۔ اپنے علاقہ میں مطب کرتے تھے گویا روحانی و جسمانی معالج تھے۔ منکسرالمزاج' غریب پرور اور باشرع فقیر تھے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ سے ہر شخص متاثر تھا۔ آپ کا رنگ گندم گوں اور قد تقریباً ۵.۵ ساڑھے پانچ فٹ تھا۔ انداز گفتگو نہایت نرم تھا۔ غریب مریدین کی مالی مدد فرماتے تھے۔ آپ کی غذا اور لباس سادہ تھا۔ تمام عمر اسی حالت میں بسر کی۔ ۱۹۴۷ء میں منٹگمری (ساہیوال) آکر آباد ہوئے۔ صاحب انوار الوارثین لکھتے ہیں کہ جب میں ان سے ملاقی ہوا تو ان کے ہاتھ میں رعشہ آچکا تھا۔ باآسانی تحریر انہیں فرماسکتے تھے۔ آپ کا وصال ساہیوال میں ہوا۔ (تاریخ و سن معلوم نہیں) آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے مخلص مرید سائیں مہردین (جو اپنے پیر کے ہم وطن تھے اور اسی گاؤں کے باسی تھے) نے اپنی رہائش گاہ بمقام اروپ شریف تحصیل و ضلع گوجرانوالہ کے قریب ہی موضع چاہ معافی آپ کے جسم پاک کو لا کر دفن کیا۔ سائیں فتح علی شاہ کا عرس ہر سال ۱۶ چیت بمطابق ۲۹ مارچ کو بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ عرس میں محبان اولیا کثیر تعداد میں شرکت کر کے مسرتیں حاصل کرتے ہیں۔ سائیں صاحب عشق و مستی میں آکر شعر بھی کہا کرتے تھے۔ نمونہ

Marfat.com

شعر

اے فتح راز یہ سینے میں دبائے نہ رہے
میں چھپاتا ہی رہا لیکن یہ چھپائے نہ رہے
مجھکو آزاد کیا کعبہ و بت خانے سے
مست و دیوانہ کیا ایک ہی پیمانے سے
درد دل دیکھا فتح بادہ بے ہوشی میں
کھلے کیا راز دروں اس میری خاموشی میں
اس دل بے زار کی بگڑی بنا دے ساقی
جس سے من و تو نہ رہے تو وہ بتا دے ساقی

(انوار الوارثین)

حضرت صوفی احمد ؒ

آپ ظاہری و باطنی کمالات کے مالک تھے۔ خاص جالندھر شہر محلہ کشن چند میں رہائش رکھتے تھے۔ آپ کی بیعت و عقیدت حضرت شیخ انور صاحب سکنہ بجوھا خورد تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں ہوئی۔

حضرت صوفی صاحب عظیم انسان تھے۔ ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ لوگوں کو نیکی کی ہدایت فرماتے۔ اپنے پیشو سے نہایت عقیدت رکھتے تھے۔ پیر کامل کی نگاہ نے صوفی صاحب کو صوفی باصفا بنا دیا تھا۔ نیک لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب صوفی صاحب کی کرامات و مکاشفات مشہور ہوئے۔ انہوں نے اپنے زہد و تقویٰ کے باعث شہرت حاصل کی تو بہت سے علماء و فضلاء ان سے بیعت ہوگئے۔ مولانا مولوی خلیل احمد صاحب کا ارادہ بیعت کا تھا انہوں نے مرشد کی تلاش میں بہت جستجو کی لیکن ان کی نظر میں کوئی کامل پیر ظاہر نہ ہوا۔ مولانا کا کئی مرتبہ خیال ہوا کہ صوفی صاحب کی بیعت کر لوں لیکن ہر مرتبہ دوسرا خیال کہ نہایت سادہ اور امی ہیں مانع آتا رہا۔ ایک رات انہیں خواب میں اشارہ ہوا کہ صوفی صاحب کو اپنا مرشد بنا لو۔ تمہیں دین و دنیا کے ظاہری و باطنی فوائد حاصل ہوں گے۔ دوسری رات انہوں نے استخارہ کیا تو بھی یہی اشارہ ہوا۔ تیسری رات پھر یہی اشارہ ہوا۔ (آخر آپ صوفی

Marfat.com

صاحب کے بیعت ہو گئے) (انوار الوارثین)

حضرت عاقل شاہ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

عاقل شاہ بخاری سیرانی کے حالات تو معلوم نہیں ہیں۔ ساگر وارثی صاحب نے ان کی ایک کرامت اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔

حضرت سیرانی صاحب نے اپنا مکان جوڑیاں والے چاہ پر بنایا ساتھ ہی ایک خوبصورت باغیچہ لگایا۔ جالندھر شہر میں عاشور نامی ایک مغل مشہور آدمی تھا۔ سیرانی کے باغیچہ کے ساتھ ہی آموں کا باغ تھا۔ ایک دن مغل اپنا ہاتھی اور گھوڑے باغ میں باندھ کر خود سو گیا۔ ایک گھوڑا رسا چھڑا کر حضرت عاقل شاہ بخاری سیرانی کے باغیچہ میں جا گھسا۔ اسے دھمکایا گیا تو وہ گھوڑا گر پڑا اور ٹانگ پر چوٹ آئی۔ میرزا صاحب بیدار ہوئے تو اس نے اپنے گھوڑے کو لنگڑا پایا۔ اس نے غصہ کھا کر سیرانی کے دو سخت چوٹیں لگائیں۔ وہ چوٹیں کھا کر خاموش ہو رہے۔ البتہ اتنا فرمایا۔ "میرزا اگر تیری پیشانی پر گولی لگے تو یہ سمجھنا کہ وہ تیرے اعمال کا ثمرہ ہے۔ تقدیر کا اثر نہیں۔" لہٰذا میرزا شہر جالندھر میں داخل ہو رہا تھا کہ گولی سیدھی اس کی طرف آئی اور اس کی پیشانی پر لگی۔ لہٰذا جو ارشاد ہوا اس کا مقدر بن گیا۔ (انوار الوارثین)

حضرت عاقل شاہ بخاری کے مزار اقدس پر ہر سال عرس ہوتا تھا۔ ان کا مزار بستی شیخ درویش میں جالندھر شہر جانے والی سڑک کے مشرقی جانب تھا۔

حضرت پیر محمد شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت پیر احمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت پیر محمد کی سکونت قصبہ ڈھلوان ریاست کپور تھلہ (ضلع جالندھر۔ بھارت) میں تھی۔ آپ ان تمام صفات سے متصف تھے جو ایک فقیر کامل اور ولی کامل میں ہونے چاہئیں۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ صابریہ کو کافی فروغ دیا۔ حلقہ احباب کافی وسیع تھا اور محبان اولیاء میں آپ ہر دلعزیز تھے۔ دین اسلام کی تبلیغ کرنے میں تن من دھن کی بازی لگا دی۔ مخلوق خدا کو راہ ہدایت دکھائی۔ آپ کا مزار شریف قصبہ ڈھلوان ہی میں تھا۔ آپ کے مرشد پیر احمد علی شاہ صاحب چشتی صابری بھی قصبہ ڈھلوان میں سکونت پذیر تھے۔ ان کی بیعت حضرت خواجہ غلام

Marfat.com

علی شاہ چشتی صابری سے تھی۔

(انوار الوارثین بحوالہ رسالہ الرائی ۱۹۹۴ء)

حضرت خواجہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ غلام علی شاہ پیر احمد علی شاہ کے مرشد اور پیر محمد صاحب کے دادا مرشد تھے۔ اور خواجہ غلام علی شاہ کے مرشد خواجہ جیون شاہ چشتی صابری تھے اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ بھی قصبہ ڈھلوان میں رہائش رکھتے تھے۔ آپ نے بھی سلسلہ چشتیہ کا کافی کام کیا۔ ان کا سلسلہ طریقت دستیاب نہیں ہوا' اور نہ ہی حالات زندگی ملتے ہیں۔ (وارثی صاحب کہتے ہیں کہ حالانکہ بزرگان دین کا قول ہے۔) نام نیکو رفتگان ضائع مکن

حضرت شیخ حسین منصور نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وطن مالوف جالندھر تھا۔ آپ نے روحانی تعلیم حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی ابن مجدد الف ثانی (رحمہم اللہ) سے حاصل کی۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اکثر مکتوبات حضرت محمد معصوم نے حضرت شیخ منصور جالندھری کے نام پر تحریر فرمائے ہیں جس میں راہ طریقت کی تعلیم ہوتی تھی۔ ایک خط نقل کیا جاتا ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفے۔ صحیفہ پہنچا۔ مسرت بخشی۔ الحمد للہ کہ فقیر کو ان دنوں صحت کلی حاصل ہے اگرچہ ابھی پیدل نہیں چل سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خطاء غلطی سے معاف رکھے کیونکہ کشف میں خطاء غلطی کا ہونا ثابت ہے۔ اسرار الٰہیہ اور اعتقادات و عبادات کے کشف کی کسوٹی شریف حقہ ہے۔ جو کشف قوانین شرعیہ کے موافق ہو اور اس سے متصادم نہ ہو وہ اعتماد کے قابل ہے۔ اور اگر متصادم ہے تو قابل اعتماد نہیں' (والسلام اولاً و اخیرا)

(انوار الوارثین)

Marfat.com

شیخ شرف الدین سلطانپوری

حضرت شیخ شرف الدین سلطانپور ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ شرف الدین کے نام مندرجہ ذیل مکتوب لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بندہ الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسولہ التحیات (بخیریت) تحفہ گرامی جو بھیجا تھا پہنچا۔ حلقہ صبح و پیشین کی پابندی۔ بعد مغرب طریقہ توجہ بیاراں۔ گرامی مجلس تاثیر توجہات اور ظہور و آثار و ترقیات عظیمہ کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اس سے بے انتہا مسرت ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو بندوں کو اللہ کا محب بنائے اور اللہ کی محبت کو اس کے بندوں کی طرف متوجہ کرے۔" تصحیح نیت میں جان و دل کے ساتھ کوشاں ہوں اور ہمت کریں کہ معرفت سے کوئی موتی ہاتھ لگے تاکہ سات پشتوں کی سعادت کا سبب بنے۔ والسلام اولگاو آخرا

(انوار الوارثین)

حضرت ملا مشتاق برکی علیہ

آپ برکی پٹھان خاندان جالندھر سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ بھی حضرت محمد معصوم سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سے تربیت یافتہ تھے۔ بعد میں انہی سے خرقہ خلافت ملا۔ خواجہ محمد معصوم آپ سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ ایک مکتوب میں ان کے لئے کچھ دینی تعلیمات فرمائی ہیں۔

بعد الحمد والصلوۃ و تبلیغ دعوات۔ جو خط ازراہ محبت ارسال کیا تھا۔ مسرت بخش ہوا۔ اس میں چند سوالات کئے تھے ان میں سے پہلا سوال یہ تھا کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرمایا۔ **انی جاعلک للناس اماما** (میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں) ایک جگہ فرمایا **واتبع ملتہ ابراھیم حنیفا** (ابراہیم کی سب سے الگ تھلگ ہو کر پیروی کیجئے۔) پس ان دونوں آیتوں کا مقتضا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) مقتدی و متبوع قرار دیے جائیں اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین افضل و

Marfat.com

اعلیٰ ہیں۔ یہی اشکال حضرت آدم کے بارے میں بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انی جاعلک فی الارض خلیفته یعنی افضلیت آدم انی جاعلک فی الارض خلیفہ میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس لئے یہ حکم نوع انسان کی خلافت کا ہے اس میں آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہیں ہے۔ چنانچہ فرشتوں کے جواب سے معلوم ہوتا ہے (کیا تو پیدا کریگا اس کو جو زمین میں فساد کریگا اور خونریزی کریگا) فساد اور سفک دماء (خونریزی) نوع انسانی میں ہے آدم میں نہیں اور خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں فرمایا تو داؤد علیہ السلام کی شان میں بھی فرمایا' اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا' حضرت (امام) مہدی کی شان میں حدیث میں وارد ہوا فان فیھم خلیفته اللہ المھدی اور اس قبیل سے قطب ارشاد غوث اور قطب مراد ہیں جو ہر زمانے میں ہوتے ہیں (حضرت معصوم صاحب سے ہم خیالی ضروری نہیں اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ چشتی) (انوار الوارثین بحوالہ اولیائے نقشبند)

نوٹ۔ فقیر نے اولیائے نقشبند کا مطالعہ کیا حضرت از نوبخش توکلی' حضرت ملا مشتاق اور حضرت خالد سلطانپوری کا ذکر نہ پایا۔

حضرت شیخ خالد سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت معصوم صاحب سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ نے ریاست کپورتھلہ کے گردو نواح میں دینی تعلیم پھیلانے میں بہت کام کیا۔ اکثروبیشتر دقیق مسائل حل کرانے کے لئے اپنے مرشد سے رجوع فرماتے تھے یا پھر ذریعہ مکتوب تھا۔ ایک خط کے جواب میں مکتوب ۲۰۸ میں ارشاد ہوتا ہے۔

مخدوما! رزق کا تنگ کرنا اور کشادہ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ کسی کو اس میں دخل نہیں ہے۔ اللہ یبسط الرزق لم یشاء من عبادہ ویقدر لہ

(اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔) بندہ مقبول وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فعل' ارادے اور تقدیر سے راضی ہو ماتھے پر بل نہ ڈالے کشادہ پیشانی اور خوش و خرم رہے۔ انسان کی سعادت ہے کہ وہ کسی امر میں ان برگزیدہ بندوں کے ساتھ شریک ہو جائے اگر بندہ اس نعمت کی قدر جانے اور راہ صبرورضا اختیار کرے تو امید ہے کہ کل روز قیامت کو بھی ان بزرگوں کے انوار و

Marfat.com

برکات میں شریک ہو گا اور ان کے دستر خوان کا بچا ہوا اٹھائے گا۔ والسلام اولاً و آخراً

(انوار الوارثین بحوالہ اولیائے نقشبند علامہ نوبخش توکلی)

شیخ محمد سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطانپور ریاست کپور تھلہ میں سکونت پذیر تھے اور مجدد الف ثانی کے خلیفہ حضرت آدم بنوری (مزار شریف نزد مزار اقدس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ جنت البقیع۔ مدینہ شریف) کے عظیم خلیفہ تھے۔ عظیم بزرگ صاحب علم و فضل اور صاحب حال و قال تھے۔ ہر بیماری کا دم بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کرتے تھے۔ بیمار شفا پاتا تھا۔ جذام کے مرض کے لئے اونٹ کی ہڈی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دم کر کے دیتے تھے اور فرمادیتے تھے کہ اسے مریض کے گلے میں باندھ دینا۔ چند دنوں میں بیمار شفا پا جاتا تھا۔ آپ ذکر کرتے تو جنگل کے جانور حاضر ہوتے آپ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور غور سے ذکر سنتے۔ آپ کی وفات ۱۰۷۵ھ میں ہوئی۔ قطعہ

چوں محمد جامع صدق و صفا
رفت در فردوس بے نقص و خلل
سال ترحیلش بسرور شد عیاں
از محمد مخزن علم و عمل

(۱۰۷۵ھ خزینتہ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری)

میاں کرم الٰہی نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

جالندھر کے کسی علاقہ میں رہتے تھے۔ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان سے سلسلہ نوشاہیہ کو کافی فروغ ملا۔ شجرہ طریقت یوں ہے۔ میاں کرم الٰہی مرید میاں محمد غوث مرید سید اکبر مرید شاہ فقیر اللہ (وصال ۲۲ ستمبر ۱۸۴۱ مزار قصبہ کیریاں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور) مرید میرزا شاہ امانت (ساکن منگلاں ریاست جموں کشمیر) مرید شاہ میاں عبدالغفور (بستی دانشمند جالندھر) مرید حافظ قائم الدین (پاک پتن شریف) مرید حضرت پیر محمد ملقب بہ پچھار پاک (نوشہرہ ضلع گجرات) مرید حضرت حاجی محمد ملقب بہ نوشہ گنج بخش (ساہن پال گجرات)

Marfat.com

(انوار الوارثین)

حضرت پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں پیر بخش جالندھر میں سکونت رکھتے تھے۔ میاں کرم الٰہی نوشاہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ ان کے مرید و خلیفہ سائیں نتھے شاہ مسلم شیخ تھے۔

(انوار الوارثین بحوالہ شریف التوارخ)

میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ (تلونڈی بوٹے خان)

نیک سیرت پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ علاقہ کے لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ موضع تلونڈی بوٹے والی ضلع جالندھر میں ساری عمر بسر کی۔ والد کا نام میاں خیر دین تھا راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان کے وجود میں آنے سے سوا سال قبل ۱۹۴۶ء میں انتقال ہوا۔ وفات کے وقت عمر تقریباً ۱۲۸ سال تھی۔ نئے دانت دوبارہ نکل آئے تھے۔ بال بھی دوبارہ سیاہ ہوگئے تھے۔ آخری عمر میں شب کے وقت چراغ کی روشنی میں تلاوت قرآن مجید کر لیتے تھے گویا متقی اور پرہیزگار اور تہجد گزار بزرگ تھے۔ فوت ہونے کے قبل پیشینگوئی فرمائی "میں اللہ تعالیٰ کے پاس جا رہا ہوں اور تم بھی اس ملک سے چلے جاؤ گے۔" ان کے بیٹے حاجی جان محمد تھے جو پاکستان میں آکر ۱۹۶۷ء میں فوت ہوئے۔ ان کی اولاد میں حاجی رانا محمد شفیع مرحوم متوفی ۶ دسمبر ۱۹۸۹ء اور حاجی رانا عبدالرشید صاحب ہیں۔ رانا محمد شفیع کی اولاد سے حاجی رانا مخدوم محمد اسحاق' محمد عابد' محمد طارق اور سہیل فقیر چشتی کے شاگرد ہیں۔ ان کے علاوہ تین لڑکے عبدالرزاق' محمد اشفاق اور ریاض ہیں۔ چند سال قبل رانا ریاض ۱۹۹۳ء میں فوت ہوگئے تھے۔ الحمدللہ باقی بقید حیات ہیں۔ رانا حاجی عبدالرشید صاحب کے تین بیٹے رانا محمد عالم' محمد عامر اور رانا اسد فقیر کے شاگرد ہیں اور عقیدت سے ملتے ہیں۔ رانا عبدالرشید صاحب بھی فقیر سے محبت رکھتے ہیں ان کی دوکان سوہا بازار میں نیشنل جیولرز کے نام سے مشہور ہے۔ رانا حاجی مخدوم محمد اسحٰق صاحب فقیر کی محفل ذکر و دوسری محافل میں باقاعدگی سے حاضری دیتے ہیں۔ کریم النفس اور سخی انسان ہیں۔ زیادہ تعریف کرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے بھائیوں کو نیکی پر قائم رکھے۔ نیکی پر خاتمہ کرے۔ آمین۔ رانا محمد اسحٰق کی دوکان سوہا بازار میں نیو یونائیٹڈ جیولرز کے نام سے موجود

Marfat.com

ہے (حاجی رانا محمد اسحٰق سوہا بازار لاہور)

حضرت عبداللہ بیابانی پھلوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے حالات کتابوں میں نہیں ملتے۔ عوام یوں بیان کرتے ہیں۔ پھلور (ضلع جالندھر) کے قلعہ کی تعمیر کے دوران معماروں کا دن بھر کا کام رات کو ختم ہو جاتا تھا یعنی دیواریں گر جاتی تھیں۔ کسی (جوگی) نے کہا اگر کسی سید کو دفن کر کے اوپر مزار بنا دیں تو قلعہ تعمیر ہو جائیگا اور سلامت رہے گا۔ اس وقت عبداللہ بیابانی کی بارات جارہی تھی اور وہ اپنی دلہن کی ڈولی لئے جا رہے تھے۔ جب انہوں نے معمار سے یہ بات سنی تو انہوں نے دلہن کی ڈولی واپس کر دی اور خود رضا کارانہ قبر میں لیٹ گئے اور فرمایا "میرے اوپر قبر بنا دو" معماروں نے قبر تعمیر کر کے اور دیوار چن کر قلعہ تعمیر کر دیا۔ قلعہ قائم رہا۔ ان کے ماتھے پر جو سہرا تھا قبر پر لٹکا دیا۔ حضرت عبداللہ کا تعلق تغلق عہد (۱۳۹۸/۱۳۲۵ء) سے تھا۔ جمعرات کے دن لوگ ان کے مزار پر حاضری دیتے تھے۔ (انوار العارفین)

حضرت شاہ شرف رحمۃ اللہ علیہ

اسی قلعہ پھلور کے شمال مغرب کی طرف ایک ریت کے ٹیلہ پر شاہ شرف کا مزار شریف ہے۔ حالات معلوم نہیں۔ اس سے ذرا آگے ہائی سکول کے قریب بابا سوڈھے شاہ کا مزار تھا۔

حضرت پیر نوگزہ رحمۃ اللہ علیہ

پھلور (ضلع جالندھر) کے ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک مزار تھا۔ عوام الناس اسے حضرت پیر نوگزہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

(انوار الورثین)

Marfat.com

شمیم جالندھر

المعروف بہ تذکرہ

اولیائے جالندھر

(حصہ سوئم)

از

علی اصغر چشتی صابری جالندھری

Marfat.com

خلفاء حضرت سید میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاقطاب حضرت سید علیم اللہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاقطاب غوث الاغواث حضرت سید علیم اللہ چشتی صابری فاضل جالندھری قدس سرہ' کا سلسلہ نسب ۳۱ واسطوں سے حضرت امام عالی مقام جناب حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ابن امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید عتیق اللہ" ' حضرت مرشد آفاق سید ابوالمعالی قدس سرہ انبیٹھہ شریف ضلع سہارنپور کے خاص مریدوں میں سے تھے اس طرح آپ کے والد آپ کے مرشد حضرت میراں بھیکھ قدس سرہ کے پیر بھائی تھے۔ آپ کی نسب روایت ہے کہ آپ پیدائشی ولی اللہ تھے آپ کی عمر چورانوے (۹۴) برس کی ہوئی۔ تاریخ الوصال ۱۶ صفر سنہ ۱۲۰۲ھ ہے۔ حضرت کا مزار شریف جالندھر شہر میں بہشتی دروازہ کے نام سے مرجع خلائق ہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے شرح گلستان' شرح بوستان' زبدۃ لروایہ فی تفسیر' شرح وقایہ' شرح فتوح الغیب' نثرالجواہر سوانح حیات حضور سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور آخری عمر میں (سنہ ۱۱۸۳ھ) کتاب نزہتہ السالکین تالیف کی جس میں تصوف کے دقیق مرحلہ اس خوبی اور اختصار سے بیان کئے ہیں جنکی مثال نہیں ملتی۔ یہ کتاب فقیر کے سامنے ہے اور اسی کے دیباچہ سے آپ کے حالات نقل کر رہا ہوں۔ **وما توفیقی اِلا باللہ**۔ پہلے حصہ میں نہائیت مختصر آپ کے حالات لکھے گئے ہیں۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اتنے عظیم صاحب ولایت کے حالات لکھنے میں تذکرہ نویسوں نے بخل سے کام لیا ہے۔ ان کے بعد آنے والوں نے اسکی نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ فقیر کو دو نایاب کتابیں ثمرۃ الفواد از حضرت محمد لطف اللہ جالندھری اور نزہتہ السالکین از حضرت سید علیم اللہ چشتی صابری جالندھری دستیاب ہوئی ہیں۔ دونوں حضرات حضرت سید محمد سعید میراں بھیکھ رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء سے ہیں۔ ان دونوں نایاب کتابوں سے جو مواد ملا ہے۔ زینت قرطاس کرنے کی سعی کر رہا ہوں۔

حضرت سید علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا نسب نامہ مندرجہ ذیل ہے۔

Marfat.com

شجر نامہ حضرت علیم اللہ

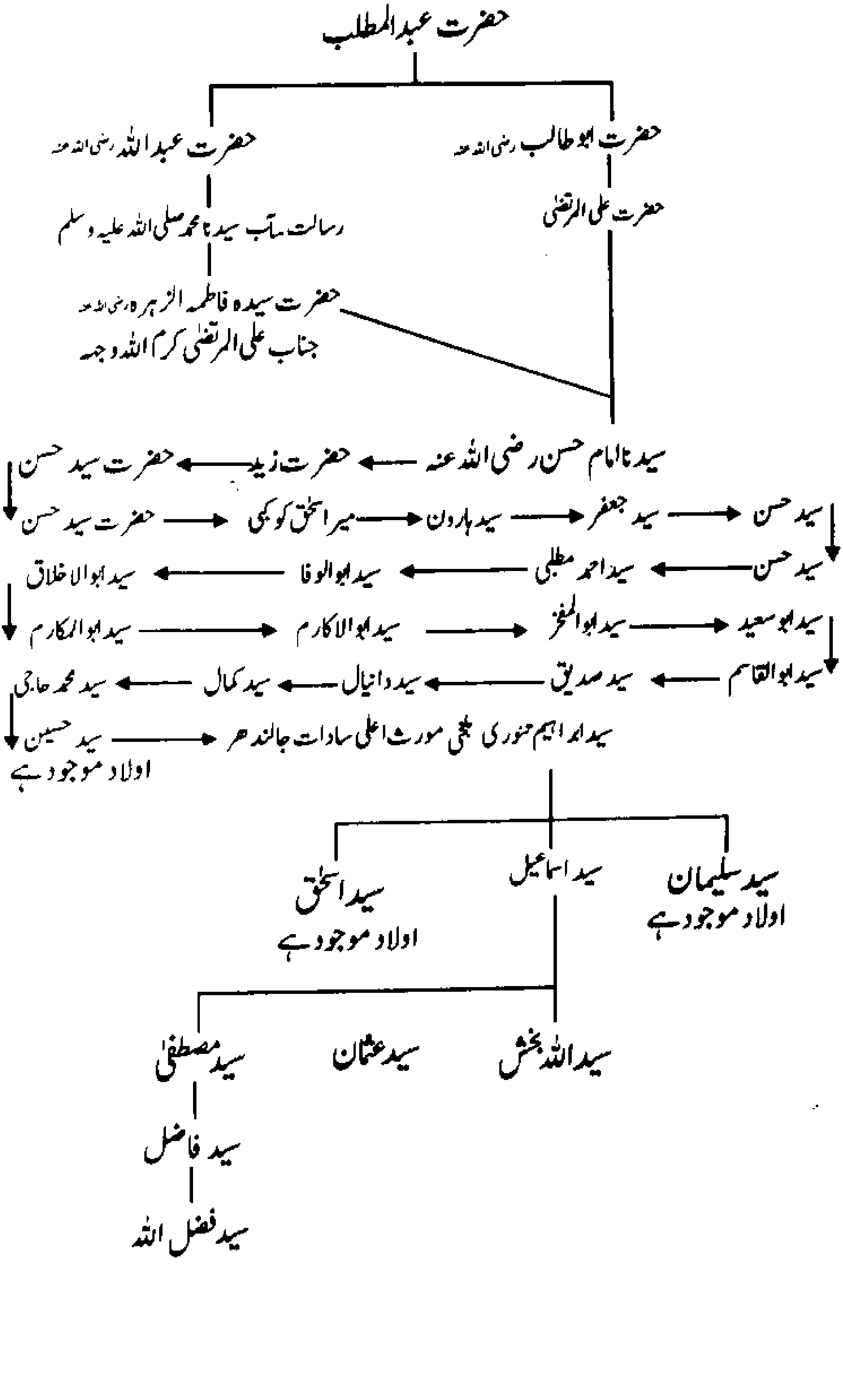

Marfat.com

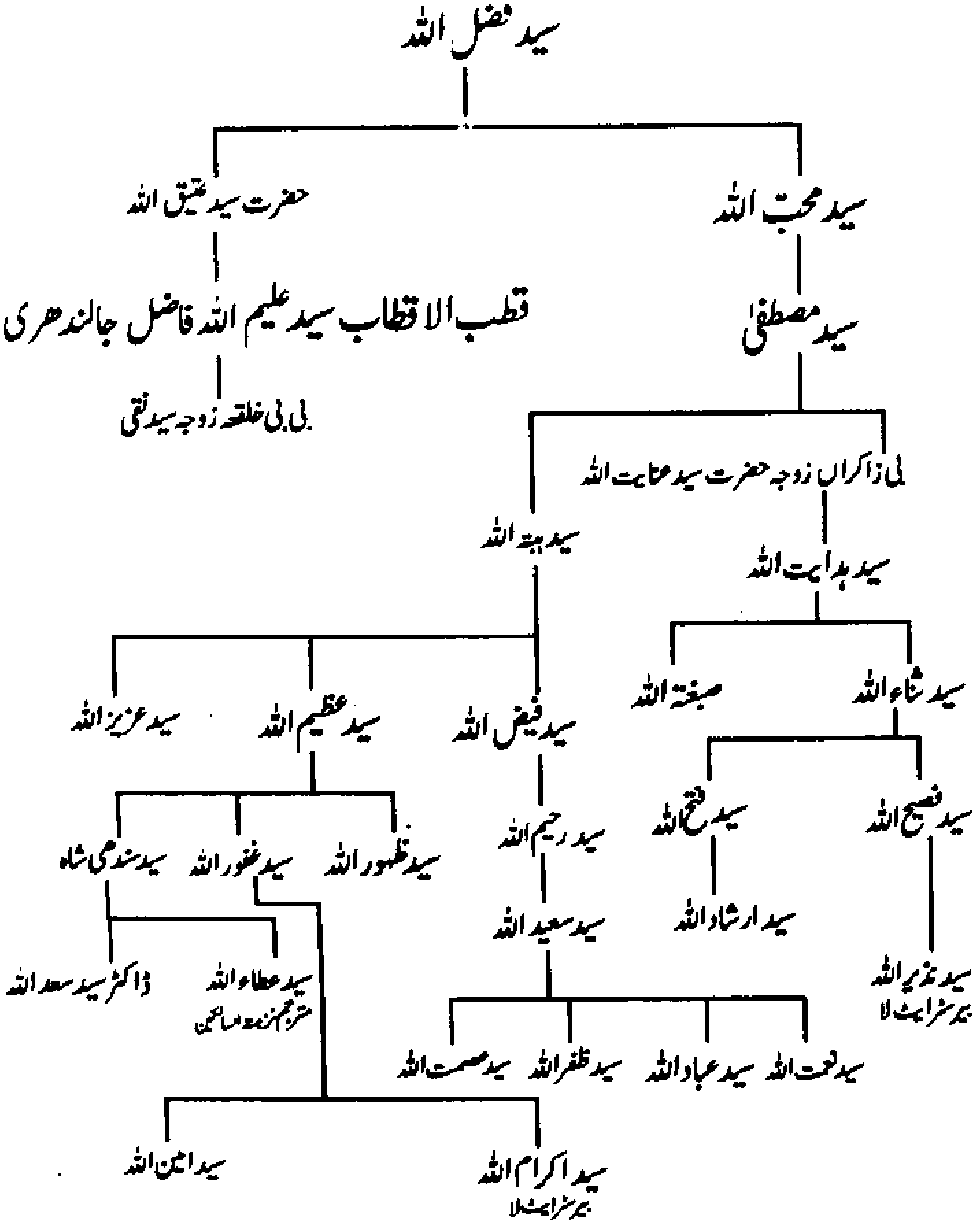
سید فضل اللہ
حضرت سید عتیق اللہ
سید محب اللہ
قطب الاقطاب سید علیم اللہ فاضل جالندھری
سید مصطفیٰ
بی بی خلقہ زوجہ سید نقی
بی زاکراں زوجہ حضرت سید عنایت اللہ
سید ہبتہ اللہ
سید ہدایت اللہ
سید عزیز اللہ
سید عظیم اللہ
سید فیض اللہ
صبغۃ اللہ
سید ثناء اللہ
سید فتح اللہ
سید فصیح اللہ
سید سندھی شاہ
سید غفور اللہ
سید ظہور اللہ
سید رحیم اللہ
سید ارشاد اللہ
سید سعید اللہ
ڈاکٹر سید سعد اللہ
سید عطاء اللہ
مترجم مخزن مساکین
سید نذیر اللہ
بیرسٹرایٹ لا
سید عصمت اللہ
سید ظفر اللہ
سید عباد اللہ
سید نعمت اللہ
سید امین اللہ
سید اکرام اللہ
بیرسٹرایٹ لا

Marfat.com

مرید ہونے کا ایمان افروز اور روح پرور واقعہ

مترجم کتاب نزہتہ السالکین (مصنفہ حضرت سید علیم اللہ چشتی فاضل جالندھری رحمتہ اللہ علیہ) سید عطا اللہ شاہ حسن بیرسٹرایٹ لاء جالندھر کتاب مذکورہ پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب میری (حضرت علیم اللہ) عمر پندرہ سال کی تھی اس وقت میں شرح تلخیص سیدی و سندی حضرت سید کبیر صاحب جالندھری سے پڑھتا تھا۔ چونکہ ان دنوں سید کبیر صاحب قدس سرہ کو اوراد و وظائف کا زیادہ شوق تھا اور پڑھانے وغیرہ سے دل سیر ہو گیا تھا۔ اس لئے سبق زیادہ نہیں پڑھاتے تھے اور پڑھنے میں ناغے زیادہ ہوتے تھے۔ بدیں وجہ مطالعہ میں کوتاہی ہوتی تھی۔ جو وقت بعد ورد کے بچتا تھا اس میں صوفیاء کرام کی کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ خاص کر کتاب عوارف المعارف جو کہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف ہے۔ اس مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس فرقہ (صوفیہ) کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی اور کبھی کبھی دل میں آتا تھا کہ کسی درویش کے پاس پہنچ کر فیض حاصل کروں چونکہ کتاب مذکورہ بالا طریقہ سہروردی میں تھی اور اس میں شریعت کا ظاہری لحاظ بہت تھا اور مجھے بھی شریعت کا بہت شوق تھا۔ اس لئے شوق پیدا ہوا کہ کسی ایسے درویش کے پاس جاؤں جو کہ سہروردی طریقہ رکھتا ہو۔ ہر چند کوشش کی مگر کسی بھی بزرگ کی جو اس فرقہ کا ہو اور طالبوں میں مشہور ہو۔ خبر نہ ملی۔ مگر چشتیہ خاندان کے بہت سے مشائخوں کا ذکر اکثر سنا جاتا تھا۔ اور خاص کر لوگ جناب سید میراں بھیکھ صاحب کی تعریف کرتے تھے چونکہ ان کے طریقہ میں سماع کے سننے کا شوق تھا۔ اس لئے طبیعت اس فرقہ سے گریز کرتی تھی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ بچپن سے اگرچہ میں سماع اور اس کے سننے والوں کا منکر نہیں تھا پھر بھی پرہیز لازمی سمجھتا تھا۔ حاصل کلام میری حالت اسی فکر میں تھی کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان آیا جس نے مجھے کہا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ خدا کی یاد میں مشغول رہو اور اس سے غفلت نہ کرو۔ جب میں نیند سے جاگا تو میں نے خیال کیا کہ خاندان کی چشت سے کوئی بزرگ میری طرف توجہ رکھتے ہیں۔ اور چونکہ میرے آباؤاجداد بھی اسی سلسلہ میں شامل تھے اس لئے پریشانی دور ہو گئی اور میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ ضرور چشتیہ

Marfat.com

سلسلہ قبول کروں گا اور مرید ہوں گا مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس شیخ کا مرید ہوں۔ اور ہر ایک سے پوچھتا تھا کہ اس زمانہ میں چشتیہ سلسلہ کا کون بزرگ ہے جس سے ارادت کی جاوے۔ اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ آجکل مثل میراں سید بھیکھ صاحب نہ کوئی دیکھا ہے اور نہ کوئی سنا ہے اور لوگ ان کی شان میں مناقب کہتے تھے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے دل حضرت سید میراں صاحب کی طرف رجوع ہوا۔ یہاں تک کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں اور سید عابد فرزند سید ابراہیم مرحومین ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ ان دنوں میں خورد سال تھا اور سید عابد مجھ سے چند سال بڑے تھے۔ مگر پھر بھی میری اور ان کی بڑی محبت تھی۔ اور بدیں وجہ سے مجھے مزارات کی زیارت کے لئے ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔ میں نے ان کو خواب میں یہی کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ زیارت میراں سید بھیکھ صاحب کی کروں آپ میرے ہمراہ چلیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ چلو۔ پس ہم روانہ ہو گئے۔ یہاتک کہ منزل بہ منزل چلتے ایک صحرا لق و دق میں جس جگہ نہ کوئی عمارت تھی اور نہ کوئی درخت تھا پہنچے۔ اور (پھر) اس صحرا میں ایک شہر دیکھا جو چار دیواری سے گھرا ہوا تھا۔ حضرت پیر دستگیر اس صحرا میں ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے سر مبارک مغرب کی طرف اور رو مبارک جنوب کو اس شہر کی طرف اور ہم مغرب کی طرف چارپائی سے ستر قدم کے فاصلے پر کھڑے ہو کر اور زیارت کر کے بجانب مشرق روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دور چل کر میں نے سید عابد سے کہا کہ واپس ہو کر پھر زیارت کرنی چاہئے کیونکہ طبیعت کو ابھی تسکین نہیں ہوئی حاصل کلام پھر واپس ہوئے۔ پہلی جگہ پہنچ کر چارپائی کے مقابل کھڑے ہو گئے ناگاہ حضرت پیر دستگیر نے برق کی مانند اپنا ہاتھ بڑھا کر مجھے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا سینہ چارپائی کے نزدیک پہنچا اور وہاں اس کے نزدیک ایک برتن مٹی کا پانی سے بھرا ہوا دیکھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ کوزہ لے لے اور وضو کر۔ میں نے اسے اٹھا لیا اور وضو کر لیا۔ اور پھر میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تاکہ معلوم کروں کہ کونسی نماز کا وقت ہے جس کے لئے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وقت نماز عصر کا ہے اور ابھی تین گھڑی دن باقی رہتا ہے جونہی میں نے وضو کیا میری آنکھ کھل گئی۔ جب ہوش میں آیا۔ دیکھا کہ نماز فجر کا وقت ہے۔ اٹھا وضو کیا اور مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کی۔ اس سے پہلے میں نے بہت کوشش کی تھی کہ فجر کی نماز وقت پر گزاروں اور قضا نہ ہو مگر بوجہ نوعمری اور

Marfat.com

غلبہ نیند اکثر وقت پر نماز نہ ہوتی تھی۔ میری آرزو بدرجہ کمال تھی کہ ہمیشہ فجر کی نماز وقت پر پڑھوں مگر یہ آرزو پوری نہ ہوتی تھی۔ اس روز حضرت میراں صاحب کی برکت سے نماز فجر باجماعت پڑھی اور آئندہ بھی پڑھنے لگ گیا۔ حاصل کلام جو طبیعت تذبذب میں تھی وہ نہ رہی۔ اور یہ سمجھا کہ حضرت میراں صاحب نے مجھے اپنی طرف کھینچا ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ ضرور ان کی بیعت کروں گا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ سید شاہ محمد قدس سرہ العزیز کی حویلی کے پاس جو مسجد ہے اور جالندھر میں واقعہ ہے تشریف فرما ہیں اور بہت لوگوں نیک بندوں سے گرداگرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور میں بھی اس مسجد میں ہوں۔ حضرت پیغمبر خدا ﷺ نے سید میراں صاحب کو یاد فرمایا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا کہ حاضر ہے۔

حضرت میراں صاب نے جونہی کہ یہ بات سنی۔ اٹھے۔ اور خدمت حضور ﷺ میں حاضر ہوئے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مریدوں کی فہرست مجھے دیدو حضرت میراں صاحب نے پیرہن سے ایک کاغذ کو نکالا اور کھولا۔ رسول اکرم ﷺ نے فقیر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "اس شخص کا نام اپنے مریدوں میں تحریر کرو" پس حضرت پیر دستگیر نے حضور کے روبرو مجھ گمنام کا نام فہرست میں اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اسی دم میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ اور شکر بجالایا۔ اور اس روز سے میں نے اپنے آپ کو حضرت میراں صاحب کے مریدوں میں شمار کیا۔ اور کھلم کھلا کہتا تھا کہ میں میراں صاحب کا خادم ہوں۔ چند مدت کے بعد اشتیاق قدم بوسی غالب ہوا اور چاہا کہ حضور کی زیارت سے مشرف ہوں۔ پھر اپنے دل میں سوچا کہ بارگاہ عالی میں بغیر اجازت حاضر ہونا داخل بے ادبی ہے اور خطرہ سے خالی نہیں۔ لازم ہے کہ پہلے عرضی حضور دی جائے۔ جو حکم صادر ہو اس پر عمل کیا جاوے۔ اس لئے میں نے ایک عریضہ لکھا کہ فقیر کو قدم بوسی کا ازحد شوق ہے۔ اور ساتھ ہی یہ عرض کر دینا مناسب ہے کہ علم دین کی ابھی چند کتابیں پڑھنی باقی ہیں۔ اگر حکم ہو تو ان کتابوں کو پھر کسی موقعہ پر چھوڑ کر حاضر ہو جاؤں۔ آگے جو ارشاد ہو کیا جاوے۔ اس خط کے پڑھنے کے بعد حضور میراں صاحب نے جواب لکھا کہ تحصیل علم کئے بغیر مت آنا۔ کیا جلدی پڑی ہے۔ یار زندہ صحبت باقی۔ اس جواب کے آنے پر باقی کتابوں کی جلدی جلدی پڑھنے کی کوشش کی

Marfat.com

اور فراغت پا کر کعبۂ مقصود کی طرف جانے کا ارادہ کرتا رہا۔ ہر چند کوشش کرتا تھا مگر بموجب لکل شیئی افتہ وللعلم افات تعویق (ہر چیز کے لئے اس کی ایک آزمائش ہے اور علم کی آفات رکاوٹیں ہیں۔) ڈھیل پڑتی گئی۔

ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ مجھے کہتا ہے کہ جب تک فضیلت پناہ حضرت سید ابراہیم کے شاگرد نہ بنو گے تب تک تحصیل علم سے فارغ نہ ہو گے اور ایسی بے فائدہ کوشش کیوں کرتے ہو اور کیوں ان سید صاحب کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو سید صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی کہ مجھے کچھ پڑھایا کرو۔ انہوں نے عذر کیا کہ ضعف اور ناطاقتی کے باعث ایک جگہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔ آخرالامر جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو ازراہ شفقت بزرگانہ دو سبق شروع کرائے۔ ایک تو کتاب الشفعہ سے منقولات ہدایہ کا دوسرا معقولات شرح حسین مبہدی سے مباحث عنصریات میں ہدایۃ الحکمت پر' دو ہفتہ کے عرصہ میں ان دونوں کتابوں پر عبور کرا دیا۔ اور دو تین سبق شرح مواقف امور عامہ سے بھی پڑھائے۔ اس کے بعد سید صاحب نے فرمایا "مطالعہ تمہارا صاف ہو گیا ہے اور اب سبق کی حاجت نہیں ہے"۔ بعد ازاں عالم محقق وجرمدقق مولوی عبدالرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر علم سے فارغ ہو گیا۔ اور اب اس بات کے درپے ہوا کہ والد صاحب کی اجازت لے کر حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں جاؤں۔ جب اجازت چاہی تو والد صاحب نے اگرچہ وہ باطن سے تو خوش تھے مگر یہ خیال کر کے کہ حضرت میراں صاحب اکثر پانی پت رہا کرتے ہیں اور جالندھر سے وہاں تک دس روز کا راستہ ہے اور یہ بچہ ہے' نہایت کمزور ہے اور طاقت پیدل چلنے کی نہیں رکھتا ہے اور ابھی اس نے سفر کی مشقت نہیں دیکھی اور سواری کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ شاید سفر کی تکلیفوں میں پڑ کر اعتقاد میں فرق ڈال لے (اجازت نہ دی)۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر والد صاحب کی بغیر اجازت جاؤں تو اغلب ہے کہ حضرت میراں صاحب ناراض ہوں اور دربار میں حاضر نہ ہونے دیں۔ اور اس طرح میں ظاہری و باطنی طور سے راندہ جاؤں۔ لاچار کتابوں سے روایات تلاش کرنی شروع کیں۔ میں نے کتاب عین العلم میں دیکھا کہ سفر کی دو قسمیں ہیں ایک دینی چنانچہ حصول تجربہ اور علم کے لئے سفر کا ارادہ' اخلاق کی اصلاح کے لئے' حج کے لئے۔ بزرگوں کے حالات مشاہدہ کرنے کی غرض

Marfat.com

سے' ان کی ملاقات کرنے کے لئے ------- دوسرا سفر دنیوی ہے چنانچہ فساد اور قحط سے بھاگنے کے لئے سفر------ پس حج اور علم حاصل کرنے کی غرض سے سفر بے تامل کرنا چاہئے۔ خزانتہ الروایات فتاوی قاضی خاں میں یہ لکھا دیکھا کہ رَجُلٌ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ بِغَيْرِ إِذْنِ وَالِدَيْهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ وَلَمْ يَكُنْ هٰذَا عُقُوقًا قِيْلَ هٰذَا إِذَا كَانَ مُلْتَحِيًا فَإِنْ كَانَ أَمْرَ صَبِيْحَ الْوَجْهِ فَلَابِهِ أَنْ يَمْنَعَ مِنَ الْخُرُوْجِ اور عین المعانی میں پڑھا کہ جو کچھ حدیث میں آیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمَةٍ

اور اس معائنہ قلبی کے علم سے یہ مراد ہے کہ علم تمام مسلمانوں پر واجب ہے'۔ بس ایسی روایات پڑھکر اپنے دل میں کہا کہ سفر طلب علم کے لئے واجب ہے اور والد صاحب کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور سفر کرنے کا قصد کر لیا اور وقت کا متلاشی رہا کہ کونسا نیک وقت ہو کہ بغیر اطلاع والد صاحب روانہ ہو جاؤں۔ چنانچہ ایسا عمدہ اتفاق ہوا کہ جناب والد صاحب برائے معاش و زراعت اور مزارعان کی خبر گیری کے لئے گاؤں گئے ہوئے تھے اور سیدی سید محمد جواد جو عبدالرشید کے چچازاد بھائی اور حضرت پیر دستگیرؒ کے مرید تھے چند خادموں کے ساتھ آنحضرت کی زیارت کے لئے تیار تھے۔ میں نے بھی ان کو بزرگ مشفق اور بجائے والد شریف سمجھ کر خیال کیا کہ ان کے ہمراہ جانا غنیمت ہے۔ چونکہ نحیف الجثہ تھا۔ دو تین منزل طے کیں تھیں کہ دونوں پاؤں سوج گئے اور آبلے یعنی چھالے پڑ گئے۔ لیکن اس طرف کی اسقدر کشش اور خوشی تھی کہ بجائے ایک قدم کے دو قدم اٹھاتا تھا اور قافلے سے آگے رہتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات قافلے کو بہت دور پیچھے چھوڑ جاتا تھا۔ جس وقت خوف تنہائی کا خیال آتا تھا تو بیٹھ جاتا تھا تاکہ آرام کروں۔ جب قافلہ نزدیک آتا تو پھر چلتا تھا یہاں تک کہ منزل بمنزل چلتے چلتے منزل مقصود پر پانی پت میں پہنچے۔ چونکہ سید محمد جواد خدمت مرشد میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے دربان سے کہا کہ حضرت میراں کے پاس جا کر عرض کرے کہ جالندھر والے نیاز حاصل کرنے کے لئے دروازہ پر موجود ہیں۔ دربان نے ہماری خبر دیدی۔ حکم ہوا آجائیں۔ حاضر ہو کر آداب بجالائے۔ میراں صاحب نے عمداً قہر آمیز زبان سے پوچھا کہ تم کون ہو' سید محمد جواد نے عرض کیا "سید محمد جواد" پھر حضور نے اسی جلال سے پوچھا کہ تم کون ہو سید احمد

Marfat.com

ساکن تماڑہ ہو۔ عرض کیا "حضور! نہیں! سید محمد جواد جالندھری" پھر حضور نے فرمایا "شاہجہاں آباد سے آئے ہو" عرض کیا" حضرت نہیں! ہم جالندھر سے آئے ہیں" پھر فرمایا شاہجہاں آباد کی طرف بغرض تجارت گئے تھے۔ عرض کیا" ہم محض حضور کی زیارت کے لئے آئے ہیں" آپ نے جونہی یہ الفاظ سنے تو جلال میں آگئے اور کہا کہ اے مردودو! تم پیر کی کچھ حقیقت نہیں جانتے اور خاطر میں نہیں لاتے میں نے بارہا تم سے کہا ہے کہ موسم سرما میں اس طرف کا ارادہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ راستہ میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر تم پلید ہو جاؤ اور بوجہ سردی کے خوف سے غسل نہ کر سکو اور نماز قضا ہو جائے۔ خود بھی گنہگار بنو اور مجھے بھی گناہ میں شامل کرو۔ اور تم قمار بازوں اور بدکاروں کی صحبت نہیں چھوڑتے غرضیکہ بہت سا جلال جس میں رنگ برنگ کی مہربانیاں چھپی ہوئی تھیں ظاہر ہوئیں۔ اسوقت حضور چارپائی پر رونق افروز تھے۔ پھر جلالت کی زبان میں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ تم میں سے جو سید ہے چارپائی پر بیٹھ جائے۔ اور باقی لوگ فرش پر بیٹھ جائیں۔ ایک اور علیحدہ چارپائی حضرت کے روبرو پڑی ہوئی تھی میں اور سید محمد جواد بموجب حکم اس چارپائی پر بیٹھ گئے کیونکہ ہم جناب عالی کے حکم سے واقف تھے۔ اگر کوئی کسی قسم کی حکم عدولی کرتا تھا۔ خواہ وہ بوجہ ادب ہی کیوں نہ ہوتی تھی اسپر عتاب کی نظر ہوتی تھی۔ دوسرے تمام لوگ فرش پر بیٹھ گئے اور سید ابوالحسن باوجودیکہ سید تھے اور ہم سے بڑے تھے چارپائی پر بیٹھنے کی تاب نہ لاسکے اور فرش پر بیٹھ گئے۔

ایک لحظہ کے بعد ہی حضرت نے ازراہ کرم پوچھا بھائیو! بخیریت پہنچے؟ ہم نے بکمال عجز عرض کیا" حضور کی توجہ اور امداد سے بخیریت پہنچ گئے اور اسی وقت چارپائی سے ہم اٹھ کر حضرت کی چارپائی کے نزدیک آگئے۔ یکے بعد دیگرے حضور سے مصافحہ کیا یہاں تک کہ خود چشم پوشی فرماتے رہے' کسی کا نام نہ پوچھتے تھے۔ جب احقر کی نوبت حاضری پہنچی تو ہاتھ تھامتے ہی فرمایا" تمہارے آنے کا انتظار تھا۔ کیا تم تحصیل علم سے فارغ ہو گئے" فقیر (علیم اللہ) نے عرض کیا"حضور کی توجہ سے فراغت حاصل کر لی" حضرت میراںصاحب نے فرمایا"بہت اچھا۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے تمہیں علوم ظاہری سے فارغ کیا اسی طرح اس کام علم طریقت و حقیقت میں بھی تمہیں منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ اسی روز نماز ظہر کے بعد مجھے فاضل جالندھری سلسلہ عالیہ چشتیہ میں داخل کیا۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

Marfat.com

(نزہتہ السالکین)

خرقہ خلافت اور فیضان آپ کو خرقہ خلافت مرحمت فرمایا گیا۔ حصول خرقہ کے بعد آپ جالندھر تشریف لائے اور ہدائیت خلق میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ مرجع امام تھا کہ لاکھوں انسان آپ کے فیضان سے بہرہ مند ہوئے اور فیضان عمیم کی حالت یہ تھی' جو طالب حق آپ کے پاس باعتقاد آتا تھا۔ تیر نظر کیمیا اثر سے ولی کامل ہو جاتا تھا۔ آپ سے بہت سی خوارق و کرامات ظہور میں آئیں۔ آپ کے خلفاء بیشار تھے۔ ان میں سے آپ کے خلیفہ حضرت عبداللہ ساکن بیگوال ضلع جالندھر ہیں انہوں نے آپ کی کرامات پر ایک کتاب "علیم الاسرار" لکھی ہے۔

(سید عطاء اللہ شاہ" حسنی جالندھری مترجم کتاب نزہتہ السالکین یکے مرد مومن از خاندان حضرت سید فاضل جالندھری)

فخر سادات کرام جالندھر۔ ماہر علم التواریخ حضرت سید القادر ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج و ڈین ڈگری ڈیپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی (لاہور) حضرت سید علیم اللہ فاضل جالندھری کی کتاب ترجمہ نزہتہ السالکین' پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہر گز نمیرد آں دلش زندہ شرز عشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

جالندھر میں برکی الاانصاری قوم کا دخول سوریوں کی حکومت کا چراغ گل ہوا تو قدرت نے اکبر اعظم کو دہلی کے تخت پر لاکر بٹھا دیا۔ اس بادشاہ کے عہد میں برکی الانصاری جالندھر اور اس کے قرب و جوار میں آکر آباد ہوئے یہ لوگ صحیح معنوں میں مسلمان تھے۔ ان لوگوں نے دین اور دنیا میں توازن قائم رکھا۔ یا یوں کہئے کہ انہوں نے دین اور دنیا کو خوب کمایا۔ مذہب کی وادی میں قدم رکھا تو بہت سے قطب اور غوث پیدا کر دیئے۔ دنیا داری کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے نہ صرف مال و دولت کو دونوں ہاتھوں سے جمع کیا بلکہ جالندھر کے بہترین اور زرخیز ترین قطعات پر بھی قبضہ جمالیا۔ چنانچہ یہ زمینیں اب تک ان کی اولاد کے قبضے میں چلی آتی ہیں۔

اسی زمانہ میں سادات عظام جالندھر میں آکر آباد ہوئے اور چند سال کے عرصہ میں ان کی شہرت تمام علاقے میں چھا گئی۔ یہ لوگ احکام خداوندی کے پورے طور پر پابند اور

Marfat.com

خاندان نبوت کے اسوۂ حسنہ کے بہترین نمائندے تھے۔ علم و فضل، تقوی و طہارت، صبرو قناعت اور زہد و ریاضت میں کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ یہاں تک کہ برکی الانصاریوں کے مائیہ ناز بزرگ بھی ان کے سامنے ماند پڑ گئے اور وہ سادات کرام کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنے کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھنے لگے۔

اٹھارھویں صدی عیسوی میں مسلمانان ہندوستان کی جمعیت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور سکھوں جاٹوں اور مرہٹوں نے ان کی حکومت کی قبا کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ لیکن اس افراتفری اور بدامنی کے باوجود سادات کرام جالندھر کی علمی اور دینی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور وہ بڑے انہماک کے ساتھ ملت اسلامیہ کی بدستور خدمت کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت سید کبیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور سید علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے نام اس سلسلہ میں خاص طور سے لئے جا سکتے ہیں------ حضرت سید کبیر صاحب اس دور کے بے بدل فاضل اور حضرت سید علیم اللہ کی معرفت کی مملکت کے با اختیار تاجدار تھے۔ موخرالذکر سید علیم اللہ کی شہرت تو جالندھر کی حدود سے نکل کر ہندوستان کے وشے گوشے میں پھیلی نظر آتی ہے۔ اور اولیائے کرام کا کوئی تذکرہ ان کے ذکر سے خالی نہیں ہے۔

حضرت سید علیم اللہ فاضل جالندھری رحمتہ اللہ علیہ فقر استغنا۔ صبرو قناعت کے مجسمہ تھے حتی کہ وہ حکام وقت کی مجالس سے پرہیز کرتے تھے۔ اور ان کے خوان نعمت کے ٹکڑوں کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ جالندھر کے مشہور عالم دین مولوی جان محمد صاحب انصاری انہیں بلطائف الحل جالندھر کے مشہو صوبہ دار دینہ بیگ کے دربار میں لے گئے۔ آپ نے ادینہ بیگ کی اسلام دشمنی اور مسلم آزادی کے پیش نظر اسے ایک چبھتی ہوئی بات کہی اور آدینہ بیگ اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔ اسی طرح آپ نے احمد شاہ ابدالی کے نائب عبید خاں آفریدی کے ہاتھ سے روزینہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ایک بلند پایہ ولی ہونے کے علاوہ سید علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں اکثر اس قابل ہیں کہ انہیں زیور طبع سے آراستہ کیا جائے۔

مرشد نے آپ کے علم کی قدر دانی فرمائی حضرت سید علیم اللہ جالندھری خود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت پیر دستگیر میراں بھیکھ کی مجلس میں آیت کریمہ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کا بیان دوران گفتگو آیا۔ علماء میں سے ایک علم نے جو اس مجلس میں حاضر

Marfat.com

تھے فرمایا "اس جگہ اخبار بمعنی انشاء ہے اور معنی آیۃ کریمہ کے یہ ہوئے کہ قرآن مجید کو مس نہیں کرتے مگروہ جو پاک ہیں یعنی حدث اکبر اور حدث اصغر سے" حضرت پیر دستگیر نے فرمایا "اخبار کو انشاء پر حمل کیوں نہیں کرتے اور معنی یہ کیوں نہیں کرتے کہ مس نہیں کرتے قرآن مجید کو اور اس کے اوراق و معانی اور اسرار کو نہیں پہنچ سکتے مگر وہ لوگ جو الائش بشری سے پاک ہیں" اس وقت حضرت سید علیم اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا "اے فاضل جالندھری بتاؤ کہ یہ معنی جو میں نے کئے ہیں مطابق صیغہ اور ترکیب کے درست ہیں یا نہیں" حضرت سید علیم اللہ نے عرض کیا "جو حضور نے فرمایا ٹھیک ہے اور بموجب صیغہ اور ترکیب کے درست ہے" اس پر پیر دستگیر نے فرمایا کہ میں نے صیغہ و ترکیب اور دوسرے علوم نہیں پڑھے مگر جس وقت علمی گفتگو ہوتی ہے پیران عظام کی ارواح میری ممد معاون ہوتی ہیں۔ حضرت سید علیم اللہ فرماتے ہیں "واضح ہو کہ مفسروں نے اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ کتاب مکنون سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے کہ اس کا مکنون ہونا ظاہر ہے یا پھر مصحف شریف ہے۔ اور مصحف شریف کا مکنون ہونا اس وجہ سے ہے کہ شخص کے نصیبہ میں نہیں ہو سکتا کہ اس مصحف تک رسائی ہو سکے۔ وَلَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یا صفت کتاب مکنون کی ہے۔ پہلے معنوں کے مطابق اور مطہروں فرشتگان ہیں جو ازل سے جسمانی کدورتوں اور جسمانی آلائشوں سے پاک ہیں۔ ملائکہ صفت انسان وہ ہیں جو بشریت کی آلودگیوں سے پاک ہوتے ہیں اور ان کا ہاتھ مصحف تک پہنچ سکتا ہے۔ یا اس کی صفت دوسرے معنوں میں ہے اور مطہرون وہی لوگ ہیں جن کا ذکر حضرت پیر دستگیر نے فرمایا ہے۔ لیکن معنوں اور اسرار کے لحاظ سے یہ وہ چیز ہے جو اندر لکھی ہوئی ہے۔ یا وہ جو دوسرے حضرات نے بیان کی ہے یا صفت قرآن ہے ہچو کریم وفی کتاب اس کے معنی جو مذکورہ ہوئے سمجھنے چاہئیں۔

تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ اس سے مراد اعتقاد ہے یعنی کہ قرآن مجید کے معتقد نہیں ہوسکتے مگر وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو پاکیزہ دل لوگ ہیں اور مومن لوگ عمل کرنے والے ہیں۔ قرآن مجید پر یا پھر یہ معنی ہیں کہ قرآنی احکام کی نگہداشت نہیں کرسکتے مگر صرف وہی لوگ جو پاکیزہ ہیں۔

مولوی محمد نعیم پانی پتی کا سوال | ایک روز پانی پت کے علماء سے ایک عالم مولوی محمد

Marfat.com

نعیم نے حضرت پیر دستگیر سے سوال کیا کہ آیت لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی کے کیا معنی ہیں۔ حضرت پیر دستگیر نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کی اولاد اور قرابتیوں کو دوست رکھتا ہے تو اس فعل سے اس شخص کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور اتنی ہی خوشی اجر کے طور پر کافی ہے۔ یہ جواب مولوی محمد نعیم کی سمجھ میں نہ آیا۔ حضرت صاحب نے دوبارہ بیان کیا تو بھی وہ سمجھ نہ سکا۔ حتیٰ کہ کچھ دیر تک مولوی صاحب اور حضرت صاحب کے درمیان اس آیت کے معانی کے بارے میں سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر مولوی صاحب کی سمجھ نہ آیا اور وہ مطمئن نہ ہوئے۔ حضرت پیر دستگیر رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سید علیم اللہ رحمتہ اللہ پر توجہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "اے فاضل جالندھری! جو کچھ میں نے بیان کیا ہے کیا تیری سمجھ میں آیا ہے" سید صاحب نے عرض کیا۔ ہاں! میں سمجھتا ہوں!" ارشاد فرمایا جو معنی تم نے سمجھے ہیں بیان کرو" سید صاحب نے جو کچھ حضرت پیر دستگیر سے سنا تھا بیان کیا لیکن مولوی صاحب باوجود یہ عالم شخص تھے ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ سید علیم اللہ فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کیا سمجھتے وہ تو خلوص لیکر نہ آئے تھے۔ بحث مباحثہ کے لئے آئے تھے۔ وہ تو حواس باختہ تھے۔ بزرگوں کی بات تو وہی سمجھتا ہے جو صادق ارادہ سے آئے۔

خالص نیت ہی مراد کو پہنچاتی ہے

حضرت سید علیم اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت پیر دستگیر فرماتے ہیں کہ ---------- اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی صحبت میں درست اعتقاد اور نیت صالحہ اور حصول برکت کے لئے ارادہ خالص لیکر آنا چاہئے۔ مباحثہ و مجادلہ کی غرض سے نہ جانا چاہئے کیونکہ ایسا ارادہ اور فعل نعمت کے زوال کا باعث بن جاتا ہے۔" مولوی محمد نعیم کے دل میں یہ بات راسخ تھی کہ اقربا سے مراد مخاطبان کے اقربا مراد ہیں اور ان کی مودت کرنے میں ان کی منفعت مطلوب ہے حالانکہ مودت اقرباء سے مراد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب بات سمجھ نہ پاتے تھے۔ (خلوص لیکر آتے تو بات فوراً سمجھ جاتے)

فراست

حضرت سید علیم اللہ تفسیر ثعلبی کے حوالہ سے فرماتے ہیں "ان اشخاص کو دوست رکھو جو اپنے اعمال صالح سے خداوند تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔

حضرت سید فرماتے ہیں کہ ایک روز اپنے مرشد پیر دستگیر میراں بھیکھ کی بارگاہ میں

Marfat.com

حاضر تھا۔ حضرت صاحب میری طرف ملتفت تھے اور مجھ سے عنایات اور الطاف اکرام کی باتیں فرمارہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ اس وقت مجال سخن ہے لہٰذا عرض کیا کہ میاں بہلول خاں برکی (بہت جید عالم اور میراں جی کے مرید و خلیفہ تھے) نے سلام عرض کیا تھا۔ حضرت نے فرمایا وہ اچھا تھا؟ "فقیر کی زبان سے نکلا کہ راضی تھا۔ آپ نے کمال مہربانی سے فرمایا کہ حق تعالیٰ اس کو ہمیشہ خوش رکھے اور بغیر اس کے کہ بندہ کوئی دوسری بات کرتا فرمایا "میرا دل اس کے بیٹے کے فوت ہو جانے کی وجہ سے غمناک ہے۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا حق تعالیٰ اسے ایک اور لڑکا عطا فرمائیگا۔" فرماتے ہیں کہ میں آپ سے اجازت لیکر اپنے وطن جالندھر آگیا۔ دوسرے روز حضرت شاہ بہلول خاں برکی کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ میں ابھی حاضر ہوا ہی تھا کہ حضرت بہلول نے کہا "میراں صاحب نے جو میری حق میں دعا کی تھی وہ مستجاب ہوئی اور اسی رات فرزند نرینہ حمل میں آیا تھا" میں نے تجاہلانہ عرض کیا "کس وقت میراں صاحب نے دعا فرمائی تھی "کہنے لگے" مجھ سے چھپاتے ہو۔ حضرت میراں صاحب نے مغرب اور عشاء کے درمیان دعا فرمائی تھی" بہرحال مدت معبودہ گزرنے کے بعد ان کے ہاں فرزند نرینہ تولد ہوا اور بموجب اشارت بابشارت غیبی محمد یحییٰ نام رکھا۔ فرماتے ہیں کہ ۷ رجب ۱۱۸۰ھ ہے (یعنی کتاب نزہتہ السالکین کے مکمل ہونے کی تاریخ) تو حضرت بہلول کے صاحبزادے کی عمر ۵۰ برس سے کچھ زائد ہے گویا ان کی پیدائش ۱۱۳۰ھ کے اوائل میں ہوئی ہوگی۔

تصانیف (۱) شرح بوستان مسمی بہ انہار الاسرار۔ (۲) شرح اخلاق ناصری۔ (۳) نثر الجواھر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۴) زبدۃ الروایۃ (فقہ)۔ (۵) نزہتہ السالکین (علم سلوک)

آپ سے جالندھر کے علاوہ سارے پنجاب اور یوپی وغیرہ کے باشندوں نے فیضان حاصل کیا۔ آپ کے بیشمار خلفاء تھے۔ چند ایک کے حالات کتاب ہذا کے شروع میں بیان کئے گئے ہیں۔

وفات آخر ۱۶ صفر ۱۲۰۲ھ کو یہ شہباز عالم قدس گرم پرواز ہوا اور اس مرد میدان تجرید شہنشاہ ممالک توحید و سلطان جہان تفرید نے مردانہ وار نعمائے الٰہی کا جام نوش فرمایا۔ اور نہایت الوصال کا پردہ درمیان سے اٹھایا۔ آپ کی تاریخ وفات "آفتاب چشتیہ ۱۲۰۲ھ" سے

Marfat.com

نکلتی ہے۔ آپ کا مزار شریف بہشتی دروازہ کے نام سے مشہور ہے۔

عرس ہر سال ۵ محرم الحرام جس دن کہ حضرت زہد الانبیا شیخ اسلام بابا فرید الدین گنج شکر کے عرس کے دن اور ۱۶ صفر کو بڑا بھاری عرس ہوتا تھا دور دراز سے زائرین فیضان لینے کے لئے آتے تھے۔ شب محرم الحرام کو آپ کا دروازہ زائرین کے لئے کھلتا تھا۔ لوگ اس دروازہ سے پروانہ وار گزرتے تھے۔ (فقیر بچپن میں ایک مرتبہ آپ کے عرس پر حاضر ہوا لیکن چونکہ عمر بہت کم تھی اس لئے ماسوائے اژدھام کے کچھ یاد نہیں رہا) چشتی

(حالات از نزہتہ السالکین)

حضرت میاں شیخ جیون رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت پیر دستگیر میراں بھیکھ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید صادق اور حضرت سید علیم اللہ فاضل جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ آپ کے حالات حضرت مولانا محمد لطف اللہ جالندھری (مرید و خلیفہ حضرت میراں صاحب) اپنی تصنیف لطیف ثمرۃ الفواد میں یوں درج فرماتے ہیں

یہ پاک نفس بزرگ راجپوتان اہل نکودر (ضلع جالندھر) کے خاندان میں سے تھے۔ نکودر ضلع جالندھر کی ایک تحصیل ہے۔ اوائل عمر میں ہی یہ بزرگ حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہو کر غلامان حضرت میں شامل ہوگئے تھے۔ کسب سلوک میں انہوں نے کوشش بلیغ کی تھی۔ اس کا ثمرہ یہ ملا تھا کہ حجاب درمیانی مطلق اٹھ چکا تھا۔ معرفت پوری پوری حاصل ہو چکی تھی۔ پس آپ امور متعلقہ درویشی کی تکمیل بدرجہ احسن کر کے کمالیت کو بخوبی پہنچے ہوئے تھے۔ لیل و نہار گریہ زاری و جوش و خروش میں ہی بسر کرتے۔ آرام سے بیٹھنا قسم تھا۔

آپ اہل سماع تھے اور صاحب وجد و حال۔ ایک روز یہ اپنے وطن سے حضرت پیر دستگیر کی زیارت کے شوق میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک صاحب نے آپ

ا۔ حضرت بہلول خاں اور حضرت محمد یحیٰ کے حالات اسی کتاب کے حصہ اول میں بیان ہوئے ہیں۔ (چشتی۔)

Marfat.com

کے آنے کی اطلاع حضور میں عرض کی تو آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ کون صاحب ہیں۔ عرض کیا گیا کہ شیخ جیون ہیں تب فرمایا ہاں وہ شیخ جیون نکودری' جس شیخ جیون کا تمام پیٹ نور معرفت الٰہی سے بھرپور ہے۔ الغرض آپ مقبول جناب پیر دستگیر و برگزیدہ درگاہ صمدیت تھے۔ آپ کی قبر مطہرہ موضع ڈھیریاں قصبہ نکودر ضلع جالندھر میں ہے۔

حضرت سید محمد فاخر جالندھری

حضرت مولانا لطف اللہ جالندھری ثمرۃ الفواد میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ عارف محقق و کامل مدقق سید محمد فاخر سید صحیح النسب و محادر حمیت نہایت نیک سیرت و بزرگ صورت گزرے ہیں۔ سلسلہ مریدان حضرت پیر دستگیر میں منسلک تھے۔ آنحضرت کی خدمت پر برکت سے استفادہ و برکات حاصل کر کے ٹھکانے (منزل) تک پہنچے ہوئے تھے۔ چونکہ تہہ دل سے خدمات بجالائے تھے اور مجاہدہ و ریاضت پوری محنت و مشقت سے نبھائے تھے لہٰذا آنحضرت کی خاص شفقتوں اور عنایتوں کے مورد تھے۔ مرید تھے مگر پاک نہاد عقیدہ تھا۔ نہایت راسخ اور پائیدار طریقہ درویشی میں جس قدر ان کو مذاق تھا (وہ کم دیکھنے میں آیا) گویا نہایت اعلیٰ (پایہ کے درویش تھے)۔ توحید میں جو قدم رکھا نہایت مضبوط و مستحکم۔ اپنی تمام عمر تقویٰ و طہارت میں گزاری۔ جالندھر کے باشندگان نے جو ان کے لئے مسجد بنائی تھی اور آپ اسی میں سکونت رکھتے تھے وفات کے بعد اسی جگہ مسجد کے ایک کونے میں سکون کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ رحمتہ اللہ علیہ

کتب نزہتہ السالکین۔ ثمرۃ الفواد۔ انوار الوارثین۔ نزہتہ السالکین۔ حضرت سید علیم اللہ چشتی صابری فاضل جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اس میں سلوک کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ فاضل جلیل نے سالک کے لئے تمام مسائل بیان کئے جن کی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔ کتاب فارسی میں ہے جو رجب ۱۱۸۰ھ میں مکمل ہوئی۔ فاضل جلیل نے کتاب کے آخر میں پیر دستگیر کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بیعت ہونے اور مرشد کی بارگاہ میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے کچھ حالات درج کئے ہیں۔ فقیر نے اسی سے خوشہ چینی کی ہے۔

Marfat.com

حضرت سید عطاء اللہ شاہ حسنی

اسی خاندان کے فرزند حضرت سید عطاء اللہ شاہ حسنی (بیرسٹرایٹ لا جالندھر) نے موجودہ دور کے اہل علم پر احسان فرماتے ہوئے یکم اپریل ۱۹۴۱ء اردو ترجمہ مکمل کیا۔ حضرت سید عطاء اللہ حسنی جالندھری نزہۃ السالکین کتاب کے اردو ترجمہ کے دیباچہ میں یوں رقم طراز ہیں۔

"مجھ کو عرصہ دراز سے اپنے بزرگوں خصوصاً حضرت سید علیم اللہ حسنی چشتی القادری قدس سرہ کی قلمی تصانیف کے مطالعہ کا شوق تھا اور بچپن میں بھی ان کے خوارق کمالات اور روحانیت کے قصے اکثر بزرگوں سے سنا کرتا تھا مگر اس مادیت کے زمانہ میں جبکہ موجودہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم نے مسلمانوں کے ایک طبقہ کی زندگی میں ایک نیا رنگ پیدا کر دیا ہے۔[1] تو اس کا اثر عوام پر یہ پڑا کہ ہر ایک معاملہ کو حکمت عملی پراپیگنڈا اور جھوٹ کے ترازو پر تولا جانا کوئی عیب نہ رہا۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے جن کو میں اسلام کی تعلیم کا مغز کتنا زیادہ موزوں خیال کرتا ہوں مجھ پر زمانہ تعلیم انگلستان' رہائش افریقہ اور اپنے پیشہ وکالت کی سوسائٹی کے باوجود اس بات کا یقین قائم رکھنے میں مدد دی کہ موجودہ سیاسی تعلیم اور تمدنی جدوجہد کی وجہ سے جو خیالات اور انتشار مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے وہ سب بیرونی اور غیر اثرات کا نتیجہ ہے اور ہمارے تعلیمی ادارے خواہ وہ مذہبی سکول و کالج ہوں خواہ دنیوی اسلامیہ سکول اور کالج ان کا نصاب اور طریقہ تعلیم بھی ہمیں بہت حد تک روحانیت سے دور لے گیا ہے اور اس کا اثر یہ پڑا ہے کہ ہر معاملہ کو مادیات اور دنیاوی طاقت کے سہارے سے حل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اور ہمارے مسلمان راہنما روحانیت[2] کے نام سے بیزاری کا اظہار کر کے مسلمانوں کے دلوں میں دوسری قوموں کا

---

[1] افسوس اب 1999ء تو علماء مشائخ کی اکثریت اسی رنگ میں رنگی جا چکی ہے۔

[2] موجودہ دور 1999ء میں ہمارے مذہبی پروفیسر قسم کے راہنما اور ان کے ہم نوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں کا نام عشق رسول' حرام کو حلال' ناجائز کو جائز قرار دینے کا نام تبلیغ اور روحانیت قرار دے رہے ہیں۔ مسلمان نسل خصوصاً نوجوانوں کو گمراہی کی طرف لے جا کر جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں۔ (چشتی)

Marfat.com

خوف اور ابن الوقت بن کر ان کو طرح طرح کی تدبیریں اور اگر وہ روحانیت کا سبق دیں تو ہمارے راہنما مادہ پرستی کا سبق دے رہے ہیں۔

ایسے وقت میں مترجم (سید عطاء اللہ حسنی) نے ان چند کتب کا ترجمہ کر کے پبلک میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس لئے کہ ہندوستان (ہندوپاک) کے رہنے والے مسلمانوں کو معلوم ہو کہ ان کے بزرگوں کا ملک ہندوستان میں آکر آباد ہونے کا منشا غیریت اور (دین اسلام سے) علیحدگی نہ تھا اور نہ ہی ان کا معیار نفس پرستی اور دولت و حشمت تھا۔ بلکہ روحانیت کو پھیلانا اور اس کے ذریعہ سے غیروں کو اپنا بنانا مقصود تھا۔ یہ کتاب نزہتہ السالکین ایک بہت بڑے عالم صوفی کامل اور خاندان مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کی چراغ سید علیم اللہ حسنی چشتی صابری کی تالیف میں سے ایک ہے جو آنحضرت نے ۱۱۸۳ میں اپنی ۷۲ سال کی عمر میں منجملہ دیگر کتب تصوف فقہ اور تاریخ کے لکھی---------

ہندوستان جس کی نسبت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ مجھے یہاں سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے واقعی کبھی روحانیت کا مرکز بننے والا تھا اور اس لئے اس ملک میں اسلام کے بہترین پیشوائے دین' جیسے حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش لاہور' حضرت خواجہ گیسو دراز گلبرگہ' حضرت سلطان الہند غریب نواز' خواجہ معین الدین اجمیری' حضرت نظام الدین اولیاء دہلی' حضرت مخدوم علیٰ احمد صابر کلیری' حضرت بابا فرید الدین گنج شکر' حضرت خواجہ امام ناصرالدین جالندھر' حضرت عبدالقدوس گنگوہی' حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی اور حضرت سید میراں بھیکھ جیسے بزرگان دین نے روحانیت کے فیوض و برکات سے ہندوستان کے لوگوں کو مادہ پرستی کے خلاف روحانیت کی تعلیم دی اور اس ملک میں روحانیت کے پودے کی آبیاری کر کے اس سرزمین کو اپنے مدفن ہونے کا شرف بخشا۔

اب جبکہ دنیا کی قومیں سرمایہ داری کے لئے خاک و خون میں لت پت ہو رہی ہیں (اور مادیت ڈالر اور پونڈ کا نام عشق رسول رکھا گیا ہے۔ چشتی) اب وقت ہے کہ ہندوستان (پاکستان و ہند) (جس کو روحانیت کا گہوارہ کہا جاتا ہے غیر موزوں نہیں ہے۔ مترجم) کے لوگوں کو ان بزرگوں کی تعلیم جس کی تمہید کی بنا یہ ہے حمد خدائے را عزوجل کہ قلوب عارفاں رابنور عرفان منور ساختہ قادر صورت اغیار مشاہدہ یار نمودہ اند کا نقشہ دکھا کر توحید اور

Marfat.com

یگانگت کا سبق دیا جائے۔ جالندھر شہر یکم اپریل ۱۹۴۱

احقر العباد سید عطاء اللہ شاہ حسنی بیرسٹرایٹ لا

اس تحریر سے مترجم کی زندگی۔ عقائد۔ روحانیت اور قوم مسلم سے ہمدردی' اولیائے کرام سے صحیح عقیدت کا خوب پتہ چلتا ہے۔ نزہتہ السالکین کے ترجمہ پر چند اہل علم و عرفان کی آراء درج ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا مولوی سید محمود علی صاحب | مصنف کتاب "دین و دانش" و "دین و آئین" وغیرہ سابق پروفیسر رندھیر کالج کپور تھلہ جالندھرانی کے لئے مترجم نے ترجمہ کتاب کا انتساب کیا ہے۔ پروفیسر موصوف خاندان پیران عظام سلسلہ قادریہ دہلی کے رکن اعظم تھے اور سادات حسنی جالندھر کو آپ سے اور آپ کے خاندان سے بڑی عقیدت تھی۔

۲۔ مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب وکیل جالندھر | یہ بزرگ حافظ باقر (ان کا ذکر پہلے حصہ میں ہوا) رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ حافظ باقر بارھویں صدی ہجری میں اویسی سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے اور حضرت سید علیم اللہ فاضل جالندھری کے ہمعصر اور دوست تھے۔ حافظ باقر صاحب نے فاضل جالندھری کے بارے میں لکھا ہے کہ سید صاحب نہ صرف نسب کے لحاظ سے سید ہیں بلکہ وہ روحانی طور پر بھی سید یعنی سردار ہیں۔ شرعی علوم اور عرفان باری میں انہیں پورا حصہ ملا ہے اور ہم کو ایک دوسرے کے ساتھ باطنی تعلق اور نمایاں دوستی حاصل ہے۔ (سید علیم اللہ صاحب حسنی سیادت ظاہری و باطنی می دارد۔ ایشارا علوم شرعیہ و عرفان باری نصیبے کامل است و مارا بایک دگر ربط خفی وانس جلی است) قلمی نسخہ رسالہ باقریہ مفتی عبدالقیوم صاحب جالندھر کے بااثر حضرات میں تھے۔ عالم فاضل اور مفتی ہونے کے علاوہ وکیل بھی تھے۔

۳۔ سید عبدالقادر صاحب | فخر سادات کرام جالندھر۔ ماہر علم التواریخ سید عبدالقادر صاحب ایم اے۔ پروفیسر اسلامیہ کالج وڈین ڈگری ڈیپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی لاہور ان کی رائے کا کچھ حصہ میں پہلے ہی سید علیم اللہ فاضل جالندھری کے حالات میں قلم بند کر چکا ہوں۔ سید عبدالقادر صاحب فاضل جالندھری کے خاندان سے ہیں اور ہم جدی ہیں۔ ان کے دادا کا نام سید وزیر شاہ تھا۔ ان کے پڑدادا ان کے ہم نام سید عبدالقادر بن

Marfat.com

سید آدم بن سید ہدایت اللہ فاضل جالندھری کے ہمعصر تھے۔ سید عبدالقادر بن سید آدم جید عالم تھے۔ ان کی بہت سی کتابیں (قلمی) ان کے پڑپوتے سید عبدالقادر کی لائبریری میں موجود تھیں۔ ان کے علاوہ وہ دوسرے بزرگوں کی کتابیں بھی اپنے اکلوتے بیٹے سید محمد عمر سے لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ سید عبدالقادر بن سید آدم کے حضرت فاضل جالندھری سے گہرے تعلقات تھے۔ مولانا مولوی عبداللہ شاہ نے جو کتاب "اسرار العلیم" فاضل جالندھری کے حالات پر لکھی ہے اس میں جگہ جگہ سید عبدالقادر بن سید آدم کا نام آتا ہے۔ ایک دفعہ کسی گاؤں میں ایک سید زادے ابوالحسن نامی نے حضرت سید علیم اللہ پر طعن کی کہ وہ زیدی الحسنی سید ہیں۔ اس موقعہ پر سید عبدالقادر بن سید آدم بڑھ کر دلائل و براہین سے معترض کا منہ بند کیا۔ نزہتہ السالکین کا وہ نسخہ جس سے سید عطاء اللہ حسنی نے اردو ترجمہ کیا ہے ان کے پاس موجود ہے۔ انہی سید عبدالقادر بن سید آدم کا لکھا ہوا ہے۔ پروفیسر عبدالقادر ایم اے نزہتہ السالکین پر اپنی آراء دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زمانے کی نیرنگی دیکھیے۔ سید عبدالقادر بن سید آدم بن سید ہدایت اللہ' سید علیم اللہ صاحب کے بہت سے معاملات میں دست راست تھے۔ انہوں نے غالباً اظہار عقیدت کے باعث ان کی کتاب نزہتہ السالکین کو اپنے ہاتھ سے تحریر کیا۔ اب اسی سید عبدالقادر بن سید آدم کا پڑپوتا سید عبدالقادر بن وزیر شاہ (بن سید محمد عمر بن سید محمد عمر بن سید القادر بن سید آدم) سید علیم اللہ فاضل جالندھری کی کتاب نزہتہ السالکین پر عقیدت کے پھول چڑھا رہا ہے اور اس نادر روزگار کتاب کا ملت اسلامیہ سے تعارف کرا رہا ہے۔ (سید عبدالقادر ایم اے) ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۱

۴۔ مولوی حضرت خیر محمد صاحب | فاضل اجل عالم [1] باعمل مولانا مولوی حضرت خیر محمد صاحب بانی و مدرسہ عربی خیر المدارس جالندھر شہر آپ نے بھی کتاب نزہتہ السالکین کے ترجمہ پر اپنی آراء دی ہیں۔ حضرت لکھتے ہیں "نزہتہ السالکین مولفہ حضرت مولانا سید علیم اللہ شاہ صاحب جالندھری کے ترجمہ کا صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۸ مطالعہ کرنے کا نہایت مصروفیت اور عدیم الفرصتی میں موقعہ ملا۔ جی چاہتا تھا کہ فرصت میں پوری کتاب کا مطالعہ کر کے مفصل رائے کا اظہار کرتا مگر وقت کی کمی مانع رہی۔"

---

[1] کتاب پر یہی خطابات لکھے ہیں بندہ نقل کرنے مجبور ہے۔ (چشتی)

Marfat.com

احقر خیر محمد عفی عنہ حنفی چشتی صابری ناظم مدرسہ خیر المدارس ۲۶ رمضان ۱۳۶۰ھ۔

حضرت موصوف دیو بندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ جالندھر میں دیو بندی مسلک کو پھیلانے کا سہرا ان کے سر ہے۔ جید عالم تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے اور ملتان میں خیر المدارس کو از سرنو شروع کیا۔ یہاں بھی اپنے مسلک کا کافی کام کیا۔ ملتان ہی میں فوت ہوئے۔ حضرت موصوف کا ۸ صفحات کا مطالعہ بھی غنیمت ہے ورنہ مدرسین کا یہ حال ہے کہ کتاب پڑھے بغیر ہی اپنی رائے کا اظہار کر دیتے ہیں۔ ہمارے ایک مہربان دوست علامہ بھی ہیں اور شیخ الحدیث بھی۔ انہوں نے کتاب سبع سنابل پر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ فقیر نے عرض کیا آپ نے اس کا مطالعہ کیا تھا ارشاد فرمایا "نہیں" سخت حیرت ہوئی کتاب کا مطالعہ کئے بغیر رائے لکھی جا رہی ہے' ایک مرتبہ فقیر اپنے احباب کے ہمراہ ملتان سے براستہ وہاڑی مولانا غلام ربانی چشتی صابری سے ملاقات کر کے واپس لاہور آ رہا تھا۔ میرے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے ایک مولانا قلمی کتاب کے اوراق پلٹنے میں مصروف تھے۔ میں نے کچھ دیر بعد پوچھ ہی لیا کہ حضرت اوراق ہی پلٹ رہے ہیں کسی مسئلہ کی تلاش ہے۔ فرمایا "نہیں تو میں اس کتاب پر اپنی رائے کا اظہار کرنا ہے" عرض کیا "آپ پڑھتے تو ہے نہیں اظہار کیا فرمائیں گے" فرمایا "اتنا وقت کہاں ہے"

حضرت مولانا خیر محمد صاحب کا آٹھ صفحات پڑھ کر رائے کا اظہار کر دینا میں سمجھتا ہوں کہ ایک عظیم کرامت ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ علمائے کرام کو حق بات کہنے اور لکھنے اور خود اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم بھی ان کی اتباع کر کے صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں۔

کتاب ثمرۃ الفواد حضرت علامہ فاضل اجل مولانا شاہ لطف اللہ ل چشتی صابری جالندھری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد پیر دستگیر میراں بھیکھ رحمتہ اللہ علیہ کے حالات پر تصنیف کی۔ ادق زبان فارسی میں کتاب لکھی گئی تھی۔ حضرت لطف اللہ صاحب اس کتاب کو ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے تاکہ پیر کی یاد ہمہ وقت دل میں موجزن رہے۔ دو یا تین کتابیں اس کتاب سے نقل کی گئیں تھیں۔ زمانہ بدلا۔ زبان بدلی۔ فارسی کی جگہ اردو زبان نے لے لی۔ فارسی سمجھنے والا کوئی نہ رہا۔ ثمرۃ الفواد کا ایک نسخہ حضرت شاہ جمال الدین عرف حاجی سائیں جمال شاہ چشتی صابری قدس سرۃ العزیز کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے اپنے مرید

Marfat.com

خاص ------ حضرت مولانا مولوی فضل حسین مخمور چشتی صابری قریشی سالاری کو حکم دیا کہ چونکہ فی زمانہ لوگ فارسی زبان سے نابلد ہیں اس لئے اس کتاب کا ترجمہ آسان اردو میں کیا جائے تاکہ لوگ روحانی سلسلہ سے فیضیاب ہوں۔ لہٰذا انہوں نے اس ادق زبان فارسی میں لکھی گئی کتاب کا ترجمہ کرکے عوام پر احسان فرمایا۔

حضرت منشی محمد فضل حسین مخمور قریشی سالاری بجنوری قدس سرہ

حضرت منشی صاحب کے فرزند ارجمند حضرت تجمل حسین مسرور جنہوں نے اس کتاب ترجمہ ثمرۃ الفواد کی کتابت کی اپنے والد گرامی منشی محمد فضل حسین کے بارے میں اسی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں

"منشی محمد فضل حسین مخمور قریشی سالاری بجنوری ایک نیک نام اور معروف خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کا سلسلہ نسب سید سالار غازی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔ جو بغرض جہاد عرب سے ہند میں تشریف لائے اور بہرائیچ (اودھ) میں وصال فرمایا۔ جن کی درگاہ سے ہزاروں بندگان خدا فیض پاتے ہیں۔ مترجم (منشی فضل حسین) مذکورہ کے والد وزیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نہٹور ضلع بجنور سے ایام غدر میں نقل مکانی کرکے جالندھر پہنچے۔ مترجم اس وقت شیر خوار تھے۔ جالندھر میں قاضی دوست محمد صاحب مرحوم مغفور کے دیوانخانے میں اقامت اختیار کی اور مترجم کی پرورش و تعلیم میں مصروف ہوئے۔ قریب ہی میاں غلام جیلانی صاحب کے محلات تھے۔ ایک دن مترجم فضل حسین صاحب کھیلتے ہوئے ان کے محلات کے دالان میں پہنچے بیگم صاحبہ نے جو کہ ایک جلیل القدر شہزادی تھیں اور جن کے فرزند فضل محمد مرحوم انتقال کر گئے تھے مترجم کو "میرا فضل آگیا" فرماتے ہوئے آغوش میں لے لیا پھر تاحیات آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ اپنے صاجزادگان کے ساتھ انہیں تعلیم و تربیت دلائی۔ تعلیم و تربیت سے فارغ ہو کر منشی فضل حسین نے دنیائے صحافت میں قدم رکھا جالندھر میں اول قیصری اخبار و شمیم ہند کے ایڈیٹر رہے۔ بعد میں متعدد اخبارات کی کرسی کو زینت بخشی۔ پٹیالہ میں اخبار پٹیالہ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ پٹیالہ ہی میں رہائش اختیار کرلی۔"

ل مولانا لطیف اللہ جالندھری کے مختصر حالات اسی کتاب کے حصہ اول میں درج ہیں۔

Marfat.com

جب روحانیت کی طرف طبیعت مائل ہوئی تو حضرت پیر حاجی جمال الدین عرف سائیں جمال شاہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ انہی کے فیضان کا یہ ثمرہ ملا کہ ان کے حکم سے ثمرۃ الفواد جیسی عظیم روحانی ادق کتاب کا زبان اردو میں ترجمہ کیا۔ منشی صاحب اسی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں

"یہ دولت میرے مقدر میں تھی (یعنی ترجمہ) حالانکہ نہ عالم نہ فاضل معمولی لیاقت کا انسان۔ ابجد خواں، گمنام ہیچدان۔ سراپا عصیاں کسی حالت میں بھی اس دولت بے پایاں کے ناقابل کو یہ فخر نصیب ہو اگر میں تو اسے بھی حضرت میراں جیئو اور سائیں جمال شاہ [1] کی کرامت ہی سمجھ رہا ہوں کہ مجھ ایسا کم لیاقت آدمی جو ترجمہ کی نیت کر کے شروع کرے تو تب ہی تھے جب ختم کر چکے۔ اور شروع سے اخیر تک ایک لفظ کے بھی معنی و مطلب کے لئے کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ جب ترجمہ مکمل ہو چکا تو حضرت سائیں صاحب نے متعدد علماء کرام کی خدمت میں بغرض درستگی و تصحیح پیش کیا مطالعہ ہوا۔ ہر صاحب مطالعہ نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ یہ سب کچھ عنایت ایزدی اور پیران عظام کی ارواح مقدسہ کی برکت ہے۔

ترجمہ طیار (تیار) ہو کر پاس ہو چکا تو طباعت کی فکر ہوئی ایک ضخیم کتاب (ترجمہ ثمرۃ الفواد کتاب ۴۳۰ جہازی صفحات پر مشتمل ہے ۱۰×۶) کی لکھائی چھپائی کے لئے سینکڑوں روپے کی ضرورت اور کام کرنے کی احتیاج ہوتی ہے۔ کتابت کے فرائض کو الحمد للہ والمنۃ میرے جگر گوشہ فرزند ارجمند، جواں بخت منشی تجمل حسین (مسرور) طولعمرۃ نے کثرت کار ملازمت عدم استطاعت کئی موانع کی موجودگی میں محنت شاقہ سے ببرکت ارواح پیران عظام بانجام پہنچا کر "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔ اس لئے کہ یہ نسخہ مقدسہ (ثمرۃ الفواد) نہایت سستے داموں میں ہر مشتری و متمنی کو مل جائے۔ کتاب ثمرۃ الفواد ۷ جمادی الثانی ۱۲۸۲/ ۱۷ نومبر ۱۸۶۵ کو حضرت مولانا لطف اللہ صاحب نے مکمل کی اور جناب منشی فضل حسین صاحب نے اس کتاب ثمرۃ الفواد کا ترجمہ ۲ صفر ۱۳۳۹ھ / ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو مکمل کیا۔ الحمد للہ یہ کتاب ۳ فروری ۱۹۹۹ / ۱۶ شوال ۱۴۱۹ھ کو فقیر خلیفہ الیاس صاحب نے مرحمت فرمائی۔ فقیر نے اس کی دو فوٹو کرائیں۔ گویا ۸۰ سال بعد فقیر کو ترجمہ ملا۔ الحمد للہ

---

[1] حضرت جمال الدین مرید و خلیفہ

Marfat.com

انوار الوارثین المعروف بہ مشائخ جالندھر

وسط جنوری ۱۹۹۹ تھا کہ حضرت میاں عطاء اللہ ساگر وارثی مدظلہ العالی حضرت خلیفہ محمد الیاس چشتی صابری کے ہمراہ فقیر سے ملنے کے لئے آئے۔ دوران گفتگو ارشاد ہوا کہ میں نے مشائخ جالندھر پر کتاب لکھی ہے۔ حضرت امام ناصرالدین جالندھری کا نام پاک آیا تو فرمایا "میں محمد طفیل ناصری نے حضرت امام کے حالات صحیح نہیں لکھے۔ پھر خلیفہ محمد الیاس صاحب سے فرمانے لگے۔ کتاب کے ان اوراق کی کاپی کروا کر انہیں (یعنی فقیر کو دے دیں۔ دراصل ان کے دل میں کوئی بات تھی جس کو وہ چھپانا چاہتے تھے۔"

میاں عطا اللہ ساگر وارثی ہوشیار پور کے مہاجر ہیں۔ فقیر کے مرشد پاک کے منجھلے صاحبزادے ماسٹر مسعود الحق حفیظ کے ہم جماعت تھے۔ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ صاحب مدظلہ کے حکم پر میاں صاحب نے مذکورہ کتاب تالیف فرمائی اسے چھپوا تو نہ سکے کیونکہ فی زمانہ کتاب لکھنا پھر اسے چھپوانا اور لوگوں تک پہنچانا نہایت مشکل ہے۔ لہٰذا کتاب کو کمپیوٹر پر نکلوا کر ۶ فوٹو کاپیاں کروا کر ایک حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں پیش کی ایک خلیفہ محمد الیاس صاحب کو ۶۰۰ روپیہ میں مرحمت فرمائی۔ خلیفہ محمد الیاس صاحب صابری سے فقیر کے دیرینہ تعلقات ہیں لہٰذا انہوں نے چند اوراق کی فوٹو کروا کر پیش کرنے کی بجائے مکمل کتاب ۹ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ بروز بدھ ۲۷ جنوری ۱۹۹۹ کو ہی عطا فرما دی۔ فقیر نے اسے فوٹو سے فوٹو کروا کر اپنے پاس محفوظ کر لی اور ۱۶ شوال ۳ فروری بہ ہمراہی خواجہ بلال احمد عشاء کے بعد ان کے دولت خانہ پر جا کر کتاب واپس کر دی۔

حکیم اہل سنت اس کتاب کے پیش لفظ میں رقم طراز ہیں۔ "فاضل محترم جناب سیال عطاء اللہ ساگر وارثی مدظلہ سلسلہ وارثیہ کے مورخ اور تذکرہ نگار ہیں۔ آپ سلسلہ وارثیہ کے معروف بزرگ شاعر ادیب' نامور صوفی اور صحافی میاں حیرت شاہ وارثی رحمتہ اللہ علیہ (مدفون کراچی) کے خاص مرید ہیں۔ اور اپنے مرشد ارشد کے زیر تربیت رہنے کی وجہ سے آپ تصنیف و تالیف کی طرف راغب ہو گئے۔"

"میاں ساگر وارثی صاحب بھی اپنے مشائخ کی پیروی میں علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کی متعدد کتابیں زیر طباعت سے آراستہ ہو کر اہل علم میں

Marfat.com

شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔"

حکیم صاحب نے اس کتاب کا تاریخی نام باغ احسان جالندھر۱۴۱۶ھ اخذ کیا ہے۔

یہ کتاب ۱۴۱۵ھ میں لکھی گئی۔ ساگر وارثی صاحب نے تقریباً ۲۲۵ بزرگوں کا تذکرہ کیا ہے۔ تاریخ سے کافی مدد لی گئی ہے اور آپ کو اس کتاب لکھنے میں کافی تگ و دو کرنی پڑی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول فرما دے۔ اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبُ الْخَطَآءِ وَالنِّسْیَانِ کے مصداق خطا بھی ہو گئی۔ چند بزرگوں کے تذکرے جس کتاب سے لئے اس کتاب کا نام دیا اور نہ ہی راوی کا ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ تو نظر ثانی نہ کرنے کی وجہ سے بہت بڑی بھول ہو گئی ہے۔ حضرت محمد جمال چشتی صابری کا تذکرہ شروع کیا لیکن حالات حضرت شیخ درویش کے لکھے گئے۔ بہرحال غلطی تو انسان کا ایک حصہ ہے اس سے کتاب کی قدر و قیمت کم نہیں ہو جاتی۔ ساگر صاحب نے جس محبت سے یہ کام کیا ہے وہ قابل ستائش ہیں۔

یہ تین کتب

انوار الوارثین۔ ثمرۃ الفواد اور نزہتہ السالکین

چونکہ مجھے حضرت اشفق و انعم خلیفہ الیاس صابری مدظلہ کی طرف سے عطا ہوئیں اس لئے میرا یہ فرض ہے کہ ان کا اور ان کے بزرگوں کا تعارف کراؤں۔ ورنہ احسان فراموشی کا باعث ہوگا۔

حضرت خلیفہ محمد الیاس صاحب صابری مدظلہ

آپ شب بیدار۔ صاحب علم و فضل بزرگ ہیں۔ مکان نمبر ۲۰ گلی نمبر ۳۰ دیو سماج روڈ۔ چوک سنت نگر لاہور میں رہائش پزیر ہیں۔ آپ حضرت سائیں توکل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے شہر انبالہ میں ۱۰ اپریل ۱۹۴۴ کو پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام حضرت حاجی اللہ دیا ابن عبداللہ تھا۔ حاجی اللہ دیا صاحب ریلوے میں سروس (R.M.S) میں ملازم تھے۔ قدرے زرعی زمین کے بھی مالک تھے۔ کچھوچھہ شریف کے سجادہ نشین حضرت میاں محمد رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور صاحب مجاز تھے۔ بوقت خلافت مرشد عالی نے جو خرقہ اور تسبیح حاجی اللہ دیا صاحب کو عنایت فرمایا تھا تادم تحریر (۲۹ ذی الحجہ)

Marfat.com

۱۴۱۹ھ خلیفہ محمد الیاس صاحب کے پاس تبرکاً موجود ہے۔ والدہ محترمہ کا نام امۃ الحفیظ تھا جو منظور المشائخ حضرت صوفی منظور احمد صابری رحمتہ اللہ علیہ کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔ محترمہ نہایت پاکباز، پابند صوم و صلوۃ اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ آپ کے والد گرامی حضرت حاجی اللہ دیا رحمتہ اللہ ۷ ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو اعلان وجود پاکستان سے تین ماہ قبل اس دار فنا سے دار بقاء کی طرف سفر فرما گئے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد خلیفہ محمد الیاس صاحب صابری کی والدہ محترمہ انہیں اور ان کے دو بھائیوں اور ایک ہمشیرہ کو لے کر نہایت کسمپرسی کی حالت میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے قافلہ کے ہمراہ براستہ واہگہ لاہور پاکستان میں وارد ہوئیں۔ پاکستان پہنچ کر خلیفہ صاحب کا چھوٹا بھائی ۲ سال کی عمر میں فوت ہوگیا۔ اس سانحہ کے بعد منظور المشائخ صوفی منظور احمد صابری رحمتہ اللہ علیہ نے جو آپ کے حقیقی ماموں بھی تھے آپ کے مصیبت زدہ خاندان کو ملتان بلا کر اپنی سرپرستی میں لے لیا اور تعلیم ظاہری و باطنی سے مزین فرمایا۔ آپ نے قرآن مجید ناظرہ مولانا منظور احمد پٹیالوی سے پڑھا۔ ظاہر تعلیم میٹرک بھی ملتان ہی میں حاصل کی۔ ۱۹۶۱ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور تشریف لائے اور بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔

والدہ محترمہ ایک نیک سیرت اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ اولاد کو بھی دین دار بنانا اپنا فرض اولین سمجھتی تھیں اس لئے نماز فجر سے قبل ہی آپ کو بیدار کر دیتیں اور یہ شعر ان کی زبان سے ادا کرواتیں۔

مسجد میں بڑے شوق سے جاتے ہیں نمازی
جنت میں گھر اپنا بناتے ہیں نمازی

۱۹۷۰ء میں آپ کے ماموں نوار المشائخ صوفی منظور احمد صابری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنی دامادی میں قبول فرمالیا اور اسی سال آپ نے اپنے ماموں جان کے دست حق پرست پر سلسلہ چشتیہ صابریہ قدسیہ ہیکیہ میں بیعت کی۔ گویا پیرو مرشد نے دین و دنیا کی تعلیم اور نعمتوں سے آپ کو خوب نوازا۔ سلسلہ کے تمام اوراد و وظائف کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ مطابق ۱۸ اگست ۱۹۸۸ بروز جمعرات حضرت شیخ الاسلام زبد

Marfat.com

الانبیاء شیخ فرید الدین گنج شکر کے عرس پاک کے موقعہ پر آپ کے مرشد اور ماموں جان نے اپ پر عنایات کے دروازے کھولتے ہوئے آپ کو ہر چہار سلاسل میں غلبہ صابری کے ساتھ دستار خلافت سے نوازا۔ اس کے بعد حضرت منظور المشائخ نے خود سلسلہ بیعت بند کر دیا۔ جو بھی خواہشمند حاضر ہوتا اسے آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم صادر فرماتے اور فرماتے محمد الیاس کا ہاتھ میرا ہی ہاتھ ہے۔ پیرو مرشد کے وصال کے بعد الحمدللہ آج تک آپ اس سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے فیضان میں تا دیر برکتیں عطا فرمائے اور اسے جاری و ساری رکھے۔ آمین۔ خلیفہ صاحب فقیر کے کرم فرماؤں سے ہیں۔ یہ حالات آپ نے خود اپنے قلم سے لکھ کر دیئے ہیں۔ صیغوں کی اور بعض فقروں کی تبدیلی فقیر نے خود کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔ اپنے حالات کے آخر میں حضرت قبلہ خلیفہ محمد الیاس صاحب مدظلہ العالیٰ نے یہ دو شعر رقم فرمائے ہیں۔

بسر کن عمر در ایں خاندانم
حشر کن در صف ایں خواجگانم
رجا دارد ز الطاف تو احقر
سگ ایں خواجگان خوانی بہ محشر

۲۰ ذی الحجہ ۱۴۱۹/ ۸ اپریل ۱۹۹۹ جمعرات

منظور المشائخ حضرت صوفی منظور احمد چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ کی مسلک مروارید کے ایک گوہر تابدار ہیں۔ آپ کا شمار اس دور کے نامور اور اکابر صوفیاء میں ہوتا ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳ ذی قعد ۱۳۳۴ھ بمطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۱۶ء کو ضلع انبالہ (انڈیا) میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام صوفی کریم الدین تھا جو ایک متقی پرہیزگار اور پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے اور حضرت میاں قدرت اللہ چشتی سے بیعت تھے۔

ابتدائی تعلیم: چونکہ آپ کے والد محترم ایک پابند صوم صلوٰۃ اور صوفی منش بزرگ تھے لہٰذا انہوں نے اپنے لخت جگر کے اندر ایک مکنون جوہر کو اپنی باطنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا اور اپنے فرزند ارجمند کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کیا۔ چنانچہ آپ نے قرآن پاک ناظرہ

Marfat.com

پڑھنے کے علاوہ قرات اور تجوید پر مکمل عبور حاصل کیا۔ علم تجوید آپ نے پانی پت کے ایک قاری صاحب سے پڑھا جو ملتان میں پوسٹ آفس میں ملازم تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ خواجہ حسن نظامی کی تفسیر قرآن اکثر آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔ آپ کی ذاتی لائبریری میں نایاب کتب موجود تھیں۔

بیعت: شروع ہی سے آپ کو بزرگان دین اور اولیاء اللہ سے والہانہ عقیدت تھی۔ عالم طفولیت ہی سے آپ کے چہرہ مبارک سے آثار بزرگی نمایاں تھے۔ اکثر اوقات شہر سے نزدیکی جنگل میں تشریف لے جاتے اور ساری ساری رات نفلی عبادات اور ذکر جہر میں گزار دیتے۔ اسی دوران کئی بار جنگل میں آپ کا شیر اور دیگر جنگلی درندوں سے سامنا ہوا لیکن وہ آپ کو دیکھتے ہی راستہ چھوڑ کر بھاگ جاتے۔

جب سوز و درد اور عشق ازلی نے زور کیا تو آپ کو کسی ولی کامل کی تلاش ہوئی۔ اس دور کے اولیائے کرام میں انبالہ شہر میں حضرت میاں قدرت اللہ چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا زیادہ شہرہ تھا۔ چنانچہ باشارہ غیبی آپ نے حضرت میاں قدرت اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کرلی۔ آپ عرصہ دراز تک شیخ کی بارگاہ میں حاضر رہ کر فیضیاب ہوتے رہے۔ ریاضت شاقہ اور مجاہدہ کاملہ سے سلوک و معرفت کی منازل طے کرتے رہے۔ مدت مدید تک علاقہ سے قریبی نہر میں کھڑے ہو کر چلہ کشی میں مصروف رہے اس سے آپ کی پنڈلیوں پر زخم ہوگئے۔ جس کا اثر تمام عمر رہا۔ ہر سال موسم برسات میں یہ زخم ہرے ہو جاتے تھے۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آپ انبالہ سے ہجرت کر کے براستہ واہگہ لاہور تشریف لائے اور یہاں سے **مدینۃ الاولیاء** ملتان تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ کسب حلال کے حصول کے لئے آٹا پیسنے والی چکی لگائی اور برتنوں کی دھلائی کا کام شروع کیا۔ آمدنی کا زیادہ تر حصہ غربا و مساکین اور اولیائے کرام کی محافل میں خرچ فرماتے تھے۔ کچھ مدت بعد آپ نے اپنا کاروبار ملتان سے منتقل کر کے رینالہ خورد (ضلع اوکاڑہ) میں جاری کرلیا۔

خرقہ خلافت: ۷ نومبر ۱۹۴۹ بروز جمعرات بعد از نماز مغرب حضرت میاں قدرت اللہ چشتی نے آپ کو طریقت کے ہر چہار سلاسل خصوصاً سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں دستار خلافت عطا

Marfat.com

فرما کر صاحب مجاز فرمایا۔ اور خلق اللہ کی رہبری پر مامور فرمایا۔ آپ کی عجب شان محبوبیت تھی۔ ہزارہا طالبان حق کو خدا رسیدہ بنا دیا۔ دور دور سے لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ آپ ولی کامل اور قطب وقت تھے۔ جامع کمالات ظاہری و باطنی' زاہد و عابد اور متقی باوصاف کریم تھے۔ آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ اپنے پیرو مرشد کے جانشین کی حیثیت سے سلسلہ کی توسیع و اشاعت' مخلوق کی رشدوہدایت کا کام اس شان سے کیا جس کی مثال ملنا محال ہے۔

آستانہ کی بنیاد: آپ نے محلہ غازی آباد اوکاڑہ میں جگہ خرید کر آستانہ چشتیہ صابریہ کی بنیاد رکھی اور اپنے پیرو مرشد کے مزار مبارک کی تعمیر نہایت شاندار طریقہ سے کرائی۔ مزار شریف کا نقشہ حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رضی اللہ عنہ کے گنبد مبارک کے عین مطابق بنوایا۔ ساتھ ہی ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر کروائی جہاں علاقہ کے بچے بچیاں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لڑکوں کے حافظ اور قاری اور لڑکیوں کو معلمات دینی تعلیم دیتی ہیں۔ آستانہ میں شعبہ حفظ قرآن بھی قائم کیا گیا ہے۔ جہاں دور دراز سے طالبعلم قران مجید حفظ کرنے کے لئے آتے ہیں۔

منظور المشائخ کا خطاب: ۷ جنوری ۱۹۷۸ کو حضرت خواجہ ضامن نظامی (سجادہ نشین درگاہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ) دہلی سے آستانہ عالیہ اوکاڑہ تشریف لائے۔ ان کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ اس موقعہ پر خواجہ ضامن نظامی نے حضرت صوفی منظور احمد صابری صاحب کو "منظور المشائخ" کا خطاب عطا فرمایا اور اس کا اعلان درگاہ محبوب الٰہی دہلی سے بھی عرس شریف کے موقعہ پر کیا گیا۔

زیارت حرمین شریفین: اسی سال (۱۹۷۸) میں آپ زیارت و حج حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے۔ روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفیض ہوئے۔

آپ نے اتحاد بین المسلمین پر بہت زور دیا۔ آپ کی شخصیت اتنی پرکشش تھی کہ جب کوئی نووارد آپ سے ملنے آتا تو گرویدہ ہو کر رہ جاتا اور جب کوئی آپ سے جانے کی اجازت مانگتا تو آپ اکثر یہ شعر پڑھتے

Marfat.com

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

آپ اکثر اوقات میں حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری کے لئے لاہور تشریف لاتے۔ لاہور میں آپ کا قیام اکثر اپنے محبوب خلیفہ خواہر زادہ اور داماد محمد الیاس صاحب صابری کے ہاں ہوتا۔ آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں ۱۳۸ احباب کو خلافت سے نوازا۔ وصال سے کافی عرصہ قبل آپ نے لوگوں کو بیعت کرنا بند کر دیا تھا۔ جو شخص اس مقصد کے لئے حاضر ہوتا اپنے محبوب خلیفہ محمد الیاس سے مرید کرواتے۔ اور فرمایا کرتے اس کا ہاتھ میرا ہی ہاتھ ہے"

وصال شریف: آپ کا وصال ۲ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۹۵ بروز ہفتہ لاہور میں ہوا۔ جسد مبارک رینالہ خورد لیجایا گیا۔ ۲ جولائی کو رینالہ خورد سٹیڈیم میں خواجہ عبدالسلام نے نماز جنازہ پڑھائی پھر جسد مبارک کو اوکاڑہ لیجایا گیا۔ اور آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی جنازہ میں بے پناہ ہجوم تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے آپ کے جسد مبارک کو آپ کے پیرومرشد کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

بنا کروند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت میاں قدرت اللہ چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا شمار سلسلہ چشتیہ صابریہ کے نامور اور اکابر بزرگوں میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۸۷۰ء میں موضع خضر آباد تحصیل کھرڑ ضلع انبالہ (بھارت) میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام صوفی فقیر اللہ ولد نجیب اللہ تھا۔ دونوں حضرات پیر غلام قادر چشتی کے مریدین میں سے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ موضع خضر آباد میں ہی گزارا اور اسی گاؤں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد شہر انبالہ میں رہائش اختیار کر لی۔ بچپن ہی سے آپ کے چہرہ مبارک سے آثار بزرگی نمایاں تھے۔ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ مجاہدہ اور ریاضت میں وہ نام پیدا کیا کہ احاطہ بیاں سے باہر ہے۔ صبر و شکر، زہد و تقوی اور فقر و فاقہ

Marfat.com

میں لاثانی و بے نظیر تھے۔ ہمہ وقت یاد الٰہی اور عشق رسول میں مستغرق رہتے تھے۔ دنیا سے بے تعلقی، گوشہ نشینی، اتباع سنت اور پابندی شریعت آپ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے اور گوجر خاں ضلع راولپنڈی میں سکونت اختیار کی۔ وقتاً فوقتاً اپنے چہیتے مرید و خلیفہ منظور المشائخ حضرت صوفی منظور الحق صابری کے پاس ملتان اور رینالہ خورد تشریف لایا کرتے تھے۔ پاک پتن شریف عرس میں ہمیشہ حاضری دیتے۔ آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں پانچ حضرات کو خلافت سے نوازا۔ (۱) میاں جمال الدین (صاحبزادہ حضرت غلام قادر چشتی) (۲) منظور المشائخ حضرت صوفی منظور احمد صاحب صابری رحمتہ اللہ علیہ (۳) میاں غلام حیدر صاحب (۴) باباغلام سرور ملتانی (۵) میاں عبدالعزیز صاحب کراچی۔

سلسلہ کو فروغ اور ترقی منظور المشائخ صوفی منظور احمد صابری سے ہوئی۔ آخری ایام میں وصال سے کچھ عرصہ قبل آپ گوجر خاں سے اوکاڑہ تشریف لے آئے۔ چند دن بعد دسمبر ۱۹۹۱ء کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ اور اپنی فرمودہ مقررہ جگہ پر آستانہ چشتیہ صابریہ نظامیہ محلہ غازی آباد اوکاڑہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے جانشین اور خلیفہ منظور المشائخ حضرت صوفی منظور احمد صابری نے حضرت سید مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کے نقشہ پر مزار تعمیر کیا جو فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

حضرت غلام قادر چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو نعمت خلافت پیر گوھر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی تھی۔ عابد زاہد اور شہباز طریقت تھے۔ حضرت حافظ محمد موسیٰ مانک پوری کے دربار گوھربار کے گرد چار دیواری بنانے میں ۳۶ سال تک اپنے پیرو مرشد پیر گوھر علی شاہ کے ساتھ کام کیا۔ سر پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے جس کی وجہ سے سر کے تمام بال گر گئے تھے۔ تمام دن دیواریں بنانے میں مصروف رہتے ساتھ ہی ساتھ ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوتے ہمہ وقت ذکر کرتے رہتے۔ تمام رات نوافل و اوراد و وظائف میں گزار دیتے۔ پیرو مرشد کے وصال کے بعد ۱۹۲۹ء میں سرہند شریف کے نزدیک موضع میراں میں سکونت اختیار کرلی۔ سلسلہ کے فروغ و ارتقا کے

Marfat.com

لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ ایک بار ملک چین کے چند مسلمان باشارہ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے انہیں خرقہ خلافت دیکر واپس چین بھیج دیا۔ اس طرح آپ کے توسل سے سلسلہ چشتیہ صابریہ چین میں پھیلا۔

آپ کی کچھ زرعی زمین تھی جس کی کاشت کر کے گزارا کرتے۔ لوگوں نے اکثر دیکھا کہ آپ کھیت کے کنارے بیٹھے ذکر الٰہی میں مصروف ہیں اور بیل خود بخود چل رہے ہیں۔ بعد از وصال آپ کی زیارت لوگوں نے عالم مثال میں کی اور گفتگو بھی کی۔

آپ کا وصال ۱۹۳۵ میں ہوا۔ مزار شریف سرہند شریف کے نزدیک موضع میراں میں ہے۔

آپ کے مرید صادق صوفی منظور احمد صابری رحمتہ اللہ علیہ نے [redacted] رام سنگھ نامی سے مزار شریف کی مرمت کروائی۔ یہ سکھ حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی اور مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت رکھتا تھا۔ اور ان بزرگوں کے ایصال ثواب کے لئے نیاز بھی دیا کرتا تھا۔ بعد ازاں اسلام کی دولت سے منور ہوا اور منڈی گوبند گڑھ میں انتقال ہوا۔

اب مزار شریف کی دیکھ بھال وہاں کے غیر مسلم لوگ کرتے ہیں۔ چراغ جلاتے ہیں صفائی کا انتظام بھی کرتے ہیں۔ آپ کے مریدین میں آپ کے خلیفہ و جانشین میاں قدرت اللہ چشتی ہوئے جو پاکستان میں آکر فوت ہوئے۔

حضرت پیر گوہر علی چشتی ﷫

آپ مرید و خلیفہ حضرت سید علی احمد چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ کے تھے۔ نہایت عابد و زاہد اور شب بیدار بزرگ تھے۔ ہمہ وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ انبالہ کے نزدیک موضع دبکوری میں ایک بلند ٹیلہ پر آپ کی رہائش تھی۔ جنگل میں جب ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے تو جنگلی جانور چرند پرند آپ کے اردگرد جمع ہو جاتے۔ اگر کسی زمیندار کا کوئی جانور بیمار ہو جاتا یا دودھ کم ہو جاتا تو آپ کی خدمت میں روٹی گھی اور شکر ملا کر ملیدہ بنا کر پیش کرتا تو آپ کی دعا سے بیمار جانور تندرست ہو جاتا اور دودھ زیادہ ہو جاتا۔ آپ نے

Marfat.com

اپنے علاقہ میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔ آپ کو اپنے دادا مرشد حضرت حافظ محمد موسیٰ مانک پری سے بے انتہا عقیدت تھی۔ چنانچہ آپ نے کوہ شوالک سے پتھر کاٹ کر حافظ محمد موسیٰ کے دربار کے گرد بہت مضبوط چار دیواری تعمیر کی تھی جس کی چوڑائی بہت زیادہ تھی۔ اس دیوار پر دو آدمی بخوبی دوڑ سکتے تھے۔ مزار پر ایک بلند و بالا ڈیوڑھی بھی بنائی جو بہت دور سے نظر آتی تھی۔ آپ کی کرامات بے حد و بے شمار ہیں۔ تمام عمر مجرد رہے شادی نہیں کی۔ تقریباً ۱۹۲۹ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار مبارک موضع دبکوری میں اسی ٹیلہ پر ہے جہاں آپ کی رہائش تھی۔ آپ کے خلفاء میں حضرت غلام قادر چشتی اور تھمے شاہ تھے۔ سلسلہ کو فروغ اول الذکر سے ہوا۔ آپ کو شاعری سے بھی شغف تھا۔ آپ کا کلام اکثر محفل سماع میں قوال گاتے ہیں۔

میرا چرخہ چلے بل کھا میں ترنجن کیوں لایا
میرا وقت بہایا جا میں ترنجن کیوں لایا
مونڈھا بھیرو لٹھ پرانی ہتھڑی دی کی کراں کہانی
میری مال تے ٹٹ جا میں ترنجن کیوں لایا
ہور سہلی سیانی گوھر شاہ اک میں ہیں نیانی
میرا حافظ پیر منا میں ترنجن کیوں لایا

حضرت سید علی احمد چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت حافظ محمد موسیٰ مانک پوری کے خلفا میں سے ہیں۔ آپ عرصہ دراز تک اپنے مرشد کی معیت میں سفر و حضر میں ساتھ دیا۔ اسی دوران حصول علم' عبادات' ریاضت اور مجاہدہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ اکثر اوقات تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے۔ پیرو مرشد نے آپ کو خلعتہ خلافت عنایت فرما کر روپڑ کے نزدیک قصبہ ڈنگول میں قیام کا حکم ارشاد فرمایا۔

یہ انگریزوں کا پرفتن دور تھا۔ عیسائی پادری اور میرزائی دین اسلام پر رکیک حملے کرتے تھے۔ آپ دین اسلام کی حفاظت میں سینہ تان کر کھڑے ہوگے اور اپنے علاقہ کو دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں سے بچائے رکھا۔ ہزارہا طالبان خدا نے آپ سے فیضان

Marfat.com

حاصل کیا۔ آپ صائم الدھر اور قیام اللیل تھے۔ ہر کس و ناکس سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آپ سے بیشمار خوارق کا اظہار ہوا۔ آپ کی دعا مشکلات حل کرنے کے لئے نہایت موثر ثابت ہوتی تھی۔ اگر کوئی آسیب زدہ آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو نظر ہی سے تندرست ہو جاتا۔ آپ کا وصال دور حکومت انگریز میں ہوا۔ مزار قصبہ ڈنگولی (روپڑ) میں آپ کی اپنی تعمیر کردہ مسجد میں ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد کافی تھی۔ سلسلہ کو فروغ حضرت گوہر علی چشتی سے جاری ہوا۔

ل افسوس اب (۱۹۹۹ء) تو علماء و مشائخ کی اکثریت اسی رنگ میں رنگی جا چکی ہے۔ (چشتی)

ل موجود دور (۱۹۹۹ء) میں ہمارے مذہبی پروفیسر قسم کے راہنما اور ان کے ہمنوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانیوں کا نام عشق رسول' حرام کو حلال و جائز قرار دینے کا نام تبلیغ اور روحانیت قرار دے رہے ہیں۔ مسلمان نسل خصوصاً نوجوانوں کو گمراہی کی طرف لے جا کر جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں۔ (چشتی) ل کتاب پر یہی خطابات لکھے ہیں بندہ نقل کرنے پر مجبور ہے۔ چشتی

مولانا لطف اللہ جالندھری کے مختصر حالات اس کتاب کے حصہ اول میں درج ہیں۔ ل حضرت جمال الدین مرید و خلیفہ حضرت شاہبہادر علی شاہ جو حضرت میراں جیو کے خلیفہ تھے اور آپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ اور ان کی وفات کے بعد حضرت سائیں جمال شاہ سجادہ نشین ہوئے۔ ۱۲ ل حضرت بندگی حافظ محمد موسیٰ مانک پوری (م ۱۶ رمضان ۱۲۷۴ء) مرید و خلیفہ حضرت سید محمد اعظم روپڑی (م ۱۹ ربیع الاول ۱۲۳۷ھ) مرید و خلیفہ و فرزند حضرت شیخ محمد سالم روپڑی (م ۳ ذی الحجہ ۱۰۱ھ) مرید و خلیفہ حضرت پیر دستگیر شیخ محمد سعید المعروف بہ حضرت میراں بھیکہ رضی اللہ عنہ و عنہم (م۔ ۵ رمضان ۱۳۱۱ھ) مزار شریف کھڑا شریف انبالہ بھارت ان کے حالات فقیر کی کتاب شمیم ولایت میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

تمت بالخیر

الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ فقیر آج مورخہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۹۹ء مطابق ۴ طلوع اسلام ۵۲ پاکستانی کتاب مسمیٰ بہ تخمیم جالندھر المعروف بہ تذکرہ اولیائے جالندھر حصہ جالندھر سے فارغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ خاصان بندگان خدا اور عوام الناس کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فقیر حقیر علی اصغر چشتی صابری جالندھری کو ان بزرگان کے توسل باایمان اٹھائے۔ عالم برزخ اور روز محشر کی سختیوں سے محفوظ فرمائے۔ اپنی رحمت خاصہ میں خاصان خدا کے ہمراہ حشر فرمائے۔ آمین

یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِجَاہِ نَبِیِّکَ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم

Marfat.com

مولف کی دیگر تالیفات

1	مظہر نامہ	یعنی شرح اَسمَاءُ الحُسنیٰ
2	شمیم رسالت	یعنی شرح اسما النبی ﷺ
3	شمیم شریعت	دینی مسائل۔ حیات طیبہ ﷺ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ' حج' خلفائے راشدین ۔ عشرہ مبشرہ ۔ اہل بیت اطہار آئمہ اربعہ کے مختصر حالات۔ چہار سلاسل قادریہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ و دیگر مسائل شریعہ
4	شمیم ولایت	یعنی تذکرہ بزرگان چشت ۔۔ اہل بہشت
5	گلدستہ عورت	یہ کتاب صنف نازک کو اس کا اصل مقام بتانے کے لئے لکھی گئی ہے۔
6	مسائل نماز	چارٹ کی شکل میں۔
7	طہارت کے مسائل و احکام.....	چارٹ کی شکل میں
8	قضائے عمری و نوافل نمازیں	چارٹ کی شکل میں
9	آخری چہار شنبہ کا تاریخی جائزہ	پملفٹ کی شکل میں

Marfat.com

کتابیات

۱- آب کوثر — محمد اکرم شیخ
۲- احوال العارفین — غلام فرید حارند
۳- تاریخ ارائیاں — احمد بدر اخلاق بی-ایس-سی
۴- تذکرہ افاغنہ جالندھر — محمد ایوب خاں
۵- تذکرہ اولیائے پنجاب — اعجاز الحق قدوسی
۶- تذکرہ علمائے ہند — رحمٰن علی مولوی
۷- تذکرہ مشائخ نقشبندیہ — نور بخش توکلی علامہ ایم-اے
۸- تکملہ اسلامی نصاب — محمد عبدالحکیم قاضی ایم-اے فرید کوٹی
۹- حدیقۃ الاولیاء — غلام سرور مفتی لاہوری
۱۰- خزینۃ الاصفیاء — غلام سرور مفتی لاہور
۱۱- ذکر پاکاں — محمد طفیل ناصری جالندھری
۱۲- رود کوثر — محمد اکرم شیخ
۱۳- سلیم التواریخ — اکبر علی صوفی جالندھری
۱۴- شریف التواریخ — شریف احمد شرافت سید
۱۵- شمیم شریعت — علی اصغر چشتی
۱۶- شمیم ولایت — علی اصغر چشتی
۱۷- (الف) گلدستہ چشت — حکیم وزیر الدین آصف صابری
۱۸- گلزار ابرار — محمد غوثی مانڈوی
۱۹- گلزار قلندر — احمد بدر اخلاق
۲۰- مشائخ قادریہ — محمد دین کلیم میاں
۲۱- مشائخ نقشبندیہ — " "
۲۲- موج کوثر — محمد اکرم شیخ
۲۳- نزہۃ الخواطر — عبدالحی سید علامہ
۲۴- نوادرات عرشی — تصدق حسین راجا ڈاکٹر

Marfat.com

اغلاط نامہ

صفحہ	سطر نمبر	غلط	صحیح
2	17	(اظہار مسرت) محمد عبدالکریم	عبدالحکیم شرف قادری
5	9	محمد	محمد
12	نمبر شمار 213	شہر کے بستیا.	شہر کی بستیاں
13	نمبر شمار 222	بواء اچھی	بوّا اچھی
23	6	مہرکی	مکری
27	1	اَللّٰهُمَّ	اَللّٰهُمَّ
29	16	يُحِلُّهم	يُحِبُّهُمْ
29	19	کشف المجوب	کشف المحجوب
31	23	قد	قدس
46	5	سیخ	شیخ
51	22	مائی صاحب دی	مائی صاحبہ کو بشارت دی
51	23	کو بشارت کو بھیج رہے ہیں	کو بھیج رہے ہیں۔
52	10	نئی بستی	نئی بسی
52	15	واللہ عالم	واللہ اعلم
53	13	انبیٹ	انبیٹھ
55	18	چچا یار محمد	چار یار محمد
55	21	جاو حشمت	جاہ و حشمت
57	19	میاں جی	میراں جی
58	9	ان کا مزار پنج پیر کہلاتا ہے	ان کا مزار پنج پیر کے قریب تھا
58	11	حضرت علیم اللہ کی بیعت شاہ ابوالمعالی سے تھی اور تکمیل میراں جی سے کی۔	حضرت علیم اللہ کی بیعت، تکمیل اور خلافت حضرت میراں جی سے ہی تھی۔ (حضرت علیم اللہ کے حالات اسی کتاب کے حصہ سوم میں مفصل درج ہیں)
59	18	نمبرا	نمبرا صفحہ ۶۰ پر حاشیہ ہے
61	8	جو ہر دو سوہے	جو دو سوہے
66	آخری	الل	ابن

Marfat.com

67	پہلی	الل	ابن
73	4	موضوع	موضع
80	7	محل شاہ	محمد شاہ
89	21	(مولانا غلام رسول کی) ولادت کا سال معلوم نہیں	سال پیدائش ۱۸۴۹ء (چونواں پنجابی ادب) (نصاب بی۔ اے پرچہ الف) تاج بک ڈپو اردو بازار لاہور۔ ایڈیشن ۱۹۸۷ء۔
89	22	اوائل	وسط
93	19	جلوعلا	جل وعلا
98	14	راہ	ایہہ
100	18	مدیوق	تدویق
103	16	دوسرے	دوسوہہ
104	14	پھلوادی	پھلواری
105	7	علیہم	علیہما السلام
109	8	قائی نامہ	نائی نامہ
110	14	مالاتک	بالاتک
123	9	اکثر سفر میں فرمایا کرتے تھے	اکثر سفر فرمایا کرتے تھے
125	9	میں امام بخش	میاں محمد بخش
141	10	بولد	بولا
149	11	خرائد	خوائد
150	19	نقدوا کمہ	تعدوا یکہ
153	22	جیسے	جسے
154	10	کوش	کوشش
154	17	سے آگے پورا ایک صفحہ غائب ہے	(نوٹ)۔ سطر 17 سے آگے صفحہ نمبر 154-A ملاحظہ فرمائیں
154	20	پیر شریف الدین احمد شرافت	پیر شریف احمد شرافت
154	25	۱۱۷۲ھ	۱۲۷۲ھ
155	1	مسائل	سائل
155	2	نفقد	(فقد)
155	24	دیکھی تھیں	دیکھی تھی
157	12	میکر	میکرو

Marfat.com

159	2	منصف	مصنف
160	13	خیردی ٹھٹھوی بہ	خیردین ٹھٹھوی
160	حاشیہ سطر8	۱۹۵۵ھ	۱۳۵۵ھ
160	9	۱۳۰۰ھ	۱۳۵۵ھ
163	حاشیہ سطر15	لَوَقِیتِهَا	لِوَقِیتِهَا
166	5	مجزوب	مجذوب
169	9	نوشہای	نوشاہی
169	24	مزار خواجہ خلق پھاگلہ ضلع جالندھر میں ہے	مزار پھاگلہ ضلع جالندھر میں ہے
169	24/25	مادہ تاریخ/ ۱۳۴۵ھ	مادہ تاریخ خواجہ خلق ۱۳۴۵ھ ہے
170	3	آگن	گمن
170	7	بڑی	بڑے
170	26	بکھرتے	بکھیرتے
171	1	میں	x
172	1	گھڑی ساز	گھڑی سازی
173	6	ملاح	ملاں
181	8	۵۷۰ھ	۴۸۷ھ
181	13	۲۰۳ھ	۳۰۲ھ
181	19	شیخ محمد عموبہ	شیخ محمد حمویہ
182	3/4	وجہہ نجف اشرف الکریم	وجہہ الکریم نجف اشرف
182	5/6	رسول اللہ صلی (مدینہ منورہ غیم ولایت) اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ ﷺ (مدینہ منورہ (غیم ولایت)
182	7/8	شیخ الاکرام	شیخ الاکرم
182	9	المروف بہ	المعروف بہ
183	12	امداد خاں	احداد خاں
184	6	جالندھری کے بھی	جالندھری سے بھی
185	13	حملہ	محلہ
186	1	بنائیں	نمائیں
186	16	پوہان	برہان
187	5	گرام	گرم (گرام کو ھر جگہ گر پڑھاجائے۔)

Marfat.com

خواجہ محمود	خواجہ محمد	14	187
لقمان بن خواجہ حداد	لقمان خواجہ جداد	15	187
دانشمندی	دانشمندی والے	10	189
آپ نے اسے کھولا	آپ اسے کھولا	11	189
لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	لِمَنَ الْمُرْسَلِيْنَ	8	190
اس لحاظ سے احاطہ	اس لحاظ احاطہ	11	191
گزارا	گزرا	4	193
شرافت	شرافت	6	193
مجبور رکے	مجبور رکی	11/10	193
الدَّوْلَةِ	الدَّوْلَتِهِ	15	193
وَعَلٰی	وَعَلَ	19	193
باناز و نعم	یاناز و نعم	17	194
۱۱۴۳ھ	۱۱۳۴ھ	15	196
فرزند اول	فرزند اولی	20/21	196
نبیرہ	نیزہ	19	197
نسبتی	نسبتی	19	19[illegible]
مریدین نے حضرت امیر کلال سے	مریدین حضرت امیر کلال کے	11	202
مٹی	ٹی	15	202
حالات کے لیے صفحہ نمبر 202-A تا 202-D ملاحظہ فرمائیں	حضرت حاجی حافظ محمود نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر	17	202
عبدالاحد	عبدالواحد	9	205
عبدالاحد	عبدالواحد	3	206
نماز کے بعد	نماز کے لیے	15	206
مستجابات	مستجاب	18	208
داؤدیال	داودیال	18	219
۱۹۴۸ء	۱۹۴۷ء	13	226
x	کیونکہ	3	228
زندگی	زنگی	4	228
لائق	الائق	9	230
مشتاق احمد	مشاق علی احمد	8	231
تعلیلات	علیلات	13	231

Marfat.com

234	17	آور	آمد
235	4	۱۳۰۷ھ	۱۳۰۵ھ
238	16	مولانابخش	مولابخش
240	4/6	شرح حاجی	شرح جامی
242	19	خلقت فاخرہ	خلعت فاخرہ
245	8/6	اَشَدْ / یُفَقِّھْہٖ	اَشَدُّ / یُفَقِّھْہُ
247	13	علامہ	علماء
248	12	مسلسل	سلسل
250	21	محدوم	معدوم
254	11	از سر میاں محمد دین	از میاں محمد دین
255	12	فارل	نارل
257	آخری	افکار سہ	افکار الاسلام
260	22	نھال	ننھیال
261	10	آپ کو ان سے	آپ کو بچپن ہی سے ان کے ساتھ عقیدت تھی اس لیے آپ حضرت صوفی محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیعت کے خواہاں تھے۔ والدین سے مشورہ کیاتو انہوں نے بھی آپ کی طرف اشارہ کیا۔ ویسے بھی آپ اپنے پیرو مرشد کے ساتھ بیعت سے قبل اکثر ان کی یاد میں روتے رہتے تھے
261	14	محمد سردار صاحب	محمد سردار احمد صاحب
262	5	۱۹۹۳ء	۱۹۶۳ء
263	22	مرشد بر حق صوفی حضرت صوفی	مرشد بر حق حضرت صوفی
263	حاشیہ	بیعہ	بیعت
264	14	حال سکونت لاہور	x
264	16	محمد لطیف عبدالحکیم شرف صاحب	محمد لطیف زادہ مرحوم
264	17	شرف صاحب	شرف صاحب قادری
265	5	ناظم کالج	ناظم آباد

Marfat.com

266	4	سعد	سعید
267	11	فاروقیہ	فاروق
267	18	بدہ	بود
267	19	چیست	جست
267	19	تربت پہ ان کے	تربت پہ ان کی
267	22	بعرش	بہ عرش
267	21	نہ حکم	ز حکم
268	19	مواعظ	مواعظہ
268	16	بہاولپور	ساہیوال شورکوٹ
269	2	اویسہ	اولیسیہ
271	22	۱۹۰۳ء	۱۹۵۳ء
272	9	نورالدین	نواب دین
276	24	پراتوں	پرواتوں
279	10	بھی	ابھی
285	12	بَنِیمی اژ	بیّنی وَ
288	13	علانیہ	اعلانیہ
289	2	ساحری	ساحر
291	24	شوارک	شوالک
292	حاشیہ	خواجہ ضیاء الدین حضرت بہ ربانی	حضرت خواجہ ضیاء الدین سرربانی
292	16	صرف	ہر
296	19	آزادی	آزاری
299	8	یکم مارچ رمضان المبارک	یکم رمضان المبارک
300	8	رسم علی	رستم علی
300	6	نقل ہے.........آگئے	بابا رستم علی ۲۶ جمادی الاو ۱۳۰۷ھ کو فوت ہوئے چک نم ۲۲۸ بسم اللہ پور میں دفن ہوئے
303	21	سلہ	سلسلہ
306	9-11	فرخ سید	فرخ سیر
307	1	ماوراء نہر	ماوراءالنہر
309	10	جنگر	پنگھ

Marfat.com

309	12	خاں میں	خاں بعد میں
309	19	۱۲ویں	۱۲ویں کا
310	5	شاح قلی	شاہ قلی
311	21	۲	۴-۳-۲
312	7	۳	۵
312	12	۴	۶
312	22	۵	۷
313	6/25	6/7	8/9
314	9	بہار خان	بہادر خاں
315	20	کرکے	کے
319	16	شیخ الاکرام	شیخ الاکرم
332	18	برابر	برار
334	13	گرئی	گئی
336	7	شاہ قاسم شاہ	شاہ قاسم خاں
344	19	عبدالواحد	عبدالاحد
347	۱۴	۱۴۸۱	۱۴۰۱
353	8	شرارفت	شرافت
353	18	برمع خلائق	مرجع خلائق
353	24	غلام قاعر	غلام قادر
354	14	۵.۵	۵ فٹ ۵ انچ
354	17	انہیں	نہیں
355	15	پیشو	پیشوا
358	12	اولگاً	اولاً
358	20	امام	اماماً
359	11	اولیائے نقشبند کا مطالعہ کیا حضرت ازتوبخش توکلی	اولیائے نقشبند از حضرت نور بخش توکلی کا مطالعہ کیا
359	18	لِمَ	لِمَنْ
364	8	نسب	نسبت
369	12	کر	کی
371	5	قَلْتَحْیَا	مُلْتَحْیَا
371	6	مُسْلِمَةِ	مُسْلِمِ

Marfat.com

373	3	امام	انام
373	14	ثمرز عشق	شُد زِ عشق
374	8	انہماق	انہماک
374	12	وشے گوشے	گوشے گوشے
374	17	مشہو	مشہور
374	آخری سطر	علم	عالم
375	13	شخص	ہر شخص
379	7	محاور	محامد
381	8	کی	کے
381	23	لگوں	لوگوں
385	11	السبح	بتراتج
385	حاشیہ	لطیف	لطف
386	6	پچدان	پیچمدان
386	23	کو فقیر خلیفہ	فقیر کو خلیفہ
386	حاشیہ	مرید و خلیفہ	حضرت بہادر علی رحمۃ اللہ علیہ
387	5	میں محمد طفیل	میاں محمد طفیل
387	19	سیال	میاں
388	19	پڑے	پڑے
388	21	میاں	میل
396	15	سسا	سُہانا
396	20	خلقہ	خرقہ
397	حاشیہ پر	۱ تا ۶ سطر دوبارہ لکھی گئی ہیں۔	(دوبارہ لکھے گئے ہیں)
397	حاشیہ سطر 12	۳ ذی الحجہ ۱۰۱ھ	۳ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ
397	13	۵ رمضان ۱۳۱۱ھ	۵ رمضان ۱۱۳۱ھ
398	3	اولیائے جالندھر حصہ جالندھر	اولیائے جالندھر حصہ سوئم
400	25	------------	تذکرۃ انوار الوارثین از میاں عطاء اللہ ساگر وارثی
	26	------------	ثمرۃ الفواد از حضرت مولانا لطف اللہ جالندھری
	27	------------	نزہۃ السالکین از حضرت سید علیم اللہ فاضل جالندھری ؒ

مدینۃ العلم جامعہ مجددیہ
نور آباد فتح گڑھ سیالکوٹ

Marfat.com